شاہنامہ اسلام
حصہ اول
حفیظ جالندھری
http://www.pakistanconnections.com/ebooks

حصہ اول

حفیظ جالندھری

اسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہنامے کا
ہمیشہ جس کے در پر سر جھکا رہتا ہے خامے کا
اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہو سے بھر دیا عالم
نظام آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہار جاودانی ہے اسی کی باغبانی سے
اسی کے نور سے پر نور ہیں شمس و قمر تارے
وہی ثابت ہے جس کے گرد پھرتے ہیں یہ سیارے
زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دستر خوان نعمت کے
یہ سرد و گرم خشک و تر اجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اسی اک ذات باری کی
وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا
بشر کو فطرت اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

نعت

محمد مصطفیٰ محبوب داور سرور عالم
وہ جس کے دم سے مسجود ملائک بن گیا آدم
کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجود حقیقی پر
جھکا یا عبد کو درگاہ معبود حقیقی پر
دلائے حق پرستوں کو حقوق زندگی جس نے
کیا باطل کو غرق موجہ شرمندگی جس نے
غلاموں کو سریر سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایا
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
غرور نسل کا افسوں باطل کر دیا جس نے
وہ جس نے تخت اوندھے کر دیئے شاہان جابر کے
بڑھائے مرتبے دنیا میں ہر انسان صابر کے
دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا
شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بت سرمایہ داری کا
محمد مصطفیٰ مہر سپہر اوج عرفانی
ملی جس کے سبب تاریک ذروں کو درخشانی
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں موذن کی اذانوں میں

وہ جس کے معجزے نے نظم ہستی کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے
وہ نور لم یزل جو باعث تخلیق عالم ہے
خدا کے بعد جس کا اسم اعظم اسم اعظم ہے
ثناخواں جس کا قرآن ہے ثنا ہے جس کی قرآں میں
اسی پہ میرا ایماں ہے وہی ہے میرے ایماں میں

سبب تصنیف

اسی کے اسم اعظم سے بڑھی جرات مرے دل کی
کہ میں نے ڈال دی بنیاد ایسے کار مشکل کی
تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں
مسلمانوں پہ ہے مردہ دلی چھائی ہوئی ہر سو
سکوت مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہوئی ہر سو
عزیمت ہے نہ جرات ہے نہ ہے تاب و تواں باقی
فقط حسرت سے تکنے کے لیے ہے آسماں باقی
نظر آتے ہیں اب وہ صف شکن بازو نہ شمشیریں
مقدر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں
گئی دنیا سے آقائی محمد کے غلاموں کی
بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں
دل سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے
کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے
کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

عجم کا شاہنامہ بس وہ فردوسی کا حصہ تھا
تخیل ہی کا ہنگامہ تھا یعنی ایک قصہ تھا
مگر اس کی زباں اس کا بیاں اعجاز ہے گویا
کہاں کی رستمی وہ خود ہی تیر انداز ہے گویا
تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہے کہاں میری
تخیل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری
زبان پہلوی کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی
ابھی اردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
نحیف و ناتواں بے علم و بے مقدور ہستی ہوں
غم و اندوہ جس میں بس رہے ہیں وہ بستی ہوں
کہاں ہے اب وہ دور غزنوی کی فارغ البالی
غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمت عالی
مگر سینے میں دل رکھتا ہوں جس میں جوش غیرت ہے
سراسر راکھ ہے لیکن ابھی تک پر حرارت ہے
کیا ہے روح کو زندہ مدینے کی ہواؤں نے
جگایا خواب سے احساس کی غیبی نداؤں نے
نوید صبح بخشی ہے سکوت شام نے مجھ کو
مخاطب کر لیا ہے قوت الہام نے مجھ کو
بظاہر میں جو تصویر سخن میں رنگ بھرتا ہوں
کسی آواز کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں

مشکلات

رہا سینے میں چھپ کر قرض کا احساس برسوں تک
رہی اس راستے میں سنگ بن کر یاس برسوں تک
وسائل ڈھونڈتا پھرتا رہا ہوں کام کرنے کے
کشائش کو حریف گردش ایام کرنے کے
غریبوں میں نظر آیا مجھے منظر تباہی کا
امیروں نے روا رکھا طریقہ کم نگاہی کا
تمنا تھی اگر مل جائے کوئے غزنوی مجھ کو
ذرا آرام سے رہنے دے فکر زندگی مجھ کو
تو اس آغاز کو انجام کی منزل پہ لے جاؤں
جہاز آرزو مقصود کے ساحل پہ لے جاؤں

مزار قطب الدین ایبک

انہی افکار میں بیٹھا تھا میں اک دن جھکائے سر
در آرام گاہ شاہ قطب الدین ایبک پر
وہ قطب الدین وہ مرد مجاہد جس کی ہیبت سے
یہ دنیا از سر نو جاگ اٹھی تھی خواب غفلت سے
اکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بنیادیں
رکھیں ہر دل میں انسانی رواداری کی بنیادیں
وہ جس کی جرات بیباک سے سفاک ڈرتے تھے
وہ جس کے بازووں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
وہ قطب الدین جس کے دامن تسخیر کا سایا
قلوب راجگان ہند کو دامن میں لے آیا
لکھی ہے ذرے ذرے کی جبیں پر داستاں جس کی
ہے سرخی داستان فاتح ہندوستاں جس کی
وہ جس کی ذات پر لفظ غلامی ناز کرتا ہے
ترقی کا تخیل عرش تک پرواز کرتا ہے
لیے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقش نگیں جس کا
لقب تاریخ میں ہے تاجدار اولیں جس کا
یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گمنام کوچے میں
پڑی ہے یادگار دولت اسلام کوچے میں

نجس، ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا
وہاں سویا ہوا ہے مسند دہلی کا لکھ داتا
یہ تربت ماتمی ہے ان حجازی شہسواروں کی
مسلمانوں نے مٹی بیچ لی جن کے مزاروں کی
یہاں تک ابر باراں کی رسائی ہو نہیں سکتی
گھٹا روتی ہوئی آتی ہے لیکن رو نہیں سکتی
شعاعوں سے یہاں خورشید دامن بھر نہیں سکتا
فلک اس پرستاروں کو نچھاور کر نہیں سکتا
یہ تربت چادر مہتاب سے محروم رہتی ہے
نگاہوں سے چھپی رہتی ہے نامعلوم رہتی ہے
یہاں سہرے کہاں کیا ذکر پھولوں کے چڑھاوے کا
کوئی ساماں نہیں ہے اہل ظاہر کے دکھاوے کا
نہ پڑھتا ہے یہاں پر فاتحہ کوئی نہ روتا ہے
کسے معلوم ہے اس چھت کے نیچے کون سوتا ہے
ادھر لاہور کی دنیا کا ایماں سوز نظارا
جہاں تہذیب نو پھرتی ہے بازاروں میں آوارہ
ادھر اک تربت خاموش کا اندوہگیں منظر
الم انگیز حسرت خیز عبرت آفریں منظر
نہیں ہے چار گز ٹکڑا زمیں کا جس کی قسمت میں
یہ تربت آسماں رفعت ہے میری چشم عبرت میں
میں اکثر شہر کے پر شور ہنگاموں سے اکتا کر

سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہوں یہاں آ کر
مرے نزدیک اس تربت سے اب بھی شان پیدا ہے
مزار مرد غازی سے عجب ایمان پیدا ہے
یہی ایمان اوج زندگی کا قطب تارا ہے
یہی طوفان ظلمت میں مسلماں کا سہارا ہے
یہاں آتے ہی مجھ پر غلبہ احساس ہوتا ہے
کسے معلوم دل اس وقت کس کے پاس ہوتا ہے
یہاں میں حال کو ماضی کے دریا میں ڈبوتا ہوں
تصور کے طفیل اک اور ہی دنیا میں ہوتا ہوں
تخیل مجھ کو لے جاتا ہے اک پر ہول میداں میں
جہاں باہم بپا ہوتی ہے جنگ انبوہ انساں میں
نظر آتا ہے لہراتا ہوا اسلام کا جھنڈا
بہر سو نور پھیلاتا ہوا اسلام کا جھنڈا
مقابل میں گھٹائیں دیکھتا ہوں فوج باطل کی
نظر آتی ہے فرعونی خدائی اوج باطل کی
حق و باطل کی آویزش کا منظر دیکھتا ہوں میں
نظر آتی ہیں تلواریں مجھے سر دیکھتا ہوں میں
صدائیں نعرہ ہائے جنگ کی آتی ہیں کانوں میں
بلند آہنگ تکبیریں سما جاتی ہیں کانوں میں
نظر آتے ہیں مجھ کو سرخرو چہرے شہیدوں کے
لہو کی ندیاں کھلتے ہوئے گلشن امیدوں کے

علم کے سائے میں سلطان غازی کا بڑھے جانا
سر دشمن پہ افواج حجازی کا چڑھے جانا
وہ حملہ آوروں کی خون کے دریا میں غرقابی
وہ باطل کی شکست فاش وہ حق کی ظفر یابی
وہ امن و صلح سے معمور ہوجانا فضاؤں کا
زمانے بھر کے سر سے دور ہو ہوجانا بلاؤں کا
یہ سب کچھ دیکھتا ہوں میں تصور کی نگاہوں سے
ملاقاتیں ہوا کرتی ہیں غازی بادشاہوں سے
شہادت کے رجز پڑھتا ہوں میدان شہادت میں
رجز پڑھتا ہوا بڑھتا ہوں میدان شہادت میں
عظیم الشان ہوتا ہے یہ منظر پاکبازی کا
شہیدوں کی خموشی غلغلہ مردان غازی کا
مراجی چاہتا ہے اب نہ اپنے آپ میں آؤں
اسی آزاد دنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں
سکوں کی راہ میں حائل ہے جب تک گردش گردوں
قلم سے کام لینے کا ارادہ ملتوی کردوں

ضمیر کی آواز

تصور ہی میں اک دن میرے پہلو سے ندا آئی
کہ او بھولے ہوئے عہد گزشتہ کے تماشائی
تیرا طرز تصور اک طرح کی بت پرستی ہے
یہ مجبوری نہیں، کم ہمتی کوتاہ دستی ہے
نظر آ جائے جس کو منزل مقصود کا رستہ
رہے پھر بھی وہ زنجیر تامل ہی میں پابستہ!
یہی تو صبح محتاجی یہی شام غریبی ہے
کسی کے آسرے پر بیٹھ رہنا بدنصیبی ہے
یہ دنیاوی وسائل کی طلب بھی کوئی حیلہ ہے؟
خدا پر رکھ نظر غافل خدا تیرا وسیلہ ہے!
یہ غفلت کیوں ہے اے خاموشی عزلت کے سودائی
ملا ہے در گہ حق سے تجھے سامان گویائی
قلم سے زندہ کر سکتا ہے تو ان کارناموں کو
سنا سکتا ہے پھر پیغام آزادی غلاموں کو
نہ شاہوں سے توقع رکھ نہ دنیاوی امیروں سے
عظیم الشان ہے یہ کام نکلے گا فقیروں سے
عوام الناس میں ہنگامہ احساس پیدا کر
دلوں کو از سر نو حسن حریت پہ شیدا کر

اٹھے نام خدا جب بت شکن بن کر قدم تیرا
ہزاروں غزنوی پیدا کرے زور قلم تیرا
مسلمانوں کے دل میں شعلہ غیرت کو بھڑکا دے
نہیب رعد بن کر کفر کی غیرت کو دھڑکا دے
بتا دے فرشیوں کو عرش کا پیغام زندہ ہے
وہی ایمان قائم ہے وہی اسلام زندہ ہے
وہی اسلام جو راہ نجات ابن آدم ہے
وہی اسلام جو رمز حیات اہل عالم ہے
وہی اسلام یعنی عدل کا قانون پائندہ
وہی اسلام یعنی علم کا مضمون تابندہ
وہی اسلام جو بھٹکے ہوؤں کو راہ پہ لایا
کیا جس نے گنہ گاروں کے سر پر عفو کا سایا
وہی اسلام بخشی جس نے مجبوروں کو مختاری
اخوت سے بدل دی جس نے خوئے مردم آزاری
وہی اسلام جس نے زیر دستوں کی حمایت کی
وہی اسلام جس نے کاٹ دی جڑ ظلم و بدعت کی
وہی اسلام جس نے بادشاہی دی غلاموں کو
وہ اب بھی زندہ کر سکتا ہے اپنے کارناموں کو
تیری دشواریوں کو بھی وہی آسان کر دے گا
امیدو کامرانی سے تیرے دامن کو بھر دے گا
اگر اسلام کے فرزند پھر آمادہ ہو جائیں

مٹادیں تفرقے توحید کے دلدادہ ہوجائیں

تو سب کچھ آج بھی ان کا ہے زیر چرخ مینائی

درِ حق کی غلامی میں ہے دنیا بھر کی آقائی

اٹھا خامہ اٹھا ہمت کو مصروف عمل کر دے

پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کر دے

خدا و مصطفیٰ کا نام لے اور کام کرتا جا

مبارک ہے یہ خدمت، خدمت اسلام کرتا جا

یہی در ہے جہاں شاہان دنیا سرجھکاتے ہیں

سوالی بن کے آتے ہیں، مرادیں لے کے جاتے ہیں

اسی گلشن میں تیرا غنچۂ امید کھلنا ہے

اسی درگاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے

دو عالم میں رسول پاک تیری لاج رکھیں گے

جہان بے نیازی کا ترے سرتاج رکھیں گے

مبارک ہو ترے آغاز کا انجام ہو جانا

مبارک ہو، تجھے فردوسی اسلام ہو جانا

مناجات

الٰہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہوں
خطا و سہو کا پتلا ہوں استغفار کرتا ہوں
ہوائے شوق کی ہر موج طوفانی رہی اب تک
مری کشتی غریق بحر نادانی رہی اب تک
اگرچہ روح میں اک شور محشر خیز لایا تھا
اگرچہ شیشہ دل درد سے لبریز لایا تھا
رہی لیکن سکوں میں زندگی کی جستجو مجھ کو
دماغ خام نے رکھا شہید رنگ و بو مجھ کو
مری تسکین و راحت تھی جہان نغمہ و گل میں
سمجھتا تھا کہ ہے فردوس گوش آواز بلبل میں
اگرچہ روح میں موجود تھی لہروں کی طغیانی
رہا شرمندۂ ساحل مرا ذوق تن آسانی
میں سمجھا تھا سکون خواب کو سامان بیداری
مری ناتجربہ کاری! مری ناتجربہ کاری!
یہ تیرا فضل ہے بیشک کہ اب تک زندہ ہوں یارب
گزشتہ زندگانی پر بہت شرمندہ ہوں یارب
ترے لطف و کرم نے آج میری رہنمائی کی
مری پستی نے اٹھ کر بام ہستی تک رسائی کی

کہاں ہے قست خوابیدہ میں یہ کیف بیداری
نشاط زندگی کا چشمہ نکلی شعلہ رفتاری
پہاڑوں میں جہاں بہتی ہے آب تند کی دھارا
مری آنکھوں نے دیکھا آج وہ پر جوش نظارا
نظر آئیں مجھے اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی موجیں
وفور جوش میں موجوں کے سر چڑھتی ہوئی موجیں
مجھے توفیق دے ان گرم رو موجوں سے مل جاؤ
مرا مقصد یہ ہے اسلام کی فوجوں سے مل جاؤں
روانی سے مبدل ہو چکی افتادگی میرے
وہی میدان جس میں گونجتی ہیں زندہ تکبیریں
جہاں مرقوم شمشیروں پہ ہیں پائندہ تقدیریں
وہی میدان یعنی آخری منزل عبادت کی
جہاں بکھری پڑی ہے خاک پر دولت شہادت کی
قلم ہی تک نہ رکھ محدود یارب ولولہ میرا
بڑھا دے حوصلہ میرا' بڑھا دے حوصلہ میرا

خلافت انسانی اور کائنات کے اندیشے

خدا نے حضرت آدم کو دنیا کی خلافت دی
جہاں میں اپنا نائب کر کے بھیجا یہ سعادت دی

یہی مخلوق تھی فردوس سے جس کو نکالا تھا
اسی نے دانہ گندم پہ سب کچھ بیچ ڈالا تھا

بظاہر اس تقرر سے نئے فتنوں کے ساماں تھے
زمین و آسماں جن و ملائک سخت حیراں تھے

لگے سرگوشیاں کرنے کہ انساں ہے بہت سادہ
ادھر شیطان کا لشکر شرارت پر ہے آمادہ

یہ بیچارہ دو بارہ دام شیطاں میں نہ آجائے
کہ دانہ کھا چکا ہے اب کہیں دھوکہ نہ کھا جائے

صدائے روح الامین

دل مخلوق میں یوں راہ اندیشے نے جب پائی
تسلی کے لیے فوراً ندا جبریل کی آئی
کہ اے طاعت گزارو ذات باری کے پرستارو
بنام حضرت حق امن و راحت کے طلبگارو
نگاہ غور سے دیکھو ذرا آدم کی پیشانی
نظر آتی نہیں کیا ایک خاص الخاص تابانی؟
یہی جلوہ ہے تخلیق جہاں کی علت غائی
اسی کی روشنی ہے دیدہ ہستی کی بینائی
یہی جلوہ ہے پہلے جس کو سجدہ کر چکے ہو تم
اسی نعمت سے دامان بصیرت بھر چکے ہو تم
ہوا ابلیس اسی کے سامنے جھکنے سے انکاری
یہی تھا امتیاز آدم کا جس سے جل گیا ناری
اسی سے دشمنی رکھنے کی کھائی ہے قسم اس نے
عبودیت کی چادر سے نکالا ہے قدم اس نے
اسی کی ضد پہ اس باغی کو ہیں ارمان شاہی کے
گیا ہے لے کے دنیا میں وہ منصوبے تباہی کے
مشیت ہے کہ اب طاقت کا وہ بھی امتحاں کر لے
مشیت کے مقابل خبث باطن کو عیاں کر لے

یہ ظاہر ہے کہ شیطاں اب بڑی طاقت دکھائے گا
زمانے میں قیامت ڈھائے گا فتنے اٹھائے گا
یہ سچ ہے مدتوں اولاد آدم راہ بھولے گی
وہاں ابلیس کی کھیتی پھلے گی اور پھولے گی
وہ دن بھی آئے گا جب آخری اک سامنا ہو گا
حق و باطل میں گویا فیصلہ کن معرکہ ہو گا
مشیت ہے کہ آدم ہی کرے گا اس کو پست آخر
یہی اقبال پیشانی اسے دے گا شکست آخر
یہی وہ نور ہے جس سے زمانہ جگمگائے گا
یہی آدم کا رتبہ عرش اعظم تک اٹھائے گا
ملے ابلیس سے کتنی ہی قوت اہل ظلمت کو
بجھا سکتا نہیں کوئی مگر شمع ہدایت کو
یہ جلوہ دم بہ دم دنیا کو راہ حق دکھائے گا
یہی رہبر ہر اک گمراہ کو منزل پہ لائے گا
مسلسل منتقل ہوتا رہے گا نیک بندوں میں
خدا کے مرسلوں پیغمبروں میں حق پسندوں میں
نشان اسلام کا اللہ نے عالم میں رکھا ہے
کہ نور احمدی پیشانی آدم میں رکھا ہے
اسی کی بندگی ہے خاکیوں کے ناز کا باعث
اسی کا عکس ہے مٹی میں ہر اعجاز کا باعث
مقدر ہے اسی کو آخری پیغام دیں ہونا

مقدر ہے اسی کو رحمۃ للعالمین ہونا

عجب نغمہ تھا یہ جس سے زمین و آسماں گونجے
صدا اللہ اکبر کی اٹھی کون و مکاں گونجے

مشیت نے رخ امید سے پردہ جو سرکایا
سمجھ میں نوریوں کے آیہ لاتقنطو آیا

زمانہ ہو گیا شاداں ندا جبریل کی سن کر
زمین و آسماں جن و ملائک نے جھکائے سر

ترانے حمد باری کے ہوئے جاری زبانوں پر
درود و نعت نغمہ بن کے گونجے آسمانوں پر

فرشتے شان احمد دیکھنے کو صبر کھو بیٹھے
زمیں پر جھک پڑے تارے ہمہ تن چشم ہو بیٹھے

افزائش نسل آدم اور ابلیس کا مکر و فریب

کیا تہذیب کا آغاز آدم اور حوا نے
رکھی بنیاد سوز و ساز آدم اور حوا نے
زمینیں جوت کر دنیا میں جنت کی بنا ڈالی
بڑی خوبی سے انسانی خلافت کی بنا ڈالی
ہوا شیطان بھی مشغول مکاری کے دھندوں میں
مگر اللہ کے بندے نہ آئے اس کے پھندوں میں
زمیں پر پھولنے پھلنے لگی اولاد آدم کی
لگے شوکت بڑھانے خوب آدم زاد آدم کی
یہ نقشہ دیکھ کر ابلیس اپنے دل میں گھبرایا
حسد بن کر دل فرزند آدم میں اتر آیا
لڑائی ٹھن گئی نیکی بدی کی خانہ دل میں
یہ پہلی جنگ تھی روئے زمیں پر حق و باطل میں
ہوا شیطاں کا تابع اول اول نفس امارہ
کہ عورت کے لیے قابیل نے ہابیل کو مارا
یہ پہلا واقعہ تھا قتل کا دنیائے ہستی میں
جنم پایا گنہ نے اس طرح انساں کی بستی میں
زمیں پر رفتہ رفتہ بڑھ چلی جب نسل انساں کی
حسد کا چل گیا جادو بن آئی خوب شیطاں کی

خود انسانوں کے لشکر آ گئے ابلیس کے ڈھب پر
ہوا و حرص کا افسوں مسلط ہو گیا سب پر
بدی نے چار سو کچھ اس طرح پھیلائی گمراہی
کہ آئی قبضہ ابلیس میں انسان کی شاہی
وبائے شرک پھیلی چار سو دنیائے انساں میں
نہ کوئی فرق رکھا اہرمن میں اور یزداں میں
اٹھایا اس طرح شیطاں نے فتنہ خود ستائی کا
معاذ اللہ ، بندوں نے کیا دعویٰ خدائی کا
حسد کے لشکروں نے روند ڈالا باغ عالم کو
بزعم خود مسخر کر لیا اولاد آدم کو
زمیں کا بادشہ گویا یہی مردود بن بیٹھا
کہیں شداد بن بیٹھا، کہیں نمرود بن بیٹھا
نتیجہ کیا ملا دنیا کو انسانی خلافت سے
زمیں کا گوشہ گوشہ ہو گیا آلودہ ذلت سے
فرشتے دم بخود تھے آسمانوں کو بھی سکتہ تھا
ترس آتا تھا لیکن کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا
ستارے منتظر تھے خواب کی تعبیر روشن کے
کہ دیکھیں دن پھریں کس روز اس برباد گلشن کے

نور احمدی

وہ نور احمدی جس سے شرف تھا روئے آدم کا
ہدایت کے لیے تاریکیوں میں پے بہ پے چمکا
جناب شیث کا روئے مبارک اس سے روشن تھا
یہی ادریس کی لوح جبیں پر جلوہ افگن تھا
اسی کے دم سے مرسل کا شرف تھا نوع انساں میں
یہی قبلہ نما تھا نوح کے بیڑے کا طوفاں میں
اسی نے غرق ہونے سے بچائی کشتی ہستی
ہوئی آباد اسی کے دم سے پھر اجڑی ہوئی بستی
اشارہ تھا اسی جانب صحیفوں کی بشارت کا
اسی سے سلسلہ جاری رہا رشد و ہدایت کا
بڑے طوفان کے بعد آدمی ڈرتا رہا برسوں
ترقی کے لیے ذکر خدا کرتا رہا برسوں
عروج زندگی حاصل کیا جب نسل انساں نے
وہی پھندے ہوا و حرص کے پھیلائے شیطاں نے
شراب اس مرتبہ ایسی پلائی بے وفائی کی
کہ مٹی اور پتھر کے بتوں نے بھی خدا کی کی
جہاں پر قہر ڈھایا باد شاہوں نے خدا بن کر
وبال بت پرستی چار سو پھیلا وبا بن کر

ابراہیم خلیل اللہ

کیا نمرود نے بابل میں جب دعویٰ خدائی کا
جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خود ستائی کا
اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا
تو ابراہیم کو اللہ نے مبعوث فرمایا
مٹا ڈالے بتوں کو توڑ کر اوہام مرسل نے
دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مرسل نے
کیا شیطان کو رسوا عدوئے جان و دیں کہہ کر
کیا سینوں کو روشن لا احب الآفلین کہہ کر
مگر نمرود کو بھائیں نہ یہ باتیں بھلائی کی
کہ مسند چھوڑنی پڑتی تھی کافر کو خدائی کی
ہوا یہ بندہ شیطاں خلیل اللہ کا دشمن
چراغ حق بجھانے کو کیا آتش کدہ روشن
خلیل اللہ کو اس نے بھڑکتی نار میں ڈالا
مگر اللہ نے نمرود کا منہ کر دیا کالا
بروئے کار آیا آج پھر وہ نور پیشانی
ہوئی آگ ایک پل میں کوثر و تسنیم کا پانی

حضرت ابراہیم کی ہجرت

ہوئی یہ آتش نمرود تختہ باغ جنت کا
ہوا الہام ابراہیم کو بابل سے ہجرت کا
کہ یہ بھی خدمت تبلیغ کا اک پاک حیلہ ہے
سفر کہتے ہیں جس کو کامرانی کا وسیلہ ہے
مشیت تھی کہ ابراہیم سے کچھ کام لینا تھے
انہی ہاتھوں سے بھر کر معرفت کے جام دینا تھے
وطن کو چھوڑ کر نکلا خدائے پاک کا پیارا
برادر زادہ تھا ہمراہ یا تھیں حضرت سارا
اندھیری شب کے دامن سے مہ تاباں نکل آیا
بحکم حق تعالیٰ جانب کنعاں نکل آیا
یہاں وعدہ کیا حق نے کہ ہاں اے بندہ ذیشاں
تیری اولاد کی قسمت میں ہے یہ خطہ کنعاں
مقدر ہو گئی اولاد میں دارین کی شاہی
تو پیغمبر دیار مصر کی جانب ہوا راہی
یہ ایسا دور تھا انسان سب کافر ہی کافر تھے
زمیں آباد تھی اللہ کے بندے مسافر تھے

فرعون مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہ

دیار مصر پر اس عہد میں رقیون حاکم تھا
تکلف برطرف شیطان کا قانون حاکم تھا
یہاں رقیون نے حضرت کی زوجہ چھیننا چاہی
مگر دے دی اسے اللہ نے فی الفور آگاہی
کہ یہ سارا ہے ابراہیم حق آگاہ کی بیوی
خدا کے پاک پیغمبر خلیل اللہ کی بیوی
اگر نیت میں فرق آیا ترے حق میں برا ہوگا
نشاں دنیا میں تیرا اور نہ تری نسل کا ہوگا
ہوا فرعون خائف ایک پیغمبر کے آنے سے
خدائی کر رہا تھا مصر میں وہ اک زمانے سے
تھی اس کے گھر میں اک دختر وہ کر دی ساتھ سارہ کے
پیمبر کے لیے یوں نذر بھیجی ہاتھ سارہ کے
پلٹ آیا پیمبر پھر یہاں سے جانب کنعاں
یہ لڑکی ہاجرہ بھی ساتھ تھی وابستہ داماں
یہ لڑکی ہر طرح مانند سارہ پاک طینت تھی
تقدس اس کا زیور تھا' شرافت اس کی زینت تھی
اسے سارا نے پیغمبر کی زوجیت میں دے ڈالا
کہ ہونے والا تھا دنیا میں اس کا مرتبہ بالا

ماں بیٹے کی ہجرت

جناب ہاجرہ تھیں زوجہ ثانی پیمبر کی
ملا فرزند اسمٰعیل انہیں خوبی مقدر کی
ہوا سارا کو رشک اس امر سے دل میں ملال آیا
نکل جائے یہاں سے ہاجرہ بس یہ خیال آیا
مشیت کو ادھر کچھ اور ہی منظور خاطر تھا
کہ نور احمدی بچے کی پیشانی سے ظاہر تھا
ہوا ارشاد دونوں کو عرب کی سمت لے جاؤ
خدا کے آسرے پر وادی بطحا میں چھوڑ آؤ
خدا کے حکم سے مرسل نے جب رخت سفر باندھا
جناب ہاجرہ نے دوش پر لخت جگر باندھا
پیمبر اپنا بیٹااور بیوی ہمعناں لے کر
چلا سوئے عرب پیری میں بخت نوجواں لے کر
خداکا قافلہ جو مشتعل تھا تین جانوں پر
معزز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر
جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر
وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے

وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا ہے
وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے
جہاں اک اک قدم پر سو طرح جانوں پر آفت تھی
یہ چھوٹی سی جماعت بس وہیں گرم مسافت تھی
پیمبر زوجہ و فرزندیوں قطع سفر کرتے
خدا کے حکم پر لبیک کہتے اور دکھ بھرتے
بال آخر چلتے چلتے آخری منزل پر آٹھہرے
بیٹے آرام زیر دامن کوہ صفا ٹھہرے
یہ وادی جس میں وحشت بھی قدم دھرتی تھی ڈر ڈر کے
جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے باد صرصر کے
یہ وادی جو بظاہر ساری دنیا سے نرالی تھی
یہی اک روز دین حق کا مرکز بننے والی تھی
یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایا تھا
اسے آباد کر دینے کو ابراہیم آیا تھا
یہیں ننھے سے اسمٰعیل کو لا کر بسانا تھا
یہیں پر نور سجدوں سے خدا کا گھر بسانا تھا

حضرت ابراہیم کی دعا

سحر کے وقت ابراہیم نے اٹھ کر دعا مانگی
سکون قلب مانگا خوئے تسلیم و رضا مانگی
کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اسی بے برگ و سامانی میں شان صد بہاراں دے
الٰہی نسل اسمٰعیل بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک روز پابند صلوٰۃ و صوم ہو جائے
اسی وادی میں تیرا ہادی موعود ہو پیدا
کرے جو فطرت انساں کو تیرے نام پر شیدا
بشارت تیری سچی ہے ترا وعدہ بھی سچا ہے
بس اب تو ہی محافظ لے یہ بیوی ہے یہ بچا ہے

وادی غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی

پیمبر نے دعا کے بعد اس وادی سے رخ موڑا
جناب ہاجرہ کو اور بچے کو یہیں چھوڑا
جناب ہاجرہ بیٹھی تھیں اس صحرائے وحشت میں
سنبھالے طفل عالیشان کو آغوش الفت میں
یہاں صحرا ہی صحرا تھا، چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جناب ہاجرہ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں
نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسا تھا فقط رب پر
بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر
زمیں کا ذرہ ذرہ مہر کی صورت چمکتا تھا
بہت بیتاب تھی ماں گود میں بچہ بلکتا تھا
عطش سے کرب و بے چینی جو دیکھی اپنے جائے میں
لٹایا خاک پر بچے کو اک پتھر کے سائے میں
صفا و مروہ پر ہر سو تلاش آب میں دوڑیں
بلند و پست پر فکر شے نایاب میں دوڑیں
کبھی اس سمت جاتی تھیں کبھی اس سمت جاتی تھیں
خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
تڑپتے دیکھ کر بچے کو بڑھ جاتی تھی بے تابی
ٹپک پڑتی تھی اشک یاس سے پانی کی نایابی

بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے
جدھر اٹھی نظر جھلسے ہوئے ٹیلے نظر آئے
یوں ہی بس سات بار آئیں گئیں پانی نہیں پایا
چٹانیں سرخ پائیں دشت شعلہ آفریں پایا
قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے
چلی جاتی تھیں آنکھیں آب میں بچے میں دل ڈالے
سنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی
تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہے جان کھونے کی
پلٹ آئیں تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے
کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچے کو
پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ بچے کو
قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبریل کو پایا
انگوٹھا چوستے سائے میں اسمٰعیل کو پایا
ٹھٹک کر رہ گئیں اک اور نظارہ نظر آیا
قریب پائے اسماعیل فوارہ نظر آیا
زمیں پر ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بہ تا چاری
ہوا تھا چشمہ آب سرد و شیریں کا وہاں جاری
یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسماعیل کم سن سے
کہ چشمہ جس کا زمزم نام ہے جاری ہے اس دن سے
بیاباں میں خدا کی رحمتیں جب اس طرح پائیں

جھکیں پیش خدا اور شکر کا سجدہ بجا لائیں
بجھائی سیدہ نے پیاس بچے کو ملی راحت
کھجوریں خلد کی رکھ کر فرشتہ ہو گیا رخصت

قبیلہ بنی جرہم کو پانی کی تلاش

جناب ہاجرہ نے مینڈھ باندھی گرد پانی کے
یہیں رہنے لگے سائے میں سقف آسمانی کے
بہت سے طائران خوشنوا اڑتے ہوئے آئے
یہاں پانی پیا' ٹھہرے' ترانے حمد کے گائے
کئی دن بعد دیکھا قافلہ آتا ہے صحرا سے
نگاہوں سے ٹپکتا ہے کہ ہیں یہ لوگ بھی پیاسے
عرب کا ایک قبیلہ نام تھا جس کا بنی جرہم
اسی کے لوگ تھے یہ پیاس کے مارے ہوئے بیدم
خدا کے فضل سے دن ان بچاروں کے بھلے آئے
نوائے طائران سن کر اسی جانب چلے آئے
یہاں آتے ہی دیکھا ایک چشمہ آب جاری کا
ہوا میں جس کے دم سے لطف تھا باد بہاری کا
کنار آب اک عورت کی صورت بھی نظر آئی
اور اس کی گود میں بچے کی دولت بھی نظر آئی
نظر آتا تھا اطمینان ان مسرور چہروں پر
شعاع مہر تھی قربان دو پر نور چہروں پر
ندا آئی کہ اے جرہم کے بچو بادیہ گردو
ادب کی جا ہے اے بوڑھو جوانو عورتو مردو

یہ وہ عورت ہے قرباں عورتیں جس کی شرافت پر
یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر

یہ ام المسلمیں ہے اور شہزادی ہے صحرا کی
اسی کے نازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی

یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

بنی جرہم ادب سے سر جھکائے سامنے آئے
جو کچھ تھا پاس ان کے نذر دینے کے لیے لائے

کنار آب زمزم آج خیمے ہو گئے برپا
بڑا خیمہ تھا سب سے ہاجرہ اور اس کے بیٹے کا

غرض یہ ہے بنی جرہم نے اب یہیں ڈیرا ڈالا
کیا خوش ہاجرہ کو یعنی اسماعیل کو پالا

حضرت ابراہیم کا پھر عرب میں آنا

خلیل اللہ پھر کنعان میں آ کر رہے برسوں
الم فرزند و زوجہ کی جدائی کے سہے برسوں
دعا کی ایک بیٹا دے الٰہی بطن سارا سے
جو ہو فرزند اول کی طرح ممتاز دنیا سے
بڑھے اس کی بھی ذریتؑ شرف یہ بھی الٰہی دے
ہدایت کے لیے پیغمبری دے اور شاہی دے
خدا نے دے دیا اسحٰق سا فرزند سارا کو
مراد دل بر آئی مل گیا دلبند سارا کو
کئی برسوں کے بعد اک دن ندا آئی پیمبر کو
کہ جا اور دیکھ دشت خشک میں فرزند اکبر کو
بامراللہ پھر رہوار ہمت پہ کیا کوڑا
خلیل اللہ نے پیری میں ارض شام کو چھوڑا
یہاں آ کر خدا کی شان کا نقشہ نظر آیا
جہاں مٹی کے تودے تھے وہاں چشمہ نظر آیا
بہت بشاش دیکھا ہاجرہ کا چہرہ انور
ہوئے مسرور ابراہیم اسماعیل سے مل کر
جواں فرزند کے چہرے پہ نور حق نما پایا
بنی جرہم کے لوگوں کو وفا سے آشنا پایا

بہ فرط شکر نعمت سر بسجدہ ہو گئے حضرت
تھکے ہارے ہوئے تھے نیند آئی سو گئے حضرت

حضرت اسماعیل کی قربانی

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا ساماں کر
پئے خوشنودی مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر
خلیل اللہ اٹھے خواب سے دل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا
اٹھا مرسل اسی عالم میں رسی اور تبر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبر
پہاڑی پر سے دی آواز اسماعیل ادھر آؤ
ادھر آؤ خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ
پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رکا ہرگز نہ اسماعیل گو شیطاں نے بہکایا
پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتاب زندگی کا ایک نرالا باب دیکھا ہے
یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں
سعادتمند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
زمین و آسماں حیران تھے اس طاعت گزاری پر
رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
یہ جرات پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک

عجب بشاش تھے دونوں رضائے رب عزت پر
تامل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر
کہا فرزند نے اے باپ اسماعیل صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ بچے تعمیل حاضر ہے
مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجے گا
مرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسی باندھ دیجے گا
مبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آجائے
مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے
پسر کی بات سن کر باپ نے تعریف فرمائی
یہ رسی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آئی
ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری تھامی پدر نے اور پسر قدموں میں آ لیٹا
پچھاڑا اور گھٹنا سینہ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
زمیں سہمی پڑی تھی، آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ
پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقوم اسماعیل پر چلنے والی تھی
مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسماعیل کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا
ہوئے جبریل نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا

کہا بس امتحاں مقصود تھا ایثار و جرات کا
اطاعت اور قربانی ہوئی منظور یزدانی
جزا یہ ہے کہ جنت سے یہ برہ آ گیا ہے بہر قربانی
ہمیشہ کے لیے اس خواب صادق کا ثمر لیجے
اسی برے کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجے
مٹی قربانی انسان اسماعیل کے صدقے
حیات نو ملی ایمان کی تکمیل کے صدقے
خطاب اس دن سے اسماعیل نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

تعمیر خانہ کعبہ

کہا جبریل نے ہاں اے خدا کے محترم بندو
پھلو پھولو جہاں میں اے رضا کے آرزو مندو
یہ ارض پاک جس کے گرد پہرے ہیں چٹانوں کے
ازل سے جس کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے
یہ مٹی جس میں دن بھر آتشیں کرنیں نہاتی ہیں
ہوائیں جس کے ذرہ ذرہ کو سر پر اٹھاتی ہیں
یہی منبع ہے نور حق کی دریا بار موجوں کا
کہ مرکز ہے یہی اک امت وسطی کی فوجوں کا
یہی ناف زمیں ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا
مقدر ہے یہیں پر اجتماع اولاد آدم کا
طلوع مہر ظلمت پاش اسی مٹی سے ہوتا ہے
یہیں وہ ابر ہے دامان عصیاں جس کو دھوتا ہے
عبادت کا نشان قائم کرو اس ہو کی بستی میں
تمہیں اول گنے جاؤ شمار حق پرستی میں
بشارت پا کے دونوں پاک بندے اک جگہ آئے
جہاں جبریل نے کعبہ کے نقشے ان کو سکھلائے
خلیل اللہ اس معبد کی دیواریں اٹھاتے تھے
ذبیح اللہ چونا اور پتھر دیتے جاتے تھے

کیا تیار اک مدت میں کعبہ ان بزرگوں نے
خدا آگاہ و خوش اخلاق باطن بزرگوں نے
وفور شوق میں اک اک سے آگے بڑھتا جاتا تھا
مرادیں مانگتا تھا اور دعائیں پڑھتا جاتا تھا
پتہ ان کو دیا جبریل ہی نے سنگ اسود کا
خلیل اللہ نے اس کو مقام رکن پر رکھا
مکمل ہو گئی تعمیر بیت اللہ کی اک دن
بزرگوں کو مقدس کام سے فرصت ملی اک دن
یہاں سے اٹھ کے پیغمبر فراز کوہ پر آیا
زبان وحی نے چاروں طرف اعلان فرمایا
کہ اے لوگوں یہاں حج و عبادت کے لیے آؤ
خلوص اور صدق نیت نذر دینے کے لیے لاؤ
یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا
جھکے گا سر یہیں پر آ کے اونچی شان والوں کا
یہاں اہل طواف اہل قیام اہل قعود آئیں
یہاں اہل رکوع آئیں یہاں اہل سجود آئیں
کوئی پیدل چلے کوئی سوار ناقہ لاغر
کریں حج و عبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر
یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے
ہمارا کام ہے تبلیغ، دیکھیں کون آتا ہے

اولین حج اکبر

یہاں پر اولین احرام باندھا باپ بیٹے نے
عبودیت کا عہد تام باندھا باپ بیٹے نے
صدا لبیک کی گونجی پہاڑوں پر چٹانوں پر
فرشتوں نے سنے نغمے زمیں کے آسمانوں پر
ادا کی رسم قربانی کمال صدق نیت سے
طواف خانہ کعبہ کیا جوش اطاعت سے
فرشتوں نے منائی عید آ کر اس بیاباں میں
کہ پہلا حج اکبر تھا یہی تاریخ انساں میں

اسماعیل اور اسحاق کی اولادیں

ادائے فرض کر کے باپ، بیٹے سے ہوا رخصت
بجالاتا تھی ملک شام میں تبلیغ کی خدمت
مگر فرزند سے ہر سال آکر مل بھی جاتے تھے
ادائے حج کی خاطر اس طرف ہر سال آتے تھے
پھر اس محنت کے بعد آرام سے سونے کا دن آیا
خلیل اللہ کے واصل بحق ہونے کا دن آیا
بالآخر جا بسے حضرت دیار جاودانی میں
بقا ہے بس خدا کی ذات کو اس دار فانی میں
رسالت آج فرزندان ابراہیم نے پائی
خدا نے یہ امانت اب انہیں تفویض فرمائی
ذبیح اللہ ہوئے مرسل عرب کے رہنے والوں پر
ہوئے مامور اہل شام پر اسحق پیغمبر
خدا کے فضل سے ہستی ہوئی دلشاد دونوں کی
بڑھی ہر دو ممالک میں بہت اولاد دونوں کی

بنی اسرائیل

ہوئے اسحق کے فرزند اسرائیل پیغمبر
ملے فرزند انہیں بارہ بفضل حضرت داور
ان ہی میں حضرت یوسف نے مرسل کا لقب پایا
خدا نے ان کو اہل مصر پر مبعوث فرمایا
یہ ایسے تذکرے ہیں جو زبانوں پر فسانہ ہیں
برادر حضرت یوسف کے مشہور زمانہ ہیں
یہودی قوم کا آغاز انہی بارہ سے ہوتا ہے
یہودہ ان کا جدّ اسحاق پیغمبر کا پوتا تھا
مگر شیطان نے ان پر بھی دام شرک پھیلایا
تو انبوہ کثیر اس قوم کا حق سے پلٹ آیا
یہ قوم اپنے کو خاصان خدا کی قوم کہتی تھی
مگر کرتوت ایسے تھے بہت معتوب رہتی تھی
ہوئے اس قوم میں اکثر جلیل الشان پیغمبر
چلانا چاہتے تھے جو اسے حق و صداقت پر
یہودی جانے بوجھے راہ حق کو بھول جاتے تھے
وہ اپنے رہنماؤں پر ہمیشہ ظلم ڈھاتے تھے
کیا تھا مصر میں فرعون نے دعویٰ خدائی کا
یہودی قوم دم بھرتی تھی اس سے آشنائی کا

عتاب آخر کیا شاہنشہوں کے شاہ نے ان پر
مسلط کر دیا فرعون کو اللہ نے ان پر
کہ یہ بھی اک طریقہ تھا انہیں رستے پہ لانے کا
انہیں ٹھوکر لگا کر خواب غفلت سے جگانے کا
بہت پستی دکھائی آخر اس افتاد نے ان کو
لگائیں ٹھوکریں فرعون کی بیداد نے ان کو
مگر فرعون کے ظلم و ستم جب بڑھ گئے حد سے
لگے عبرت پکڑنے لوگ ان کی حالت بد سے
خدائے پاک نے موسیٰ کو ان میں کر دیا پیدا
جو بچپن ہی سے آزادی و حریت پہ تھے شیدا
ظہور نور حق موسیٰ کو سینا پر نظر آیا
خدا نے جانب فرعون انہیں مبعوث فرمایا
ید بیضا کے ساتھ اس خطہ ظلمت میں در آئے
یہودی قوم کو آزاد کر کے مصر سے لائے
جگایا قوم کی تقدیر کو آواز موسیٰ نے
کیا فرعون کو غرقاب نیل اعجاز موسیٰ نے
عصائے موسوی نے پتھروں کو آب کر ڈالا
بیابانوں کو ان کے واسطے شاداب کر ڈالا
یہی وہ قوم ہے جس کے لیے نعمت کے مینہ برسے
کہ اترے من و سلویٰ ان کی خاطر آسماں پر سے
مگر جب آزمائش آ پڑی یہ قوم گھبرائی

رہی باطل کی طالب اور راہ حق سے کترائی
کہا موسی نے اٹھ اے قوم باطل کے مقابل ہو
تری عزت بڑھے جگ میں ترا ایمان کامل ہو
تو بولی قوم اے موسی ہمیں آرام کرنے دے
خدا کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اجڑنے کو
خدا اور اس کا پیغمبر بہت کافی ہیں لڑنے کو
ڈرایا بار با موسیٰ نے ان کی قہر باری سے
مگر اس قوم کو مطلب رہا مطلب بر آری سے
کبھی رفعت پہ آئی بھی تو سوجھی اس کو پستی کی
کہ چھوڑی حق پرستی اور گو سالہ پرستی کی
رکھی دنیا میں راہ و رسم حرص خام سے اس نے
دکھائے سرکشی تورات کے احکام سے اس نے
دلائی حضرت داؤد نے اس قوم کو شاہی
مگر اس نے نہ چھوڑی کم نگاہی اور گمراہی
زبور اس قوم کو بخشی گئی لیکن نہ یہ مانی
یہ اپنی حمد کرتی تھی بجائے حمد ربانی
بڑی شوکت ملی اس قوم کو عہد سلیماں میں
عظیم الشان ہیکل ہو گئی تعمیر کنعاں میں

مگر یہ قوم اکثر راہ پر آکر پلٹتی تھی
نہ دینداری میں بڑھتی تھی نہ بے دینی سے ہٹتی تھی
اسے ایوب و زکریا و یحییٰ نے بھی سمجھایا
چلن اس قوم کا لیکن نہ راہ راست پر آیا
ہو منزل گمرہی جن کی وہ کیونکر راہ پر آئیں
ملیں اس قوم سے پیغمبروں کو سخت ایذائیں
یہ جھٹلاتی رہی ہر اک نصیحت کرنے والے کو
یہ اندھی تھی اندھیرا جانتی تھی ہر اجالے کو
مسیح ابن مریم نے بہت اس کو ہدایت کی
مگر یہ آخری دم تک رہی منکر رسالت کی
یہ جھٹلاتی رہی انجیل کی سچی منادی کو
یہ سولی پر چڑھانے لے گئی اس پاک ہادی کو
خلیل اللہ سے جو وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ نے
وہ پورا کر دیا ہر طور سے اس ذات والا نے
وطن بخشا گیا اس کو نمونہ باغ جنت کا
مگر اس قوم میں جذبہ نہ تھا اس کی حفاظت کا
ملی اسحٰق کی اولاد کو شان حکومت بھی
متاع دنیوی بھی اور روحانی رسالت بھی
مگر اس قوم نے ٹھکرا دیا ہر ایک نعمت کو
یہ بھڑکاتی رہی ہر دور میں اللہ کی غیرت کو
نتیجہ یہ ہوا کفران نعمت کی سزا پائی

عمل جیسے کئے ویسی درحق سے جزا پائی
خدا سے سرکشی کی سر جھکا یا پائے دشمن پر
رہا اغیار کا پنجہ مسلط اس کی گردن پر
سبھی اہل ستم کرتے رہے اس پر ستم رانی
فنیقی، بابلی، مصری، اسیری اور رومانی
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
کہ جس نے اپنے ہاتھوں اپنی خو خصلت نہیں بدلی

عرب میں بنی اسماعیل کے پھولنے پھلنے کا بیان

ذبیح اللہ کی اولاد کا بھی ماجرا سن لو
وہاں وعدہ خدا کا کس طرح پورا ہوا سن لو
گھرانے میں بنی جرہم کے پیغمبر نے شادی کی
خدا کے گھر سے قسمت جاگ اٹھی اس خشک وادی کی
پسر بارہ دیئے اللہ نے اس پاک ہستی کو
بسایا یوں عرب کی ہر بلندی اور پستی کو
بسائیں بستیاں گیارہ نے کوہ و دشت و صحرا میں
رہا قیدار بیت اللہ کی خدمت کو بطحا میں
قریب کعبہ اللہ شہر مکہ کی بنا ڈالی
پسر اس کے ہوئے کعبے کے خادم شہر کے والی

انقلاباتِ عالم اور عرب

بنی آدم کی دنیا میں ہزاروں انقلاب آئے
جہاں میں سینکڑوں طوفاں اٹھے لاکھوں عذاب آئے
بہت قومیں اٹھیں اور چھا گئیں میدان ہستی پر
پھریرے خوب اڑائے ہر بلندی اور پستی پر
غنیم مرگ کے قدموں تلے روندی گئیں آخر
اکڑ کر چلنے والے دب گئے زیر زمیں آخر
خزاں منڈلا گئی شدادیوں کے سبز گلشن پر
سیاہی چھا گئی آبادیوں کے روز روشن پر
ہوئے پیوند خاک آخر اسیری اور کلدانی
سر افرازوں کی شوکت موت نے کچھ بھی نہیں مانی
نہیں رہتا ہمیشہ ہستی ساز ایک ہی دھن پر
کھنڈر بننے لگے بابل کے نمرودی تمدن پر
ہوا دریا میں بیڑہ غرق فرعونی خدائی کا
فسانہ رہ گیا ہندوستانی دیوتائی کا
بگاڑیں خاک نے شکلیں فلاطونی خیالوں کی
دھری ہی رہ گئیں سب حکمتیں یونان والوں کی
سکندر اور اس کے وہ عظیم الشان منصوبے
کہیں ابھرے نہیں بحر فنا میں اس طرح ڈوبے

فقط اہل عرب اس منقلب دنیا میں ایسے تھے
کہ روز اولیں سے آج تک ویسے کے ویسے تھے
یہ ملک ایسا تھا حاصل ان کو آزادی کی نعمت تھی
قبیلے آپ خود مختار تھے اپنی حکومت تھی
عرب پر کوئی دشمن حملہ آور ہو نہ سکتا تھا
کوئی فاتح بری نیت سے اس جانب نہ تکتا تھا
کوئی لشکر ہوا بھولے سے اس کی فتح پر مائل
تو صحرائے عرب ہوتا تھا اس کی راہ میں حائل
ہوئے جو لوگ اس پر حملہ آور مر گئے پیاسے
یہ خطہ رہ گیا اوجھل نگاہ اہل دنیا سے
بڑھی اولاد اسماعیل میں عدنان کی شوکت
عرب کو آل اسماعیل سے حاصل ہوئی قوت
یہودی قوم پر دنیا میں جب کوئی بلا آئی
تو اس نے آل اسماعیل کے گھر میں اماں پائی
خدا کے نام پر اب تک یہودی اور عدنانی
ادا کرتے تھے کے میں رسوم حج و قربانی
مگر ہونے لگے جب قلب مائل بت پرستی پر
بنی جرہم نے قبضہ کر لیا کے کی بستی پر
مگر پھر آل اسماعیل قابض ہو گئی اس پر
عرب میں تھی یہ طاقتور بفضل حضرت داور

قریش کی مدافعت

کیا حملہ یمن کے لشکروں نے اہل مکہ پر
غرض یہ تھی کہ اپنے گھر میں لے جائیں خدا کا گھر
یمن میں ان دنوں حسان نامی ایک حاکم تھا
اسے مکے کی رونق دیکھ کر دل میں خیال آیا
کسی صورت سے توڑوں آل اسماعیل کی شوکت
اسی کعبے کے دم سے ان کی دنیا بھر میں ہے عزت
اگر کعبہ گرادوں اس کے پتھر ساتھ لے جاؤں
یمن میں ان سے اک کعبہ نیا تعمیر کرواؤں
یہ ہو جائے تو پھر سب لوگ میری سمت آئیں گے
کریں گے عاجزی نذریں نیازیں ساتھ لائیں گے
یہ سوچا اور چڑھ دوڑا یمن کی فوج کو لے کر
کیا آ کر اچانک اس نے حملہ شہر مکہ پر
یہاں پر خادم کعبہ کنانہ کا گھرانا تھا
اسی میں فہر بن مالک تھا جو مردیگانہ تھا
یمن کی اس جسارت سے بہادر طیش میں آیا
مسلح کر کے سارا خاندان میدان میں لایا
مقابل ڈٹ گیا یہ شیر لا تعداد فوجوں کے
چٹانوں کی طرح رو کے تھپیڑے تند موجوں کے

شکست فاش دی اس نے یمن والوں کے لشکر کو
تعاقب کر کے قبضے میں لیا لشکر کے افسر کو
یہ ایسی فتح تھی جس سے قریش اس کا لقب ٹھہرا
یہ اک نامی قبیلہ بن گیا' فخر عرب ٹھہرا
قریش اہل عرب میں نام ہے اس ویل مچھلی کا
سمندر میں کوئی ثانی نہیں جس کی بڑائی کا
قریش اولاد اسماعیل میں تھے سب سے طاقتور
یہی کعبے کے خادم تھے یہی تاجر یہی افسر
قصیٰ ابن کلاب ان میں بڑا ہی شان والا تھا
بڑا زیرک مدبر تھا' بڑے سامان والا تھا
ہوا عبد مناف اس کا پسرُ اس کا پسر ہاشم
پسر تھے اور بھی سردار تھا سب کا مگر ہاشم
پسر ہاشم کا عبدالمطلب سردار مکہ تھا
یہی تھا خادم کعبہ یہی مختار مکہ تھا
مگر اس خدمت کعبہ کے معنیٰ اور ہی کچھ تھے
یہ فرزندان اسماعیل یعنی اور ہی کچھ تھے

عرب میں زمانہ جاہلیت

الگ تھے ساری دنیا سے مگر وہ لوگ خوش دل تھے
انہیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے
مگر آزادیوں نے ان کو کھویا دین و دنیا سے
ہوئے گمراہ یہ برگشتہ ہو کر حق تعالیٰ سے
کیا اخلاف نے اسلاف کے اوصاف کو زائل
رہ حق چھوڑ کر سب بت پرستی پر ہوئے مائل
شجاعت تھی مگر اس کا ہدف اپنے ہی بھائی تھے
یہ سب اک دوسرے کو ذبح کرنے میں قصائی تھے
فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خدائی میں
بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو
سر بازار کہہ دیتے تھے اپنے کارناموں کو
رعونت نے دماغوں میں ہوائے خود سری بھر دی
خشونت ایک عادت دوسری عادت تھی بے دردی
عرب اولاد اسماعیل سے معمور تھا سارا
گناہوں کی جہالت کے نشے میں چور تھا سارا
جو صحرائی تھے قتل و رہزنی میں خوب ماہر تھے
نشان بربریت ان کے چہروں ہی سے ظاہر تھے

ترقی اور تمدن کی ہوا ان تک نہ آتی تھی
قبیلہ در قبیلہ معر کے ہر سال پڑتے تھے
جو شہری تھے وہ فن و پیشہ و حرفت سے عاری تھے
مگر مکرو دغابازی میں پورے کاروباری تھے
نہ کوئی کام کرتے تھے نہ کوئی کام آتا تھا
انہیں بے کار و کاہل بیٹھ رہنا دل سے بھاتا تھا
یہ جائز جانتے تھے مال کھا جانا یتیموں کا
لٹانا دعوتوں میں مال شیوہ تھا کریموں کا
پدر فرزند کی بیواؤں کا حق چھین لیتے تھے
پسر اپنی حقیقی ماؤں کا حق چھین لیتے تھے
کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
کہ رتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت کا
زنا و فحش کاری سے بڑی ان کو ارادت تھی
شرابیں پی کے ننگے ناچنے کی عام عادت تھی
شرافت کو ڈبو دیتے تھے جب عورت پہ مرتے تھے
کہ جس عورت پہ مرتے تھے اسے بدنام کرتے تھے
زناکاری کی ترغیبیں سربازار دیتے تھے
یہ اپنی بیویوں کو جوئے میں ہار دیتے تھے
یہ اپنی بیٹیوں کو سانپ سے بدتر سمجھتے تھے
یہ ان کے قتل کو عزت کا اک جوہر سمجھتے تھے
اگر جن بیٹھتی دختر کوئی تقدیر کی ہیٹی!

چھچھوندر سے بری معلوم ہوتی تھی اسے بیٹی
گڑھا اک کھود کر دختر کو زندہ گاڑ دیتی تھی
کوئی بچھو تھا دامن میں کہ دامن جھاڑ دیتی تھی
کوئی کم بخت بد اختر اگر زندہ بھی رہتی تھی
ہمیشہ باپ کے اور بھائیوں کے ظلم سہتی تھی
غلاموں لونڈیوں پر وہ مظالم توڑتے تھے یہ
کہ ان کو موت سے پہلے نہ ہرگز چھوڑتے تھے یہ
عرب میں ہر طرف تھا دور دورہ بت پرستی کا
کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان لوگوں کی پستی کا
خدا کہتے تھے مٹی' آگ' پانی کو ہواؤں کو
پہاڑوں اور دریاؤں کو بجلی کو گھٹاؤں کو
زمیں پر خاک پتھر اور شجر معبود تھے ان کے
فلک پر انجمن و شمس و قمر معبود تھے ان کے
مرادیں مانگتے تھے ہر وجود بے حقیقت سے
نہ تھا محروم کوئی جز خدا ان کی عبادت سے
وہ کعبہ جو خدائے واحد و قہار کا گھر تھا
وہ کعبہ جو خدائے مالک و مختار کا گھر تھا
وہی کعبہ جسے پیغمبروں کی سجدہ گہ کہیے
وہی کعبہ جسے تقدیس کا نور نگہ کہیے
وہ کعبہ جو خدا کے بت شکن بندوں کا معبد تھا
جسے پاکیزہ رکھنا فطرت انساں کا مقصد تھا

اسی کعبے کو یاروں نے صنم خانہ بنا ڈالا
دلوں سے ظالموں نے نقش وحدت کا مٹا ڈالا
نہ سوجھا کوئی فرق ان کو خدا میں اور پتھر میں
کہ رکھے تین سو اور ساٹھ بت اللہ کے گھر میں
عرب میں جس قدر انسان تھے ان سے سوا بت تھے
یہ خلقت کے خدا کی اور خلقت کے خدا بت تھے
جدا اک اک خدا تھا ہر قبیلے ہر گھرانے کا
کوئی بت فتح پانے کا کوئی بت بھاگ جانے کا

بازار عکاظ

یہاں پر کھینچ کر ہلکا سا نقشہ ان کے میلوں کا
دکھادوں حال بے دینی کا جھگڑوں کا جھمیلوں کا
حدود مکہ سے دس کوس پر چھوٹا سا میداں ہے
جہاں خیمے لگے ہیں جمع اک انبوہ انساں ہے
عرب کے لوگ اس انبوہ کو بازار کہتے ہیں
برس کے بعد آکر اس جگہ کچھ روز رہتے ہیں
بنو کلب و بنو نہد و بنو تغلبؔ بنو کندہ
بنو اوس و بنو خزرجؔ بنو دوس و بنو عذرہ
بنو لخم و بنو مرجؔ بنو طے و بنو اسلم
جہینہ اور خزاعہ اور بجیلہ اور بنو خثعم
یہ قحطانی قبائل دور سے میلے میں آئے ہیں
سب اپنے اپنے بچوں بیویوں کو ساتھ لائے ہیں
ہوازن اور عدنان اور اطفان اور اعصر بھی
غنی بھیؔ باہلہ بھیؔ عبس بھی ذبیان و عامر بھی
قریش و سعد و نصر و کعب مرہ بھی فزارہ بھی
بنی تیم و بنی عدی سلول اور آل قارہ بھی
یہ عدنانی قبائل اور شاخیں بھی سبھی ان کی
عرب کی سر زمین خشک اب تک ملک ہے جن کی

جوان و پیر و مردوزن یہاں آئے ہوئے ہیں سب
غرور عجب سے چہروں کو چمکائے ہوئے ہیں سب
تمازت سے بچانے کو کھڑے ہیں جا بجا خیمے
زمیں کے جسم پر یہ سوز کے چھالے ہیں یا خیمے
حجازی بدوؤں نے کالے کمبل تان رکھے ہیں
کھڑے ہیں اونٹ بھی اور ساتھ ہی سامان رکھے ہیں
یمنؔ نجد و عراق و شام کے سوداگر آئے ہیں
پکھالیں کملیاں ستو کھجوریں ساتھ لائے ہیں
کوئیں ہیں چند نخلستان میں جن کے گرد میلا ہے
گرے پڑتے ہیں پانی کے لیے لوگوں کا ریلا ہے
جواناں عرب کیا اینڈتے پھرتے ہیں راہوں میں
دلوں کے ولولے ڈوبے ہوئے ہیں سب گناہوں میں
ہزاروں نیم عریاں عورتیں ہر سمت پھرتی ہیں
نہ گھیریں آ کے مرد ان کو تو خود جا جا کے گھرتی ہیں
قبائل کے جو ہیں سردار پتلے ہیں رعونت کے
عیاں ہیں ان کے ہر انداز سے انداز نخوت کے
کمر سے نیچے ہیں تہبند باقی جسم ننگے ہیں
وجاہت پر مگر تکرار ہے جھگڑے ہیں دنگے ہیں
ہیں ایسے مرد بھی ان میں کہ منہ پر ہے نقاب ان کے
حیا ان کی نرالی ہے انوکھے ہیں حجاب ان کے
کمر سے کھول کر تہبند گھٹنوں پر لپیٹے ہیں

نہیں کچھ ستر کی پروا کہ یہ آدم کے بیٹے ہیں
شرابیں پی رہے ہیں اور قے بھی کرتے جاتے ہیں
شکم میں اور دامن میں نجاست بھرتے جاتے ہیں
دوشیزہ لڑکیاں مردوں کے آگے دف بجاتی ہیں
نشے میں جھومتی ہیں ناچتی ہیں اور گاتی ہیں
ذرا سی بات پر تلوار کھنچ جاتی ہے آپس میں
غضب کا شور و غوغا ہے کہیں گالی کہیں قسمیں

جاہلیت کی عبادت

سر شام اس سیہ کاری کا دامن اور بڑھتا ہے
شراب عیش پردیوانگی کا رنگ چڑھتا ہے
صدائیں سیٹیوں کی اور گھڑیالوں کی آتی ہیں
عبادت کے لیے ان بیوقوفوں کو بلاتی ہیں
شئی اپنے بت کا ہر قبیلہ ساتھ لایا ہے
یہ مٹی کے خدا ہیں ان کو گہنوں سے سجایا ہے
بتوں پر اونٹ بکرے آدمی قربان ہوتے ہیں
غریب ان پتھروں کے واسطے بیجان ہوتے ہیں
قریش اپنے ہبل کا اک شئی لے کے آئے ہیں
اسی کے گرد ان لوگوں نے خیمے بھی لگائے ہیں
بٹھا رکھا ہے پتھر کے خدا کو ایک پتھر پر
کھڑے ہیں گرد اس کے اہل مکہ ساکت و ششدر
بھجن گاتی ہیں جاہل عورتیں اور دف بجاتی ہیں
بہا کر اونٹ کا خون اپنی قربانی چڑھاتی ہیں
وہ دیکھو دے رہی ہیں خون کے چھینٹے عزیزوں پر
وہ چھڑکا جا رہا ہے خون ہی کھانے کی چیزوں پر
وہ دیکھو سب اسی پتھر کے آگے سر جھکاتے ہیں
جبیں پر کالے کالے خون کے ٹیکے لگاتے ہیں

بپا ہے وحشیانہ سیٹیوں کا شور ہر جانب
عقیدت دیکھئے ہے چیخنے پر زور ہر جانب
پجاری چیختے ہیں، ناچتے ہیں، گھنٹ بجتے ہیں
پرستش ہے یہی ان کی جسے مذہب سمجھتے ہیں
اچھلتے کودتے سب لوگ گرداس بت کے پھرتے ہیں
ہر اک چکر کے بعد اکبارگی سجدے میں گرتے ہیں
قبائل محو ہیں اس لعنتی طرز عبادت میں
یہ میلہ کلھم ڈوبا ہوا ہے بحر لعنت میں
یہ نقشہ دیکھ کر سورج نے آنکھیں بند کر لی ہیں
زمیں نے ہر طرف تاریکیاں دامن میں بھر لی ہیں

شاعری کے برے پہلو

اکھاڑہ شاعری کا دیدنی ہے اس جھمیلے میں
کہ اکثر لوگ اسی کے واسطے آئے ہیں میلے میں
جوان و پیر و مرد و زن ہیں یک جا ہر قبیلے کے
بڑے ٹھسے سے ہیں بیٹھے ہوئے افسر قبیلے کے
یہاں بوڑھے جوانوں سے زیادہ تن کے بیٹھے ہیں
جواں بھی کم نہیں مدمقابل بن کے بیٹھے ہیں
حسینہ عورتیں بیٹھی ہوئی نخرے دکھاتی ہیں
یہ اپنے شوہروں اور آشناؤں کو لبھاتی ہیں
تبسم ہے کہ بجلی ہے نگاہیں ہیں کہ چھریاں ہیں
حیا کیسی کہ آدھے سے زیادہ جسم عریاں ہیں
یہ عشوے اور غمزے مرد ہی ان کو سکھاتے ہیں
حیا و شرم کے جوہر یہ ظالم خودمٹاتے ہیں
ہزاروں نازنیں آنکھیں حیاداری سے خالی ہیں
نقاب افگندہ ہیں ان میں جو طبعاً شرم والی ہیں
غرض یہ سب کے سب گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں میداں کو
مزے سے سن رہے ہیں شاعروں کے سوز و حرماں کو
قبیلے اپنے اپنے شاعروں پرناز کرتے ہیں
قصائد اپنی اپنی شان میں سن کر بپھرتے ہیں

وہ اٹھ کر ایک شاعر بر سر میدان آیا ہے
خود اپنے شان میں پورا قصیدہ کہہ کے لایا ہے
قبیلہ میرا ایسا ہۓ میں خود ایسا ہوں ویسا ہوں
میں چاندی ہوں میں سونا ہوں میں دھیلا ہوں میں پیسہ ہوں
وہ پتھر بھی خدا میرا یہ پتھر بھی خدا میرا
وہ مجھ کو پالنے والا ہے یہ حاجت روا میرا
فلاں ابن فلاں ہوں اس لیے پکا دلاور ہوں
تخیل ہے مرا خونیں سمندر میں شناور ہوں
بہت سی عورتوں سے عشق بازی کر چکا ہوں میں
اب اس پر مر رہا ہوںٔ پہلے اس پر مر چکا ہوں میں
فلاں کی اور فلاں کی عصمتیں میں نے بگاڑی ہیں
یہ سب بستی ہوئی آبادیاں میں نے اجاڑی ہیں
یہ عورت مجھ پہ مرتی ہۓ وہ عورت مجھ سے ڈرتی ہے
یہ مجھ سے ملتفت ہے اور وہ پرہیز کرتی ہے
میں اس کو چھوڑدوں گا اور اسے قابو میں لاؤں گا
بغیر وصل دبنے ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا
غرض یہ شاعری دکھلا کے شاعر بیٹھ جاتا ہے
تو پھر اک دوسرا آتا ہے اور محفل جماتا ہے
بہا دیتا ہے سوکھے دشت میں دریافصاحت کے
دکھا دیتا ہے نقشے کھینچ کر اپنی حماقت کے
یہ شاعر اس طرح جن عورتوں کا نام لیتے ہیں

جنہیں فحش و زناکاری کے یوں الزام دیتے ہیں
مزا یہ ہے کہ ان میں سے یہیں موجود ہیں اکثر
پھر ان میں بعض شوہر دار ہیں اور بعض بے شوہر
وہ سب بیٹھی ہوئے ہنستی ہیں اس افشاء حالت پر
کوئی ذلت کا دھبہ ہی نہیں گویا شرافت پر
ذرا کچھ آنکھ شرمائی تو اس نخرے سے شرمائی
بھری محفل میں گویا حسن و خوبی کی سند پائی
غرض شاعر پہ شاعر باری باری آئے جاتا ہے
زبان گرم سے بزم سخن گرمائے جاتا ہے
کوئی اترا رہا ہے آب خنجر کی روانی پر
کوئی اکڑا ہوا ہے اپنے فخر خاندانی پر
کسی کو فخر ہے اپنی شجاعت پر سخاوت پر
کسی کو ناز ہے اپنی فصاحت پر بلاغت پر
کوئی کہتا ہے ہم نے رہزنی میں نام اچھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم نے عشق کو سانچے میں ڈھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم سفاک ہیں' ظالم ہیں' قاتل ہیں
کوئی کہتا ہے ہم بے کار ہی رہنے میں کامل ہیں
بتاتا ہے کوئی تعداد لونڈی اور غلاموں کی
وہ لڑکا اتنے داموں کا یہ لڑکی اتنے داموں کی
یہ طرز خود ستائی اک زمانے سے نرالی ہے
یہ ہے اس ڈھول کی آواز جو اندر سے خالی ہے

میلے میں جنگ کا آغاز

یہ محفل گرم تھی لیکن یہاں اک اور گل پھولا
اٹھا شوراک طرف سے شاعر اپنی داستاں بھولا
پڑی افتاد کوئی ہو گئی بزم سخن برہم!
کوئی طوفان اٹھا جس نے کر دی انجمن برہم
جمے تھے کان ان کے شاعروں کی داستانوں پر
مغلظ گالیاں کیوں آ گئیں ان کی زبانوں پر
یہ کیوں گالی گلوچ اور مار دھاڑ آپس میں ہوتی ہے
یہ عورت کون ہے کیوں پیٹتی ہے اور روتی ہے
یہ کیوں اٹھی ہے خلقت تیغ خوں آشام لے لے کر
پکارے جا رہے ہیں کیوں قبیلے نام لے لے کر
نظر آتی ہیں کیوں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ کس نے مار ڈالا سرخ کیوں کر ہو گئیں دھاریں
سبب اس برہمی کا کچھ نہیں کھلتا خدا جانے
یہ باہم جنگ کیوں کرنے لگے ہیں اٹھ کے دیوانے
سبھی الجھے ہوئے ہیں کون سنتا کون کہتا ہے
مگر لاشوں پہ لاشیں گر رہی ہیں خون بہتا ہے
کوئی اتنا نہیں جو اس لڑائی کا سبب پوچھے
فروزاں کیوں ہوئی یہ آتش قہر و غضب پوچھے

کسی پر چل گیا خنجر کسی پر چل گیا بھالا
گرا جو زخم کھا کر اس کو قدموں نے کچل ڈالا
فغاں ہے شور ہے چیخیں ہیں شوریدہ نوائی ہے
بتوں کی منتیں ہیں اور بھوتوں کی دہائی ہے
لہو سے اس زمیں کا نامہ اعمال دھلتا ہے
بہت سے کشت و خوں کے بعد اتنا حال کھلتا ہے
کہ اک لڑکی نقاب اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی بیچاری
ودیعت تھی جسے فطرت کی جانب سے حیاداری
شرارت کے لیے تاکا اسے عیاش لڑکوں نے
اسے دھوکے سے ننگی کر دیا اوباش لڑکوں نے
بہت سے لوگ بیٹھے تھے کسی نے بھی نہیں روکا
لگے ٹھٹھا اڑانے جب وہ لڑکی کھا گئی دھوکا
مفر کی اس بیچاری کو نہ جب صورت دکھائی دی
تو لڑکی نے وہیں اپنے قبیلے کی دہائی دی
دہائی سن کے لڑکی کے لواحق طیش میں آئے
چمک تلوار کی دیکھی تو وہ لڑکے بھی گھبرائے
بچاؤ کی کوئی صورت نہ سوجھی ان رذیلوں کو
تو گھبرا کر پکار اٹھے شریر اپنے قبیلوں کو
صدا سنتے ہی ان کے لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے
گھٹاؤں کی طرح دونوں طرف کے جوش ٹکرائے
اٹھا اب خنجروں کی بجلیوں میں جوش بیداری

لگے سرکٹ کے گرنے خون کی بارش ہوئی جاری
پڑی بنیاد جونہی دو گھرانوں میں لڑائی کی
تو لازم تھا کوئی کوشش کرے ان میں صفائی کی
مگر ان کی شریعت اور تھی جس پہ یہ تھے عامل
کہ سب کے سب قبیلے ہوگئے اس جنگ میں شامل
کوئی اس کی حمایت میں کوئے اس کی حمایت میں
رہیں گے اب یہ سب مشغول جنگ جاہلیت میں
یہ سارے خود کو اسماعیل کی اولاد کہتے ہیں
مگر ہم تو انہیں مادر پدر آزاد کہتے ہیں

ہندوستان

عرب سے بھی زیادہ حال تھا بد حال دنیا کا
کہ سراپلیس کے رہتے میں تھا پامال دنیا کا
مگن تھا گلشن ہندوستاں جنت نشاں بن کر
یہاں بھی موت چھائی ایک دن فصل خزاں بن کر
دکھائے تھے بہت کچھ آریوں نے گیان کے جلوے
بہت چمکے تھے رام اور کرشن سے ایمان کے جلوے
یہ ہادی تھے مگر ان کو خدا کہنے لگے ہندو
نر و مادہ کو دیوی دیوتا کہنے لگے ہندو
حکومت آ گئی ایسے ستمگاروں کے ہاتھوں میں
ہوئے تقسیم انساں اونچی نیچی چار ذاتوں میں
غلط سمجھے یہ بدھی مان گوتم کی بشارت کو
بلائے بت پرستی نے کیا برباد بھارت کو
اجاڑا وام مارگ پنتھ نے ایمان کا گلشن
سیہ کاری نے پھونکا دھرم کا گن گیان کا گلشن
نظر میں گھٹ گئی کچھ اس طرح انسان کی قیمت
کہ عصمت بن گئی ہر عیش کے سامان کی قیمت

ہوئی برباد کنفیوشس کی وہ تہذیب آئینی
جہالت سے شکست ہو گئی ہر لعبت چینی
گرے غش کھا کے چینی بدھ کی تصویر کے آگے
حوادث نے جگایا بھی نہیں جاگے، نہیں جاگے

ایران

متاع فارس کو آتش کدوں نے خاک کر ڈالا
یہ پاک آتش ملی ایسی کہ قصہ پاک کر ڈالا
سکندر کی چلی آندھی گلستان جم و کے پر
تباہی چھا گئی ایران پر توران پر رے پر
رہی اس قتل گہ میں خون انسانی کی ارزانی
کیانی ظالموں سے بڑھ کے نکلی آل ساسانی
مٹے اس ملک میں انسانیت کے عام جوہر بھی
کہ گھر میں ڈالے لیتے تھے مجوسی اپنی دختر بھی

فرنگستان میں ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں بھیڑیں تھیں جن کو بھیڑیوں نے آ کے گھیرا تھا
وہ رومانی حکومت اک جہاں میں دھوم تھی جس کی
ہمیں تہذیب عریاں آج بھی معلوم ہے جس کی
وہ شیطانی تمدن وہ گنہ کا آخری مامن
وہ شہر پومپی آئی وہ ظلم و جور کا مسکن
وہی رفعت گناہوں نے جسے پستی پہ دے مارا
کرو اس آخری شب کا میری آنکھوں سے نظارا

شہر پومپی آئی کی آخری رات

سیاہی بن کے چھایا شہر پر شیطان کا فتنہ
گناہوں سے لپٹ کر سو گیا انسان کا فتنہ
پناہیں حسن نے پائیں سیہ کاری کے دامن میں
میسر ہیں زری کے شامیانے خوش نصیبی کو
اڑھا دی سایہ دیوار نے چادر غریبی کو
مشقت کو سکھا کر خوبیاں خدمت گزاری کی
ہوئیں بے خوف بے ایمانیاں سرمایہ داری کی
لیا آغوش میں پھولوں کی سیجوں نے امیری کو
مہیا خاک ہی نے کر دیئے آسن فقیری کو
تڑپنا چھوڑ کر چپ ہو گئے جی ہارنے والے
مزے کی نیند سوئے تازیانے مارنے والے
وہ روحانی وہ جسمانی عقوبت کم ہوئی آخر
غلامی بیڑیوں کے بوجھ سے بے دم ہوئی آخر
ہوئے فریادیوں پر بند ایوانوں کے دروازے
کہ خود محتاج درباں ہیں جہانبانوں کے دروازے
ادائے ناز سے جا سوئی غفلت بادشاہوں کی
سرور و کیف بن کر چھا گئیں نیندیں گناہوں کی
شرابیں پی پلا کر ہو گئے خاموش ہنگامے

بالآخر نیندآئی سو گئے پر جوش ہنگامے
تھا جب زندگی کا جوش پر خاش اجل جاگی
عمل کو دیکھ کر مدہوش پاداش عمل جاگی
اٹھایا موت نے پتھر جہنم کے دہانے سے
جہاں آتش کا دریا کھولتا تھا اک زمانے سے
بلندی سے تباہی کے سمندر نے کیا دھاوا
چٹانوں کے جگر سے پھوٹ نکلا آتشیں لاوا
دکھا دی آگ ایوانوں کو مظلوی کی آہوں نے
اٹھائے شعلہ ہائے آتشیں بے کس نگاہوں نے
انھیں مختار بن کر بے کسی کے خون کی موجیں
حصار مرگ نے محصور کر لیں جنگ جو فوجیں
نہ حسن و عشق نے پائی اماں قہر الٰہی سے
دبی پاداش امیری سے فقیری سے نہ شاہی سے
ستاروں کی نگاہوں نے دھواں اٹھتا ہوا دیکھا
مگر خورشید نے کچھ بھی نہ مٹی کے سوا دیکھا

یورپ عیسائی ہوجانے کے بعد

وہ رومانی کہ جن کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
جو شہروں کو جلا کر ایک دم میں خاک کرتے تھے
خود ان کے شہر کا جلنا نمونہ تھا یہ عبرت کا
یہ قدرت کی طرف سے تازیانہ تھا نصیحت کا
مگر یہ لوگ باز آئے نہ ظلم و جور سے ہرگز
کوئی راحت نہ پائی دہر نے اس دور سے ہرگز
یہ پیرو ہو گئے آخر مسیح ابن مریم کے
تو لازم تھا کہ ان کے دل میں نور ایمان کا چمکے
مگر یہ سب پجاری بن گئے تصویر عیسیٰ کے
رکھا مریم کا بت بھی ساتھ ہی اندر کلیسا کے
اندھیرا شرک کاان مشرکوں کی عقل پر چھایا
کہ عیسیٰ کو خدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا
بدل دی سر بسر انجیل کی تعلیم قصوں میں
خدا کو کر دیا تقسیم پورے تین حصوں میں
خداؔ روح القدسؔ عیسیٰ یہ تین ان کے خدا ٹھہرے
جفا و ظلم ان کی زندگی کا مدعا ٹھہرے
یہی مذہب مسلط ہو گیا یورپ کے خطے پر
اسی کے سامنے مصر و حبش نے بھی جھکایا سر

یہ فتنے جب مسیح ناصری کے نام پر جاگے
یہودی ان سے تنگ آئے تو پھر کنعان سے بھاگے
ہوئے قابض زمین شام پر شاہان یونانی
مقابل ہو گئے آتش پرستوں کے یہ نصرانی
لڑائی چھڑ گئی ایرانیوں کی اہل یوناں سے
جہانداری کی اس بازی نے بدلے بارہا پانسے
کبھی نصرانیوں کی فتح، گہ آتش پرستوں کی
یہ جنگ اک موت تھی گویا غریبوں زیر دستوں کی

یہودیوں کی عام حالت

یہودی قوم کی حالت کا قصہ سن چکے ہو تم
سر ان لوگوں کی نافرمانیوں پر دھن چکے ہو تم
یہ سب راندے گئے ٹھکرا کے عیسیٰ کی منادی کو
یہ سولی پر چڑھانے لے گئے اس پاک ہادی کو
صحائف میں جہاں موقع ملا تحریف کر ڈالی
یہودی قوم کی ہر صفحہ پر تعریف کر ڈالی
رہے برباد دنیا میں ملامت کا پھل ان کو
وطن سے بے وطن کرتے رہے ان کے عمل ان کو
پراگندہ ہوئے آخر فرنگ و مصر و بربر میں
عرب میں آبسے کچھ ارض یثرب اور خیبر میں
مگر فتنے اٹھانا بس گیا تھا ان کی فطرت میں
دغا مکرو فریب احساں فراموشی تھی خصلت میں
بیاں کر دی ہے میں نے مختصر حالت زمانے کی
یہاں سے ابتدا ہوتی ہے اب میرے فسانے کی

ساقی نامہ

فضاؤں پر مسلط لشکر جنات ہے ساقی
قیامت خیز طوفاں ہے اندھیری رات ہے ساقی
اٹھی ہے لعنتی تہذیب تو سیلاب کی صورت
ہے جس کے حلقہ ہر موج میں گرداب کی صورت
تلاطم خیز طوفاں ہے گناہوں کے تھپیڑے ہیں
الٰہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں
ہوائے شیطنت کمزور بیڑیوں کو ڈبوتی ہے
مگر اولاد آدم تختۂ غفلت پہ سوتی ہے
میں انسانوں کو اس طوفان ذلت سے بچاؤں گا
میں ان سوئے ہوئے شیروں کی غیرت کو جگاؤں گا
وہی ضیغم جو تیرہ سو برس پہلے دہاڑے تھے
وہی پنجے جو حق نے سینۂ باطل میں گاڑے تھے
مجھے ان کو اٹھانا ہے مجھے ان کو جگانا ہے
پرانی گونج سے غوغائے باطل کو مٹانا ہے
پلا ساقی پلا وہ شعلۂ صہبائے ایمانی
کہ اڑ جائیں دھوآں بن کر وسا وسہائے شیطانی
دہان خامہ میں ٹپکا وہ بادہ اپنے ساغر سے
کہ جس کا قطرہ قطرہ تازیانوں کی طرح برسے

شراب معرفت کا از سر نو جام بھر ساقی
رگوں میں پھر پرانا آتشیں اسلام بھر ساقی

پلا مجھ کو پلا ساغر اسی صہبائے وحدت کا
کہ جس کی موج سے منہ پھیر دوں ہر فوج کثرت کا

مئے توحید کہنہ کا اٹھا سر بستہ خم ساقی
سنا مردہ دلوں کو پھر وہی آواز قم ساقی

مری فطرت کو ساقی بے نیاز دو جہاں کر دے
پیالہ سامنے دھر دے قلم میں زندگی بھر دے

زمانے میں نہیں مقصود میرا جز خدا کچھ بھی
مرے منہ سے نہ نکلے گا صداقت کے سوا کچھ بھی

غلبہ باطل اور شیطان کا غرور

اندھیرا چھا چکا جب ظلم کا دنیائے ہستی پر
ہوا شیطاں مسلط ہر بلندی اور پستی پر
پہاڑوں پر چڑھا شیطاں زمیں پر اک نظر ڈالی
نظر آئی اسے ہر مملکت ایمان سے خالی
بہت ہی خوش ہوا نازو تکبر عود کر آیا
ہنسا اور کفر کے کلمے زبان نحس پر لایا
کہ میں ہوں میں ہی میں ہوں بادشہ اقصائے عالم کا
مرے قدموں کے نیچے تخت ہے اولاد آدم کا
زمیں کو چار جانب سے مری ظلمت نے گھیرا ہے
مرے دامن کے نیچے اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے
یہی انسان ہے کیا وہ اسی انسان کا ڈر تھا
ازل میں سامنے جس کے مرا جھکنا مقدر تھا
مرے قدموں پہ ہے اب جو مرے سجدے کا طالب تھا
ابد تک میں ہی غالب ہوں ازل کے دن پہ غالب تھا
اگر میں راندۂ درگاہ باری ہوں تو یہ بھی ہے
اگر میں قابل دوزخ ہوں ناری ہوں تو یہ بھی ہے
یہ کہہ کر تن گیا منحوس پر پھیلا دیے اپنے
مرید اور چیلے چانٹے نام شیطاں کا لگے جپنے

پیغمبر آخرالزماں کے والد عبداللہ

زمیں سے آسماں تک واقعی گہری سیاہی تھی
کہ جرم ماہ سے شاہی اسی کی تباہی تھی

یکایک جاپڑیں اس کی نگاہیں سنگ اسود پر
ہوا لرزہ سا طاری شیطنت پر فطرت بد پر

یہ پتھر مرکزی عالم کا اک ثابت ستارا تھا
اسے جنت سے حق نے ساتھ آدم کے اتارا تھا

قریب سنگ اسود اک جوان ہاشمی دیکھا
گروہ ابن آدم میں نرالا آدمی دیکھا

نظر آیا کہ اس کے گرد ہے اک نور کا ہالا
زمیں پر جس کے باعث ہے فروغ عالم بالا

وہی نور ازل معصوم چہرے سے ہویدا ہے
ازل سے جاودانی کامرانی جس پہ شیدا ہے

نرالے نوجواں کو دیکھ کر شیطان تھرایا
جھلک ایماں کی دیکھی تو بے ایمان تھرایا

زمیں ہلنے لگی کم بخت ایسے زور سے کانپا
خدا کی قدرتیں غافل نہیں شیطان نے بھانپا

یہ عبدالمطلب کا نوجواں فرزند عبداللہ
نہیں ہے ملتفت کیوں جانب اصنام بیت اللہ

اٹھا رکھی ہے کیوں سوئے فلک پر نور پیشانی
نظر آتا ہے کیوں ایوان فرش و عرش نورانی
ذرا شیطاں سمجھ میں آ گیا مقصد مشیت کا
نظر آیا کہ یہ لڑکا ہے جوہر آدمیت کا
دل ناپاک سے بغض و حسد کا اک دھواں اٹھا
جگہ سے اپنی مثل شعلہ آتش فشاں اٹھا
اٹھا غصے میں اور اس نوجواں سے جنگ کی ٹھانی
مشیت کے مقابل اپنی حیثیت نہ پہچانی
لگا اک وسوسہ بن کر جواں کے گرد منڈلانے
نگاہ و دل کی عفت کو لگا رستے سے بھٹکانے
رہا کچھ دیر تک شیطان اپنی سعی باطل میں
نہ داخل ہو سکا لیکن یہ عبداللہ کے دل میں
خدا کا فضل تھا ہر دم شریک حال عبداللہ
نبی کا سایہ اقبال تھا اقبال عبداللہ

بنت مر الخثعمیہ اور شیطان

جواں نے کعبہ سے جب گھر کی جانب قصد فرمایا
تو شیطان اس سے پہلے جانب مکہ چلا آیا
یہاں پر بنت مرالخثعمیہ اک حسینہ تھی
حسینہ تھی مگر اطوار و عادت میں کمینہ تھی
وہ پہلے سے جمال و حسن عبداللہ پہ مرتی تھی
مگر عرض تمنا کر نہیں سکتی تھی ڈرتی تھی
اچانک ہو گیا اس پر مسلط رنگ شیطانی
رگوں میں بے حیائی بن کے دوڑا خون حیوانی
ادھر سے آ رہا تھا یہ جوان پاک سیرت بھی
جسے آنکھیں جھکا کر شہر میں چلنے کی عادت تھی
ہوئی آ کر اچانک اب وہ عورت راہ میں حائل
نکالیں منہ سے بے شرمی کی باتیں سخت لا طائل
کہا سو اونٹ لے لے اور مری جانب توجہ کر
شراب وصل کی خاطر گری ہوں تیرے قدموں پر
مرے گھر میں شراب ناب بھی موجود ہے پیارے
در اندازوں کا رستہ ہر طرف مسدود ہے پیارے
کہاں جاتا ہے آ مل کر جوانی کے مزے لوٹیں
اندھیری رات میں جوش نہانی کے مزے لوٹیں

حیا و شرم کے باعث ادھر گردن خمیدہ تھی
ادھر عورت وفور جوش خوں سے آبدیدہ تھی
اب اس نے اس طرح دست جواں کو زور سے کھینچا
زبردستی اٹھا کر لے ہی جائے گی اسے گویا

سردار عبداللہ کی پاکیزگی

بدی کے جوش کو پایا جو یوں ایمان کا طالب
جوان ہاشمی کی شرم پر غصہ ہوا غالب
کراہت اور نفرت سے جھٹک کر ہاتھ عورت کا
زباں سے اس طرح گویا ہوا پتلا شرافت کا
مجھے معلوم ہے کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعل حرام ایسا
اگر تو عقد کو کہتی تو شاید مان جاتا میں
مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بناتا میں
مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا!
فریب و مکر سے مجھ کو گنہ کرنے پہ اکسایا!
تری صورت سے بھی ہے اب مجھے احساس نفرت کا
شریف انسان پہ لازم ہے بچانا دین و عزت کا
متانت سے کہا جو کچھ کہا جھڑکا نہ دی گالی
فقط جاتے ہوئے مردانہ غصے کی نظر ڈالی
دکھائی مرد عالی ظرف نے جب شوکت ایماں
ہوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطاں
غرض اس حادثے کے بعد عبداللہ گھر پہنچا
سلامت لے کے ایماں کو پسر پیش پدر پہنچا

جلال ہاشمی سے مشتعل تھا چہرہ انور
کہ تھا عورت کی گستاخی کا صدمہ زخم تھا دل پر
پدر نے برہمی کا حال اس سے پوچھنا چاہا
پسر چپ تھا کہ چپ رہنا ہی غیرت کا تقاضا تھا
کہا بابا طبیعت آج گھبرائی ہوئی سی ہے
اداسی کی گھٹا دل پر مرے چھائی ہوئی سی ہے
اجازت ہو تو میں بہر شکار اک دن چلا جاؤں
دل آبادی سے گھبرایا ہوا ہے اس کو بہلاؤں
پدر بولا کہ اے جان پدر اچھا چلے جانا
مگر دو اک مسلح خادموں کو ساتھ لے جانا
مجھے اکثر تمہاری جان کا رہتا ہے ڈر بیٹا
نہ جانے بات کیا ہے کیوں ہے یہ بیم و خطر بیٹا
وہاں دن بھر ٹھہرنا شام ہوتے گھر چلے آنا
جونہی سورج چھپے تم شہر کے اندر چلے آنا

شیطان اور یہودی

ادھر ان باپ بیٹوں میں تو یہ تقریر ہوتی تھی
شکار آہوان دشت کی تدبیر ہوتی تھی
ادھر شیطان ناکامی پہ سر دھنتا ہوا نکلا
خود اپنے دل سے لعنت کی صدا سنتا ہوا نکلا
نظر دوڑائی ہر جانب بلندی پر کھڑے ہو کر
بھیانک تھا ڈراتا تھا پہاڑوں کا یہ منظر
تھا آدھی رات کا عالم خموشی ہی خموشی تھی
اندھیرے کے سبب سے ہر گنہ کی عیب پوشی تھی
حرم سے فاصلے پر دامن کہسار کے اندر
نظر آئی اسے اک روشنی سی غار کے اندر
مسافر کچھ وہاں بیٹھے ہوئے اس کو نظر آئے
خیال آیا کہ شاید میرا مطلب ان سے بر آئے
اڑا شیطان فوراً اس پہاڑی سے دھواں بن کر
پہنچ کر اس جگہ کچھ دیر ٹھہرا غار کے در پر
مسافر تھے یہودی قوم کے یہ پانچ سوداگر
کہ پلٹے جارہے تھے شہر مکہ سے سوئے خیبر
یہاں ٹھہرے تھے سب کو صبحدم پھر اٹھ کے چلنا تھا
حجازی بدوؤں سے راہ کترا کر نکلنا تھا

پڑھے لکھے تھے باتیں کر رہے تھے قوم و مذہب کی
انہیں تورات میں بھی سوجھتی تھی اپنے مطلب کی
کیا ذکر ایک نے تورات کی پیشین گوئی کا
کہ صحرائے عرب میں ظاہر اک سچا نبی ہو گا
سنی یہ بات تو اک دوسرا دعوے سے بول اٹھا
نبی ہو گا تو وہ بیشک ہماری قوم سے ہو گا
پیمبر جز بنی یعقوب پیدا ہو نہیں سکتا
کسی سے بھی زمانے میں یہ دعویٰ ہو نہیں سکتا
کہا پھر تیسرے نے ہم پہ راضی حق تعالیٰ ہے
ہماری برگزیدہ قوم سب قوموں سے بالا ہے
کہا چوتھے نے وہ سچا نبی یثرب سے اٹھے گا
جو سچ پوچھو تو وہ ہو گا ہمارے ہی قبیلے کا
تڑپ کر پانچواں بولا نہیں ہم میں سے ہو گا وہ
اگر ہو گا تو بیشک بالیقیں ہم میں سے ہوگا وہ
غرض پانچوں ہی اپنی بات پر اصرار کرتے تھے
دلیلیں دیتے تھے غصے میں بھرتے تھے بپھرتے تھے
ادھر شیطاں کہ عیاری و مکاری میں ہے ماہر
بظاہر اک مقدس شکل میں ان پر ہوا ظاہر
سفید اس کی بھویں براق سی داڑھی تھی نورانی
چمکتی تھیں مثال شعلہ آنکھیں اور پیشانی
عصا ہاتھوں میں اور لانبی سی اک تسبیح گردن میں

بہت ڈھیلی عبا چھپ جائے انساں جس کے دامن میں
اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اس طرح آیا
یہودی ڈر گئے اور دفعتا ہر اک چلایا
کہ اے ربی ہمارے حال پر لطف و کرم فرما
ترے بندے ہوئے جاتے ہیں کرتے ہیں تجھے سجدہ
مگر شیطان نے دی ان کو تسلی اور یوں بولا
نہایت عارفانہ شان سے اس نے دہن کھولا
کہ اے بچو میں اترا ہوں تمہیں تلقین کرنے کو
تمہارے مذہبی میلان پر تحسین کرنے کو
نبی کے مسئلے پر تم جھگڑتے تھے جو آپس میں
میں سنتا تھا وہاں بیٹھا ہوا بیت المقدس میں
خیال آیا کہ چل کر تم کو سیدھی راہ بتلاؤں
یہودی قوم کے اک فائدہ کی بات سمجھاؤں
سنو اک بات کہتا ہوں بہت ہی راز داری کی
مخالف ہیں تمہارے طاقتیں پروردگاری کی
وہ عبدالمطلب جو آج کل سردار مکہ ہے
قریشی ہاشمی ہے مالک و مختار مکہ ہے
پسر ہے اس کا عبداللہ تم اس کو جانتے ہو گے
اسے مکہ میں دیکھا ہو گا اور پہچانتے ہو گے
وہی لڑکا ہے جس کے صلب سے ہو گا نبی پیدا
مشیت آج کل ہے آل اسماعیل پر شیدا

مرے بچو نبی پیدا ہوا گر اس گھرانے میں
نہیں ہے پھر کوئی اپنا ٹھکانا اس زمانے میں
وہ اسماعیل کی اولاد کو شاہی دلائے گا
یہودی قوم کے حصے میں پھر کچھ بھی نہ آئے گا
یہودی قوم پر گویا خدا نے قہر ڈھایا ہے
مجھے یہ امر پوشیدہ فرشتوں نے بتایا ہے
یہ قصہ سنتے ہی جوش آ گیا پانچوں لعینوں کو
حسد سے بھر دیا شیطان نے تاریک سینوں کو
وہ بولے واقعی ہم پر ہمیشہ ظلم ہوتا ہے
نوازش دوسروں پر ہے خدا ہم کو ڈبوتا ہے
کہا شیطاں نے ایسی بات منہ سے مت نکالو تم
بھلا چاہو تو اس لڑکے کو جا کر مار ڈالو تم
سحر کے وقت وہ ان وادیوں میں آنے والا ہے
شکار آہواں سے اپنا دل بہلانے والا ہے
اٹھو تم بھی یہاں سے اور کرو جا کر شکار اس کو
نہ جانے دو یہاں سے آج زندہ زینہار اس کو
کہاں تک رنج اٹھاؤ گے یہ جھگڑا ہی چکا ڈالو
کوئی خطرہ نہیں ہے دل سے اندیشے مٹا ڈالو
تم اس کار عظیمہ میں مری امداد پاؤ گے
بڑی شوکت ملے گی مال لا تعداد پاؤ گے
مری امداد سے تم کو حکومت ہاتھ آئے گی

یقیں رکھو تمہاری بادشاہی پھر نہ جائے گی
نہ مانو گے تو پھر اس کا ملے گا تم کو خمیازہ
جو چاہو ہوا تو ابھی کر لو مری طاقت کا اندازہ
یہ کہہ کر ایک پتھر پر نگاہ شیطان نے ڈالی
اڑا پتھر جگہ سے باوجود بے پر و بالی
بلندی پر تڑاقے سے پھٹا شعلہ ہوا پیدا
پھر اس سے اک ہیولی پانچ گھوڑوں کا ہوا پیدا
مرصع تھے یہ گھوڑے جنگ کے ہر سازو ساماں سے
یہ ساماں بھی مرصع تھا عقیق و لعل و مرجاں سے
کہا شیطاں نے یہ لو میں تمہیں رہوار دیتا ہواں
ہر اک کو ایک اک شمشیر جوہر دار دیتا ہوں
سحر کے وقت نکلو غار سے میدان میں جاؤ
وہیں اس نوجواں کو قتل کر ڈالو جہاں پاؤ
یہ کہہ کر دیکھتے ہی دیکھتے شیطان غائب تھا
اسے مد نظر اس وقت اظہار عجائب تھا
یہودی رہ گئے حیران اس زور کرامت پر
بھروسا ہو گیا اب ان کو اس کاہن کی قوت پر
لگے کہنے کہ یہ طاقت نہ دیدہ نے شنیدہ ہے
یہ بڈھا واقعی کوئی بڑا ہی برگزیدہ ہے
ہم اس کی بات پر پورا عمل کر کے دکھا دیں گے
حصول بادشاہی کے لیے جانیں لڑا دیں گے

سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ

اٹھیں مشرق سے نورانی شعاعیں برچھیاں تانے
بچھا رکھے تھے لیکن دام دشت و کوہ و صحرا نے
مگر سورج نے ان کو مکر کی پاداش دی آخر
اندھیرے کو اجالے نے شکست فاش دی آخر
شب دیجور کے پردے سے مہر ضوفشاں نکلا
جوان ہاشمی بہر شکار آہواں نکلا
ادھر پانچوں یہودی بھی اندھیرے غار سے نکلے
یہ بزدل گھڑ چڑھے اس دامن کہسار سے نکلے
جوان ہاشمی کی جستجو تھی ان کمینوں کو
کہ شیطاں نے حسد سے بھر دیا تھا ان کے سینوں کو
بہر سو جھانکتے پھرنے لگے حیران و سر گرداں
لئے دل میں امید و بیم کا دریائے بے پایاں
یکا یک فاصلے پر ٹاپ گھوڑے کی سنائی دی
بال آخر نوجواں کی چاند سی صورت دکھائی دی
یہ عبداللہ تھا اور اس گھڑی بالکل اکیلا تھا
مسلح خادموں کو دور پیچھے چھوڑ آیا تھا
تعاقب میں ہرن کے آرہا تھا برق دم گھوڑا
سوار ہاشمی نے تاک کر تیر قضا چھوڑا

نشانے پر پڑا ناوک نشانہ ہو گیا آہو
گرا، گر کر اٹھا آہو پھر اٹھا پھر گرا آہو
وہیں ناوک فگن بھی دوسری ساعت میں آ پہنچا
اتر کر زین سے نخچیر آہو کے قریب آیا
ارادہ تھا کہ باندھے ذبح کر کے پشت تو سن سے
سراسر بے خبر تھا کید صیا دان پر فن سے
یہودی گھڑ چڑہوں نے دفعتا پیدل کو آ گھیرا
نظر تلوار آئی دیدۂ حیراں جدھر پھیرا
مگر یہ شیر تلواروں کے سائے سے نہ گھبرایا
مثال برق کوندا پشت توسن پر چلا آیا
پکارا یہ تو بتلاؤ کہ حملے کا سبب کیا ہے
وہ بولے ایک ہی مقصد ہے تجھ کو قتل کرنا ہے

پانچ شیطان ایک بندہ رحمان

جونہی پانچوں نے تلواروں سے حملہ کر دیا یکدم
اکیلا بھڑ گیا ناچاران سے ہاشمی ضیغم
لیے پہلے تو جھک کر وار اپنی ڈھال پر اس نے
چرا کر جسم سارا کر لیا زیر سپر اس نے
بڑی پھرتی سے پھر مشاق گھوڑے کو دیا کاوا
ذرا ہٹ کر سنبھل کر ان پہ نیزے سے کیا دھاوا
یہ نیزہ ایک کے سینے سے پہلو توڑ کر نکلا
بقیہ عمر کا رشتہ قضا سے جوڑ کر نکلا
یہودی چیخ اٹھے یہ سانحہ یک دم گزرنے سے
ہوئے محتاط گھیرا نوجواں کو اس طریقے سے
کہ لڑنا ہو گیا اس کے لیے مشکل سلیقے سے
مگر پھر بھی وہ نعرے مار کر ان پر جھپٹتا تھا
برابر زخم کھاتا تھا مگر پیچھے نہ ہٹتا تھا
اگرچہ یہ بہادر ہمت و جرات میں یکتا تھا
مگر وہ چار تھے کم عمر تھا یہ اور تنہا تھا
دکھائی اس جری کے بازوؤں نے دیر تک چستی
بالآخر خون بہ جانے سے آئی جسم میں سستی

وہب بن عبد مناف والد سیدہ آمنہ

بنو زہرہ میں اک مرد معمر وہب نامی تھا
قریش نسل میں یہ شخص بھی ماہ تمامی تھا
تھی اس کے گھر میں اک دختر جو ایسی پاک سیرت تھی
کہ اس کی ذات سے لفظ حیا داری کی عزت تھی
عرب میں آمنہ مشہور تھا نام اس عفیفہ کا
اسی کی گود گہوارہ بنی دین حنیفہ کا
بہت ہی فکر رہتی تھی پدر کو عقد دختر کی
بنی ہاشم میں تھی اس کو تلاش و جستجو بر کی
روایت ہے کہ اس دن ہو گیا تھا اونٹ گم اس کا
وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اس جانب بھی آ نکلا
یہودی قاتلوں کے بس میں اک لڑکا نظر آیا
نظر آیا وہ لڑکا بر سر پیکار چاروں سے
بہت ہی تندہی سے لڑ رہا تھا پختہ کاروں سے
خیال آیا کہ ملنی چاہئے امداد لڑکے کو
مبادا قتل کر دیں مل کے یہ جلاد لڑکے کو
مگر اٹھا جونہی امداد کرنے کے ارادے سے
نہ جانے کیوں الجھ کر رہ گیا اپنے لبادے سے
پھر اٹھا جب دوبارہ پاؤں پھسلا ایک پتھر سے

چٹان ابھری ہوئی تھی ایک وہ ٹکرا گئی سر سے
اٹھا پھر تیسری بار اور چاہا جلد اتر جاؤں
جوان ہاشمی کو قتل ہونے سے بچا لاؤں
مگر اب کے ہوا اک اژدھا اس راہ میں حائل
کہ جس کے خوف سے ساری عزیمت ہو گئی زائل
یہ مرد اب دور ہی بیٹھا ہوا حسرت سے تکتا تھا
جوان ہاشمی کے واسطے کچھ کر نہ سکتا تھا
نظر آیا کہ لڑکا ست ہے زخموں کی شدت سے
یہودی پے بہ پے حملے کے جاتے ہیں قوت سے
خیال آیا مری آواز سے شائد وہ ڈر جائیں
یہاں اک شخص کو موجود سمجھیں اور باز آئیں
مگر جونہی یہ سوچا اور نعرہ مارنا چاہا
وہیں گھونٹا کسی نے حلق اور بھلا دیا چپکا
حقیقت میں یہ سب شیطان کی فتنہ طرازی تھی
مدد کے راسیت میں ہر رکاوٹ حیلہ سازی تھی
رہی جب اس طرح ہر مرتبہ تدبیر ناکارہ
نظر آیا نہیں تقدیر سے انسان کو چارہ
مگر اس بے گنہ کا قتل ہوتا میں نہ دیکھوں گا
نہیں کچھ اور کر سکتا تو آنکھیں بند کر لوں گا
مگر اتنے میں اس کو اور ہی نقشا نظر آیا
زمیں سے تا فلک اک نور کا جلوا نظر آیا

نظر آیا اترتا چار نورانی فرشتوں کا
اور ان کو دیکھتے ہی بھاگنا ان بدسرشتوں کا
گرا کر قاتلوں کو بھاگ اٹھے رہوار شیطانی
زمیں پر سر پٹکتے رہ گئے غول بیابانی
جواں نے اب تعاقب کر کے مارا ان لعینوں کو
نہ شیطاں دے سکا کوئی سہارا ان لعینوں کو
یہ صورت دیکھ کر مردہ معمر ہو گیا حیراں
یقیں آیا کہ ہے یہ ہاشمی لڑکا بہت ذیشاں
اٹھا تو راستے میں اب نہ کوئی اژدھا دیکھا
وہاں پہنچا تو پانچوں قاتلوں کا سر کٹا دیکھا
پڑے تھے پانچ لاشے ایک اک سے دور سب تنہا
کھڑا تھا اک جگہ فرزند عبدالمطلب تنہا
غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر آیا
یہ سارا ماجرا اس کے پدر کو جا کے بتلایا
پھر اپنی نیک دختر بیاہ دی اس شیر صولت سے
خوشی اس بیاہ کی سب نے منائی شان و شوکت سے
بہم دولہا دلہن تھے صورت و سیرت میں لاثانی
قسم کھاتی تھی ان کا نام لے کر پاک دامانی
وہ نور لم یزل جس کی ضیا تھی روئے انور میں
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیر مادر میں

سردار عبداللہ کا انتقال

گئے پھر کچھ دنوں کے بعد سوئے شام عبداللہ
وہاں سے پلٹے آتے تھے کہ آئی موت بھی ناگاہ
جوانی میں ہوا یثرب کے اندر انتقال ان کا
رہا اب آمنہ کے واسطے رنج و ملال ان کا
لیے بیٹھے تھیں اب گھر میں امانت اپنے شوہر کی
کہ تھی بطن صدف میں روشنی اک پاک گوہر کی

اصحاب فیل کا بیان

ہوئی شیطان کو اس مرتبہ بھی سخت ناکامی
تو قبضے میں کیا اک شخص اس نے ابرہہ نامی
یہ حاکم تھا یمن کا اور حبش کی فوج کا افسر
تھا اس کے پاس خونی ہاتھیوں کا ایک بڑا لشکر
یمن میں ڈالی تھی بنیاد اس نے اک کلیسا کی
دیا تھا حکم پوجا ہو یہاں تصویر عیسیٰ کی
مگر آئے نہ اس ڈھب پر بتوں کے پوجنے والے
اگرچہ ابرہہ نے ملک پر ڈورے بہت ڈالے
اگرچہ نام حق سے سربسر یہ لوگ عاری تھی
بتان کعبہ کے اہل عرب لیکن پجاری تھے
کوئی رونق نہ پائی جب یمن والے کلیسا نے
کسی کا دل نہ کھینچا الفت تصویر عیسیٰ نے
درتثلیث پر گردن جھکائی جب نہ انساں نے
تو یہ پٹی پڑھائی ابرہہ کو نفس شیطاں نے
کہ مکے میں جو کعبہ ہے اسے جب تک نہ ڈھاؤ گے
اٹھا کر سنگ اسود کو یہاں جب تک نہ لاؤ گے
وہاں جب تک براہیمی عبادت گاہ باقی ہے
عرب والوں میں رسم حج بیت اللہ باقی ہے

تمہارے اس کلیسا کی طرف کوئی نہ آئے گا
تمہارا دین دنیا میں کبھی رونق نہ پائے گا
خدا کے خانہ وحدت کو ڈھا دینا ہی لازم ہے
نشان حق زمانے سے مٹا دینا ہی لازم ہے
پڑا اس خوے بد پر وار شیطاں کا بڑا کاری
کہ فوراً ابرہہ اشرم نے کی حملے کی تیاری
ہوا تیار خونی ہاتھیوں کا اک بڑا لشکر
چلا مکے کی جانب ابرہہ اس فوج کو لے کر
تھا آگے آگے اک فیل سفید اس کی سواری میں
اکڑ کر ابرہہ بیٹھا تھا اک زریں عماری میں
رواں تھیں پیچھے پیچھے ہاتھیوں کی جنگجو فوجیں
سمندر کی اندھیری رات میں طوفان کی موجیں
یہ لشکر جا رہا تھا کعبہ اللہ کے گرانے کو
زمیں سے نام حق کا مرکزی نقطہ مٹانے کو
یمن سے مکہ تک آبادیاں جو راہ میں آئیں
وہاں اس فوج نے بربادیاں ہر سمت پھیلائیں
کبھی دیکھے نہ تھے ہاتھی عرب کے رہنے والوں نے
اثر ان پر کیا شمشیر و خنجر نے نہ بھالوں نے

مشرکین مکہ کا فر

یہ خبریں اہل مکہ نے سنیں اور سخت گھبرائے
دلوں پر وسوسے شیطان نے فی الفور پھیلائے
اگرچہ بت پرستی کی نہیں رکھی تھی حد کوئی
ہبل اور لات و عزیٰ نے نہ کی ان کی مدد کوئی
قریش ان ہاتھیوں سے خوف کھا کر دفعتاً بھاگے
پہاڑوں میں چھپے جا کر کوئی پیچھے کوئی آگے
یہ سب خوف و خطر تھا بت پرستی ہی کا خمیازہ
کہ برہم ہو چکا تھا ان کی یک جہتی کا شیرازہ
دلائی ان کو عبدالمطلب نے گو بہت غیرت
نہ دکھلائی مگر نسل قریش نے کوئی جرات
تھے عبدالمطلب یا بیٹے پوتے ان کے دس بارا
یہی باقی تھے باقی شہر خالی ہو گیا سارا
سپہ اولاد تھی والد سپہ سالار مکہ تھا
یہی کعبے کا خادم تھا' یہی سردار مکہ تھا

سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو

سحر کے وقت اک بدو یہ مکے میں خبر لایا
کہ لشکر فیل والوں نے حرم کی حد پہ ٹھہرایا
چراگاہوں میں خاک اڑنے لگی ہے ظلم کے مارے
پکڑ کر اونٹ عبدالمطلب کے لے گئے سارے
ہوئے تیار عبدالمطلب بھی یہ خبر سن کر
تن تنہا چلے گھوڑے پہ چڑھ کر جانب لشکر
وہاں پہنچے تو ان کو ابرہہ نے دور سے دیکھا
کہ اک مرد معمر آ رہا ہے بے دھڑک تنہا
نشاں چہرے سے ظاہر ہیں بزرگی کے امارت کے
شرافت کے نجابت کے تقدس کے طہارت کے
وہ ان کی پیشوائی کے لیے باہر نکل آیا
بڑی عزت سے اپنی بارگہ میں لا کے بٹھلایا
کہا فرمائیے کیا نام ہے کیا کام ہے صاحب؟
بیاں کیجئے یہاں آنے کا اپنے مقصد و مطلب
کہا اہل عرب کہتے ہیں عبدالمطلب مجھ کو
نہیں ہے آپ سے کوئی غرض کوئی طلب مجھ کو
ہنکا لائے ہیں میرے اونٹ جا کر آپ کے چاکر
میں آیا ہوں کہ لے جاؤں یہاں سے اونٹ لوٹا کر

سنی یہ بات تو حیران ہو کر ابرہہ بولا
کہ شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولا
یہ ظاہر ہے میں آیا ہوں یہاں کعبہ گرانے کو
تمہارے جد امجد کی عبادت گاہ ڈھانے کو
تعجب ہے کہ اک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبے کی فکر اونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو
تمہیں لازم تھا عزت کے مطابق گفتگو کرتے
خدا کا گھر بچانے کے لیے کچھ آرزو کرتے
یہ طعنہ سن کے عبدالمطلب بولے متانت سے
کہ ناواقف ہو تم قوم عرب کے کیش و ملت سے
صداقت ہے یہی میں اپنی شے کا ذکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اونٹ اس لیے میں فکر کرتا ہوں
کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
کہ جو اس گھر کا ملک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے
یہ سن کر ابرہہ چپ ہو گیا سب اونٹ دلوائے
یہاں سے اٹھ کے عبدالمطلب چپ چاپ گھر آئے

اصحاب فیل کے حملے کی صبح

بالآخر نور نے اس رات کے آثار بھی میٹے
ہوئے تیار عبدالمطلب اور ان کے سب بیٹے
دعا مانگی جناب آمنہ کو پاس بٹھلا کر
کہ اے کعبے کے مالک نصرت غیبی مہیا کر
یہ عالی شان بچہ جو ابھی ہے بطن مادر میں
بشارت تھی کہ اس کا نور چمکے گا ترے گھر میں
اسی کے واسطے سے ہم دعا کرتے ہیں اے مالک
سوا تیرے کسی سے ہم نہیں ڈرتے ہیں اے مالک
بچالے یورش دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو
بچالے آل اسماعیل کے سامان عزت کو
دعائیں مانگ کر اٹھے فراز کوہ پر آئے
یہاں سے فوج دشمن کے انہیں نقشے نظر آئے
غبار اٹھتا نظر آیا حرم کے اک کنارے سے
فلک کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اس نظارے سے
چڑھی آتی تھی کعبے پر گھٹائیں ظلمت کی صحرا سے
ستارے ڈر کے مارے ہو گئے روپوش دنیا سے
سحر نے بستر مشرق سے لی جب اٹھ کے انگڑائی
افق پر کالے کالے ہاتھیوں کی چھاؤنی چھائی

ہنسا شیطاں کہ بر آنے لگی اس کی امید آخر
بڑھایا ابرہہ نے فوج سے فیل سفید آخر
قطاریں ہاتھیوں کی پیچھے پیچھے بڑھتی آتی تھیں
بروئے کعبہ یہ کالی گھٹائیں چڑھتی آتی تھیں
کہیں آنکس کہیں تیغے کہیں برچھے چمکتے تھے
مہاوت ہاتھیوں کو ریلتے تھے کفر بکتے تھے
حرم کی حد میں یوں جب چیرہ دستی کا سماں دیکھا
زمیں نے خوف سے تھرا کے سوئے آسماں دیکھا

ہاتھی سجدے میں

اٹھائی تیغ اب غصے میں عبدالمطلب اٹھے
فدائے کعبہ ہو جانے کو باغیظ و غضب اٹھے
مگر اٹھتے ہی ان کو اور ہی نقشا نظر آیا
جلال رب کعبہ کا عجب جلوہ نظر آیا
حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رک گیا ہاتھی
پئے تعظیم کعبہ عاجزی سے جھک گیا ہاتھی
گرا سجدے میں سر ایسا کہ پھر اوپر نہیں اٹھا
ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اٹھا
یکایک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب
حرم کی سر زمیں پر بڑھنے والی موج کی جانب
نظر آیا قطاراں در قطاراں رک گئے ہیں سب
بروئے کعبہ سجدے کر رہے ہیں جھک گئے ہیں سب
تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس
مہاوت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس
پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش ہی نہیں کرتے
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطاں سے نہیں ڈرتے

اصحاب فیل کا حشر

نکالی ابرہہ نے تیغ ہاتھی سے اتر آیا
مخاطب کر کے اپنی فوج کو کم بخت چلایا
کہ بزدل ہاتھیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھیں فوجیں
بہا دیں آج کعبے کو اٹھیں لہریں، چڑھیں موجیں
یہ کہتا تھا کہ چھائی آسماں پر ایک بدلی سی
فضا میں روشنی مہر کر دی جس نے گدلی سی
بلندی پر سے عبدالمطلب حیرت سے تکتے تھے
کہ وہ خطہ جہاں یہ لوگ ایسا کفر بکتے تھے
وہاں زیر فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں
خدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں
یہ ننھی منی چڑیاں ابابیلوں تھیں، کا لشکر تھا
ذرا سی چونچ میں نازک سے ہر پنجے میں کنکر تھا
نہ کی جب ابرہہ نے اک ذرا بھی حرمت کعبہ
ابابیلوں نے کی آ کر یکایک نصرت کعبہ
بلندی سے ابابیلوں نے پھینکے اس طرح کنکر
کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی یہ فوج بد اختر
وہ ظالم ابرہہ اور اس کے ساتھی ایک ساعت میں
پڑے تھے سب کے سب دھنکی ہوئی روئی کی صورت میں

وہ فوجیں اور وہ ہاتھی اور ان کے ہانکنے والے
خدا کے قہر نے اک آن میں پامال کر ڈالے
یہ زندہ معجزہ دکھلا دیا اس مہر انور نے
چھپا رکھا تھا جس کو عصمت داماں مادر نے
یہ پوتا واسطے سے جس کے دادا نے دعا مانگی
وہ جس کے نام سے نادیدہ تائید خدا مانگی
وہ بچہ آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا تھا
وہ نور اب چند ہی دن میں ہویدا ہونے والا تھا
جہاں کے واسطے امن و اماں کے دور باقی تھے
وہ دن آنے کو تھا بس دو مہینے اور باقی تھے

ولادت باسعادت

طلسم کن سے قائم بزم ہست و بود ہو جاتا
اشارے ہی سے موجودات کا موجود ہو جاتا
عناصر کا شعور زندگی سے بہرہ ور ہوتا
لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہوتا
یہ کیا تھا' کس لیۓ کس کے لیے تھا' مدعا کیا تھا؟
یونہی تھا یا کوئی مقصد تھا' آخر ماجرا کیا تھا؟
وہ جلوہ جو چھپا بیٹھا تھا اپنے راز پنہاں میں
در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازار امکاں میں
یہ کس کی جستجو میں مہر عالمتاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی!
کروڑوں رنگتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں
پیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں
یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامال خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر
یہ ساری کاہشیں تھیں ایک صبح عید کی خاطر
مشیت تھی کہ یہ سب کچھ نہ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذر شہ لولاک ہونا تھا
خلیل اللہ نے جس کے لیے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدہ یعقوب میں ایا
جسے یوسف نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا
کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضو فشانی سے
وہ جس کی آرزو بھڑکی جواب لن ترانی سے
وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہ سلیماں نے گدائی کی
دل یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
مرادیں بھر کے دامن میں مناجات زبور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات نور آئی
نظر آئی بالآخر معنی انجیل کی صورت
ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت
اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا

ہوا بہر بصیرت کحل مازاغ البصر پیدا
ربیع الاول امیدوں کی دنیا ساتھ لے آیا
دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
ارادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی
مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
جو قسمت کے لیے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی
نئے سر سے فلک نے آج بخت نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگ بہار آیا
ادھر سطح فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
ادھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے سنورتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے!
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا
ہوئی باران رحمت ہر شجر کا رنگ رخ نکھرا
ہوائیں پے بہ پے اک سرمدی پیغام لاتی تھیں
کوئی مژدہ تھا جو ہر گوش گل میں کہہ سناتی تھیں
گلے پھولوں سے ملتے جا رہے تھے پھول گلشن میں
گلے مل مل کے کھلتے جا رہے تھے پھول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشن صبح عید کا سامان ہوتا تھا
فقط شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

نظر آئیں جو محکم فطرت کامل کی بنیادیں
گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوان کسریٰ کے

سر فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

بجائی آج اسرافیل نے پر کیف شہنائی
ہوئی فوج ملائک جمع زیر چرخ مینائی!

ندا آئی دریچے کھول دو ایوان قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے

یکایک ہو گئی ساری فضا تمثال آئینہ
نظر آیا معلق عرش تک اک نور کا زینہ

خدا کی شان رحمت کے فرشتے صف بصف اترے
پرے باندھے ہوئے سب دین و دنیا کے شرف اترے

سحاب نور آ کر چھا گیا مکے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہوا عرش معلی سے نزول رحمت باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چاردیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنان خطہ ہستی

ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجڑی ہوئی بستی
مبارکباد ہے ان کے لیے جو ظلم سہتے ہیں
کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں
مبارکباد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو
اثر بخشا گیا نالوں کو فریادوں کو آہوں کو
ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مبارک ہو
مبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو
مبارک دشت غربت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو
خبر جا کر سنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو
زبردستی کی جرات اب نہ ہو گی خود پرستوں کو
معین وقت آیا زور باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دور راحت و آرام آ پہنچا
نجات دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لے آئے
جناب رحمۃ للعلمین تشریف لے آئے
بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی
ندا ہاتف کی گونج اٹھی زمینوں آسمانوں میں
خموشی دب گئی اللہ اکبر کی اذانوں میں

حریم قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گونجی
مبارکباد بن کر شادیانوں کی صدا گونجی
بہر سو نغمہ صل علیٰ گونجا فضاؤں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں
فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

سلام

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی' سلام اے نور یزدانی
ترانقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی!
سلام اے سر وحدت اے سراج بزم ایمانی
زہے یہ عزت افزائی' زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
تری صورت' تری سیرت' ترانقشا' ترا جلوہ
تبسم' گفتگو بندہ نوازی' خندہ پیشانی!
اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فر کسرائی و خاقانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پر تو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی

حفیظ بے نوا کیا ہے گدائے کوچہ الفت!
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو مرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلامٔ اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلامٔ اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

آنحضرت کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے

تھے عبدالمطلب کے بیٹے پوتے اور دس بارا
پھلا پھولا نظر آتا تھا اپنا خاندان سارا
اگرچہ بولہبؔ عباسؔ حمزہ اور ابوطالب
سبھی زندہ تھے عبداللہ کا غم تھا مگر غالب
جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب دیکھا تھا
درخت نسل ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا
کہ اس کے سائے میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے
مکان و لامکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے
وہ عبداللہ کو اس خواب کی تعبیر سمجھے تھے
اسی رخ کو کتاب نور کی تفسیر سمجھے تھے
جوانی ہی میں لیکن ہو گیا جب انتقال ان کا
رہا بوڑھے پدر کے قلب میں رنج و ملال ان کا
جوانا مرگی فرزند سے ناشاد رہتے تھے
بچاری حاملہ بیوہ بہو کا رنج سہتے تھے
طواف کعبہ کرنا صبح کا معمول تھا ان کا
دعا بن کر ہوا کرتا تھا ظاہر مدعا ان کا
دعا یہ تھی کہ یا رب نعمت موعود مل جائے
بنو ہاشم کا مرجھایا ہوا گلزار کھل جائے

یونہی اک روز معمولاً طواف کعبہ کرتے تھے
فلک کو دیکھتے تھے اور آہ سرد بھرتے تھے
اچانک صبح کی پہلی کرن ہنستی ہوئی آئی
مبارک باد کہہ کر یہ خبر دادا کو پہنچائی
کہ رحمت نے تری سوکھی ہوئی ڈالی ہری کر دی
تری بیوہ بہو کی گود اپنے نور سے بھر دی
ملا ہے آمنہ کو فضل باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحر ہستی میں کوئی دریتیم ایسا

کعبہ مقصود عالم کا طواف کعبہ

اٹھا سردار مکہ یہ نوید جاں فزا سن کر
ادائے شکر کر کے جلد پہنچا آمنہ کے گھر
جناب آمنہ تھیں شوہر مرحوم کے گھر میں
مجسم سورۃ والشمس کی تفسیر تھی بر میں
نظر آتی تھی آج اس گھر میں آبادی ہی آبادی
انگوٹھا چوستا تھا اس جگہ انسان کا ہادی
حسیں آنکھیں کہ جن سے کلفتیں معدوم ہوتی تھیں
فلک کو کچھ سبق دیتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں
اٹھایا گود میں دادا نے عالی قدر پوتے کو
دکھانے لے چلا حق کا مقام صدر پوتے کو
شجر رستے میں استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
حجر قدموں کے آگے بچھ گئے تسلیم کی خاطر
نظر میں آج دنیا کچھ نئی معلوم ہوتی تھی
بہ ہر سو زندگی ہی زندگی معلوم ہوتی تھی
طواف کعبہ کرنے جا رہا تھا قبلہ عالم
کہ جس کی ذات سے حق کی بنائیں ہو گئیں محکم
وہی کعبہ جو ابراہیم کے ایمان کا گھر تھا
جو انسانوں کے ہاتھوں ہر بت بے جان کا گھر تھا

بلائیں لے رہا تھا آج گویا گرد پھر پھر کر
ھواللہ احد کہتے تھے بت سجدے میں گر گر کر
یہاں سے ہو کے عبدالمطلب فی الفور گھر پلٹے
خدا سے خیر و برکت کی دعائیں مانگ کر پلٹے
امانت آمنہ کی آمنہ کے بر میں پہنچا دی
غلاموں لونڈیوں نے اس خوشی میں پائی آزادی
بشارت کے مطابق آمنہ نے نام بتلایا
فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمد ہے ترا جایا
کہا دادا نے اے بیٹی مرا پوتا محمد ہے
کہ دنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ اور امجد ہے

حلیمہ سعدیہ کی غریبی

شریفان عرب کا قاعدہ تھا اس زمانے میں
کہ بچے ان کے پلتے تھے کسی بدوی گھرانے میں
اسی مقصد سے بدوی عورتیں ہر سال آتی تھیں
بڑے شہروں سے نوزائیدہ بچے لے کے جاتی تھیں
پلا کر دودھ اپنا پالتی تھیں تو نہالوں کو
عوض دولت میں دینا پڑتا تھا اولاد والوں کو
جو بچے اس طرح سے کاٹتے تھے دن رضاعت کے
بڑے ہو کر نظر آتے تھے وہ پتلے شجاعت کے
یہ بچے سختیوں کو کھیل بچوں کا سمجھتے تھے
یہ تلواروں کی جھنکاروں کو ایک نغمہ سمجھتے تھے
چنانچہ شہر میں امسال بھی کچھ عورتیں آئیں
بیابانوں سے اپنے ساتھ نہریں دودھ کی لائیں
قریشی نسل کے اطفال کی ہر دل میں خواہش تھی
امیروں کا کوئی بچہ ملے یہ سخت کاہش تھی
یہ دایہ عورتیں تھیں سعد کے بدوی قبیلے کی
انہیں میں تھی حلیمہ سعدیہ اور اس کا شوہر بھی
حلیمہ قافلے بھر میں غریب اور سب سے کمتر تھی
پھر اس کی اونٹنی بھی دبلی پتلی اور لاغر تھی

بچاری قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی آتی تھی
حلیمہ چپ تھی بچہ ساتھ تھا اور خشک چھاتی تھی
گھروں میں مقدرت والوں کے پہنچیں عورتیں ساری
حلیمہ رہ گئی ڈیرے پہ بیٹھی شرم کی ماری
وہ زرداروں کے بچے لے کے واپس لوٹ بھی آئیں
حلیمہ سعدیہ نے دو کھجوریں بھی نہیں پائیں
بال آخر قافلے کی واپسی کا روز آپہنچا
بچاری کے لیے اک ناوک دلدوز آپہنچا
شکستہ خاطری سے اب دل مایوس بھر آیا
مرادیں سب نے پائیں ہائے میں نے کچھ نہیں پایا!
اٹھی اس سوچ میں جا کر طواف کعبہ کر آؤں
وہاں سے آ کے سوچوں گی کہ ٹھہروں یا چلی جاؤں
مری قسمت بھلی ہوتی تو کوئی طفل مل جاتا
غریبی ہی میں اس کو پال لیتی مجھ سے ہل جاتا
بلا سے دودھ کم ہے تو بھی وہ مجھ کو خوشی دیتا
مرا بچہ بچارا اونٹنی کا دودھ پی لیتا!
یہ باتیں سوچتی تھی دل ہی دل میں روتی جاتی تھی
کوئی بچہ نظر آئے تو بیکل ہوتی جاتی تھی
اچانک اس کو عبدالمطلب نے دور سے دیکھا
حلیمہ کو بلایا رنج و غم کا ماجرا پوچھا
کہا میں سعدیہ عورت ہوں یعنی بدویہ دایا

حلیمہ نام ہے میں نے کوئی بچہ نہیں پایا
قبیلے والیاں لائی ہیں کیسے پھول سے لڑکے
رہی جاتی ہوں میں اور قافلے کا کوچ ہے تڑکے
ہنسے یہ سن کے عبدالمطلب اور ہنس کے فرمایا
کہ ہاں اے نیک بی بی! اے حلیمہ سعدیہ دایا
حلیمی اور سعادت خوبیاں دو پاس ہیں تیرے
انہی دونوں کے باعث کام سارے راس ہیں تیرے
مرے پاس ایک بچہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ
مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اس کا تابندہ
تمہارے ساتھ والی عورتیں بھی گھر میں آئی تھیں
زر و انعام پانے کی امیدیں ساتھ لائی تھیں
یتیم اور بے سرو سامان بچہ تو اگر چاہے
اسے لے جا اگر بدلہ نہ چاہے اور نہ زر چاہے
یہ کہہ کر ایک ہلکا سا تبسم آ گیا لب پر
یہ معنی تھے مرا بچہ ہے بالا مال و جاں سب پر
حلیمہ نے کہا دریافت کر لوں اپنے شوہر سے
مبادا وہ خفا ہو اور میری جان پر بر سے
یہ کہہ کر جلد جلد آئی حلیمہ اپنے ڈیرے پر
کہا قسمت سے بچہ مل گیا ہے مجھ کو اے شوہر!
مگر اس کا پدر زندہ نہیں کہہ دو تو لے آؤں
یہاں سے قافلے کے ساتھ خالی گود کیا جاؤں

ہماری ساتھنیں بچوں کی دولت لے کے جائیں گی
ہنسیں گی مجھ پہ طعنے دیں گی سو باتیں بنائیں گی
کہا شوہر نے ہاں لے آؤ شاید کچھ بھلائی ہو
ہماری بہتری اس طفل کی صورت میں آئی ہو
اگرچہ اونٹنی کا اور تمہارا دودھ بھی کم ہے
مگر مالک کی رحمت پر بھروسہ ہے تو کیا غم ہے

آنحضرت کے بچپن کی برکات

حلیمہ جلد عبدالمطلب کے پاس لوٹ آئی
وہ اس کو لے کے گھر پہنچے کتاب نور دکھلائی
جو دیکھا آمنہ کو آمنہ کے لال کو اس نے
خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ و مال کو اس نے
یہی وہ ماں تھی جس سے مادر گیتی کی عزت تھی
یہی بچہ تھا جس سے خالق ہستی کی عظمت تھی
حلیمہ نے اٹھایا آ کے بچہ دست الفت پر
برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر
کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی اس کو
جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مل گئی اس کو
چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر
مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر
پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہو گئی حیراں
کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہر بے پایاں
یہ برکت روز اول ہی سے دیکھی جب حلیمہ نے
ہوئی حیرانؔ اندیشے مٹائے سب حلیمہ نے
کیا سیراب اپنے دودھ سے اپنے پسر کو بھی
سلا کر دونوں بچوں کو خوشی سے خود بھی جا سوئی

یتیم مکہ صحرائی گھر کی طرف

بڑھائے اپنے اونٹ سب نے نور کے تڑکے
کجاووں پر تھیں دایہ عورتیں اور ساتھ کے لڑکے
اٹھا شوہر حلیمہ کا اور اپنی اونٹنی لایا
حلیمہ اور دونوں بچوں کو اک ساتھ بٹھلایا
چلا خود آپ پیدل اونٹنی دبلی تھی بیچاری
کسی صورت نہ ہو سکتی تھی اس پر سب کی اسواری
جب آئے تھے تو پیچھے تھک کے رہ جاتی تھی منزل سے
وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی تھی مشکل سے
مگر آج اس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری
یکایک ہمرہوں کے پاس سے جس دم گزرتی تھی
تو ہر عورت تعجب کا وہیں اظہار کرتی تھی
وہی پہلی ہے تیری اونٹنی یا اور ہے کوئی
نہیں پہلی کہاں! ایماں سے کہنا اور ہے کوئی!
حلیمہ کہتی تھی ہاں ہاں وہی تو ہے وہی تو ہے
یہ سر یہ ناک ہے یہ تھوتھنی ہر شے وہی تو ہے
یہ سن کر عورتیں بیچاریاں حیران ہوتی تھیں
نگاہیں گرد پھر پھر کر بلا گردان ہوتی تھیں

حلیمہ کی سواری اس قدر جب تازہ دم دیکھی
سوار اس اونٹنی پر ہو گیا اب اس کا شوہر بھی
مگر یہ ہو گئی تھی تیز رو اور برق دم ایسی
کہ سارے قافلے سے پہلے منزل پر پہنچتی تھی

بیابان پر ابر رحمت کا سایہ

بچاری اونٹنی کا دودھ کم کیا تھا بہت کم تھا
مگر اس مرتبہ منزل پہ آکر جب اسے دوہا
تو اتنا دودھ نکلا جو زیادہ تھا ضرورت سے
لگے منہ دیکھنے اک دوسرے کا دونوں حیرت سے
کہا شوہر نے اے بی بی یہ اس بچے کی برکت ہے
اسی کا صدقہ ہے ورنہ ہماری کیا لیاقت ہے
حلیمہ نے کہا واللہ میں بھی ہوں بہت حیراں
نظر آتا ہے مجھ کو ہاشمی لڑکا بہت ذی شاں
مسرت ہوتی ہے جب اس کا چہرہ دیکھتی ہوں میں
کہ اس پور طور کے پھولوں کا سہرا دیکھتی ہوں میں
غرض اس شان سے مائی حلیمہ اپنے گھر آئی
متاع دنیوی و اخروی آغوش میں لائی!
یہاں پر قحط تھا ہر سُو نہ دانہ تھا نہ چارا تھا
کہ اب تک مینہ نہ برسا تھا یہاں جس کا سہارا تھا
مویشی مر رہے تھے لوگ فاقے کر رہے تھے سب
بتوں سے اپنے اپنے دیوتا سے ڈر رہے تھے سب
حلیمہ کی زمیں کا حال سب لوگوں سے بد تر تھا
نکمی تھی زمیں اس کا زیادہ حصہ بنجر تھا

وہ لے آئی تھی لیکن گھر میں اس سامان رحمت کو
چرائی کے لیے ہر صبح اس کی بکریاں جاتیں
خدا کے فضل سے سب سیر ہو کر پیٹ بھر آتیں
حلیمہ اور کنبہ بکریوں کے دودھ پر جیتے
پلاتے دودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے
قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابر رحمت سے
یتیمی کے سبب انکار تھا جس کی رضاعت سے
سبھی حیران تھے لیکن انہیں اس کی خبر کیا تھی
کہ رحمت کی نظر مفلس حلیمہ ہی کی جویا تھی
رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامان رحمت ڈھونڈنے والے
حلیمہ کا گھرانا خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر
یہ بچہ ایک دامن تھا یتیمی پر غریبی پر
تھا اک سادہ سے گھر میں دولت کونین کا وارث
رضاعی ماں حلیمہ تھی رضاعی باپ تھا حارث
رضاعی بہنیں شیمہ اور انیسہ بس یہی دو تھیں
عفیفہ تھیں محبت کرنے والی تھیں دعا گو تھیں
رضاعی بھائی دو تھے جن میں عبداللہ ہمسن تھا
یہ سب نگراں تھے جب اللہ کا محبوب کمسن تھا

رضاعت سے بعثت تک کا بیان

نجات دو جہاں تھی جس کے دامان کریمی میں
وہ بچہ پل رہا تھا آج آغوش یتیمی میں
وہ بچہ ہاں وہ بچہ جو سبق آموز دنیا تھا
گل تقدیس تھا لیکن نظر افروز صحرا تھا
تمنا تھی حفیظ اے کاش عمر نوح مل جاتی
مرے قالب کو اک جبریل کی سی روح مل جاتی
بیاں کرتا میں حال نونہال گلشن خوبی
دکھاتا قدرت حق کا کمال شان محبوبی
وہ بچپن کا زمانہ کس طرح گزرا بیاں کرتا
حقیقت کا فسانہ پردے پردے میں عیاں کرتا
بیاں کرتا حلیمہ دودھ کیسا' جان دیتی تھی
بیاں کرتا انیسہ گود میں کس طرح لیتی تھی
بیاں کرتا کہ شیما لوریاں دیتی تھی کیا کہہ کر
جسے ھذا اخ لی کا خیال آتا تھا رہ رہ کر
بیاں کرتا کہ سورج شرق پر کیوں جگمگاتا تھا
بیاں کرتا زمیں پر چاند کیوں چادر بچھاتا تھا
بیاں کرتا ستارے رات بھر کیوں رقص کرتے تھے
بیاں کرتا کہ صبح و شام کیوں یہ رنگ بھرتے تھے

بیاں کرتا کہ فطرت خود بخود کس طرح پلتی ہے
اندھیرے سے تجلی کی سحر کیونکر نکلتی ہے
بیاں کرتا ہے شق صدر کی اصلی حقیقت کیا
ہوا کیوں چاک سینہ اور تھی اس کی ضرورت کیا؟
بیاں کرتا کہ آنحضرت کا بچپن کس طرح گزرا
لڑکپن کے چمن سے سرو گلشن کس طرح گزرا
بیاں لازم تھا صحرائی وطن سے گھر میں آنے کا
محمد کے دو بارا دامن مادر میں آنے کا
مدینے کے سفر میں ماں کی ہمراہی بیاں کرتا
پدر کے مدفن راحت سے آگاہی بیاں کرتا
بیاں کرتا وفات آمنہ کا حال حسرت زا
بیاں کرتا مقدس ہو گیا کیوں خطہ ابوا
بیاں کرتا کہ جب اٹھتا ہے سر سے سایہ مادر
یتیم اس وقت آنسو پونچھتے ہیں منہ سے کیا کہہ کر
بیاں کرتا کہ جب غربت میں یہ صدمہ گزرتا ہے
تو شش سالہ یتیم اس وقت کیسا صبر کرتا ہے
بیاں کرتا کہ پھر مکے میں آئے حضرت والا
بیاں کرتا کہ عبدالمطلب نے کتنے دن پالا
وہ عبدالمطلب کا سایہ شفقت بھی اٹھ جاتا
وہ اس نور حقیقی کا ابو طالب کے گھر آتا
چچا کا پرورش کرنا بھتیجے کا بڑے ہونا

وہ کرنا کام کاج اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونا
وہ سن دس سال کا دن بکریوں کی گلہ بانی کے
لڑکپن سادگی کا پیش خیمے نوجوانی کے
یہ گلہ بانی اقوام کی تمہید تھی گویا
سلف کے بادیان قوم کی تائید تھی گویا
چچا کے ساتھ ارض شام کا لمبا سفر کرنا
یہودی اور مسیحی راہبوں کے دل میں گھر کرنا
نرالی تھی متانت جس طرح اس کے لڑکپن کی
نرالی تھی جوانی بھی جوان پاک دامن کی
شرافت ہو جہاں حسن ازل کا دائمی گہنا
سکھاتا ہے وہی پاکیزہ رہنا خوش چلن رہنا
الگ رہنا وہ رسم رزم و بزم جاہلیت سے
وہ نفرت شرک سے اور مشرکوں کے ساتھ شرکت سے
وہ عہد تام مظلوموں کی امدادو اعانت کا
وہ آوازہ صداقت کا دیانت کا امانت کا
وہ خوش خلقی وہ دانائی وہ شان نیک کرداری
صداقت کی تجارت پختگی وہ راست گفتاری
یہ سب کچھ میں بیان کرتا نہایت لطف لے لے کر
تواریخی و قرآنی حوالے ساتھ دے دے کر
بیاں کرتا خدیجہ کی شرافت کی نجابت کو
وہ جس کا مال لے کر آپ نکلے تھے تجارت کو

بیاں کرتا کہ آیا کس طرح پیغام شادی کا
سبق دیتا جہان شوق کو عالی نہادی کا
بیاں کرتا کہ یہ شادی بشر کی خوش نصیبی تھی
محمد پاک شوہر تھا خدیجہ پاک بی بی تھی
بیاں کرتا کہ گزری ازدواجی زندگی کیسی
نظر والوں کو ملتی روح کی تابندگی کیسی
محبت ہی سے تہذیب و تمدن کی ہیں بنیادیں
بیاں کرتا کہ دیں اللہ نے کیسی پاک اولادیں
بیان کرتا کہ قاسم طیب و طاہر یہ تھے بیٹے
کہ بچپن ہی میں جو آرام سے تربت میں جا لیٹے
خدیجہ ہی سے حق نے آپ کو سب بیٹیاں بھی دیں
یہ زینب اور رقیہ ام کلثوم اور زہرا تھیں
بیاں کرتا محبت کس قدر تھی رشتہ داروں سے
عزیزوں دوستوں سے شہریوں سے اور یاروں سے
بیاں کرتا عرب میں عام تھا لطف و کرم اس کا
یتیموں اور بیواؤں کے دل میں تھا بھرم اس کا
بیاں کرتا کہ سارا ملک کہتا تھا امیں اس کو
چنا تھا رحمت باری نے ختم المرسلیں اس کو
قبائل کا بہم تعمیر کعبہ کے لیے آنا
وہ سب کا سنگ اسود کے اٹھانے پر بگڑ جانا
لہو سے ہاتھ بھرنا لڑنے مرنے کی قسم کھانا

گھٹاؤں کی طرح غصے کے طوفانوں کا ٹکرانا
وہ ہٹ وہ ضد وہ اپنوں کا سراسر غیر ہو جانا
مگر خیرالامین کا آ کے وجہ خیر ہو جانا
وہ چادر کا بچھانا اس پہ رکھنا سنگ اسود کا
یہ زندہ معجزہ قبل نبوت تھا محمد کا
وہ پتھر نصب کرنا آپ خود جھگڑے کا چک جانا
وہ ہر اک جنگجو کا آشتی کی سمت جھک جانا
یتیموں کی خبر لینا غلاموں کی مدد کرنا
طلب کرنے سے نفرت خود سوالی کو نہ رد کرنا
بیاں کرتا میں ساری حالتیں قبل نبوت کی
طبیعت کا وہ سوز و ساز و تسکین خلوت کی
غریبوں پر ترس کھانا خدا کے خوف سے ڈرنا
وہ چھپ چھپ کر حرا کے غار میں یاد خدا کرنا
وہ صبح نور کا نظارہ وہ جبریل کا آنا
ادب سے وہ نبوت کا لباس نور پہنانا
وہ اقراء کا سبق وہ ایک امی کا سبق پڑھنا
وہ ہمت کی بلندی اور ذوق و شوق کا بڑھنا
وہ کثرت کے مقابل ایک قوت لے کے آ جانا
وہ فرمان خدا یعنی نبوت لے کے آ جانا

مصنف کا اعتراف عجز

میں یہ سب کچھ بیاں کرتا مگر ہمت نہیں پڑتی
یہ نازک مرحلے ہیں اور مری جرات نہیں پڑتی
ادب اے خامہ گستاخ جھک جا سرنگوں ہو جا
تحیر خیز نظاروں میں عقل و ہوش کو کھو جا
بیاں کرتا بیاں کرتا یہ آخر گفتگو کیا ہے!
اگر کہہ دے کوئی تیرا بیاں کیا اور تو کیا ہے
مرا منہ اور سرکار محمد کی ثناخوانی
مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی
نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کشائی کا
دہن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے گدائی کا
میں حیثیت سوالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
متاع بے کمالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
نہ یارائے سخن سنجی نہ دعوائے زباں دانی
اگر کچھ پاس ہے تو بس عقیدت کی فراوانی
مگر ہاں مدعا ہے خدمت اسلام مدت سے
کہ میں نے بھی پئے ہیں چند قطرے جام وحدت سے
کروں سیرت نگاری یہ نہیں ہے حوصلہ میرا
حق و باطل کی آویزش ہے اصلی معرکہ میرا

رسول پاک کی سیرت سے واقف اک زمانہ ہے
مجھے بعثت کے بعد اب نقطہ اصلی پہ آتا ہے

مظلوم دنیا کی دعائیں

وہ مقصد جس کی خاطر آپ اس دنیا میں آئے تھے
وہ قرآں جس کو انسانوں کی خاطر آپ لائے تھے
وہ پیغام محبت وہ نجات اولاد آدم کی
زمین صدق پر رکھنا نئی بنیاد عالم کی
اب اس کا وقت آپہنچا تھا اب وہ کام ہونا تھا
زمیں تیار کرنا تخم حق کا بیج بونا تھا
اندھیرا چھا چکا تھا کفر کا دنیائے ہستی پر
زبردستی تسلط پا چکی تھی زیر دستی پر
الستی مے کشوں سے ہو چکا تھا مے کدہ خالی
کہ دنیا ہو گئی تھی بادہ غفلت کی متوالی
کوئی گوشہ نہ ملتا تھا جہاں مظلوم اماں پائیں
کوئی سنتا نہ تھا ان کی یہ بیچارے کہاں جائیں
کوئی شفقت نہ کرتا تھا یتیموں پر غلاموں پر
یہ مرجاتے تھے بھوکے اور وہ بک جاتے تھے داموں پر
ضعیفوں اور بیواؤں کو روٹی بھی نہ ملتی تھی
غضب ہے مزدوروں کو کھوٹی بھی نہ ملتی تھی
ستم سے تنگ آ کر خودکشی کر لی شریفوں نے
دعا کو دست رعشہ دار اٹھائے تھے ضعیفوں نے

اقراء

اٹھا غار حرا سے ابر رحمت شان حق لے کر
لب اقراء باسم ربک الذی خلق لے کر
سنایا آ کے اہل بیت کو مژدہ رسالت کا
انہیں ایمان پہلے ہی سے تھا حق و صداقت کا
کہا اس خالق ہستی کے جلوے پر رہو شیدا
اسی کا نام لینا چاہیے جس نے کیا پیدا
وہ جس نے گوشت کے اک لوتھڑے کو زندگی بخشی
بنائی شکل انساں اور ایسی برتری بخشی
ذریعے سے قلم کے جس نے دی تعلیم انساں کو
اسے وہ کچھ سکھایا جو نہ آسکتا تھا ناداں کو

خدیجہ اور علی ابن ابی طالب ہوئے مومن
ابھی شیر خدا دس سال کے بچے ہی تھے کمسن
جناب زید جو اک بندہ آزاد کردہ تھے
علی کے بعد وہ بھی دامن اسلام میں آئے

صدیق کا ایمان

ابوبکر آئے ان کو بھی یہی پیغام پہنچایا
خدا کے دین کی تلقین کی اسلام پہنچایا
کہا مجھ کو مرے رب نے نبوت دے کے بھیجا ہے
ہدایت دے کے بھیجا ہے شریعت دے کے بھیجا ہے
میں آیا ہوں کہ بندوں کو خدا کے در پہ لے جاؤں
نجات دنیوی و اخروی کی راہ دکھلاؤں
کہا بوبکر نے سرکار آمنا و صدقنا
مرے مالک مرے مختار آمنا وصدقنا
مرے ماں باپ آل اولاد قربان اس شریعت پر
محمد کے خدا پر اور محمد کی رسالت پر
یہ کہہ کر جھک گئے بوبکر چومے ہاتھ حضرت کے
ہوئے مشغول تبلیغ آپ بھی اب ساتھ حضرت کے
یہ وہ ایمان تھا جس کا خدا نے ذکر فرمایا
یہ وہ انسان تھا جس نے لقب صدیق کا پایا

السابقین الاولین

ابوبکر آج اس توحید حق کا جام لے آئے
کہ جس سے حضرت عثمان بھی اسلام لے آئے
زبیر و سعد و طلحہ عبد رحمن بو عبیدہ بھی
علی کے بھائی جعفر اور بیوی ان کی اسماء بھی
غرض ایمان لائے سب سے پہلے اپنے گھر والے
پھر آئے دوست اس حلقہ میں دل والے نظر والے
برس چالیس پورے اس نبی کو سب نے دیکھا تھا
مروت سے بھری پاکیزگی کو سب نے دیکھا تھا
یہ چند افراد سب سے پیشتر حق کے قریں آئے
در توحید پر السابقین الاولین آئے
مقدر تھی سعادت ان رضا کے بہرہ مندوں کو
خدا نے آپ خود ہی چن لیا تھا اپنے بندوں کو
یہ چھوٹی سی جماعت ذکر حق کرتی تھی چھپ چھپ کے
شہادت گاہ الفت میں قدم دھرتی تھی چھپ چھپ کے
انہیں معلوم تھا جس روز کھولا راز کا دامن
عرب ہو یا عجم سارا جہاں ہو جائے گا دشمن
مگر وہ روز جلد از جلد منہ دکھلانے والا تھا
کہ تبلیغ علانیہ کا فرماں آنے والا تھا

ملا ہو جس کو یہ فرماں کہ ہاں فاصدع بما تومر
خدا کے حکم کو پھر کھول کر کہتا نہ وہ کیونکر

پہاڑی کا وعظ اعلائے کلمۃ الحق

چڑھا کوہ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادی
نظر کے سامنے تھی پستی انسان کی آبادی
صدا دی اے قریش عورتو مردو ادھر آؤ!
یہ اپنے کام دھندے آج تہ کر دو ادھر آؤ!
مثال رعد ہادی کی صدا گونجی ہواؤں میں
زمیں سے آسماں تک غلغلہ اٹھا فضاؤں میں
یہ کڑکا سن کے خلقت گھر سے نکلی اس طرف آئی
بڑھی انبوہ در انبوہ دوڑی صف بصف آئی
اکٹھے ہو گئے آ کر جوان و پیر و مرد و زن
بنی آدم کا جنگل بن گیا یہ کوہ کا دامن
خطاب ان سے پیمبر نے کیا اللہ کے بندو
خلیل اللہ کے پوتو ذبیح اللہ کے فرزندو
کھڑا ہوں میں تمہارے سامنے ایسی بلندی پر
دو جانب مجھ پہ روشن ہے جہاں اچھا برا منظر
اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ اس کہسار کے پیچھے
پہاڑوں کی بلندی اور آہنی دیوار کے پیچھے
چھپی ہے رہزنوں کی فوج تم پروار کرنے کو
گھروں کے لوٹنے کو شہر کے مسمار کرنے کو

یہ کہہ دوں میں اگر تم سے تو کیا تم مان جاؤ گے
یقیں آجائے گا کیا مجھ پہ کوئی شک نہ لاؤ گے؟
کہا لوگوں نے ہاں سچا ہے تو یہ جانتے ہیں سب
تو بچپن ہی سے صادق ہے امیں ہے مانتے ہیں سب
بھلا اس قول پر کیسے یقیں ہم کو نہ آئے گا
بلاچوں و چرامانیں گے کوئی شک نہ لائے گا

یہ سن کر پھر بلند آواز سے سچا نبی بولا
اسی انداز سے قرآن ناطق نے دہن کھولا
کہ اے لوگوں مرا کہنا نہایت غور سے سن لو
میں کہتا ہوں کہ باز آجاؤ ظلم و جور سے سن لو
بہائم کی صفت چھوڑو ذرا انسان بن جاؤ
برے اعمال سے توبہ کرو شرماؤ شرماؤ
فواحش اور زناکاری مٹا دو نیک ہو جاؤ
خدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ
یغوث و لات و عزیٰ کچھ نہیں بے جان پتھر ہیں
جنہیں تم پوجتے ہو وہ تو خود تم سے بھی کمتر ہیں
وہی خالق وہی سچا خدا معبود ہے سب کا
وہی مطلوب ہے سب کا وہی مسجود ہے سب کا
بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
خدا کے دامن توحید میں آباد ہو جاؤ

پھنسا رکھا ہے شیطاں نے تمہیں باطل کے پھندے میں
نہ رکھا فرق تم نے کچھ خدا میں اور بندے میں
تمہارے واسطے میں دولت اسلام لایا ہوں
جو ابراہیم لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں
خدائے قادر و قہار پر ایمان لے آؤ
جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ
جہالت چھوڑ دو قرآن پر ایمان لے آؤ
بتوں کو توڑ دو رحمن پر ایمان لے آؤ
اگر ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے اے لوگو!
فلاح دنیوی و اخروی پاؤ گے اے لوگو!
نہ مانو گے تو بربادی کا بادل چھانے والا ہے
برا وقت آنے والا ہے، برا وقت آنے والا

مشرکین کا غیظ و غضب

خدا کا نام گویا قہر تھا بت خانہ دل پر
گرادی حق نے بجلی تودہ بارود باطل پر
غضب کی آندھیاں منڈلا گئیں لوگوں کی صورت پر
نگاہیں سرخ ہو کر چھا گئیں نور نبوت پر
غضب میں بھر گئے سارے قریش اس وعظ کو سن کر
کہ ان کے پتھروں کو کہہ دیا تھا آپ نے پتھر
جسے دیکھو اسی کے منہ میں کف تھی کفر بکتا تھا
خدا واحد ہے یہ گویا سمجھ میں آ نہ سکتا تھا
بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت جرم تھی گویا
ہوا وہ شور و شر برپا قیامت آ گئی گویا
انہیں تو حق سے نفرت تھی یہ باتیں کس طرح سنتے
کھٹکنے لگ گئے کانٹے جنہیں وہ پھول کیا چنتے

ابولہب بن عبدالمطلب کا کفر

مثال شعلہ اٹھا بولہبؔ چیخا دہن کھولا
خبردار! او بھتیجے اس سے آگے اور اگر بولا
ہمارے دیوتا ناراض ہو جائیں تو پھر کیا ہو!
تو اتنا ہی بتا دے مینہ نہ برسائیں تو پھر کیا ہوا
اہانت اک خدا کے نام سے اتنے خداؤں کی
مذمت سارے معبودوں کی دیوی دیوتاؤں کی
نبوت کیا ترے ہی واسطے تھی اس زمانے میں
نبوت کے لیے کیا تو ہی تھا میرے گھرانے میں
یہی باتیں سنانے کو ہمیں تو نے بلایا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ کیا تو نے سنایا ہے
تری باتوں پہ ہرگز کان دھر سکتا نہیں کوئی
کہ اس توہین کو برداشت کر سکتا نہیں کوئی
غرض ایسی ہی باتیں کر کے سب نے راہ لی گھر کی
پسند آئی نہ ان کو بات کوئی بھی پیمبر کی
مگر اس رحمت عالم کا دل توحید کا گھر تھا
نہ آ سکتی تھی مایوسی کہ یہ امید کا گھر تھا

بنو ہاشم میں تبلیغ، حضرت علی کا ایمان

کیا دولت کدے پر ایک دن سامان دعوت کا
بنی ہاشم کو یعنی اپنے کنبے کو بلا بھیجا
چچا تھے بولہب، عباسؓ، حمزہ اور ابوطالب
یہ عبدالمطلب کے جانشیں سرکردہ و غالب
اکٹھے ہو گئے سب بھائی بہنیں بیویاں بچے
کہ ان میں کچھ تو تھے ذی ہوش اور کچھ عمر کے کچے
کھلا کر سب کو کھانا رحمت عالم نے فرمایا
عزیزو میں تمہارے واسطے اک چیز ہوں لایا
وہ چیز اسلام پر ایمان ہے جو دین بیضا ہے
متاع بے بہا ہے اور کفیل دین و دنیا ہے
بتاؤ آپ میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے
بتاؤ کون اپنا ہاتھ میرے ہاتھ دیتا ہے
یہ سن کر منہ لگے اک دوسرے کا سب کے سب تکنے
ابولہب لعیں پھر چاہتا تھا اور کچھ بکنے
کہ طفل سیز وہ سالہ علی ابن ابی طالب
رہی جس کی صداقت مصلحت پر عمر بھر غالب
وہ اٹھا اور بولا میں اگرچہ عمر میں کم ہوں
مری آنکھوں میں ہے آشوب گویا چشم پرنم ہوں

بھری محفل میں لیکن آج یہ اعلان کرتا ہوں
کہ میں سچے نبی پر جان و دل قربان کرتا ہوں
میں اپنی زندگی بھر ساتھ دوں گا یارسول اللہ
یقیں کیجئے کہ قدموں میں رہوں گا یارسول اللہ
جھکے شیر خدا جب بات اپنی بر ملا کہہ کر
رسول اللہ نے سر پر ہاتھ رکھا مرحبا کہہ کر
بڑے بوڑھے جو چپ تھے کھلکھلا کر ہنس پڑے سارے
انہیں معلوم کیا تھا جانتے کیا تھے وہ بیچارے
کہ یہ لڑکا وہ جس پر ہنس رہے ہیں اس حقارت سے
پہاڑوں کے جگر تھرا اٹھیں گے اس کی ہیبت سے
بنی ہاشم ہنسی میں بات اڑا کر ہو گئے راہی
علی کو ہو گئی حاصل مگر دارین کی شاہی

اسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ

علانیہ ادھر سے دین کا اعلان ہوتا تھا
ادھر سے شہر میں تضحیک کا سامان ہوتا تھا
مسلسل پھولنے پھلنے لگا اسلام کا پودا
مخالف تھے قریش اب بڑھ چلا کچھ اور بھی سودا
نبی کو اور مسلمانوں کو تکلیفیں لگیں ملنے
وہ تکلیفیں کہ جن سے عرش اعظم بھی لگا ہلنے
غضب کے ظلم ہوتے تھے مسلماں ہونے والوں پر
خزاں آتی تھی دل میں تخم وحدت بونے والوں پر
لٹاتے تھے کسی کو تپتی تپتی ریت کے اوپر
کسی کے سینہ بے کینہ پر رکھے گئے پتھر
مسلماں بیبیوں پر چابکوں کا مینہ برستا تھا
کنیزوں کو شکنجے میں کوئی بے درد کستا تھا
بلال و یاسر و عمار و خباب اور سمیہ
صہیب و بو فکیہہ اور لبینہ اور نہدیہ
زنیرہ اور عامر تھے غلام اور لونڈیاں ان کی
مسلماں ہو گئے تھے آ گئی آفت میں جاں ان کی
محمد کی محبت میں ہزاروں ظلم سہتے تھے
خدا پر تھی نظر ان کی زباں سے کچھ نہ کہتے تھے

یہ ظلم ان کو خدا سے دور کر سکتے نہ تھے ہر گز
نشے صہبائے وحدت کے اتر سکتے نہ تھے ہر گز
ستم ہائے فراواں کی بڑھی جب حد سے بے دردی
تو ان کی حضرت بوبکر نے قیمت ادا کر دی
اخوت مذہب اسلام کا پتھر ہے بنیادی
غلاموں کو دلائی ہے اسی جذبے نے آزادی
مسلماں ہونے والوں سے غلامی کی مٹی ذلت
کہ آڑے آ گئی عثمان اور بوبکر کی ہمت

اکابر قریش کی ابو طالب کو دھمکی

شرارت میں کمی کوئی نہ کی اشرار مکہ نے
مسلمانوں کو بے بس کر دیا کفار مکہ نے
مگر اس پر بھی جب بڑھتے رہے پیرو محمد کے
تو باہم مشورے ہونے لگے ایذائے بے حد کے
ابوجہل و امیہؔ بولہبؔ عقبہ ابوسفیان
ولید و عاص و عتبہ الغرض جتنے بھی تھے ذیشان
یہ فرزندان تاریکی جو نور حق سے چندھیائے
ہوئے اک دن اکٹھے اور ابو طالب کے گھر آئے
کہا ہم کو بھتیجا آپ کا بے دین کہتا ہے
ہمارے دین کو انسان کی توہین کہتا ہے
برا کہتا ہے وہ چھوٹے بڑے سارے خداؤں کو
ہبل کو لات کو عزیٰ کو دیوی دیوتاؤں کو
ہمارے باپ داداؤں کو بھی گمراہ کہتا ہے
سوا اپنے خدا کے سب کو غیر اللہ کہتا ہے
بس اب برداشت کر سکتے نہیں ہم اس کی جرات کو
کسی دن دیکھ لیں گے اس کو اور اس کی نبوت کو
ہم اپنے دین کی توہین پر چپ رہ نہیں سکتے
تمہارے پاس آئے ہیں کہ بس اب سہہ نہیں سکتے

تم اس کا ساتھ چھوڑو یا کرو تنبیہ سمجھاؤ
ورنہ جنگ کا سامان کرو میدان میں آؤ

چچا کی فہمائش

یہ کہہ کر چل دیے سب لوگ ابو طالب بھی گھبرائے
انہیں ڈر تھا مبادا قوم ہی سے جنگ چھڑ جائے
بلایا آپ کو نرمی سے بولے جان عم دیکھو!
تمہیں لازم ہے ڈالو اس چچا پر بار کم دیکھو!
تم اپنے دین کی تلقین کو رہنے دو جانے دو
بڑھاپے میں ہماری شان پر دھبہ نہ آنے دو
میں بوڑھا ہوں اکیلا کل عرب سے لڑ نہیں سکتا
میں اڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ اڑ نہیں سکتا

بھتیجے کا جواب

چچا کے دامن شفقت کو بھی ہٹتا ہوا پایا
تو ہو کر آب دیدہ ہادی برحق نے فرمایا
قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دشمن
یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہو کر بشر دشمن
جفا و ظلم کی آندھی چلے طوفان آ جائیں
مٹانے کو مرے شداد اور ہامان آ جائیں
کسی دھمکی کسی ڈر سے مرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
مرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
مرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا
میں سچا ہوں تو بس میرے لیے میرا خدا بس ہے
کسی امداد کی حاجت نہیں اس کی رضا بس ہے
مرا ایمان ہے ہر شے پہ قادر حق تعالیٰ ہے
وہی آغاز کو انجام تک پہنچانے والا ہے

ابوطالب کا تاثر

ابو طالب نے حیرت سے بھتیجے کی طرف دیکھا
جلال مصطفی میں مرد کامل سر بکف دیکھا
کہا اے جان عم اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا
جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا

کفار کی ایذا رسانی اور توہین

پیمبر دعوت اسلام دینے کو نکلتا تھا
نوید راحت و آرام دینے کو نکلتا تھا
نکلتے تھے قریش اس راہ میں کانٹے بچھانے کو
وجود پاک پر سو سو طرح کے ظلم ڈھانے کو
امیہ بولہب بوجہل عقبہ سخت دشمن تھے
شقاوت پیشہ تھے بیداد گر تھے اور پر فن تھے
خدا کی بات سن کر مضحکے میں ٹال دیتے تھے
نبی کے جسم اطہر پر نجاست ڈال دیتے تھے
کوئی گالی سناتا تھا کوئے پتھر اٹھاتا تھا
کوئی قرآن پر ہنستا تھا کوئی منہ چڑاتا تھا
حرم کی سر زمیں پر آپ پڑھتے تھے نماز اکثر
ہمیشہ اس گھڑی کی تاک میں رہتے تھے بد گوہر
قریشی مرد اٹھ کر راہ میں آوازے کستے تھے
یہ ناپاکی کے چھرے چار جانب سے برستے تھے
کوئی حضرت کی گردن کس کے چادر میں
کوئی دیوانہ پتھر مارتا تھا آپ کے سر میں
قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں
گذر گاہ گل گلزار وحدت میں بچھاتی تھیں

نجاست گھر کے دروازے پہ لاکر پھینک جاتی تھیں
جھگڑتی بد زبانی کرتی تھیں فتنے اٹھاتی تھیں

کلام حق کو سن کر کوئی کہتا تھا یہ شاعر ہے
کوئی کہتا تھا کاہن ہے کوئی کہتا تھا ساحر ہے

مگر وہ منبع حلم و صفا خاموش رہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا جفا و ظلم سہتا تھا

عتبہ کی گفتگو

قریش اک دن اکٹھے ہو کے بیٹھے اور یہ سوچا
کہ ظلم اتنے کیے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا
محمد اس قدر صابر ہے کیوں؟ یہ ماجرا کیا ہے؟
نمود و نام کا طالب نہیں تو چاہتا کیا ہے؟
بہم اک مشورے کے بعد محفل سے اٹھا عتبہ
رسول پاک سے تنہائی میں جا کر ملا عتبہ
کہا جس دن سے تم کہنے لگے ہو خود کو پیغمبر
بڑی بھاری مصیبت ڈال دی ہے قوم کے سر پر
رواج و رسم قومی کی برائی کرتے پھرتے ہو
غلاموں مفلسوں سے آشنائی کرتے پھرتے ہو
برا کہتے ہو کیش و مذہب اجداد و آباء کو
کہا کرتے ہو تم دوزخ کا ایندھن لات و عزیٰ کو
پرانے دین سے تم پھیرتے جاتے ہو لوگوں کو
خدا اک ہے انوکھی بات سمجھاتے ہو لوگوں کو
قریش اس ذلت و توہین سے تنگ آ چکے ہیں سب
بظاہر ہر طریقے سے تمہیں سمجھا چکے ہیں سب
بتاؤ تو سہی آخر تمہارا مدعا کیا ہے؟
بہت اچھے تھے پہلے تم تمہیں آخر ہوا کیا ہے؟

رسوم عام میں پہلے بھی شرکت تم نہ کرتے تھے
ہمارے دیوتاؤں کی عبادت تم نہ کرتے تھے
تمہیں ہم نیک طینت جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
تمہارا مرتبہ پہچانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
یہ کیا جادو ہے کیا افسوں ہے جس میں کھو گئے ہو تم
روایات قدیمہ کے مخالف ہو گئے ہو تم
تمہاری اس روش نے قوم میں ہے تفرقہ ڈالا
نہ ہو گا اس طریقہ سے تمہارا مرتبہ بالا
اگر دولت کی خواہش ہو تو دولت تم کو دلوائیں
تمہارے واسطے ہم جمع کر کے مال و زر لائیں
عرب کی سلطنت چاہو تو یہ بھی کچھ نہیں مشکل
کہ سارے ملک کو کر دیں گے ہم اس بات پر مائل
کسی عورت پہ عاشق ہو تو ناممکن نہیں یہ بھی
ہمیں کہہ دو تمہارا کام کر دیں گے ہمیں یہ بھی
نہیں ہے گر نمود و نام و شاہی سے غرض تم کو
تو پھر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہے کوئی مرض تم کو
اگر یہ ہے تو کہہ دو صاف جس سے ہم سمجھ جائیں
کریں اس کا تدارک اور دوائیں ڈھونڈ کر لائیں
مسلط کوئی جن ہے یا کوئی آسیب آتا ہے
ستاتا ہے تمہیں اس قسم کی باتیں سکھاتا ہے
ہمیں تم صاف کہہ دو ہم کسی عامل کو بلوائیں

کوئی تعویذ ڈھونڈیں کوئی ٹونا ٹوٹکا لائیں
مگر اس کام سے باز آؤ یہ ضدی روش چھوڑو
مقدس دیوتاؤں کو برا کہنے سے منہ موڑو
تمہارے ان طریقوں سے بڑا طوفان آئے گا
تمہارے پیرووں میں کوئے بھی جینے نہ پائے گا

عتبہ کی حیرت

کہا' میں تم کو ارشادات ربانی سناتا ہوں
ہدایت کے لیے آیات قرآن سناتا ہوں
یہ فرما کر پڑھیں خم کی آیات قرآن
سنیں عتبہ نے سن کر ہو گیا غرقاب حیرانی
اٹھا چپ چاپ اپنے ساتھیوں کے رو برو آیا
کہا میں نے تو اس کو ساحر و کاہن نہیں پایا
وہ شاعر بھی نہیں کچھ اور ہے طرز کلام اس کا
میں کہتا ہوں کہ لوہا مان لیں گے خاص و عام اس کا
نہ مال و جاہ کی خواہش نہ ہے دھمکی کا ڈر اس کو
مناسب ہے کہ اب رہنے دو اس کے حال پر اس کو
اگر اس شیخ کو اہل عرب نے مار ہی ڈالا
چلو چھٹی ہوئی آئی ہوئی کو موت نے ٹالا
اگر یہ غالب آیا ملک پر آخر برا کیا ہے
تم اس کی قوم ہو سب کے لیے اچھا ہی اچھا ہے
وہ بولے اور لیجیے یہ بھی اب ہم کو ڈبوتا ہے
دل عتبہ پہ جادو چل گیا معلوم ہوتا ہے
غرض کوئی نہ کی پروا پرستاران باطل نے
رسول اللہ کو اب اور ایذائیں لگیں ملنے

ابی طالب کے ڈر سے قتل اگرچہ کر نہ سکتے تھے
مگر تضحیک اور تذلیل کرنے سے نہ تھکتے تھے
ابوجہل اور عتبہ کرتے تھے گستاخیاں ایسی
کہ سن کر بھی جنہیں برداشت کر سکتا نہیں کوئی

حضرت حمزہ کا ایمان لانا

شجاع نامور فرزند عبدالمطلب حمزہ
وہ عم مصطفی عالی نسب والا حسب حمزہ
وہ حمزہ جس کو شاہ شاہسواران عرب کہیے
جسے جان عرب لکھیے جسے شان عرب کہیے
اگرچہ اب بھی اپنے کفر کی حالت پہ قائم تھے
مگر فخر رسل کی دائمی الفت پہ قائم تھے
مشیت تھی کہ ان کے دم سے تقویت ملے حق کو
مٹے باطل سے شان ظاہری ' شوکت ملے حق کو
چلے آتے تھے اک دن دشت سے وہ پشت توسن پر
شجاعت اور جلال ہاشمی تھا اپنے جو بن پر
سوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سن پایا
بھتیجے کو مرے بوجہل نے صدمہ ہے پہنچایا
یہ سن کر جوش خوں سے روح میں غیظ و غضب دوڑا
پلٹ کر سوئے کعبہ ابن عبدالمطلب دوڑا
وہاں بوجہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
مثیل ابرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
کیا حمزہ نے نعرہ او ابوجہل او خر بزدل!
محمد مصطفی کے دین میں اب میں بھی ہوں شامل

سنا ہے میں نے تو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے
ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اٹھاتا ہے
اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو
کہ تیری بد زبانی کا چکھا دوں کچھ مزا تجھ کو
بلا لے ساتھیوں کو اور حمایت کرنے والوں کو
ذرا میں بھی تو دیکھوں ان کمینوں کو رذالوں کو
یہ کہہ کر گھس پڑے حمزہ گروہ بدسگالاں میں
گریباں سے پکڑ کر کھینچ لائے اس کو میداں میں
کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ ناہنجار کے ماری
گرا بوجہل سر سے ہو گیا ناپاک خوں جاری
سبھی دبکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سناٹا
مگر حمزہ نے کھا کر رحم اس کا سر نہیں کاٹا
کہا گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا
تیرے ناپاک چہرے میں شتر کی لید بھر دوں گا
یہ کہہ کر چل دیئے مشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے
کہیں روباہ بھی اس شیر نر کو روک سکتے تھے
ابوجہل اس لیے دبکا پڑا تھا فرش کے اوپر
مبادا واپس آ کر قتل کر دے عم پیغمبر
یہاں سے جا کے حمزہ جلد تر ایمان لے آئے
بھتیجے کی محبت میں چچا نے مرتبے پائے

دشمنانِ دین میں نبی کے قتل کی تجویزیں

عمر ابن خطاب اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے
حجابِ کفر میں تھے دامنِ حق میں نہ آئے تھے
غیور و صائب الرائے بہادر تیغ افگن تھے
مگر سچے نبی کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے
غریبوں حق پرستوں کو اذیت دیتے رہتے تھے
مسلماں ان کے ہاتھوں سے ہزاروں رنج سہتے تھے
جنابِ حضرت حمزہ بھی جب ایمان لے آئے
تزلزل پڑ گیا باطل میں اہلِ مکہ گھبرائے
مسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے لگے ڈرنے
نبی کو قتل کر دینے کی تجویزیں لگے کرنے
کوئی بولا غضب ہے اپنی طاقت گھٹتی جاتی ہے
کہ دنیا دینِ آبائی سے پیچھے ہٹتی جاتی ہے
یہی حالت رہی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا
ہبل کے واسطے کوئی چڑھاوا بھی نہ لائے گا
کوئی بولا یہ مذہب پھیلنے سے رک نہیں سکتا
محمد زندہ ہیں جب تک یہ جھگڑا چک نہیں سکتا
کہا بوجہل نے دیکھو یہ نرمی کا نتیجہ ہے
پکارا بولہب میں کیا کروں میرا بھتیجا ہے

عمر نبی کے قتل کا بیڑا اٹھاتے ہیں

عمر بولے یہ قصہ ہی چکا دیتا ہوں میں جا کر
کہ دیتا ہوں تمہیں سر ہادی اسلام کا لاکر
بدی کے غلغلے اس محفل حق پوش میں اٹھے
عمر نے کھینچ لی تلوار پورے جوش میں اٹھے
چلے اس زندگی بخش جہاں کے قتل کرنے کو
تمنائے مکان و لا مکاں کے قتل کرنے کو
نعیم اک مرد عاقل سے ہوئی مٹ بھیڑ رستے میں
وہ بولے آج کیا ہے تم نظر آتے ہو غصے میں
کہا میں قتل کرنے جا رہا ہوں اس پیمبر کو
کہ جس نے ڈال رکھا ہے مصیبت میں عرب بھر کو
وہ بولے تم کو گھر کا حال بھی معلوم ہے بھائی
کہ ہے اسلام کی حامی تمہاری اپنی ماں جائی
تمہارے گھر میں بستا ہے خدا کا نام مدت سے
کہ بہنوئی تمہارا لا چکا اسلام مدت سے
یہ سن کر اور بھی غیظ و غضب طوفان پر آئے
عمر تلوار کھینچے اپنے بہنوئی کے گھر آئے
غضب ٹوٹا عمر دہلیز پر جس وقت چڑھتے تھے
وہ دونوں حضرت خباب سے قرآن پڑھتے تھے

عمر داخل ہوئے جب گھر کے اندر سخت غصے میں
سنی آہٹ تو فوراً چھپ گئے خباب پر دے میں
کہا کیا پڑھ رہے تھے تم وہ بولے تم سے کیا مطلب
کہا دونوں مسلماں ہو چکے ہو جانتا ہوں سب
بہن بہنوئی کو آخر عمر نے اس قدر مارا
کہ زخموں سے نکل کر خون کی بہنے لگی دھارا
بہن بولی عمر! ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوالے
مگر ہم اپنے دین حق سے ہر گز پھر نہیں سکتے!
بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے
دہن سے نام حق آنکھوں سے آنسو منہ سے خون جاری
عمر کے دل پر اس نقشے سے عبرت ہو گئی طاری
کہا اچھا دکھاؤ مجھ کو وہ آیات قرآنی
سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے ارشادات ربانی
بہن بولی بغیر غسل اس کو چھو نہیں سکتے
یہ سن کر اور حیرت چھا گئی منہ رہ گئے تکتے
اٹھے اور غسل کر کے لے لیا قرآن ہاتھوں میں
اسی کے ساتھ آئی دولت ایمان ہاتھوں میں

حضرت عمر کا بیان

کلام پاک کو پڑھتے ہی آنسو ہو گئے جاری
خدائے واحد و قدوس کی ہیبت ہوئی طاری
وہ دل، وہ سخت دل جو آہن و فولاد کا دل تھا
مسلمانوں کے حق میں جو کسی جلاد کا دل تھا
شعاع نور نے اس دل کو یکسر موم کر ڈالا
ہوئی تسکین بہ نکلا قدیمی کفر کا چھالا
اڑی کافور کی صورت سیاہی رنگ باطل کی
یکایک آج روشن ہو گئیں گہرائیاں دل کی
اسی عالم میں اٹھے جانب کوہ صفا دوڑے
نکل کر زغہ شیطاں سے جیسے پار سا دوڑے

عمر آستانہ نبوت پر

رسول اللہ تھے اس دم مقیم خانہ ارقم
حضوری میں جناب حمزہ و بو بکر تھے ہمدم
نحیف و ناتواں کچھ اور اہل اللہ بیٹھے تھے
خدا پر تکیہ تھا' سرکار عالی جاہ بیٹھے تھے
عمر آئے مسلح' آ کے دروازے پہ دی دستک
اسی انداز میں تھے ہاتھ میں تلوار تھی اب تک
صحابہ نے جونہی سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
چمک تلوار کی آئی نظر روئے عمر دیکھا
صحابہ کو ہوئی تشویش ان کے رنگ ظاہر سے
عمر کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اک فوج قاہر سے
رسول اللہ سے آ کر عرض کی اک طرفہ ساماں ہے
عمر در پر کھڑے ہیں ہاتھ میں شمشیر براں ہے
کہا حمزہ نے جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
اسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سے بٹھائیں گے
نمونہ اس کو ہم خلق محمد کا دکھائیں گے
اگر نیت نہیں اچھی تو اس کو قتل کر دوں گا
اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پہ دھر دوں گا

رسول اللہ ﷺ سن کر مسکرائے اور فرمایا
بلا لو دیکھ لیں کس دھن میں ہے ابن خطاب آیا
عمر داخل ہوئے گھر میں تو اٹھے حضرت والا
ہوا ضو ریز سر شاخ طوبیٰ پر قد بالا
کہا چادر کا دامن کھینچ کر کیوں اے عمر کیا ہے؟
چلا تھا آج کس نیت سے کس نیت سے آیا ہے؟
عمر کے جسم پر اک کپکپی سی ہو گئی طاری
وہیں سر جھک گیا آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
ادب سے عرض کی حاضر ہوا ہوں سر جھکانے کو
خدا پر اور رسول پاک پر ایمان لانے کو
یہ کہنا تھا کہ ہر جانب صدائے مرحبا گونجی
فضا میں نعرۂ اللہ اکبر کی صدا گونجی

حضرت عمر کی شان ایمان

عمر رخصت ہوئے ایمان لا کر شہر کی جانب
وہاں وہ لوگ بیٹھے تھے عمر کے منتظر سارے
کسی کے قتل ہونے کی خبر کے منتظر سارے
عمر آ کر پکارے اے قریش! اے فہر کے بیٹو!
سنو اے عقل کے اندھو! سنو تقدیر کے ہیٹو!
یہ بت جھوٹے ہیں بیشک پوجنا بے سود ہے سب کا
خدا واحد ہے جو خالق ہے اور معبود ہے سب کا
کوئی جھٹلائے مجھ کو یا کرے میرا یقیں کوئی
محمد ہیں رسول اللہ اس میں شک نہیں کوئی
نہ ہو گا کچھ بھی حاصل مکر سے حجت سے حیلے سے
فلاح دین و دنیا ہے محمد کے وسیلے سے
حقیقت کا تمہارے سامنے اظہار کرتا ہوں
میں توحید و رسالت کا بہ دل اقرار کرتا ہوں
کتاب اللہ پر قرآن پر ایمان لایا ہوں
خدائے واحد و رحمن پر ایمان لایا ہوں
یہ سن کر زلزلہ سا آ گیا ایوان باطل میں
بہت صدمہ ہوا دل کی امیدیں رہ گئیں دل میں
اٹھے سب طیش کھا کر چل پڑے اس مرد غازی پر

کیا ان بھیڑیوں نے حملہ اس شیر حجازی پر
مگر وہ مرد میدان وفا غالب رہا سب پر
خدا غالب ہوا نام خدا غالب رہا سب پر

ایذا دہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں

عمر کی حق پسندی سے بڑھی اسلام کی شوکت
علی الاعلان اب ہونے لگی تبلیغ کی خدمت
قریش اب ہو چکے تھے درحقیقت خون کے پیاسے
یہ باطل محو کرنا چاہتا تھا حق کو دنیا سے
ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے
کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے
زمین و آسماں جب دھوپ کی گرمی سے تپتے تھے
غضب کی دل لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے
جھلس کر سرخ ہو جاتی تھی جب چھاتی چٹانوں کی
ہم آغوشی ہوا کرتی تھی ان سے بے زبانوں کی
نشان سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر
دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر ان کے سینوں پر
جو ابراہیم کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے
سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے
مثال نوح جو انسان کے بیڑے تراتے تھے
انہیں یہ لوگ پہروں آب میں غوطے کھلاتے تھے
غلاموں تک نہ تھا محدود یہ لطف و کرم ان کا
کہ تھا ہر بندہ توحید پر ظلم و ستم ان کا

ابوبکر و عمر عثمان علی تک کو ستاتے تھے
ابوذر پر زبیر و سعد پر سو ظلم ڈھاتے تھے
وہ مصعب عبد رحمن اور جعفر بن ابی طالب
وہ سب کے سب بہادر جو کہ تھے یک جان دو قالب
قیامت خیز ایذائیں غضب کے رنج سہتے تھے
تشدد منع تھا اس واسطے خاموش رہتے تھے
وطن کی سر زمیں پھرنے لگی جب آسماں بن کر
ہوا دم گھونٹنے کے واسطے پھیلی دھواں بن کر
حقوق زندگی بھی چھن گئے جب اہل وحدت سے
حبش کی سمت ہجرت کا ملا فرماں نبوت سے
مسلمانوں کی اک تعداد نکلی بے وطن ہو کر
حبش یعنی نجاشی کی حکومت میں بنایا گھر
مگر اس امر کی جب اہل مکہ نے خبر پائی
تعاقب کے لیے فوراً سفارت ایک بھجوائی
مدبر عمر و ابن العاص جو تھے ان دنوں کافر
سفارت لے کے دربار نجاشی میں ہوئے حاضر
نجاشی کے حضور آ کر جھکے سب ظلم کے بانی
تحائف اور نذریں پیش کر کے عرض گزارنی
کہ اے شاہ حبش یہ سلطنت قائم رہے دائم
ہمارے شہر سے بھاگ آئے ہیں کچھ قوم کے مجرم
حبش میں آ بسے ہیں ہر طرح آزاد پھرتے ہیں

مبلغ اک نئے مذہب کے ہیں دلشاد پھرتے ہیں
یہودی اور نصرانی مذاہب سے بھی جلتے ہیں
نیا اک دین قائم کر لیا ہے جس پہ چلتے ہیں
پکڑ کر اس سفارت کے حوالے کیجیے ان کو
اسی خاطر ہم آئے ہیں ہمیں دے دیجیے ان کو
نجاشی کے مصاحب جو کہ سب کے سب تھے نصرانی
خلاف اہل دیں ہر شخص نے تائید کی ٹھانی

نجاشی انصاف کی راہ پر

یہ سازش کی ہم آہنگی نجاشی نے بری سمجھی
گلوئے عدل پر ایسی عدالت اک چھری سمجھی
مسلمانوں کو بھی اس نے بلایا اور فرمایا
کہ تم کو قید کرنے کے لئے یہ وفد ہے آیا
تمہارا جرم کیا ہے قوم کیوں ناراض ہے تم سے؟
کسی کو قتل کر ڈالا کہ بگڑی کوئی شے تم سے؟
تمہارا دین کیا ہے کیا وہ دنیا سے نرالا ہے؟
جسے تم یہ سمجھتے ہو کہ سب دینوں سے بالا ہے

دربارِ نجاشی میں حضرت جعفر کی تقریر

جناب حضرت جعفر اٹھے تقریر کرنے کو
علی الاعلان دین اللہ کی تفسیر کرنے کو
کہا اے بادشہ ہم لوگ کافر اور جاہل تھے
ہم اس دارِ مشقت میں نکمے اور کاہل تھے
بہت بدکار تھے بت پوجتے مردار کھاتے تھے
غریبوں کو شریفوں کو ضعیفوں کو ستاتے تھے
یتیموں پر غلاموں لونڈیوں پر ظلم ڈھاتے تھے
پڑوسی زیر دستوں کو زبردستی دکھاتے تھے
یہ حالت تھی برادر کا برادر جان لیوا تھا
گناہوں کا سمندر ناؤ کا شیطان کھیوا تھا
دقیقہ کون سا باقی رہا تھا ڈوب جانے میں
سہارا کوئی بھی حاصل نہ تھا ہم کو زمانے میں
تکلف برطرف جاتے تھے ہم سیدھے جہنم میں
اسی اثنا میں اک سچا نبی پیدا ہوا ہم میں
نبی! شہرہ ہے ساری قوم میں جس کی امانت کا
کوئی منکر نہیں جس کی صداقت کا دیانت کا
وہ آیا اور اس نے دعوت اسلام دی ہم کو
نکالا موت کے پنجے سے بخشی زندگی ہم کو

ہمیں تلقین کی ان پتھروں کا پوجنا چھوڑو
زنا سے جھوٹ سے چوری سے سر شوری سے منہ موڑو
ہمیں تلقین کی اک دوسرے کے حق کو پہچانو
سبھی انسان ہو انسانیت دکھلاؤ ناداتوں
ہمیں اس نے نماز و روزہ کے ارکان سکھلائے
پسند آیا ہمیں یہ دین ہم ایمان لے آئے
بس اتنی بات تھی جس پر ہوئے اہل وطن دشمن
ہمیں جی کھول کر دیتے رہے رنج و محن دشمن
ہمارا جرم یہ ہے بت پرستی چھوڑ دی ہم نے
ملی ہم کو اذیت اپنی بستی چھوڑ دی ہم نے
ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ پھر گمراہ ہو جائیں
یہاں حاضر ہیں ہم اب آپ ہی انصاف فرمائیں

نجاشی راہ ہدایت پر

سچائی کا اثر ظاہر ہوا قلب نجاشی پر
وہ بولا کون سا برہان لایا ہے وہ پیغمبر
سنائیں حضرت جعفر نے چند آیات قرآنی
نجاشی کے مکدر دل نے پائی جن سے تابانی
ہوا دل پر اثر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
کہا لاریب اللہ کی کتابیں ایک ہیں ساری
قسم اللہ کی اعجاز ہے انجیل و قرآں میں
اسی کے نطق کی آواز ہے انجیل و قرآں میں

نجاشی کا تہیہ

کیا اب یوں مخاطب اہل مکہ کے سفیروں کو
کہ جاؤ کہہ دو اپنے بھیجنے والے شریروں کو
کہ جو مظلوم میرے دامن دولت میں آئے گا
وہ خود جائے تو جائے کوئی لے جانے نہ پائے گا
مسلمانوں سے بولا تم حبش کو اپنا گھر سمجھو
مجھے اپنا معین وہم خیال وہم نظر سمجھو
یہ دنیا اک مسافر خانہ ہے ہم سب مسافر ہیں
خدا منزل ہے سب کی حیف ہے ان پر جو کافر ہیں

رسول اللہ کے خلاف اہل مکہ کا معاہدہ

شرارت اہل مکہ کی کسی صورت نہ کام آئی
سفارت بھی حبش سے یونہی بے نیل و مرام آئی
شریروں کو بڑی شرمندگی تھی اپنی ہیٹی کی
اکٹھے ہو کے پھر اہل ستم نے اک کمیٹی کی
بنی ہاشم کے گھر سے بولہب بھی ساتھ شامل تھا
کہ ہر ایذا دہی کے وقت اس کا ہاتھ شامل تھا
صلاح و مشورے کے بعد اب یہ بات طے پائی
کہ اک تحریر لکھوا کر در کعبہ پہ لٹکائی
لکھا یہ تھا تعلق قطع ہے اب آل ہاشم سے
نہ رکھیں؟ آج کے دن سے وہ کوئی واسطہ ہم سے
رفاقت' بیاہ' شادی' ناطہ رشتہ' دوستی' الفت
مروت' لین دین اور ملنا جلنا سب کا سب رخصت
تواضع' گفتگو' بیع و شرئی سب ترک کرتے ہیں
کوئی آکر نہ پوچھے گا وہ جیتے ہیں کہ مرتے ہیں
ہمارے شہر میں ڈھونڈیں نہ چیزیں کھانے پینے کی
نہیں پروا ہمیں اب ان کے مرنے اور جینے کی
ہمارے ان کے باہم کام دھندے بند ہیں سارے
قریش اس باہمی تحریر کے پابند ہیں سارے

ابوطالب لئے بیٹھے رہیں اپنے بھتیجے کو
مریں گے بھوکے پیاسے خود سمجھ لیں گے نتیجے کو
محمد جو ہمیں ہر بات میں گمراہ کہتا ہے
خدا کو ایک اور خود کو رسول اللہ کہتا ہے
ابوطالب اگر اس کو ہمارے ہاتھ میں دے دیں
جو اس کے ساتھ والے ہیں سب اس کے ساتھ میں دے دیں
ہم ان کو قتل کر ڈالیں تو پھر یہ عہد ٹوٹے گا
لہو ان کا دوبارہ نخل الفت بن کے پھوٹے گا
غرض یہ عہد لکھوا کر در کعبہ پہ لٹکایا
ابوطالب کے پاس اک ہاشمی فوراً خبر لایا

ابوطالب کی ثابت قدمی

ابوطالب نے فرمایا عجب الٹا زمانہ ہے
یہ اچھی دوستی ہے واہ کیا عمدہ بہانہ ہے
وہ صبح نور جس کے چہرہ انور کی برکت سے
کیا کرتے ہیں باراں کی تمنا ابر رحمت سے
وہ دامن جو یتیموں کو پناہیں دینے والا ہے
جو اندھوں کو بصیرت کی نگاہیں دینے والا ہے
وہ جس نے اجڑی بچھڑی آدمیت کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے
وہی جو ابر رحمت بن کے بے جانوں کو جاں بخشے
چمن کو رنگ بخشے اور بلبل کو زباں بخشے
وہی جو نوع انساں کو غلامی سے رہائی دے
وہی جو پنجہ مرگ دوامی سے رہائی دے
یہ انساں دام مرگ اس کے غلاموں پر بچھاتے ہیں
حرم کے طائروں کو شان صیادی دکھاتے ہیں
اسی کے باغ پر یہ برق شعلہ ریز ہوتی ہے
اسی کے بے زبانوں پر چھری اب تیز ہوتی ہے
وہ جس کا نام لینے سے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
اسی کو قتل کر دینے کی اب ہوتی ہیں تدبیریں

کریں بیداد ہم پر اور ہمیں سے داد بھی چاہیں
ہمارا قتل ہو اور ہم سے پھر امداد بھی چاہیں
ہمیں منظور ہے قطع تعلق اہل مکہ سے
نہیں ہم چاہتے رسم تعلق اہل مکہ سے
یہ کہہ کر آل عبدالمطلب کو گھر میں بلوایا
کیا کنبہ اکٹھا اور سارا حال جتلایا
بنی ہاشم اگرچہ آج تک ایماں نہ لائے تھے
مگر اہل حمیت ہاشمی ماؤں کے جائے تھے
اکٹھے ہو گئے شعب ابی طالب میں آ آ کر
یہیں پر تھے رسول پاک و اہل بیت پیغمبر
فقط اک بو لہب سب سے الگ تھا سب کا دشمن تھا
نہایت سنگدل بے رحم بے ایمان و پر فن تھا

شعب ابی طالب میں محصوری کا زمانہ

بڑی سختی سے کرتے تھے قریش اس گھر کی نگرانی
نہ آنے دیتے تھے غلہ ادھر تا حد امکانی
کوئی غلے کا سوداگر اگر باہر سے آجاتا
تو رستے ہی میں جا کر بو لہب کم بخت بہکاتا
پہاڑوں کا درہ اک قلعہ محصور تھا گویا
خدا والوں کو فاقوں مارنا منظور تھا گویا
رسول اللہ لیکن مطمئن تھے اور صابر تھے
خدا جس حال میں رکھے اسی حالت پہ شاکر تھے
وہ حمزہ کا شکار آہوں کے واسطے جانا
کبھی کچھ بھی نہ ملنا اور خالی ہاتھ آجانا
وہ بچوں کا تڑپنا ماہی بے آب کی صورت
علی کے ضبط میں غصے کے پیچ و تاب کی صورت
عمر کا ہاتھ اکثر قبضہ شمشیر پر رکھنا
نبی کے حکم پر سر تکیہ تقدیر پر رکھنا
نبی کے حکم کی تعمیل کرنا اور چپ رہنا
غضب کو ضبط کرنا قہر اپنی جان پر سہنا
وہ بھوکی بچیوں کا روٹھ کر فی الفور من جانا
خدا کا نام سن کر صبر کی تصویر بن جانا

تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا
وہ ماؤں کا فلک کو دیکھ کر چپ چاپ رو دینا
گزارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے
دکھا دی شان استقلال اپنی آن والوں نے
رضا و صبر سے دن کٹ گئے ان نیک بختوں کے
کہ کھانے کے لیے ملتے رہے پت درختوں کے
دکھائی شکل اس آغاز کے انجام نے اک دن
چچا کو دی خبر اس مصدر الہام نے اک دن
کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہد نامے کو
شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے خامے کو
ہے عبرت کا سبق اس انتباہ آسمانی میں
فقط نام خدا باقی ہے اس تحریر فانی میں

شکست معاہدہ باطل

ابی طالب اٹھے گھر سے نکل کر شہر میں آئے
تھے جن کے دستخط اس عہد نامے پر وہ بلوائے
کہا' میرے بھتیجے سے ملی ہے یہ خبر مجھ کو
دکھاؤ چل کے وہ تحریر اپنی اک نظر مجھ کو
میں اس کو چھوڑ دوں گا قول ہے اس کا اگر باطل
وہ حق پر ہے تو پھر اس عہد نامے کا اثر باطل
تبختر کی ادا سے ہنس پڑا بوجہل بد گوہر
اتارا عہد نامہ دیکھ کر سب رہ گئے ششدر
کہو ظاہر پرستو! کیا یہ امر اتفاقی تھا
جو فانی تھا وہ فانی تھا' جو باقی تھاوہ باقی تھا
مشیت کو مگر مد نظر تھی شان یکتائی
محمد کی یہ تنہائی ہی تھی سامان یکتائی
قریش اس وقت تک نام ابو طالب سے ڈرتے تھے
عرب کے لوگ ان کے مرتبے کا پاس کرتے تھے
ابوطالب کے اٹھ جانے سے ڈر جاتا رہا دل سے
یہ ہستی اک سپر تھی ہٹ گئی مد مقابل سے
غلامان محمد تھے حبش کے ملک میں اکثر
یہاں مکے میں چند افراد تھے یاران پیغمبر

دکھائی اور سرگرمی سے تبلیغ سرور نے
تو باطل آخری کوشش کے منصوبے لگا کرنے

ہادی اسلام کا سفر طائف

وہ ہادی جو نہ ہو سکتا تھا غیر اللہ سے خائف
چلا اک روز مکے سے نکل کر جانب طائف
دیا پیغام حق طائف میں طائف کے رئیسوں کو
دکھائی جنس روحانی کمینوں کو خسیسوں کو
نبی کے ساتھ یہ بدبخت پیش آئے رعونت سے
جو سرکردہ تھا ان میں بول اٹھا فرط حقارت سے
اگر اللہ تجھ ایسوں کو نبی پاک کرتا ہے
تو گویا پردہ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے
کہا اک دوسرے نے واہ وہ بھی ہے خدا کوئی
پیمبر ہی نہیں ملتا جسے تیرے سوا کوئی

ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات

ملا اس قید سے آخر مسلمانوں کو چھٹکارا
اسی انداز سے بہنے لگی تبلیغ کی دھارا
روایت ہے کہ دسواں سال تھا عہد نبوت کا
کہ ٹوٹا آخری رشتہ بھی انسانی حمایت کا
ابو طالب سدھارے جانب ملک عدم آخر
اٹھا سر سے چچا کا سایہ لطف و کرم آخر
وہ ام المسلمین جو مادر گیتی کی عزت ہے
وہ ام المسلمین قدموں کے نیچے جس کے جنت ہے
خدیجہ طاہرہ یعنی نبی کی باوفا بی بی
شریک راحت و اندوہ پابند رضا بی بی
دیار جاودانی کی طرف راہی ہوئیں وہ بھی
گئیں دنیا سے آخر سوئے فردوس بریں وہ بھی
یہ بی بی تھیں وہ ہمدرد یتیمی تھے محمد کے
یہ دونوں غمگساران قدیمی تھے محمد کے
ظرافت کی ادائے طنز سے اک تیرا بولا
نہایت بانکپن سے سانپ نے گویا دہن کھولا
اگر میں امن لوں تم کر رہے ہو راست گفتاری
تو ہے تم سے تخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری

اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہئے تم سے
مجھے پھر بات بھی کوئی نہ کرنا چاہئے تم سے
یہ طعن سوقیانہ سن کے بھی ہادی نہ گھبرایا
اٹھا اور اٹھ کے اطمینان و آزادی سے فرمایا
کہ حق پر دل نہیں جمتا تو اچھا خیر جانے دو
یہ پیغام ہدایت شہر والوں کو سنانے دو
یہ کہہ کر؟ شہر کی جانب چلا اسلام کا ہادی
سنایا قیدیان لات کو پیغام آزادی
مگر بھڑکا دیا لوگوں کو ان تینوں شریروں نے
دکھائی شیطنت شیطان کے سچے مشیروں نے

پتھروں کی بارش

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے
لگے مینہ پتھروں کا رحمت عالم پہ برسانے
وہ ابر لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے
پیاپے آنے والے پتھروں کی چوٹ سہتے تھے
وہ سینہ جس کے اندر نور حق مستور رہتا تھا
وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا
فرشتے جن پہ آ آ کر جبین شوق رکھتے تھے
وہ پائے نازنیں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے
جگہ دیتے تھے جن کو حاملان عرش آنکھوں پر
وہ نعلین مبارک خاک و خوں سے بھر گئیں یکسر
بشر کی عیب پوشی کے لیے جس کو اتارا تھا
بشر کی چیرہ دستی سے وہ دامن پارا پارا تھا
زمین کا سینہ شق تھا اور فلک کا رنگ رخ فق تھا
کہ ساری عمر کا حاصل شکار جور ناحق تھا
حضور اس جور سے جب چور ہو کر بیٹھ جاتے تھے
شقی آتے تھے بازو تھام کر اوپر اٹھاتے تھے

اسی ''مہماں نوازی'' کا نمونہ پھر دکھاتے تھے
خدائے قاہر و قہار کا صبر آزماتے تھے
یہ جسمانی عقوبت اس پہ طرہ رنج روحانی
خدا پر مضحکہ کرتے تھے یہ بیداد کے بانی
کوئی کہتا تھا' آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں!
کم ازم کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتھر ہی پلٹ آئیں!
کوئی کہتا تھا' تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی
ہمارے غرق ہونے کو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی
کوئی کہتا تھا میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا!
کہ جو اپنے پیمبر کی حفاظت کر نہیں سکتا!
غرض یہ بانیان شر یہ فرزندان تاریکی
نبی پر مشق کرتے جا رہے تھے سنگباری کی
مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا
دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا
بالآخر جان کر بے جان' ان لوگوں نے منہ موڑا
لہو میں اس وجود پاک کو لتھڑا ہوا چھوڑا

رحمۃ للعالمین کا جواب

غلام باوفا زید ابن حارث ڈھونڈتا آیا
متاع نور کو طائف سے کندھوں پر اٹھا لایا
حد نخلہ میں آپہنچا بحال خستہ و غمگیں
وہاں چشمے پہ لا کر زخم دھوئے پٹیاں باندھیں
کہا سرکار ان لوگوں کے حق میں بد دعا کیجیے!
شکایت اس جفا و جور کی پیش خدا کیجیے
زمیں کو حکم دیجیے ان لعینوں کو ہڑپ کر لے
اسی کا بوجھ ہیں یہ لوگ ان کو پیٹ میں بھر لے
فلک کو حکم دیجیے پھٹ پڑے ان کینہ کاروں پر
بجائے آبؑ برسے آگ طائف کی بہاروں پر
جناب رحمۃ للعلمین نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا
اگر کچھ لوگ آج اسلام پر ایماں نہیں لاتے
خدائے پاک کے دامان وحدت میں نہیں آتے
مگر نسلیں ضرور ان کی اسے پہچان جائیں گی
در توحید پر اک روز آ کر سر جھکائیں گی
میں ان کے حق میں کیوں قہر الٰہی کی دعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

پتھر مارنے والوں کے لیے آنحضرت کی دعائے خیر

یہ فرما کر نبی نے ہاتھ اٹھا کر اک دعا مانگی
خدا کا فضل مانگا کوئے تسلیم و رضا مانگی
دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نور ہدایت دے
جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
فراخی ہمتوں کو روشنی دے ان کے سینوں کو
کنارے پر لگا دے ڈوبنے والے سفینوں کو
الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

یمنیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا

رسول اللہ پھر طائف سے مکے کی طرف آئے
برائے دعوت و تبلیغ حق پھر سربکف آئے
یہاں بہر تجارت سب قبائل آتے جاتے تھے
رسول پاک انہیں جا کر پیام حق سناتے تھے
بہت سے خوش نصیب اللہ پر ایمان لے آئے
گھروں کی سمت پلٹے دولت عرفان لے آئے
طفیل ابن عمر دوسی یمن کا شاہزادہ تھا
حضور سرور دیں اس کا آنا بے ارادہ تھا
قریش مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی
کہ انساں عقل کھو دیتا ہے اس کے پاس جاتے ہی
قضا کار ایک دن یہ ہو گیا دو چار حضرت سے
سنا قرآنؐ پھر معمور تھا نور ہدایت سے
مسلماں بن کے خوش قسمت یمن کی سمت لوٹ آیا
پئے تبلیغ حق اہل وطن کی سمت لوٹ آیا
اسی صورت سوید یثربی ایمان لائے تھے
ایاس ابن معاذ اوسی اسی صورت سے آئے تھے
اسی صورت سے چند افراد آئے ارض یثرب سے
پسند آیا انہیں اسلام ہی سارے مذاہب سے

وطن میں جا کے سب نے دین بیضا کی منادی کی
کہ لوگو جاگ اٹھی قسمت ہماری خشک وادی کی
وہ پیغمبر کہ جس کا منتظر سارا زمانہ تھا
وہ پیغمبر نوشتوں کے مطابق جس کو آنا تھا
اسی کو دیکھ کر آئے ہیں ہم مکے کی بستی میں
خدا کا نام لیتا ہے جہاں بت پرستی میں
سنو ہم نے کلام اس کا سنا ہے اپنے کانوں سے
جو صورت ہم نے دیکھی کہہ نہیں سکتے زبانوں سے
خدا کے فضل سے ہم سب مسلماں ہو کے آئے ہیں
دلوں سے بت پرستی کی نجاست دھو کے آئے ہیں

اہل یثرب میں اسلام

یہ سن کر غلغلہ سا پڑ گیا اطراف یثرب میں
اخوت از سر نو آ چلی اشراف یثرب میں
یہاں کے رہنے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے
نہایت باوقعت، اہل دل اہل وسائل تھے
یہ باہم بھائی بھائی تھے مگر آپس میں لڑتے تھے
بڑی مدت سے خانہ جنگیوں میں گھر اجڑتے تھے
یہودی بھی یہاں تھے اور معزز سمجھے جاتے تھے
یہ ساہو کار دھنا سیٹھ بن کر سود کھاتے تھے
بتوں کو چھوڑ کر اور حب مال و جاہ کو تج کے
مسلماں ہو چلے آخر گھرانے اوس و خزرج کے
لیا جانے لگا ختم الرسل کا نام یثرب میں
لگا ہر سمت پھلنے پھولنے اسلام یثرب میں
حسد کرنے لگی قوم یہود اس دین و ملت سے
بنے بیٹھے تھے وہ لوگوں کے آقا ایک مدت سے

مسلمانانِ مکہ کی ہجرت یثرب

یہاں مکے میں دنیا تنگ تھی ایمانداروں پر
کہ روندے جا رہے تھے پھول کے سے جسم خاروں پر

نبوت نے اجازت دی کہ یثرب میں چلے جاؤ
وطن والوں کے اس ظلم و تعدی سے اماں پاؤ

بشارت ہے وہاں پر امن بخشے گا خدا تم کو
یہاں صبح وطن ہے خندۂ دنداں نما تم کو

صحابہ پر اگرچہ قہر کے بادل برستے تھے
بچارے سانس آزادی سے لینے کو ترستے تھے

نہ تھا آسان منہ اپنے وطن سے موڑ کر جانا
رسول پاک کو مکے میں تنہا چھوڑ کر جانا

مگر فرمان محبوب خدا فرمان باری تھا
مسلمانوں کا شیوہ طاعت گزاری تھا

مشرکین مکہ کے ارادے

صحابہ رفتہ رفتہ جانب یثرب ہوئے راہی
قریشی کافروں کو مل گئی فی الفور آگاہی
دلوں میں خوش ہوئے ظالم کہ اب حسرت ہوئی پوری
محمد اور اس کے ساتھیوں میں ہو گئی دوری
مسلماں جا چکے ارض حبش میں اور یثرب میں
یہ اچھا وقت ہے سب ٹل گئے وقت مناسب میں
ابوبکر و علی باقی ہیں لیکن دو کی ہستی کیا
بہادر ہی سہی ہم پر کریں گے پیش دستی کیا
جو چند افراد ہیں کچھ اور وہ کمزور ہیں سارے
کہ اب بھی چھپتے پھرتے ہیں ہمارے خوف کے مارے
یہ اچھا وقت ہے اب قتل کر ڈالو محمد کو
مٹا دو آج تنہائی میں اس نور مجرد کو
تساہل اب نہیں اچھا کہ طوفاں چڑھتے جاتے ہیں
حبش میں اور یثرب میں مسلمان بڑھتے جاتے ہیں
خدا والے کہیں ایسا نہ ہو قوت پکڑ جائیں
بتان کعبہ کے اس ملک سے جھنڈے اکھڑ جائیں

مشاورت قتل

جبیر و عقبہ و عتبہ ابوجہل و ابو سفیان
نضرؔ بو بختریؔ حارث امیہ اور اک شیطاں
یہ سب ایوان ندوہ میں اکٹھے ہو گئے آ کر
قبائل کے نمائندے بٹھائے ساتھ بلوا کر
تھا شیطان نجد کے اک بے حیا بوڑھے کی صورت میں
کہ چل کر دور سے آیا تھا آج اس بزم لعنت میں
ہوئے ایوان کے در بند تقریریں لگی ہونے
نبی کو قتل کر دینے کی تدبیریں لگی ہونے
نظر آتی تھی اس بوڑھے کو ہرتجویز میں خامی
وہ کہتا تھا مبادا پیش آئے کوئی ناکامی
بالآخر سوچ کر بوجہل نے اک بات بتلائی
یہی تجویز اس شیطان بوڑھے کو پسند آئی
کہا اس نے کہ ہر کنبے سے اک اک آدمی چن لو
کوئی باقی نہ رہ جائے قبیلہ یہ ذرا سن لو
یہ نکلیں آج شب کو لے کے خون آشام تلواریں
محمد پر یہ تلواریں سبھی یک بارگی ماریں
نبی کا جسم عبرت کا نظارا ہو کے رہ جائے
مجسم نور وحدت پارا پارا ہو کے رہ جائے

یہی تجویز اچھی ہے یہی ترکیب ہے کامل
کہ ہو گا اس طرح ہر اک قبیلہ قتل میں شامل
کریں اس خون کا دعویٰ مسلماں یا نبی ہاشم
تو مل کر سب قبیلے جنگ میں ان سے نپٹ لیں ہم
غرض طے پا گئی آخر یہی تجویز شیطانی
قسم کھا کھا کے لوگوں نے نبی کے قتل کی ٹھانی

ہجرت کی رات

سفینہ مہر کا جس دم شفق کے خون میں ڈوبا
کیا تاریکیوں نے دن پہ چھا جانے کا منصوبا
کئی فتنے جگا کر رات نے پھیلا دیے دامن
مسلط ہو گئیں خاموشیاں دنیائے ہستی پر
ستاروں کی نگاہیں جم گئیں مکے کی بستی پر
نہیں تھا دامن کعبہ پہ زم زم اشک جاری تھا
چٹانیں دم بخود تھیں وادیوں پر ہول طاری تھا
نظر آتی ہو جس میں روشنی وہ ایک ہی گھر تھا
مصلے پر وہاں جو شخص بیٹھا تھا پیمبر تھا
عبادت ختم کی تسکین و اطمینان سے اس نے
اٹھا' باندھی کمر اللہ کے فرمان سے اس نے
جگایا نیند سے شیر خدا کو اور فرمایا
کہ فرماں ہجرت یثرب کا ہے میرے لیے آیا
مثال موسیٰ و داؤد ہجرت فرض ہے مجھ پر
کمال دین حق اتمام حجت فرض ہے مجھ پر
اٹھو دیکھو کہ تلواروں سے گھر محصور ہے میرا
کہ میری قوم کو اب قتل ہی منظور ہے میرا
نکلنا اور اس عالم میں تلواروں پہ چلنا ہے

مگر حکم خدا ہے اس لیے مجھ کو نکلنا ہے
یہ چادر اوڑھ لو سو جاؤ آ کر میرے بستر پر
محافظ ہے وہی رکھو بھروسہ شان داور پر
یہ مال و زر انہی لوگوں کا میرے پاس امانت ہے
امانت کا ادا کرنا ہی اسلامی دیانت ہے
خدا حافظ ہے دیکھو دل میں اندیشہ نہ کچھ لانا
یہ چیزیں ان کی پہنچا کر سوئے یثرب چلے آنا
علی نے حکم کی تعمیل کی اور اوڑھ لی چادر
باطمینان آ کر سو گئے حضرت کے بستر پر

ارادہ کر لیا جب سرورعالم نے چلنے کا
تو دیکھا راستہ مسدود ہے گھر سے نکلنے کا
درازوں میں سے جھانکا ہر طرف گھرا اندھیرا تھا
مگر پہرے کھڑے تھے گھر کو جلادوں نے گھیرا تھا
اندھیرے میں چمک اٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
نظر آیا کہ ہیں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ آدھی رات کا عالم یہ ہیبت ناک نظارا
مگر ڈرتا نہ تھا باطل سے وہ اللہ کا پیارا
وہ دراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا
گری برق نظر اس مجمع قاتل کی آنکھوں پر

کہ پٹی خیرگی کی بندھ گئی باطل کی آنکھوں پر
کھنچی ہی رہ گئیں خوں ریز خوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں
خدا نے خاک غفلت ڈال دی کفار کے سر میں
رسول پاک پہنچے حضرت صدیق کے گھر میں
سنایا دوست کو فرمان حق یثرب کی ہجرت کا
نوید زندگی بخشی دیا مژدہ رفاقت کا
بعجلت دختر صدیق نے سامان کو باندھا
نطاق اپنی اتاری اس سے توشہ دان کو باندھا
حبیب حق کی خشنودی صلہ تھا جوش خدمت کا
شرف پایا ہوئیں ذات النطاقین آج سے اسما

غارِ ثور

ہوئے آزاد باطل کے حصار قہر سے دونوں
ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں
نبی نے خانہ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا
کہ اے پیارے حرم میری تری فرقت کا وقت آیا
ترے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے
جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے
کہ تو اور تیری خدمت مجھ کو دنیا بھر سے پیاری ہے
یہ فرماتا ہوا آگے بڑھا اسلام کا ہادی
سراسر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی
چڑھائی سخت تھی سنگین و ناہموار رستہ تھا
نکیلے پتھروں کا فرش تھا پر خار رستہ تھا
نبی کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے
دل صدیق کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے
نہ دیکھا جا سکا پائے محمد کی جراحت کو
بصد اصرار کندھوں پر اٹھایا شان رحمت کو
اندھیرا پتھروں کے ڈھیر کوہ ثور کی گھاٹی
خدا ہی جانتا ہے یہ مسافت جس طرح کاٹی

بالآخر دو مسافر نزد غار ثور آٹھہرے
مقدر تھا یہیں نورانیوں کا قافلہ ٹھہرے
گئے اندر ابوبکر اور اس کو صاف کر آئے
عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے
مہ و خورشید نے برج سفر میں استراحت کی
کہ تھا نوروز تاریخ یکم تھی سن ہجرت کی
ازل سے سو رہی تھی خاک کی توقیر جاگ اٹھی
یکایک اس اندھیرے غار کی تقدیر جاگ اٹھی

سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر

افق کے غرفہ مشرق سے جب خورشید نے جھانکا
نظر آیا تماشا قاتلوں کی چشم حیراں کا
گر وہ اشقیا کو سرنگوں ہوتا ہوا پایا
علی کو سایہ شمیر میں سوتا ہوا پایا
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر
بہت جزبز تھا انبوہ قریش اپنی حماقت پر
حقیقت کھل گئی جس وقت غافل ہوش میں آئے
بہت بپھرے بہت ہی اچھلے کودے جوش میں آئے
بہت کچھ کھینچا تانی کی علی کو خوب دھمکایا
یہاں سے پھر یہ مجمع خانہ صدیق پر آیا
ہوا معلوم انہیں بوبکر بھی گھر میں نہیں سوئے
یہ ایسی بات تھی جس نے حواس و ہوش بھی کھوئے
بہم لڑنے لگے اک دوسرے کی ڈاڑھیاں نوچیں
محمد کو پکڑ لینے کی ترکیبیں کئی سوچیں

انعام کا اعلان اور تلاش

کیا اعلان آخر جو کوئی جرات دکھائے گا
پکڑ لائے گا تو انعام میں سو اونٹ پائے گا

لگے کچھ جمع ہو کر شہر ہی میں ہا ہو کرنے
بہت سارے مسلح ہو کے نکلے جستجو کرنے

لگائے ہر طرف چکر بہت لمبے بہت چوڑے
پہاڑوں پر چڑھے وادی میں گھومے دشت میں دوڑے

تعاقب میں کئی مشرک وہاں غار تک پہنچے
کئی بار اس مقام سید ابرار تک پہنچے

سنی بو بکر نے قدموں کی آہٹ دل ہوا پر غم
کہا دشمن قریب آئے ہیں اے فخر بنی آدم

کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا اندیشہ دشمن
رکھ ان اللہ معنا پر نظر اے دوست لاتحزن

قافلہ نبوت مدینے کے راستے میں

اٹھا رکھی نہ اہل مکہ نے باقی کسر کوئی
نہیں پہنچا خدا کے پاک بندوں تک مگر کوئی
مسافر تین روز و شب رہے اس غار کے اندر
غذا ملتی رہی تازہ بفضل خالق اکبر
سکوں افشاں ہوا دنیا پہ چوتھی رات کا سایا
تو عامر گھر سے اک ناقہ کی جوڑی ساتھ لے آیا
ادب سے عرض کی بوبکر نے اے رحمت باری
سوار ناقہ ہو کر کیجیے چلنے کی تیاری
ہوا ارشاد اس ناقہ کی قیمت طے کرو پہلے
کہ ہم قیمت بغیر اس کو نہ لیں گے سوچ لو پہلے
اشارہ تھا مدد جز رحمت یزداں نہیں لیتے
خدا کی راہ میں انسان کا احساں نہیں لیتے
بقیمت لے کے ناقہ شان رحمت نے سواری کی
بڑھیں یثرب کی جانب نکہتیں باد بہاری کی
رسول اللہ اور صدیق تھے اک پشت ناقہ پر
تھا عامر دوسری پر اور اس کے ساتھ اک رہبر
بظاہر چند اہل کارواں معلوم ہوتے تھے
مگر ان کے جلو میں دو جہاں معلوم ہوتے تھے

عرب کی دھوپ

یہ شب چلتے ہی گزری اور دن کی دوپہر آئی
عرب کی دھوپ نے شان تمازت اپنی دکھلائی
اٹھا طوفان آتش اس بیابانی سمندر میں
سمایا آکے سو سو ہاویہ ایک ایک پتھر میں
زمیں انگارے اگلی آگ برسی آسمانوں سے
دھواں اٹھنے لگا جھلسی ہوئی کالی چٹانوں سے
فضا تھرا گئی سیل حرارت کے دریڑوں سے
ہوا گھبرا گئی امواج حدت کے تھپیڑوں سے
ازل کے روز سے یہ خاک یونہی پاک ہوتی تھی
وضو کرتی تھی ہر ذرے کا منہ کرنوں سے دھوتی تھی
کیا کرتی تھی غسل آفتابی اس لیے وادی
کہ گزرے گا یہاں سے ایک دن اسلام کا ہادی
کیا آرام اک پتھر کے سائے میں رسالت نے
مہیا کر لیا دودھ اس جگہ بھی جوش خدمت نے
ہوئی جس وقت ہلکی دھوپ کی وہ شعلہ سامانی
پیا شیر مصفا آپ نے چلنے کی پھر ٹھانی

سراقہ بن مالک ابن جعشم کا تعاقب

مقرر ہو چکا تھا اس طرف انعام اونٹوں کا
گرفتاری کی خاطر بچھ چکا تھا دام اونٹوں کا
سراقہ ابن مالک کو ہوس نے آج اکسایا
چڑھا گھوڑے کے اوپر اور نبی کو ڈھونڈنے آیا
مگر چلتے ہی ٹھوکر لی صبا رفتار گھوڑے نے
جگایا روح خوابیدہ کو پہلی بار گھوڑے نے
یہ اک تنبیہ تھی لیکن سمجھ اس کو نہیں آئی
کہ بعد از صد تامل پھر تعاقب ہی کی ٹھہرائی
نظر آیا اسے اب قافلہ ایمان والوں کا
ہوس نے بھر دیا سو اونٹ سے دامن خیالوں کا
سراقہ خوش ہوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دوڑا
نہایت زعم سے نیزے کو چمکاتا ہوا دوڑا
گرایا اک جگہ بار دگر راکب کو مرکب نے
جھنجھوڑا روح خوابیدہ کو دست قدرت رب نے
یہ غیبی تازیانہ تھا یہ تنبیہ الٰہی تھی
ہوا ثابت کہ فالوں میں تعاقب کی مناہی تھی
پھر اکسایا اسے انعام ملنے کی امیدوں نے
خطاب قاتل اسلام ملنے کی امیدوں نے

بڑھا پھر چڑھ کے گھوڑے پر جہالت کے اعادے سے
اسی بے رحم نیت سے اسی قاتل ارادے سے
مگر اس مرتبہ دام بلا میں پھنس گیا گھوڑا
روایت ہے کہ رانوں تک زمیں میں دھنس گیا گھوڑا
دکھائی پے بہ پے آخر جو قسمت نے نگو نساری
سراقہ کے دل وحشی پہ ہیبت ہو گئی طاری
پڑا ہاتھوں میں رعشہ ڈر سے نیزہ گر گیا اس کا
یہ نقشہ دیکھ کر اس کام سے دل پھر گیا اس کا

آنحضرت کی ایک معجزہ نما پیش گوئی

پکارا یا محمدؐ بخش دیجئے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا بیشک بدی تھی رہنما میری
میں تائب ہوں مجھے اک امن کی تحریر مل جائے
ترے دربار رحمت میں مجھے توقیر مل جائے
انوکھی التجا تھی مسکرایا قوم کا ہادی
پھر اس کو بے تامل امن کی تحریر لکھوا دی
سراقہ سے مخاطب ہو کے یوں ملہم نے فرمایا
اگرچہ تو ابھی اللہ پر ایماں نہیں لایا
نرالے رنگ ہیں لیکن خدا کی شان والا ہے
تیرے ہاتھوں میں کنگن دیکھتا ہوں دست کسریٰ کے
تحیر خیز تھے معجز نما الفاظ حضرت کے
عیاں فرمادیئے تھے آپ نے اسرار قسمت کے
جہاں کو جلوے اس پیشین گوئی کے نظر آئے
کہ یہ کنگن سراقہ نے عمر کے عہد میں پائے

بریدہ اسلمی اور اس کے ساتھی

سراقہ امن کی تحریر لے کر گھر پلٹ آیا
اعادہ پھر سفر کا رحمت عالم نے فرمایا
ستارے ہم سفر تھے رات کو اور دن کو سورج تھا
منازل میں لقف تھا مدلجہ تھا اور مرج تھا
حداید اور اذاخر اور رابغ راہ میں آئے
مقامات جداجد بھی اقامت گاہ میں آئے
ابھی یہ قافلہ دامان منزل تک نہ تھا پہنچا
گرفتاری کی خاطر اور اک انبوہ آ پہنچا
یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا ان کا
جواں ہمت بریدہ اسلمی سردار تھا ان کا
اسی انعام کا لالچ انہیں بھی کھینچ لایا تھا
یہ فتنہ راستے میں اہل مکہ نے اٹھایا تھا
مگر اسلام کی دولت لکھی تھی ان کی قسمت میں
بریدہ آ گیا آتے ہی دامان نبوت میں
شرف پایا جو اس نطق خدا سے ہم کلامی کا
تہیہ کر لیا سب نے محمد کی غلامی کا
بتوں کو چھوڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر
چلے یثرب کی جانب ہمرکاب مصطفی ہو کر

محبت میں بریدہ نے اتارا اپنا عمامہ
اسے نیزے میں باندھا اور یہ جھنڈا اس طرح تھاما
کہ اسلامی پھریرا آج لہرایا فضاؤں میں
معاً اللہ اکبر کی صدا گونجی ہواؤں میں
یہ جھنڈا امن و راحت کی بشارت دیتا جاتا تھا
طلوع صبح وحدت کی شہادت دیتا جاتا تھا
کہ عدل و بذل کا مختار امن و صلح کا حامی
مجسم رحمت عالم محمد مصطفی نامی
وہ ابر لطف جس سے ہر گل گلزار خنداں ہے
انیس بے کساں ہے درد مند درد منداں ہے
جہاں کو از سر نو نور سے معمور کرنے کو
دلوں سے کفر کا رنگ کدورت دور کرنے کو
وہ جس کا اک اشارہ روح مردہ کو جلاتا ہے
وہی تشریف لاتا ہے وہی تشریف لاتا ہے

الانتظار الانتظار

طلوع بدر کے ساماں ہوئے بزم کواکب میں
کئی دن سے یہ روشن ہو چکا تھا ارض یثرب میں
نکل کر شہر سے خلقت قبا تک چل کے آتی تھی
تمنا رنگ حسرت بن کے آنکھوں میں سماتی تھی
ہوا کرتی تھیں فرش راہ اٹھ کر بار بار آنکھیں
ہمہ تن انتظار آنکھیں، ہمہ تن انتظار آنکھیں
بھٹکتا تھا تصور منزلوں میں اور راہوں میں
سحر سے شام تک اک شکل رہتی تھی نگاہوں میں
کئی دن تک نہ جب صورت دکھائی شاہ والا نے
بہت مضطر ہوئے شمع نبوت کے یہ پروانے
ہوئیں کوتاہ آخر انتظار دید کی گھڑیاں
نگاہوں کے لیے آئیں نماز عید کی گھڑیاں
کسی نے دی خبر اے لو رسول اللہ آ پہنچے
جناب حضرت صدیق بھی ہمراہ آ پہنچے
غل اٹھا لیجیے ذروں کے گھر میں آفتاب آیا
زمین و آسماں کا نور جس کے ہمرکاب آیا
اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے
شعاعوں کی طرح سے گرد خورشید رسالت کے

نظر آئی جونہی پہلی جھلک روئے منور کی
سلامی گونج اٹھی نعرہ اللہ اکبر کی
پیمبر نے قبا میں چند دن آرام فرمایا
مروت نے بلطف خاص فیض عام فرمایا
سبھی پہلے مہاجر اس جگہ موجود تھے سارے
اکٹھے ہو گئے تھے چاند کے چاروں طرف تارے
علی مرتضیٰ بھی تیسرے ہی روز آ پہنچے
چلے مکے سے تنہا پاپیادہ تا قبا پہنچے
وہ اہل مکہ کو ان کی امانت دے کے آئے تھے
انہیں اسلام کا درس دیانت دے کے آئے تھے
ہوئے حاضر تو پا سوجے ہوئے تھے خون جاری تھا
نبی کا دیدہ ہمدرد محو اشکباری تھا
اساس دین محکم تھی نبی کی خاطر عالی
قبا میں سب سے پہلے ایک مسجد کی بنا ڈالی
یہ مسجد اولیں بنیاد تھی طاعت گزاری کی
صفا کی صدق کی تقوی کی اور پرہیزگاری کی

قافلہ نبوت شہر یثرب کی طرف

اٹھی اک روز آواز بلند اللہ اکبر کی
سواری جانب یثرب چلی محبوب داور کی
نماز جمعہ کا وقت مبارک راہ میں آیا
یہاں حضرت نے خطبہ جمعہ کا ارشاد فرمایا
کیا تھا بہر ملت جمعہ کا آغاز حضرت نے
امام المرسلیں کی اقتدا کی آج امت نے

نبی اپنے مدینے میں

ہوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی
بہار آئی' بہار آئی' بہار آئی' بہار آئی
جوان و پیر و مرد و زن سراپا چشم بیٹھے تھے
بہار آنے کو تھی گلشن سراپا چشم بیٹھے تھے
اب استقبال کو دوڑے نبی نجار سج سج کر
بڑھے انصار بن کر اوبچی ہتھیار سج سج کر
جنوبی سمت اٹھا ایک نورانی غبار آخر
سواد شہر میں داخل ہوا ناقہ سوار آخر
فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں
یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں
مہاجر پیچھے پیچھے چل رہے تھے سر بکف ہو کر
کھڑے تھے راہ میں انصار ہر سو صف بصف ہو کر
در و دیوار استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
زمیں کیا آسماں بھی جھک گئے تسلیم کی خاطر
مسلماں بیبیاں گھر کی چھتوں پر جمع ہو ہو کر
نظر سے چومتی تھیں عصمت داماں پیغمبر
زباں پر اشرق البدر علینا کی صدائیں تھیں
دلوں میں مادعیٰ للہ داع کی دعائیں تھیں

کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسول پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں
کہ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی
مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے
گلی کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے سارے
نبوت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

شوقِ میزبانی

رسول اللہ سلام انصار کا لیتے ہوئے گزرے
زباں سے خیر و برکت کی دعا دیتے ہوئے گزرے
ہر اک مشتاق تھا پیارے نبی کی میہمانی کا
تمنا تھی شرف بخشیں مجھی کو میزبانی کا
ہر اک مشتاق اپنی اپنی قسمت آزماتا تھا
بصد آداب و منت راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا
بہت ہی کشمکش تھی اشتیاق میزبانی کی
نبی نے اس عقیدت کی نہایت قدردانی کی
کہا تم سب مرے بھائی ہو آپس میں برابر ہو
تونگر ہے وہی جو زہدو تقوی میں تونگر ہو
اقامت کو مگر میں نے خدا پر چھوڑ رکھا ہے
کہ ناقے کو فقط اس کی رضا پر چھوڑ رکھا ہے
سبھی پیارے ہو تم ہر ایک سے مجھ کو محبت ہے
جہاں ناقہ ٹھہر جائے وہیں جائے اقامت ہے
رکی یک بارگی ناقہ بحکم حضرت باری
جہاں اک سمت بستے تھے ابو ایوب انصاری
پڑی تھی ایک جانب کچھ زمیں ویران و افتادہ
مشیت تھی اسی کو پاک کر دینے پہ آمادہ

تھے وارث وہ ہی لڑکے داغ تھا جن پر یتیمی کا
انہی کے حال پر سایہ ہوا ابر کریمی کا
یہی وہ فرش تھا ملتا تھا جس کو عرش کا پایا
نبی نے ان یتیموں کو بلایا اور فرمایا
کہ بچو یہ زمیں تم بیچنا چاہو تو ہم لے لیں!
جو قیمت مانگو ہم دے کر تمہیں دام و درم لے لیں
وہ بولے نذر ہے حضرت نے نامنظور فرمایا
انہیں بوبکر کے ہاتھوں سے پورا دام دلوایا
یہ افتادہ زمیں ہے سجدہ گاہ شوق اس دن سے
یہیں تسکین پاتی ہے نگاہ شوق اس دن سے
صحابہ سے کہا جب تک نہ ہو مسجد کی تیاری
ہمارے میزباں ہونگے ابو ایوب انصاری
فلک نے رشک سے دیکھا اس انصاری کی قسمت کو
ابو ایوب گھر میں لے گئے سامان رحمت کو
”مبارک منزلے کاں خانہ را ہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ راما شاہے چنیں باشد“

دارالامان مدینہ

ابو ایوب کے گھر میں حبیب کبریا ٹھہرے
مگر جب ہو گئی تیار مسجد اس میں آ ٹھہرے
ملی اظہار حق کی آج انسانوں کو آزادی
باآزادی لگا تبلیغ کرنے صلح کا ہادی
بھٹکتے پھرنے والوں کو خدا کی راہ پر لایا
بتوں میں گھرنے والوں کو در اللہ پر لایا
یہاں آتے تھے غیر اللہ سے رشتہ توڑنے والے
صدائے آخرت پر حب دنیا چھوڑنے والے
زمانے کے ستائے درد کے مارے ہوئے آتے
نبی کے دامن رحمت میں آرام و سکوں پاتے
کوئی ترکی کوئی تازی کوئی حبشی کوئی رومی
سبھی یکساں تھے زیر سایہ دامان معصومی
تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شان وحدت کا
کہ اس تسبیح میں تھا رشتہ محکم اخوت کا
تماشوں رنگ رلیوں کی جگہ پائی عبادت نے
فسادوں اور جھگڑوں کو مٹایا ذوق وحدت نے
مسلماں تھے کہ تھے زہد و ورع کی زندہ تصویریں
نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں

تجارت اور زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں
مشقت کے لیے دن تھے عبادت کے لیے راتیں
یہ بستی کانتی تھی وقت نیکی سے بھلائی سے
نہایت آشتی سے امن سے صلح و صفائی سے
ہدایت کی سعادت پر ہزاروں شکر کرتے تھے
خدا پر تھی نظر سب کی، خودی کا دم نہ بھرتے تھے
نبی کا حکم اور قرآن دستور العمل ان کا
صداقت بن گئی آئینہ ظاہر اور باطن کا
ضیائے حق سے رشک طور سینا بن گیا یثرب
نبی کا آستاں بن کر مدینہ بن گیا یثرب

قریش مکہ کا جوش غضب

مدینے میں ضیا افگن ہوئے جب حضرت والا
خدا نے کر دیا جب ظلمت باطل کا منہ کالا
قریش اس تازہ ناکامی سے کھسیانے ہوئے ایسے
یہ قتل و خون کے مشتاق دیوانے ہوئے ایسے
کہ فوراً ہو گئے پختہ ارادے کشت و غارت کے
مدینے تک بڑھائے حوصلے اپنی شرارت کے
وہ مسلم جن پہ بیداد و جفا کرنے کے عادی تھے
ہمیشہ جن پہ ظلم ناروا کرنے کے عادی تھے
ہنسا کرتے تھے یہ ظالم تڑپتے دیکھ کر جن کو
ستانے کا تہیہ کر چکے تھے عمر بھر جن کو
لٹاتے تھے جنہیں تپتی ہوئی بالو کے بستر پر
رگ گردن رہا کرتی تھی جن کی نوک خنجر پر
جنہیں آزاد رہ کر سانس لینے کی مناہی تھی
خطا جن کی فقط پابندی امر الٰہی تھی
قریش ان کی یہ آزادی گوارا کس طرح کرتے
بھلا صلح و صفا کا یہ نظارا کس طرح کرتے
وہ جن کی سرد آہیں بھی چھپی رہتی تھیں سینے میں
وہ اب آواز سے قرآن پڑھتے تھے مدینے میں

اگرچہ تین سو فرنگ پر بجتے تھے بچارے
مگر چلتے تھے رہ رہ کر دل کفار پر آرے
نبی کے اس طرح زندہ نکل جانے کا غصہ تھا
زمانے پر سے نازک وقت ٹل جانے کا غصہ تھا
یہ غصہ تھا کہ پیاسی رہ گئیں خونخوار تلواریں
زمیں پر کیوں نہ بہہ نکلیں مقدس خون کی دھاریں

قریش مکہ کی دھمکی

ہوئی جب ہر طرح ناکام ہر تزویر ہر سازش
غرور عجب کو صدمہ ہوا زخمی ہوئی نازش
نہایت طیش کھایا دانت پیسے اہل مکہ نے
بال آخر جنگ کی ٹھانی نبی سے اہل مکہ نے
مدینے والوں کو اک اشتعال انگیز خط لکھا
ڈرایا اور دھمکایا بہت ہی تیز خط لکھا
کہ اپنے سر پہ خود ہی جنگ کو بلوا لیا تم نے
ہمارے مجرموں کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا تم نے
تمہیں لازم ہے خط کو دیکھتے ہی یہ کڑی ٹالو
محمد اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالو
وگرنہ یاد رکھو ہم نے بھی سوگند اٹھا لی ہے
قسم اپنے ہبل کی لات کی عزیٰ کی کھالی ہے
کہ ہم سب مل کے تم لوگوں پہ فوراً حملہ کر دیں گے
گلی کوچے تمہارے شہر کے لاشوں سے بھر دیں گے
جوانوں کو تمہارے چیل کوؤں کو کھلائیں گے
تمہاری عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنائیں گے

عبداللہ بن ابیٔ منافق

یہ خط مکہ سے عبداللہ ابی کے نام پر آیا
اور اس نے دیکھتے ہی ساتھیوں کو اپنے دکھلایا
مدینے کا یہ بدقسمت مسلمانوں سے جلتا تھا
رسول اللہ کے آنے سے کف افسوس ملتا تھا
مسلمانوں کی آمد سے مٹا تھا اقتدار اس کا
کہ جب مشرک تھے لوگ ان پر تھا پورا اختیار اس کا
یہ اس بستی کے دارالامن بن جانے سے جلتا تھا
چھنی تھی ہاتھ سے شاہیٔ کف افسوس ملتا تھا
رسول اللہ کی تعلیم سے سب ہو گئے یکساں
اخوت آگئی اور بھائی بھائی بن گئے انساں
خیال اس کا یہ تھا میں بادشہ ہوں اس مدینے کا
مگر اب کوئی بھی پرساں نہیں تھا اس کمینے کا
مسلمانوں سے جب لڑنے کے منصوبے لگا کرنے
یہ سن کر آپ سمجھایا اسے آکر پیمبر نے
کہا اے بیوقوف کیا اجڑنا چاہتے ہو تم
کہ اپنے بھائی بندوں ہی سے لڑنا چاہتے ہو تم
تمہارے بھائی بیٹے سب کے سب پکے مسلماں ہیں
اگر ان سے لڑو گے خود تمہارے ہی یہ نقصاں ہیں

یہ سن کر چل دیے سب ساتھ والے اس منافق کے
خدا نے دست و بازو کاٹ ڈالے اس منافق کے
منافق چپ ہوا اور چپ ہی رہنے کی ضرورت تھی
بظاہر چپ تھا لیکن دل میں کینہ تھا کدورت تھی

مدینے کے بد باطن یہودی

مدینے میں یہودی بھی بڑی کثرت سے رہتے تھے
جو اپنی قوم کو پیغمبروں کی قوم کہتے تھے
یقیں رکھتے تھے یہ توریت کی پیشین گوئی پر
کہ اسماعیل کی اولاد میں ہوگا وہ پیغمبر
وہ پیغمبر جو سیدھا راستہ سب کو دکھائے گا
پرستاران حق کو تخت شوکت پر بٹھائے گا
انہیں معلوم تھا اب وہ پیمبر آنے والا ہے
بشر کے واسطے روشن شریعت لانے والا ہے
یہ بیٹھے انتظار ہادی موعود کرتے تھے
میان اہل یثرب کاروبار سود کرتے تھے
دنائت کے سبب عقل و خرد کو کھو گئے یہ بھی
نبی تشریف لے آیا تو دشمن ہو گئے یہ بھی
سبب یہ تھا کہ تھا نبی قائل تھا عیسیٰ کی صداقت کا
سمجھتا تھا اسے اک برگزیدہ رب عزت کا
یہودی ہر طرح جھٹلا چکے تھے اس پیمبر کو
صلیب مرگ تک پہنچا چکے تھے اس پیمبر کو
بھلا وہ شخص جو اس ظلم کو مذموم ٹھہرائے
جو پیغمبر کو پیغمبر کہے معصوم ٹھہرائے

یہودی اس کو پیغمبر اگر جانیں تو کیوں جانیں
اسے سمجھیں تو کیا سمجھیں اسے مانیں تو کیا مانیں
غرض یہ لوگ بھی اندر ہی اندر سخت دشمن تھے
دغا باز اور محسن کش تھے مکار اور پر فن تھے
رسول اللہ کی عظمت کے گرچہ دل سے قائل تھے
مگر یہ ان کی فطرت تھی عداوت ہی پہ مائل تھے
بباطن سازشیں تھیں اور بظاہر کچھ نہ کرتے تھے
معاہد ہو چکے تھے اوس و خزرج سے بھی ڈرتے تھے
مسلماں ہونے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے
اگرچہ زر میں کم تھے زور میں مدمقابل تھے
یہ انصار رسول اللہ خوش تھے فقر و فاقے میں
زراعت پر لگے رہتے تھے یثرب کے علاقے میں
ہدایت پا کے اپنی خوبی قسمت پہ نازاں تھے
خدا کے فضل یعنی آیہ رحمت پہ نازاں تھے

قریش مکہ کی غارت گری

حسد کی ہر طرف جب عام بیماری لگی بڑھنے
مسلمانوں کو پھر جینے کی دشواری لگی بڑھنے
کیا اس طرح آغاز شرارت اہل مکہ نے
کہ رہزن بن کے ڈالی طرح غارت اہل مکہ نے
پھرا کرتے تھے بیرون مدینہ اونٹ میداں میں
انہیں کرز ابن جابر لے گیا روز درخشاں میں
صحابہ حضرت اقدس سے اکثر التجا کرتے
مگر لڑنے سے ان کو منع شاہ دوسرا کرتے
یہودی مل گئے مکہ کے ان وحشی لعینوں سے
توقع تھی خلاف عہد کی ہر دم کمینوں سے
ہوئی تنگ اس قدر آخر مسلمانوں کی عافیت
کہ اندر شہر کے بھی رہ نہ سکتے تھے بخیریت
نکلتے تھے تو گھر جاتے تھے قزاقوں کے دستوں میں
بچارے دن دہاڑے قتل ہو جاتے تھے رستوں میں
خدا کا نام لینا اک نرالا رنگ لایا تھا
نبی صابر تھے فرمان جہاد اب تک نہ آیا تھا
قریش مکہ نے ڈالی جو طرح جنگ مغلوبہ
کیا باطل نے شمع حق بجھا دینے کا منصوبہ

حد برداشت سے گزری تعدی اہل باطل کی
زیادہ صبر کرنا بے حسی تھی دین کامل کی

اذنِ جہاد

بال آخر وقت آیا رحمت حق جوش میں آئی
کہ اذن جنگ بن کر غیرت حق جوش میں آئی
معاً جبریل لے کر آیہ قرآں ہوئے نازل
جہاد فی سبیل اللہ کے فرماں ہوئے نازل
یہ حکم آیا کہ ہاں اب ان غریبوں کو اجازت ہے
بچارے بے وطن آفت نصیبوں کو اجازت ہے
وہ جن پر ظلم کے بیداد کے بادل برستے ہیں
وطن کو چھوڑ کر بھی بے کس و مظلوم رہتے تھے
خطا جن کی فقط یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئے
جو دنیا کو لٹا کر اک خدا کا نام لے آئے
جنہیں دشمن تہیہ کر چکے ہیں تنگ کرنے کا
ہے ان کو اذن حملہ آوروں سے جنگ کرنے کا
خدا ظالم کے منصوبوں کو رد کرنے پہ قادر ہے
خدا مظلوم لوگوں کی مدد کرنے پہ قادر ہے
نہ دے اللہ اگر حملوں کے سد باب کی جرات
یونہی بڑھتی رہے ہر ایک شیخ و شاب کی جرات
یہ معبد خانقاہیں صومعے یکسر اجڑ جائیں
منادر اور گرجے بیخ سے بن سے اکھڑ جائیں

مساجد جن کے اندر ذکر حق کثرت سے ہوتا ہے
جہاں انسان آکر معصیت کے داغ دھوتا ہے
گرادیں لوگ آ کر ان عمارات مقدس کو
نہیں منظور یہ اللہ کی ذات مقدس کو

شرطِ جہاد

رسول اللہ نے اک دن بصد تاکید و پابندی
سنایا اہل ایماں کو یہ فرمان خداوندی
کہا راہ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے
خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا
ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز
مسلمان ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز
فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط ان سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

قریش کی دوسری دھمکی

قریش مکہ نے ٹھانی ہوئی تھی قتل و غارت کی
مسلماں بھی لگے تدبیر کرنے اب حفاظت کی
قبائل کا بھی خطرہ تھا دیار ارض یثرب میں
کہ بودو باش تھی جن کی دیار ارض یثرب میں
یہ خطرہ تھا مبادا اہل مکہ سے وہ مل جائیں
رسد کو لوٹ لیں اہل مدینہ پر ستم ڈھائیں
خبر تھی فتنہ آئندہ کی محبوب داور کو
معاہد کر لیا اس واسطے ان میں سے اکثر کو
یہ کوشش تھی کہ دب جائے فساد و جنگ کا فتنہ
نہ اٹھے اس جہاں میں کوئی خونیں رنگ کا فتنہ
مگر اب کر چکے تھے اہل مکہ خوب تیاری
نہ ان کو بیٹھنے دیتی تھی خوئے مسلم آزاری
مسلمانوں کو لکھ کر بھیج دی بوجہل نے دھمکی
کہ پہلے ہی سے اب تم فکر کر لو اپنے ماتم کی
محمد کو بڑا ہی صاحب اعجاز سمجھے ہو
یہاں سے بچ نکلنے کو خدائی راز سمجھے ہو
تمہیں یہ ناز ہو گا آ بسے ہیں اب مدینے میں
سمجھتے ہوگے ہم آزاد ہیں اب مرنے جینے میں

ذرا دم لو کوئی ساعت ٹھہر جاؤ ہم آتے ہیں
تمہارا نام ہی اب لوحِ ہستی سے مٹاتے ہیں

قافلہ تجارت اور ابو سفیان کے منصوبے

یہ خالی ایک دھمکی ہی نہ تھی کفار مکہ کی
بہت بد ہو چکی تھیں نیتیں اشرار مکہ کی
نبی پر حملہ کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے
بس اپنے قافلے کے منتظر کفار بیٹھے تھے
ابو سفیان گیا تھا شام کی جانب تجارت کو
نکلنا تھا اسی کی واپسی پر قتل و غارت کو
تجارت کے منافع پر مدار جنگ تھا سارا
تجارت کیا تھی گویا کاروبار جنگ تھا سارا
قریشی تاجروں کا قافلہ جب لوٹ کر آیا
ابوسفیاں منافع کی رقم تھیلوں میں بھر لایا
پہنچ کر مکہ میں اب جنگ کا سامان کرنا تھا
مگر ڈر تھا کہ یثرب کے حوالی سے گزرنا تھا
دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
فساد باطنی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے
ابو سفیاں کے دل میں بھی ہزاروں وہم آتے تھے
خیالی وسوسے ہی بھوت بن بن کر ڈراتے تھے
خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

کہیں ایسا نہ ہو مقصد سمجھ لیں اس تجارت کا
مبادا جان لیں سامان ہے یہ قتل و غارت کا

چلے ہیں قاتلوں کے ہم دہان آز بھرنے کو
قبائل میں یہ سارا مال و زر تقسیم کرنے کو

سمجھ جائیں یہ سونا قبر کے اندر سلائے گا
سمجھ جائیں کہ یہ کپڑا کفن ان کو پہنائے گا

سمجھ جائیں کہ ان کی صبح پر شام آنے والی ہے
منافع کی یہ دولت جنگ میں کام آنے والی ہے

کہیں ایسا نہ ہو اس قافلے کا حال کھل جائے
سر منزل نہ پہنچیں اور ساری چال کھل جائے

ہمارا قافلہ مکے پہنچ جائے تو بہتر ہے
کسی صورت مدینے پر بلا آئے تو بہتر ہے

یہ کیا ہے آج آگے پاؤں دھرتے ہول آتا ہے
مدینے کے حوالی سے گزرتے ہول آتا ہے

اگر اہل مدینہ رستے ہی میں ٹوک لیں ہم کو
ارادوں سے ہمارے باخبر ہوں روک لیں ہم کو

اکارت جائیں گے مکے میں پھر سامان لڑائی کے
ہوا ہو جائیں گے امکان خنجر آزمائی کے

یہ سارا مال اگر اہل مدینہ چھین لے جائیں
تو شاید جا کے تلواریں خریدیں قلعے بنوائیں

بڑی دقت ہے پھر اللہ والوں کے مٹانے میں

محمد ہی کا مذہب پھیل جائے گا زمانے میں
کوئی ترکیب ایسی ہو کہ ہم بچ کر نکل جائیں
لڑائی کے لیے مکے سے واپس لوٹ کر آئیں
نئے مذہب کی جڑ تیغ و تبر سے کاٹ دیں آ کر
مدینے کی زمیں لاشوں سے یکسر پاٹ دیں آ کر

شرارت

ابوسفیان الجھتا آ رہا تھا ان خیالوں سے
کیا اب مشورہ بزدل نے اپنے ساتھ والوں سے
بہت سوچا بالآخر اک شرارت تازہ طے پائی
بلا کر مرد ضمضم نام کو ترکیب سمجھائی
کہا یہ کام گر کر دے تو اتنا مال پائے گا
ملیں گے اونٹ سونا بھی کئی مثقال پائے گا
چلا مکے کی جانب اونٹ پر چڑھ کر یہ ہرکارا
بڑھا دو منزلے کرتا ہوا و حرص کا مارا

مشرکین میں اشتعال کی چال

ادھر اس قافلے کے منتظر بیٹھے تھے مدت سے
لڑائی چھیڑنا مقصود تھی فخرِ نبوت سے
فقط اس کارواں کی واپسی کا تھا خیال ان کو
کہ تھی لڑنے سے پہلے آرزوئے حفظ مال ان کو
قریش اک روز بیٹھے کر رہے تھے جنگ کی باتیں
ابوجہل ان کو سکھلاتا تھا قتل عام کی گھاتیں
اچانک اک صدا اٹھی کہ فریاد اے بنی غالب!
اٹھو دوڑو کرو فی الفور امداد اے بنی غالب
یہ چیخیں اور فریادیں سنیں تو اہل شر دوڑے
بہت بیتاب ہو ہو کر اٹھے آواز پر دوڑے
نظر آیا کہ وادی میں کھڑا ہے اک شتر تنہا
اور اس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے اک بشر ننگا
برہنہ جسم ننگ خانداں معلوم ہوتا ہے
تباہی اور فلاکت کا نشاں معلوم ہوتا ہے
شتر کی پیٹھ پر کاٹھی بھی کس رکھی ہے الٹا کر
نظر آتا ہے آیا ہے کہیں سے کان کٹوا کر
فغاں کرتا ہی چیخیں مارتا ہے روتا جاتا ہے
پیا پے سینہ کوباں ہو کے بے کل ہوتا جاتا ہے

صدا دیتا ہے اے لوگو مری فریاد کو پہنچو
تمہارا مال و زر لٹنے کو ہے امداد کو پہنچو
محمد بدلہ لینا چاہتے ہیں بر ملا تم سے
سمجھتے ہیں کہ جھیلے ہیں بہت جور جفا تم سے
مسلماں قافلے کی تاک میں نکلے ہیں اے یارو
اٹھو' دوڑو' بڑھو' چل کر انہیں روکو انہیں مارو
مجھے ڈر ہے کہ جو ہونا تھا اب تک ہو چکا ہوگا
ابوسفیاں بچارا جان اپنی کھو چکا ہوگا
پڑے سوتے ہو تم سونا تمہارا لٹ گیا ہو گا
تمہارا کارواں سارے کا سارا لٹ گیا ہوگا
پکڑ کر لے گئے ہونگے مسلماں ساتھ والوں کو
نکالو جلدی اپنی فوج' دوڑاؤ رسالوں کو
ارے تم سن رہے ہو تم سے کچھ بھی بن نہیں پڑتی
میری فریاد کی برچھی کسی دل میں نہیں گڑتی

ابوجہل کی آتش افروزی

اب اہل شہر پہچانے کہ مضمضم ہے یہ ہر کارا
گھڑی میں شہر اس کے گرد اکٹھا ہو گیا سارا
وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ہر سو تکتا جاتا تھا
دوہتڑ پیٹتا جاتا تھا ظالم بکتا جاتا تھا
الجھنے کے لیے تیار تھے پہلے ہی دیوانے
لگے یہ حال سن کر سانپ کے مانند بل کھانے
چنگاری پڑ گئی بارود میں شعلہ بھڑک اٹھا
دل ہر ثانی نمرود میں شعلہ بھڑک اٹھا
لگی تلوؤں میں آگ ایسی کہ نتھنوں سے دھواں نکلا
غضب کی شکل میں آنکھوں سے مغز استخواں نکلا
غرور عجب نے دل کی سیاہی رخ پہ دوڑا دی
غضبنا کی نے آنکھوں کو ردائے سرخ پہنا دی
یہ ایسی بات تھی جو وہم میں بھی آ نہ سکتی تھی
تصور میں یہ صورت منہ کبھی دکھلا نہ سکتی تھی
مسلمانوں کی یہ جرات کہ ان کا قافلہ روکیں
جو اب تک چھپتے پھرتے ہیں انہیں میدان میں ٹوکیں
(انہیں ٹھیکہ ملا تھا اہل دنیا کو ستانے کا
کسی کو حق نہ تھا مد مقابل بن کے آنے کا)

مسلماں اور ان کے کارواں پر حملہ آور ہوں
خبر سن لیں یہ بھتنے اور جائے سے نہ باہر ہوں
وہ ہر کارا تو پلٹا صورت شیطان بپھرا کر
لگے بس گھولنے یہ سانپ پیچ و تاب کھا کھا کر
بھرے بیٹھے تھے پہلے سے بہانہ اور ہاتھ آیا
اٹھا بوجہل اک تقریر کی لوگوں کو بھڑکایا
کہا او بیوقوفو سوچتے کیا ہو، کمر باندھو
اٹھاؤ نیزہ خنجر اٹھو تیغ و تبر باندھو
مسلمانوں کو مکے سے نکل جانے دیا تم نے
وہ موقع خوب تھا، افسوس ٹل جانے دیا تم نے
محمد کو یہیں پر ختم کر دو، میں نہ کہتا تھا
مسلمانوں سے قبرستان بھر دو، میں نہ کہتا تھا
مدینے میں پہنچ کر اب یہ جرأت مل گئی ان کو
تمہیں پر حملہ آور ہوں یہ ہمت مل گئی ان کو
تمہیں ان کو سزا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
نیا مذہب مٹا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
تمہارے سامنے ہستی ہی کیا ہے اس جماعت کی
مسلماں کیا ہیں اک بے رنگ سی تصویر غربت کی
وہ خود ہیں جنگ کے طالب حیا تم کو نہیں آتی
تمہارا قافلہ لٹتا ہے چھاتی پھٹ نہیں جاتی
لطیمہ ہو گیا تاراج تو پچھتاؤ گے یارو!

تم اپنی بیویوں کو عیش سے ترساؤ گے یارو!
یہ بھالے برچھیاں پیکان کس دن کام آئیں گے
تمہارے جنگ کے سامان کس دن کام آئیں گے
چلو میداں میں جرات آزماؤ دیکھتے کیا ہو
قریشی نسل کی شوکت دکھاؤ دیکھتے کیا ہو
ہمارے تین سو اور ساٹھ ہیں تنہا خدا ان کا
بھلا اتنے خداؤں سے لڑے گا کیا خدا ان کا
اٹھو اے لات و عزیٰ و ہبل کے پوجنے والو
عرب سے اک خدا کے نام کا دھبہ مٹا ڈالو

قریش مکہ کی چڑھائی

قیامت آ گئی ہر شخص تیاری لگا کرنے
ہر اک تائید خونریزی و خونخواری لگا کرنے
درستی ہو گئی جھٹ نیزہ و شمشیر و خنجر کی
چڑھی آندھی مدینے کی طرف باطل کے لشکر کی
قریشی نسل کے مردان جنگی سر بکف ہو کر
بڑھے گھوڑوں پہ یا اونٹوں پہ چڑھ کر صف بہ صف ہو کر
نضرؔ بو بختریؔ حرث ابن عامر تھے یہ سب افسر
ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ تھے یہ سر لشکر
چلے وہ سب کے سب جن کو پیمبر سے عداوت تھی
منبہ اور رقعہ عاص بن ہشام و عقبہ بھی
بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ شامل تھے بمجبوری
کہ بزدل سمجھے جاتے گر بتاتے کوئی معذوری
اگرچہ باخبر تھے اس برائی کے نتیجے سے
چلے عم نبی عباس بھی لڑنے بھتیجے سے
عقیل ابن ابی طالب بھی ان کے ساتھ شامل تھا
نہیں تھا بو لہب اس کی بدی کا ہاتھ شامل تھا
قریشی سور ما اکثر شریک فوج باطل تھے
کہ سب جنگ آزمودہ تیغ زن تھے اور قاتل تھے

یہ لشکر مشتمل تھا ساڑھے گیارہ سو جوانوں پر
دلوں میں بغض، نعرے کفر کے ان کی زبانوں پر
یہ لشکر بڑھ رہا تھا کعبہ توحید ڈھانے کو
مسلمانوں سے لڑنے کو مدینے کے گرانے کو
مدینے کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا یہ لشکر
گزرگاہوں میں لوگوں پر غضب ڈھاتا تھا یہ لشکر
زمین دشت کی چھاتی سے آہو کا غبار اٹھا
فلک بھی کانپ کر اللہ العظمہ پکار اٹھا

آگ لگا کر ابوسفیان مکے پہنچ گیا

ابوسفیان اور اس کا قافلہ بالکل سلامت تھا
مگر ظالم کا یہ فتنہ جگا دینا قیامت تھا
وہ لے کر مال و دولت منزل مقصود پر پہنچا
نہ آیا پیش کوئی حادثہ اور اپنے گھر پہنچا
پہنچ کر مکے میں یہ قافلہ دو روز ستایا
سوئے لشکر مگر اک تیزرو قاصد کو دوڑایا
کہ ہم بچ کر نکل آئے لطیمہ بھی سلامت ہے
اگر چاہو تو لوٹ آؤ لڑائی بے ضرورت ہے
اگر سارے عرب کو مشتعل کرنا ضروری ہو
مدینے کی زمیں کو خون سے بھرنا ضروری ہو
تو واپس لوٹ آؤ تا کہ بندوبست ہو جائے
مسلمانوں کی ہستی جس سے بالکل پست ہو جائے
تجارت کا منافع بانٹ دو سارے قبائل میں
کہ ہوگی اس سے وسعت اہل مکہ کے وسائل میں
قبائل ان مسلمانوں کا جینا تنگ کر دیں گے
وہ ان کے کھیت' میداں' راستے لاشوں سے بھر دیں گے
مدینے کے یہودی بھی ہمارے دوست ہیں سارے
ابھی خاموش بیٹھے ہیں وہ حلف صلح کے مارے

انہیں لالچ دیا جائے کہ وہ بھی عہد کو توڑیں
یہ مجبوری کی ظاہر داریاں رکھنے سے منہ موڑیں
اگر کچھ خرچ کرنے سے یہ ہو جائے تو کیا کہنا
کہ ہو گا اوس و خزرج کو بھی مشکل شہر میں رہنا
بہر سونا کہ بندی کر کے پھر ہم بھی کریں دھاوا
لگا دیں آگ کر دیں مسجدوں کو راکھ کا آوا
مزاجب ہے ہمیں بھی حملہ کرنے کا مزا آئے
کہ ان کے بھاگنے کا راستہ مسدود ہو جائے
پلٹ آنا اگر ہونا مناسب خیر بڑھ جاؤ
مسلمانوں کے سر پر بھوت کی مانند چڑھ جاؤ
ہماری بھی ضرورت ہو تو کہہ دو ہم بھی آ جائیں
نہیں کچھ اور خیر اس لوٹ ہی کا مال پا جائیں

ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو

ہنسا بوجہل یہ پیغام سن کر تن کے یوں بولا
کہ یہ دفتر نصیحت کا ابوسفیان نے کیوں کھولا!
اسے کہہ دو لطیمہ رکھ کے جلد آجائے لشکر میں
وہ چالیں ہی نہ بتلائے ہمیں بیٹھا ہوا گھر میں
قبائل میں کریں کیوں مفت جا کر بادیہ گردی
مسلماں چیز ہی کیا ہیں کریں اتنی جو سردردی
مٹانے کے لیے ان کے یہ جنگی فوج کافی ہے
خس و خاشاک کی خاطر یہی اک موج کافی ہے
چڑھائی ہو چکی ہے اب پلٹ چلنا ہے ناممکن
مسلمانوں کے سر سے موت کا ٹلنا ہے نا ممکن
ابوسفیاں سے کہہ دینا کہ تم سمجھے ہو کیا ہم کو
تمہارا مدعا جو کچھ بھی تھا معلوم تھا ہم کو
جو قاصد تم نے بھیجا تھا اسے پہچانتے تھے ہم
تمہارے کارواں کو بھی سلامت جانتے تھے ہم
سمجھ لی بات ہم نے قوم ساری مشتعل کر دی
لگا دی آگ رگ رگ میں تمنا جنگ کی بھر دی
یہ لشکر جمع ہو کر بہر قتل و خوں نکل آیا
نکلنا تھا جو مطلب مال و زر سے یوں نکل آیا

ہوا مفتوح پہلا مرحلہ اب تم بھی آ جاؤ
سلامت ہے تمہارا قافلہ اب تم بھی آ جاؤ
اگر تم عیش کرنے کے لیے بیٹھے ہو مکے میں
مزے سے پیٹ بھرنے کے لیے بیٹھے ہو مکے میں
تو لشکر میں ہمارے عیش و عشرت کی کمی کیا ہے
یہاں ہر چیز ہے موجود ہر نعمت مہیا ہے
شرابیں ناچ گانا کھانا پینا ساتھ لائے ہیں
بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں
بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہ لشکر ہیں
انہیں کے حسن سے معمور یہ خرگاہ لشکر ہیں
انہیں سے منزلوں میں اہتمام عیش رہتا ہے
کہ ہر سردار کا خیمہ مقام عیش رہتا ہے
ہماری رات غرق بادہ سرجوش رہتی ہے
صدائے چنگ و دف گلبانگ نوشانوش رہتی ہے
کبھی چشم فلک نے یہ نرالے رنگ دیکھے ہیں
نظر سے گزرے ہیں یہ عیش ایسے رنگ دیکھے ہیں
مگر یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بیہوش و غافل ہیں
ارے خود آ کے دیکھو ویسے ہی سفاک و قاتل ہیں
ہمارا جوش ہر منزل پہ دونا ہوتا جاتا ہے
کہ ہر مے نوش دل سے زنگ حسرت دھوتا جاتا ہے
یہ قومی آن کی باتیں ہیں متوالے نہیں ہیں ہم

دکھانا ہے کہ ہر اک رنگ میں مسند نشیں ہیں ہم
قریشی نسل کی شان امارت کے امیں ہم ہیں
عرب کا کون مالک ہے؟ ہمیں ہم ہیں ہمیں ہم ہیں
عرب کے رہنے والوں کو دکھا کر بزم کا نقشہ
بتادیں برسر میداں جما کر رزم کا نقشہ
یہ ساری عشرتیں اہل وغا کا دل لبھائیں گی
ہمیں جنگاہ تک لے جائیں گی پھر لوٹ آئیں گی
وہاں ہم کیا کریں گے یہ نہ پوچھو بس سمجھ جاؤ
مسلمانوں کی حالت دیکھنی چاہو تو جلد آؤ
تفنگ و نیزہ و خنجر شراب نغمہ و ساقی
مجھے یہ تو بتاؤ شہر میں کیا چیز ہے باقی
مرا مطلب یہ ہے بزدل نہ کہلاؤ ابوسفیاں
مجھے تم جانتے ہو منہ نہ کھلواؤ ابوسفیان

نبی ﷺ کا مشورہ صحابہ سے

ادھر گاو زمیں تھرا رہی تھی بد نہادوں سے
ادھر اہل مدینہ بے خبر تھے ان ارادوں سے
وہی اک ملہم صادق، وہی اک دیدہ بینا
اسی کا قلب تھا جس پر تھا سارا حال آئینہ
اسے معلوم تھا آغاز و انجام اس چڑھائی کا
اسی کا دل تھا جس میں درد تھا ساری خدائی کا
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو
خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
رسول اللہ نے اک دن مسلمانوں کو بلوایا
بٹھایا مسجد نبوی میں سب کو اور فرمایا
کہ دو جانب سے اٹھ کر جنگ کا طوفان آتا ہے
قریشی فوج آتی ہے، ابوسفیان آتا ہے
ابوسفیان پلٹ آیا ہے لے کر شام کی دولت
قبائل میں یہ زر تقسیم کر دینے کی ہے نیت
اٹھائے گا قبائل کو تمہارے سر پہ لائے گا
مدینے پر قیامت ڈھائے گا فتنے اٹھائے گا
ادھر مکے سے لشکر چل چکا ہے لڑنے مرنے کو
تمہارے دین و امن صلح کے برباد کرنے کو

اٹھے ہیں اہل مکہ تاخت و تاراج کی خاطر
چلا آتا ہے باطل حق سے امتزاج کی خاطر
حلیفوں میں تمہارے ہیں یہودی اور کافر بھی
حمایت میں مسلمانوں کی ہیں کمزور لاغر بھی
کرو قطع نظر اس سے کہ ان کا دین ہے کیسا
کہ دین و مذہب و ملت میں ہے اکراہ نازیبا
وہ عرفانی بلندی پر ہیں یاپستی میں بستے ہیں
تمہارے دامنوں میں امن کی بستی میں بستے ہیں
بہت سے لوگ طرز غیر جانبداری رکھتے ہیں
بچارے بال بچے رکھتے ہیں گھر بار رکھتے ہیں
مدینے پر ہوا حملہ تو گھبرائیں گے بیچارے
جفا و ظلم کی چکی میں پس جائیں گے بیچارے
مسلمانوں پہ لازم ہے حمایت ان حلیفوں کی
مبادا آبرو بگڑے شریفوں کی ضعیفوں کی
قریش مکہ کی یورش کا باعث صرف مسلم ہیں
کہ اب تک باوجود ضعف دین اللہ پہ قائم ہیں
وہ حق سے پھیر لینا چاہتے ہیں تم کو جبریہ
تمہیں پہ فرض ہے اس یورش بے جا کا دفعیہ
اگرچہ مفلس و نادار ہو تعداد میں کم ہو
قریش مکہ سے سامان میں افراد میں کم ہو
مہاجر بے وطن ہیں بے نوا کچھ بھی نہیں رکھتے

غریب انصار بھی دل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے
سواری اور ہتھیاروں کی حالت بھی نہیں اچھی
گھروں میں بعض بیماروں کی حالت بھی نہیں اچھی
مسلمانوں مگر اس راہ میں اللہ کافی ہے
جہاد فی سبیل اللہ میں اللہ کافی ہے
تمہارا عندیہ کیا ہے لڑیں یا بند ہو بیٹھیں
چلیں میدان میں یا شہر کے پابند ہو بیٹھیں

مہاجرین کا مشورہ

ابوبکر و عمر نے عرض کی اے ہادی دوراں
ہمارے مال، جان، اولاد سب اسلام پر قرباں
غلامان محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے
اٹھے مقداد اٹھ کر عرض کی اے سرور عالم
نہیں ہیں قوم موسیٰ کی طرح کہہ دینے والے ہم
کہا تھا اس نے اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اجڑنے کو
خدا اور اس کا موسیٰ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو
معاذ اللہ مثیل امت موسیٰ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروان دین ختم المرسلیں ہیں ہم
ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامان محمد ہیں
ہمیں باطل کا ڈر کیا زیر دامان محمد ہیں
مسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ خنجر
لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں پر

بزرگان مہاجر نے دکھائی جب توانائی
رسول اللہ نے سن کر دعائے خیر فرمائی

انصار کا جوش ایماں

حف انصار کی جانب اٹھیں آنکھیں نبوت کی
تو سعد ابن معاذ اٹھے دکھائی شان جرات کی
ادب سے عرض کی انصار ہیں ہم یا رسول اللہ
غلام سید ابرار ہیں ہم یا رسول اللہ
خدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا
کہ ختم المرسلیں اس شہر میں تشریف لے آیا
جہاں میں اس سے بڑھ کر کوئی عزت مل نہیں سکتی
کسی کو بھی ابد تک اب یہ دولت مل نہیں سکتی
خدائے پاک کے فرمان پر ایمان لائے ہم
رسول اللہ پر قرآن پر ایمان لائے ہم
تو کیا اب موت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوا دیں گے
بھلا دیں گے یہ احساں بار لعنت سر پہ لا دیں گے
تعالیٰ اللہ یہ شیوہ نہیں ہے با وفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت دار ماؤں کا
صداقت دیکھ کر رکھا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے
کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے
قسم اللہ کی جس نے نبی مبعوث فرمایا
سبھی کچھ پا لیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا

گدائی آپ کے در کی ہماری پادشاہی ہے
ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحی الٰہی ہے

ہمیں میدان میں لے جایئے یا شہر میں رہیے
کسی سے صلح کو فرمایئے یا جنگ کو کہیے

ہمارا فرض ہے تعمیل کرنا رائے عالی کی
ہماری زندگی تکمیل ہے ایمائے عالی کی

ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہو گا
کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہو گا

اگر ارشاد ہو بحر فنا میں کود جائیں ہم
ہلاکت خیز گرداب بلا میں کود جائیں ہم

نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

قریش مکہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں
سنان نیزہ بن کر سینہ باطل میں گڑ جائیں

وعدہ نصرت الٰہی

نظارا دیکھ کر انصار کے جوش اطاعت کا
اٹھا عرش معلیٰ کی طرف چہرہ نبوت کا
یہ وحدت آج وحدت کے مبلغ کو پسند آئی
اٹھا کر ہاتھ حضرت نے دعائے خیر فرمائی
دعا کے بعد لوگوں کو نوید فتح و نصرت دی
برائے جنگ یثرب سے نکلنے کی اجازت دی
کہا دونوں میں تم کو اک جماعت ہاتھ آئے گی
خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت ہاتھ آئے گی
رہے گا بول بالا قدرت حق سے صداقت کا
گرے گا جڑ سے کٹ کے نخل کفر و ظلم و بدعت کا
فلک پر تھوکنے والے زمیں پر سرنگوں ہونگے
یقین رکھو کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہونگے

مجاہدین اسلام جہاد کے رستے پر

نماز صبح پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
اٹھا خود مسجد نبوی سے ابر رحمت باری
دکھانا شان حق منظور تھی ہادی کامل کو
مدینے سے نکل کر روکنا تھا فوج باطل کو
دوم تھا سال ہجری بارھویں تھی ماہ رمضاں کی
کہ نکلی مختصر سی اک جماعت اہل ایماں کی
نکل کر شہر سے تعداد دیکھی جاں نثاروں کی
تو گنتی تین سو تیرہ تھی ان طاعت گزاروں کی
سلاح جنگ یہ تھا آٹھ تلواریں تھیں چھ زر ہیں
غنا کا رنگ یہ تھا چیتھڑوں میں بیسیوں گر ہیں
کمانیں اور نیزے چوبہائے ناتراشیدہ
حدود کفش سے آزاد پائے آبلہ دیدہ
زیادہ لوگو پیدل تھے سواری پر بہت تھوڑے
کہ ستر اونٹ تھے بہر سواری اور دو گھوڑے
ہلا دیتی تھی کہساروں کو جن کی دھاک پیدل تھے
جناب حمزہ کیا خود صاحب لولاک پیدل تھے
علی اور بولبابہ اور جناب سید عالم
یہ تینوں باری باری سے شریک ناقہ تھے باہم

ابوبکر و عمر اور عبدرحمن اک سواری پر
منازل طے کئے جاتے تھے اپنی اپنی باری پر
سمندر میں اٹھا کرتی ہے جیسے موج بے پروا
اسی صورت رواں تھی غازیوں کی فوج بے پروا
کھجوریں تک میسر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو
یہ اللہ کے مجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو
بہت سے سر بسر محروم گھوڑے اور ناقے سے
بہت ایسے تھے جن کی رات بھی کٹتی تھی فاقے سے
خیال عظمت ملت مکیں تھا ان کے سینوں میں
کوئی ساماں نہ تھا ذوق یقین تھا ان کے سینوں میں
یہ چند افراد اٹھے تھے ضعیفوں کی حمایت کو
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو
چلے تھے یہ مجاہد آج میدان شہادت میں
محمد کی ہدایت پر محمد کی قیادت میں

کفار کا ڈیرا میدان بدر میں

زرہ پہنے ہوئے جب لشکر نور سحر نکلا
شہ خاور اٹھا بہر مدد سینہ سپر نکلا
فضائے دہر سے اب اٹھ چلی شب کی عملداری
خدا دینے لگا باطل کو پاداش سیہ کاری
شعاعیں برچھیاں بن کر اندھیروں کی طرف لپکیں
بلائیں بھاگ اٹھیں اپنے ڈیروں کی طرف لپکیں
تکبر، ظلم، گستاخی، دل آزاری، من و مائی
تشدد، کینہ توزی، ناز، خود بینی، خود آرائی
ستانے کے طریقے قتل کر دینے کی ایجادیں
یہ بچے مادر شب کے اندھیرے کی یہ اولادیں
ہوئے آ آ کے سب شامل گروہ اہل باطل میں
یہ فتنے آ بسے کفار کے تہ خانہ دل میں
خودی نے بھر دیئے تھے کبر کے طوفان ہر سر میں
ڈبونے جا رہے تھے کشتی حق آب خنجر میں
لگایا بدر کے میدان میں کفار نے ڈیرا
یہاں تدبیر کی تزویر کو تقدیر نے گھیرا

ابوجہل کا غرور

یہاں بوجہل نے آتے ہی پھر لوگوں کو بھڑکایا
دلایا جوش سب کو اور خود بھی جوش میں آیا
کہا یہ دن وہ ہے جس کی طلب تھی ایک مدت سے
اکٹھے ہیں صنادید قریش اس وقت قسمت سے
ہمارے پہلواں بھاری ہیں سو سو پہلوانوں پر
مدینے بھر میں شور الحذر ہوگا زبانوں پر
یہ خود سر پہلواں کیا پھر کبھی ساتھ آنے والے ہیں
بھلا ایسے مواقع پھر کبھی ہاتھ آنے والے ہیں
یہ ساری مہربانی ہے ہمارے دیوتاؤں کی
چڑھائی ہو گئی ہے اک خدا پر سب خداؤں کی
کریں گے جب یہ مل کر تین سو اور ساٹھ تقدیریں
اٹھیں گی ساتھ ساڑھے گیارہ سو خوں ریز شمشیریں
میں دیکھوں گا کہ وہ تنہا خدا کس کام آتا ہے
کہاں لے جا کے مٹھی بھر جماعت کو چھپاتا ہے
یہ برچھے بجلیاں بن بن کے جن کے پھل چمکتے ہیں
کہاں ہیں آج وہ سینے جوان کو روک سکتے ہیں
ذرا دیکھو تو یہ خونخوار جوہر دار شمشیریں
یہ شمشیریں پہاڑوں پر گریں تو بیخ تک چیریں

یہ خنجر دیکھتے ہو جو کھنچے جاتے ہیں تن تن کر
تڑپتے ہیں کہ تیریں موج خوں میں مچھلیاں بن کر
ہمارے تیر دیکھو ان کا مینہ جس دم برستا ہے
تو لاکھوں بسملوں کا کھیت پانی کو ترستا ہے
رسد کو دیکھو نظارا کرو سامان جنگی کا
ہے چہروں ہی سے ظاہر دبدبہ مردان جنگی کا
نظارے ہی سے اصحاب محمد کانپ جائیں گے
ہمارے ہر سپاہی کو وہ اک جلاد پائیں گے
مسلمانوں کے حق میں واقعی پتھر ہے دل ان کا
نہیں پتھر نہیں، پتھر سے کچھ بڑھ کر ہے دل ان کا
محمد خود کہیں گے ہاں یہ جلادوں کا لشکر ہے
یہ نمرودوں کی فوجیں ہیں یہ شدادوں کا لشکر ہے
ہمارے نام کی ہیبت عرب پر بیٹھ جائے گی
مسلماں قتل ہونگے دھاک سب پر بیٹھ جائے گی
یہاں اک دن ٹھہر کر پھر بڑھو باقاعدہ ہو کر
اچانک اس طرح سے جا پڑو اہل مدینہ پر
کہ ان کے بھاگنے کی سعی بھی ناکام ہو جائے
کوئی بچنے نہ پائے یعنی قتل عام ہو جائے
علم کفار کا لہرا گیا وادی کے دامن پر
اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا اس روز روشن پر
بڑی ترتیب سے خیمے لگائے اہل باطل نے

رسد بٹنے لگی، لحم شتر سب کو لگا ملنے
زمیں کے جسم پر ہر خیمہ اک پر سوز چھالا تھا
کہ میخوں ہی سے جس نے بدر کا دل چھید ڈالا تھا
لگا اس شان و شوکت پر دماغ چرخ چکرانے
غضب کے ساز و ساماں لے کے آئے تھے یہ دیوانے
زمین و آسماں حیران تھے، کیا ہونے والا ہے
قیامت آ رہی ہے، حشر برپا ہونے والا ہے

مسلمانوں کی کمزور جماعت

ادھر سے جا رہی تھی اک جماعت حق پرستوں کی
بباطن روزہ داروں کی بظاہر فاقہ مستوں کی
نہ ان کے پاس خیمے تھے نہ سامان رسد کوئی
نہ ان کی پشت پر تھا جز خدا بہر مدد کوئی
نہ زر ہیں تھیں، نہ ڈھالیں تھیں نہ خنجر تھے نہ شمشیریں
فقط خاموش تسکین تھی، فقط پر جوش تکبیریں
کوئی سامان نہیں تھا ایک ہی سامان تھا ان کا
خدا واحد، نبی صادق ہے، یہ ایمان تھا ان کا
بنا کر اپنے سینوں کی سپر آیات قرآں کو
بظاہر چند تنکے روکنے آئے تھے طوفاں کو
انہی کے نور سے ہر سو اجالا ہونے والا تھا
انہی کے دم سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا

مسجد و مکتب

ابھی لوری نہ دی تھی جنبش داماں مادر نے
کہ دل گرما دیا تھا نعرۂ اللہ اکبر نے
نہ الٹا تھا ابھی مضمون طفلی کا ورق میں نے
لیا تھا بائے بسم اللہ سے پہلا سبق میں نے
ابھی ملبوس گویائی نہ تھا پوری طرح پہنا
کہ سیکھا تھا زباں نے قل ہو اللہ کہنا
وظیفہ تھا کلام پاک ہی میرے جد و اب کا
دیا مجھ کو زبان مادری نے درس مذہب کا
پدر جس دن ہوا تھا سوئے مسجد رہنما میرا
ذہن حمد خدا سے ہو چکا تھا آشنا میرا
مجھے مسجد میں لے جایا گیا قرآن پڑھنے کو
خدا اور مصطفیٰ کی راہ میں پروان چڑھنے کو
مرا استاد حق آگاہ تھا مرد مسلماں تھا
پرستار خدائے پاک تھا پابند قرآں تھا
مسلماں تھا بہت ہی صاف و سادہ تھے اصول اس کے
وہ کہتا تھا خدا اک ہے محمد ہیں رسول اس کے
اسے ایمان تھا ایمان ہی کی استقامت پر
فرشتوں پر کتابوں پر رسولوں پر قیامت پر

محبت نے سکھائی تھی تمیز خوب و زشت اس کو
نظر آتا تھا صحرائے عرب باغ بہشت اس کو
وہ کہتا تھا محمد کی محبت جان ایماں ہے
بنائے وحدت ملت ہے پشتیبان ایماں ہے
نظر ڈالی نہ تھی اس نے کبھی اسباب زینت پر
خدا رحمت کرے اس پاکباز و پاک طینت پر
عمل تھا تابع فرمان قرآن شریف اس کا
رہا وقف ریاضت عمر بھر جسم نحیف اس کا
وہ قائل تھا فقط اسلام ہی کی بادشاہی کا
دیا کرتا تھا درس اطفال کو علم الٰہی کا
کیا تھا خدمت ملت کا رستہ اختیار اس نے
اسی دھن میں بسایا گلشن گنج مزار اس نے
مری حب رسول اللہ کی بنیاد ہے مسجد
خدا آباد رکھے آج بھی آباد ہے مسجد
تصور میں ہے اب تک صحن مسجد کا وہ نظارا
ادھر استاذ ادھر میں درمیاں رحل اور سیپارا
شکستہ بوریئے پر ہم سنوں کا بیٹھنا مل کر
وہ ہر سادہ خوشی پر سب کا ہنسنا خوب کھل کھل کر
سبق سے پیشتر قراں کو جھک کر چومتے جانا
وہ کیف انگریز قرات کے اثر سے جھومتے جانا
وہ آواز اذاں پر دفعتا خاموش ہوجانا

صفیں آراستہ کرنا ہمہ تن گوش ہو جانا
وہ ذوق نعت خوانی محفل میلاد کے نغمے
وہ معصومانہ طفلی فطرت آزاد کے نغمے
مقدس تھے وہ سب چرچے مقدس تھیں وہ سب باتیں
وضو ورد وظائف اور نمازیں اور مناجاتیں
یہی فردوس تھا جس میں ہوئی تھی ابتدا میری
اسی فردوس میں اے کاش ہوتی انتہا میری
زمانے کو تمنائیں تھیں دنیاوی بلندی کی
کہ اس طفلی میں اک تہمت تھی مجھ پر ہوشمندی کی
مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تزویر نے کھینچا
تنازع للبقا کی آہنی زنجیر نے کھینچا
وہ مکتب آہ پہلا زینہ تلقین بے دینی
دکھاتے ہیں جہاں آئینہ آئین خود بینی
جہاں دیتے ہیں پہلا درس مذہب سے بغاوت کا
جہاں بوتے ہیں تخم اولین نسلی عداوت کا
جہاں باقاعدہ الحاد کی تعلیم ہوتی ہے
جہاں باضابطہ شیطان کی تعظیم ہوتی ہے
جہاں مکر و ریا کا عقلمندی نام رکھا ہے
جہاں جور و جفا کا سر بلندی نام رکھا ہے
وہاں داخل ہوا میں آہ بخت سوختہ میرا
سبق مسجد کے بھولے لٹ گیا اندوختہ میرا

مقرر تھے یہاں استاد مجھ کو یہ سکھانے پر
کہ اب اللہ نہیں، اک اور حاکم ہے زمانے پر
وہ کہتے تھے ترا اسلام ہے تلوار کا مذہب
مسلمانوں سے نفرت ہے نہایت پیار کا مذہب
کہیں نام جہاد آئے تو وہ رہ رہ کے ہنستے تھے
پرانے غازیوں کو "راہزن" کہہ کہہ کے ہنستے تھے
مجھے ان کے حضور احساس ہوتا تھا خجالت کا
کہ یہ تاریخ ہے یا تذکرہ عہد جہالت کا
لڑکپن کا زمانہ اور دن تھے بے شعوری کے
اسی میں ہو گئے طے مرحلے مذہب سے دوری کے
یہ دنیا اور تھی اس کے مقاصد اور تھے سارے
یہاں تہذیب لو تھی طور ہی بے طور تھے سارے
یہاں قرآں نہ تھا خود ساختہ قانون تھا کوئی
یہاں مذہب نہیں اک اور ہی مضمون تھا کوئی
یہاں قوموں کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں
یہاں روحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں
نہ اس مکتب میں جاتا میں نہ یوں مسموم ہو جاتا
جو اب معلوم ہے کاش ان دنوں معلوم ہو جاتا
مری روداد نادانی ہے افسانہ در افسانہ
کہیں اکتا نہ جائے دوستوں کی طبع فرزانہ
نہیں فرصت مجھے بھی قصہ ذاتی سنانے کی

مگر یہ داستاں ہے داستان سارے زمانے کی
مثال عام ہے یہ ان چمن زادان اجب کی
ہے جن کی روشنی طبع دشمن جان مذہب کی
کرو عبرت کی آنکھوں سے نئی دنیا کا نظارا
نظر آتے ہیں کتنے خود غرض خود بین و خود آرا
ہ انساں ہیں مگر انساں کے نیک و بد سے بے پروا
مسلماں ہیں مگر اسلام کے مقصد سے بے پروا
وہ کیا جادو ہے جس نے ان کی سیرت منقلب کر دی
یہ کس نے دل کے اندر اس قدر نفسانیت بھر دی
مگر کیا ہے خطا ان کی مگر کیا ہے قصور ان کا
نئی تہذیب کی پستی سے ابھرا ہے شعور ان کا
انہی کے حال پر صادق ہے قول حضرت اکبر
ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نور دیں کھو کر
غضب یہ ہے کہ بجھ لیتے ہیں تب جا کر چمکتے ہیں
چلو بذیاں ہی سمجھو میری آشفتہ بیانی کو
اجازت دو کہ لاؤ اب نتیجے پر کہانی کو
ابھی عنواں ہی پیش نظر تھا نوجوانی کا
حوادث نے ورق الٹا کتاب زندگانی کا
یہ وہ دن تھے کہ گل کھلنے لگے تھے باغ ہستی میں
بہار رنگ و بو آوارہ تھی انساں کی بستی میں
جوانی آ گئی عشق آ گیا بیچارہ گی آئی

نئی وارفتگی آئی' نئی آوارگی آئی
چمن زار سعادت پر گھٹائیں شعلہ ریز آئیں
رخِ مغرب سے الحادی ہوائیں تیز تیز آئیں
لباسِ حسن میں شیطان کی پرچھائیاں دوڑیں
مذاقِ عاشقی بن کر مری رسوائیاں دوڑیں
نگہباں کون تھا مجھ پر یہاں جس کی نگہ ہوتی؟
مگر وہ روک سکتے کس طرح قہرِ الٰہی کو
مرے مکتب کے استادوں نے اتنی مہربانی کی
کہ میرے پاسبانوں ہی سے میری پاسبانی کی
یہ کارندے تھے شاید ابتلائے آسمانی کے
حوالے کر دیا مجھ کو بلائے ناگہانی کے
ہزاروں اور ہیں جن کا یہی انجام ہوتا ہے
نئی تعلیم کی تکمیل ہی نا کام ہوتا ہے
پری بن کر بلا آئی اڑا کر لے چلی مجھ کو
سرِ بازار رسوائی اٹھا کر لے چلی مجھ کو
پرانی وحشت اچھلی تازہ مضموں ہو گیا پیدا
سوادِ نجد میں اک اور مجنوں ہو گیا پیدا
سرِ سودا زدہ سر پھوڑنے کی دھن میں چل نکلا
نیا فرہاد پتھر توڑنے کی دھن میں چل نکلا
نہ شیریں تھی' نہ لیلیٰ تھی' نہ محمل تھا نہ ایواں تھا
مگر دست و گریباں سے کوئی دست و گریباں تھا

کہیں بحر سخن میں غرق ہو جانا پسند آیا
کہیں نغمے کے بازاروں میں کھو جانا پسند آیا
خیال خام بلبل کے خیال خام الجھا
رگ گل میں پھنسا میں رنگ و بو کے دام میں الجھا
خیال آبلوں کی دعوتیں دیں خار زاروں کو
زبانی ہی زبانی آگ دکھلا دی چناروں کو
کبھی ساری خدائی کا مجھے سامان حاصل تھا
کبھی پھوٹی ہوئی تقدیر تھی ٹوٹا ہوا دل تھا
ادھر صحن حرم سے جانب بت خانہ جا نکلا
ادھر واعظ کے در پر صورت رندانہ جا نکلا
نہ پاس حق نہ خوف سیلی استاد تھا مجھ کو
نہ مسجد یاد تھی مجھ کو نہ مکتب یاد تھا مجھ کو
یہ مشت خاک تھی گویا بگولا جوش و مستی کا
ہوس تھی اور میں تھا اور جھولا خود پرستی کا
کوئی سر سام تھا شاید کہ گرمایا ہوا تھا میں
کوئی آندھی تھی جس کی راہ میں آیا ہوا تھا میں
مگر یہ نشہ بے کیف آخر بے وفا نکلا
مجھے مفلوج کر کے صورت موج صبا نکلا
غضب تھا قلزم امید کا چڑھ کر اتر جانا
نہ جینا اب مجھے آساں نظر آیا نہ مر جانا
ہوس گم ہو گئی آخر ہجوم یاس و حرماں میں
یہ فتنہ سو گیا نیند آ گئی آغوش طوفاں میں

ہوئی رخصت خیال و خواب کی ہنگامہ آرائی
بھری دنیا کے اندر میں تھا یا اب میری تنہائی
حباب آسا مٹے سب ولولے جوش جوانی کے
نتائج رہ گئے خالی خیالی لن ترانی کے
خمار آلودہ و خمیازہ کش در ماندہ و خستہ
مری جرات شکستہ تھی مری امید پا بستہ

سیلاب الحاد اور کشتی ملت

کھلیں آنکھیں تو اک ہنگامہ محشر نظر آیا
عجب سیلاب عالمگیر کا منظر نظر آیا
جدھر دیکھا نظر آئیں سکوں نا آشنا موجیں
تلاطم خیز شور انگیز آتش زیر پا موجیں
بلا کا جوش پوشیدہ تھا موجوں کی روانی میں
رواں تھیں اس طرح جیسے لگی ہو آگ پانی میں
حوادث بھی نظر آتے تھے دریائی بلائیں بھی
فلک پر چھا رہی تھیں تندو طوفانی گھٹائیں بھی
تہ آب معاصی تھیں نئی دنیا کی ایجادیں
دہائی دے رہی تھیں ڈوبنے والوں کی فریادیں
جنہیں بحر گنہ گاری میں ذوق تہ نشینی تھا
نظر آیا میں اک کشتی میں ہوں کشتی ہے بوسیدہ
سواروں اور ملاحوں کے ہاتھوں سے زیاں دیدہ
یہ کشتی ایک رحمت تھی اخوت نام تھا اس کا
بشر کو غرق ہونے سے بچانا کام تھا اس کا
ہزاراں در ہزاراں ابتلائیں اس نے جھیلی تھیں
تھپیڑے اس نے کھائے تھے جفائیں اس نے جھیلی تھیں
یہ ہر سیلاب پر تیری ہر طوفاں سے نکلی تھی

نئی جرات نئے ارماں نئے ساماں سے نکلی تھی
اٹھایا بار اس نے ہر بلائے ناگہانی کا
دکھایا معجزہ ہر بار اس نے اپنے بانی کا
حوادث کے مقابل میں دکھایا تھا کمال اس نے
گزارے تھے ہزار و سہ صد و پنجاہ سال اس نے
اخوت کی یہ کشتی مستعد تھی کام پر اب بھی
رواں تھی رحمۃ للعالمین کے نام پر اب بھی
مگر وا حسرتا اس وقت غفلت تھی سوار اس پر
مسلط ہو گئے تھے خود غرض ارباب کار اس پر
یہ اس کشتی کے تختے توڑ کر سیکھے تھے تیراکی
یہ اس کشتی میں روزن کر کے منواتے تھے چالاکی
دل ان کے ہو گئے تھے سخت تر فولاد آہن سے
یہ اکثر تاپتے تھے آگ اسی کشتی کے ایندھن سے
تکلف برطرف میں بھی انہی کے ساتھ شامل تھا
انہی لوگوں کا تابع تھا اسی غفلت پہ عامل تھا
ہم اس کشتی میں تھے دریائے بے پایاں میں تھی کشتی
ہوائے تند میں سیلاب میں طوفاں میں تھی کشتی
ہم اس طوفاں کی زد پر تھے مگر بے فکر و بے غم تھے
بلائے خارجی طوفاں بلائے داخلی ہم تھے
بلائے جان ہستی تھی ہماری یہ تن آسانی
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملاح

تلاطم کی یہ طغیانی حوادث کی یہ بے باکی
معاذ اللہ یہ وحشت یہ منظر کی غضب ناکی
شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل
نہنگان اجل کی نیتیں بیداد پر مائل
غضب تھا اک شکستہ ناؤ کا منجدھار میں پھنسنا
وفا کی سسکیاں قسمت کا رونا موت کا ہنسنا
فقط اک ''سر پھرا'' ملاح طوفانوں سے لڑتا تھا
ہوا کے آب کے جنوں سے شیطانوں سے لڑتا تھا
اگرچہ ناؤ میں انبوہ در انبوہ انساں تھے
یہ سب ملاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلماں تھے
یہ سب تھے عقل و جرات میں ارسطو اوراسکندر
مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر
چلی جاتی تھی کشتی خشمگیں موجوں سے ٹکراتی
ابھرتی' بیٹھتی' دبتی دباتی اور چکراتی
کہیں گرداب کے منہ میں کہیں پر شور دھارے پر
کبھی اس کے اشارے پر کبھی اس کے اشارے پر
ہوا کے دوش پر خونخوار عفریتوں کی فوجیں تھیں
پہاڑ اٹھ اٹھ کے ٹکراتے تھے یا پانی کی موجیں تھیں

فلک پر بے تحاشا دوڑتے تھے ابر کے گھوڑے
کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے
اڑا کرتے ہیں صدموں سے جگر کے جس طرح لخت
اکھڑتے جا رہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے
تعجب ہے کوئی پروا نہیں تھی ناؤ والوں کو
کہ طوفاں میں نظر آتی تھی خامی "باکمالوں" کو
انہیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے
گھڑی بھر میں یہ بیڑا اب نہ تیرا ہے نہ میرا ہے
انہیں دعوے تھے بحر زندگی میں ناخدائی کے
انہیں گر یاد تھے گرداب میں مشکل کشائی کے
یہ طوفانوں پہ کر سکتے تھے لچھے دار تقریریں
دکھا سکتے تھے تقریروں میں طوفانوں کی تصویریں
ہوا کا رخ ذرا بدلے تو سب کچھ جان جاتے تھے
تہ دریا نہنگوں کی نظر پہچان جاتے تھے
یہ سب جو پاؤں پھیلائے ہوئے کشتی میں لیٹے تھے
پرانے ناخداؤں اور ملاحوں کے بیٹے تھے
مگر وہ "سر پھرا" ملاح تنہا 'تھا' اکیلا تھا
ادھر موجوں کی شدت تھی ادھر پانی کا ریلا تھا
وہ چلاتا 'تھا' اٹھو بھائیو 'آؤ' ادھر آؤ
ذرا ہمت دکھاؤ دست و بازو کام میں لاؤ
ہوا میں اڑ چکی ہے دھجی دھجی بادبانوں کی

شکستہ ہو چکی ہے ناؤ' مانگو خیر جانوں کی
اکھڑ جائیں گے تختے' آؤ ان کو تھام لو آ کر
سلامت ہیں جو کچھ اوزار' ان سے کام لو آ کر
ادھر سیلاب پھر آتا ہوا معلوم ہوتا ہے
ادھر گرداب بل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے
نہیں ہنگام سونے کا کھڑے ہو جاؤ تن جاؤ
حوادث کے مقابل آہنی دیوار بن جاؤ
مبادا ناؤ اب کے اور بھی کمزور ہو جائے
یہ گرداب بلا شاید دہان گور ہو جائے
وہ چلایا' وہ چیخا' منتیں کیں آہ وزاری کی
مگر بے سود تھا سب کچھ کسی نے بھی نہ یاری کی
نہ آمادہ ہوا کوئی بھی جرات آزمائی پر
سبھی ہنستے رہے ملاح کی ''ہرزہ سرائی'' پر
بلاتا تھا وہ نام غیرت اسلام لے لے کر
جھڑک دیتے تھے لیکن سب اسے دشنام دے دے کر
مگر ملاح اپنے فرض کا احساس رکھتا تھا
وہ اپنے ساتھیوں کی آبرو کا پاس رکھتا تھا
اسی نے جسم پر کھائے تھپیڑے تند موجوں کے
اسی کے ساتھ ٹکرائے ہوائے تیز کے جھونکے
وہ اپنی جان پر سہتا رہا' تنہا!
مگر ہنستے رہے ہنستے رہے غفلت کے شیدائی

اسی کشتی کے ہمرا ہی، اسی ملاح کے بھائی
ادھر بڑھتی رہی دریا رہی بڑھتی کی طغیانی
ادھر گھٹتی رہی، گھٹتی رہی، توفیق انسانی
شکستہ ناؤ کا ملاح بے دم ہو گیا آخر
بڑھا کر حوصلۂ تن میں لہو کم ہو گیا آخر
گرا دریا میں چپو، ہاتھ سے پتوار بھی چھوٹی
شکستہ ہو گئے بازو، مگر ہمت نہیں ٹوٹی
وہ کشتی کے محافظ ڈھونڈتا تھا اب بھی یاروں میں
انہیں تاکید کرتا تھا، اشاروں ہی اشاروں میں
مگر اس کے اشاروں کو سمجھ سکتا نہ تھا کوئی
سمجھ سکتا بھی ہو تو اس طرف تکتا نہ تھا کوئی
تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ
لگا جھکنے وہ سر افراز سر آہستہ آہستہ
وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا
نہ فرعونوں سے جھکتا تھا نہ ہامانوں سے جھکتا تھا
نہ جھکتا تھا کبھی میر و وزیر و شاہ کے آگے
وہ سر اک مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے
تعجب سے ردائے ابر میں سے برق نے جھانکا
کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اس مرد مسلماں کا
شکستہ ناؤ میں طوفان کی اس چیرہ دستی میں
وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحر ہستی میں

خدا کی راہ میں خلق خدا کا رہنما بن کر
خود اپنی ناؤ میں ڈوبے ہوؤں کا ناخدا بن کر
تمسخر ساتھیوں کے اور غیروں کے ستم سہنا
مگر از ابتدا تا انتہا ثابت قدم رہنا
مری آنکھوں نے پہلی مرتبہ یہ ماجرا دیکھا
ادائے فرض اپنے رنگ میں جلوہ نما دیکھا
اندھیری رات تھی اندھیر بر پا تھا سفینے میں
مگر اک روشنی سی میں نے پائی اپنے سینے میں
شعاع نور جس سے عشق کی گرمی ہویدا تھی
مرے دل میں اسی ملاح کی صورت سے پیدا تھی
مگر مکتب نے بے حس کر دیئے تھے دست و پا میرے
تحفظ کشتی ملت کا بس میں بھی نہ تھا میرے
زباں قابو میں تھی اک داستاں یاد آ گئی مجھ کو
سنی تھی صحن مسجد میں یہاں یاد آ گئی مجھ کو
وہی تاریخ جس کو صدق کا آئینہ کہتے ہیں
نئی تہذیب کے بندے جسے پارینہ کہتے ہیں
خدا کے نام سے خوابیدہ بختوں کے جگانے کو
ہوا میں لب کشا افسانہ ماضی سنانے کو

معرکہ بدر

فضائے بدر کو اک آپ بیتی یاد ہے اب تک
یہ وادی نعرہ توحید سے آباد ہے اب تک
مہ و انجم پہ اس مٹی کے ذرے مسکراتے ہیں
زبان حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں
پلٹ کر اس جگہ شیطان آیا ہی نہیں اب تک
فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سر زمیں اب تک
یہاں ہر صبح روشن پر تو خورشید ایماں سے
یہاں ہر شام رنگیں غازہ خون شہیداں سے
جو دیکھا اس کی آنکھوں نے وہ کب افلاک نے دیکھا
حق و باطل کا پہلا معرکہ اس خاک نے دیکھا
مرے پیش نظر کوئی کہانی ہے نہ قصہ ہے
یہ قرآنی بیاں تاریخ کا زریں حصہ ہے
خدا کے بالمقابل جمع کر کے اک خدائی کو
اٹھے تھے پہلوانان عرب زور آزمائی کو
قریش فوج کو لے کر چلا شیطان مکے سے
مدینے کی تباہی کو اٹھا طوفان مکے سے
یہ مشرک جا رہے تھے حق پرستی کے مٹانے کو
یہ آندھی چل رہی تھی شمع ہستی کے بجھانے کو

یہ شمشیریں یہ خنجر یہ تبر یہ تیر یہ بھالے
یہ سب مردان جنگی اونچی اونچی کلغیوں والے
یہ آہن پوش اسوار اور زرہ پہنے ہوئے گھوڑے
یہ ریشم کی کمندیں لوہے میں گوندھے ہوئے کوڑے
یہ اونٹوں کی قطاریں' یہ رسد' یہ خیمہ خرگاہیں
ہزار انسان' جن کے خوف سے مسدود تھیں راہیں
یہ مکے سے چلے تھے اور مدینے پر چڑھائی تھی
ادھر نام خدا تھا' اس طرف ساری خدائی تھی

لشکر اسلام کا ورود

زمین بدر تک جب آ گیا سیل سیہ کاری
مدینے سے اٹھا نور خدا بہر ضیا باری
مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہ رمضاں کی
شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہل ایماں کی
عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے
زبانیں خشک پوشاکیں دریدہ پاؤں میں چھالے
یہ اس قربان گہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے
نہا کر اوس میں اور دھوپ میں جل جل کے آئے تھے
نہ ان کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں
نہ غلہ ان کے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں
علم خورشید کا ان کے سروں پر سایہ افگن تھا
کہ سردار دو عالم قافلہ سالار تھا ان کا
انہی کا فرض تصویر وفا میں رنگ بھرنا تھا
رگ ہستی کو اپنے خون سے سیراب کرنا تھا
نہیں تھا تین سو تیرہ سے آگے تک شمار ان کا
سنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

حدت کی شدت

یہ اس میدان کا خشک اور ریتیلا کنارا تھا
نگاہ ابر رحمت کا اسی جانب اشارا تھا
قدم ٹکنے نہ دیتی تھی زمیں پر دھوپ کی گرمی
قدم آگے بڑھانے میں تھی مانع ریت کی نرمی
اڑی جاتی تھی ریگ دشت گرمی سے ہوا ہو کر
زمیں پر بچھ گئی تھی دھوپ، آتش زیر پا ہو کر
ہوا سیماب، مٹی ماہی بے آب تھی گویا
فضا باران رحمت کے لیے بیتاب تھی گویا

صحرا کی دعا

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آ کر
دعا کی دامن صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ اے صرا کو آتشناک چہرہ بخشنے والے
رخ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے
ازل کے دن سے اب تک بھاڑ میں بھنتا رہا ہوں میں
صدائے رغدو باراں دور سے سنتا رہا ہوں میں
ہوا ہوں جب سے پیدا جان پانی کو ترستی ہے
مرے سینے کے اوپر آگ کی بدلی برستی ہے
میں سمجھا تھا مقدر ہو چکی ہے دھوپ کی سختی
مری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی
بنایا رفتہ رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا
لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا
خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقی کوثر یہاں تشریف لائے گا
اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی
مرے دل کی کدورت خود بخود معدوم ہو جاتی
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے

خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو
بنایا جائے گا فرش عبادت میرے دامن کو
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا
وہ پانی ان مقدس میہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدار حضرت سے بجھا لیتا
مرے سر پر سے گزرا نوح کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اس وقت نادانی
اگر کرتا میں اس پانی کی تھوڑی سی نگہداری
تو ہو جاتا مری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
یہ ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
مجاہد بھی وضو کرتے، نہاتے، غسل فرماتے
حضور ساقی کوثر مری کچھ لاج رہ جاتی
مری عزت، مری شرم عقیدت آج رہ جاتی
ترے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعلمین سے شرم آئے گی
جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر
بہاراں بھیج دے یا ربّ، بہاراں بھیج دے یارب

بارش کا نزول

دعا صحرانے مانگی دامن امید پھیلا کر
یکایک ابر باراں آسماں پر چھا گیا آ کر
انہی کی منتظر تھی غالباً شان الٰہی بھی
کہ پیاسے تھے محمد بھی محمد کے سپاہی بھی
کرم کی شان وابستہ اسی شان کرم سے تھی
یہ رحمت للعالمین کے دم قدم سے تھی
مدینے کی بلندی سے جو رحمت کی گھٹا آئی
تو استقبال کو فردوس کی ٹھنڈی ہوا آئی
یہ ریگستاں، کہ اک ایک بوند پانی کو ترستا تھا
اسی پر آج بادل چھا گئے تھے مینہ برسا تھا
برس کر کھل گیا بادل زمیں پر پھر گیا پانی
ہوئی اب چلنے پھرنے بیٹھنے اٹھنے میں آسانی
ہوئی ٹھنڈی نزول آب سے چھاتی بیاباں کی
تو اتری آ کے فرش ریگ پر فوج اہل ایماں کی
کھلے میدان میں بیچ نبی کا آستانہ تھا
کہ خاکی فرش تھا اور لاجوردی شامیانہ تھا

نزول آب سے تسکین و راحت ہو گئی طاری
مٹی تشنہ لبی گرد کدورت دھل گئی ساری
سپاس و شکر سے لبریز تھا دل اس جماعت کا
بنا کر حوض پانی بھر لیا باران رحمت کا
بنایا اک عریشہ پھونس کا ارباب ہمت نے
قیام اس میں کیا بہر دعا فخر رسالت نے
اسی کے گرد اتری یہ جماعت بے نواؤں کی
شہنشاہوں پہ خندہ زن تھیں تقدیریں گداؤں کی
نبی نے امر فرمایا کہ دو اہل نظر جائیں
کہاں اتری ہوئی ہے فوج قرشی کی خبر لائیں
علی اور سعد نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
پلٹ کر عرض کی فوج گراں معلوم ہوتی ہے
زمیں گویا حریف آسماں معلوم ہوتی ہے
مقام عدوہ القصوی کا ٹیلہ اک طرف رکھ کر
ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اک بڑا لشکر

ارشادِ ہادی

ہوا ارشاد اب تم بھی ذرا آسودہ ہو جاؤ
وضو کر لو نمازیں پڑھ لو پھر کچھ دیر سو جاؤ
تمہارے امتحان اولیں کا وقت آیا ہے
کہ اپنے پوجنے والوں کو شیطاں گھیر لایا ہے
تمہارے سامنے اعدائے دیں موجود ہیں سارے
اگل ڈالے ہیں مکے نے یہاں اپنے جگر پارے
خدائے پاک کا ارشاد تھا ارشاد پیغمبر
صحابہ نے کمر کھولی توکلت علی اللہ پر
لیا خورشید نے آرام گاہ شام کا رستہ
وضو کر کے نمازی ہو گئے میداں میں صف بستہ

ابوجہل کے جاسوس

یہ نقشہ دیکھ کفار کے جاسوس بھی بھاگے
بیاں کر دی یہ صورت سر بسر بوجہل کے آگے
کہ ہم کو روکنے کے واسطے کچھ لوگ آئے ہیں
محمد ان مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں
جو مکے سے نکل بھاگے تھے وہ سب ساتھ آئے ہیں
مدینے والے بھی کچھ لوگ خالی ہاتھ آئے ہیں
ہنسی آتی ہے شکلیں دیکھ کر ان شیر مردوں کی
کہ لشکر کیا ہے اک ٹولی سی ہے آوارہ گردوں کی
نہ جانے کون سے برتے پہ نکلے ہیں لڑائی کو
نہتے ہیں مگر آئے ہیں خنجر آزمائی کو
یہ جان و جسم کی خاطر سرو ساماں نہیں رکھتے
سروساماں کہاں سے لائیں جسم و جاں نہیں رکھتے
ہمارے رحم پر موقوف ہے مرگ حیات ان کی
فقط دو تین سو افراد ہے کل کائنات ان کی

ابوجہل کا غرور

بیاں جب کر چکے جا سوس اہل اللہ کی حالت
خوشی سے کھل کھلا کر ہنس پڑا ابوجہل بد قسمت
کہا خود صید چل کر آ گیا صیاد کے آگے
چلی آئی ہیں کھنچ کر گردنیں جلاد کے آگے
بڑے بت نے کرشمہ اپنی قدرت کا دکھایا ہے
محمد اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لایا ہے
یہ کہہ کر خیمے خیمے کو دیا پیغام تیاری
کہ پورا ہو چلاؔ اے بھیڑیو! ارمان خونخواری
سنانوں کو زبانوں سے زیادہ تیز کر رکھو
نگاہوں کی طرح تیروں کو زہر آمیز کر رکھو

بدر میں رات کا منظر

کیا خورشید نے مغرب کے گھر ساماں بسیرے کا
بساط ارض پر قائم ہوا پہرا اندھیرے کا

سکوت مرگ نے شب خون مارا فوج ہستی پر
سیاہ خواب قابض ہو گئی آنکھوں کی بستی پر

فضا ہنگامہ و شور و فغاں سے ہوگئی خالی
فلک پر لشکر سیارگاں نے چھاؤنی ڈالی

افق سے چاند مشعل لے کے نکلا دیدبانی کو
اڑھا دیں چاندنی نے چادریں خاک اور پانی کو

ارادے ساتھ لے کر سو گیا انسان کا لشکر
ادھر شیطان کا لشکر، ادھر رحمن کا لشکر

تصویر کے دونو رخ

وہاں عیش و طرب نے کر دیے افلاک پر بستر
یہاں ان خاکساروں نے جمائے خاک پر بستر

وہاں لحم شتر بھی، کشتی مے کی روانی بھی
برائے ساقی کوثر یہاں کمیاب پانی بھی

وہاں خونخوار تلواروں نے دھاریں سان پر رکھیں
نہتوں نے یہاں آنکھیں فقط ایمان پر رکھیں

وہاں چنگ و دف و رقص اور نغمے کی طرب کوشی
یہاں ذکر خدا دل میں لبوں پر مہر خاموشی

وہاں بھوکی نگاہیں باوجود فارغ البالی
یہاں آنکھوں میں استغنا مگر جیب شکم خالی

وہاں بوجہل محو استراحت خواب غفلت میں
یہاں اللہ کا محبوب محراب عبادت میں

رسول اللہ کی شب بیداری

سلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی
نہ تھا بیدار کوئی، ہاں مگر اسلام کا ہادی
یہی سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگاہ باری میں
یہی روشن جبیں مصروف تھی طاعت گذاری میں
یہ پر انوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں
خدا کے سامنے خلق خدا کے غم میں روتی تھیں
اسی پر منحصر تھی گلشن ہستی کی شادابی
یہ قلب مطمئن تھا اور دنیا بھر کی بے تابی
پڑے تھے اک طرف افراد امت خواب راحت میں
محمد کی زباں وقف دعا تھی فکر امت میں

صبح کاذب

ابھی روئے زمیں پر صبح کاذب کا دھند لکا تھا
اندھیرا گہرا گہرا تھا اجالا ہلکا ہلکا تھا
نہ کی تھی شاہ خاور نے ابھی اٹھنے کی تیاری
ابھی تھا آسماں پر ماہ و انجم کا سفر جاری
ابھی ذروں نے سطح ریگ پر آنکھیں نہ کھولی تھیں
ابھی بلبل نہ چہکی تھی، ابھی چڑیاں نہ بولی تھیں
اچانک سینۂ شیطاں میں ابھرے ولولے دل کے
اٹھے تصویر کے تاریک رخ پر نقش باطل کے
اٹھا بوجہل کی صورت میں خونیں رنگ کا فتنہ
اسی کے بخت خفتہ نے جگایا جنگ کا فتنہ
اٹھے گمراہ بندے بہر تدبیر خداوندی
لگی ہونے قریشی خانوادے میں کمر بندی

ضمیر کی آواز، صلح کی ایک کوشش

ابوسفیان بھی اب آ چکا تھا، ساتھ شامل تھا
مگر بوجہل ہی اس قوم میں فرعون کامل تھا
بزرگی کے سبب سب کا سپہ سالار تھا عتبہ
کہ غیرت دار تھا، زردار تھا، سردار تھا عتبہ
اگرچہ روکتا تھا اس لڑائی سے ضمیر اس کو
مگر ہٹنے نہ دیتا تھا ابوجہل شریر اس کو
حکیم ابن حرام اس فوج میں اک مرد دانا تھا
کہ اس کی دور اندیشی کا قائل اک زمانہ تھا
سراسر ظلم و خونریزی سے اس کو کچھ ہراس آیا
اندھیرے منہ اٹھا یہ نیک دل، عتبہ کے پاس آیا
کہا اے عتبہؓ اے سردار قوم، اے فوج کے افسر
قریشی خانوادے میں نہیں تجھ سے کوئی برتر!
اگر چاہے تو اعزاز دوامی تجھ کو مل جائے
ازل کی اور ابد کی نیک نامی تجھ کو مل جائے
محمد کو اوائل عمر ہی سے جانتے ہیں ہم
وہ سچا ہے، دیانت دار ہے یہ مانتے ہیں ہم
ہمارے دین و مذہب سے ہے بیشک اختلاف اس کو
تو کیا اتنی خطا ہم کر نہیں سکتے معاف اس کو

محمد میں بھی عبدالمطلب کا خون ہے آخر
قریش اور آل ہاشم ایک ہی مضمون ہے آخر
علیؓ حمزہؓ عمرؓ بوبکرؓ یہ سب اپنے ہی بھائی ہیں
انہی سے جنگ ہے؟ یہ سب محمد کے فدائی ہیں
ذرا سوچو! جو ان کے قتل کرنے کا نتیجہ ہے
کوئی عمو! کوئی بھائی! کوئی بیٹا بھتیجا ہے
وہ خود اپنے وطن سے دور ہیں اتنا ہی کافی ہے
غریب و مفلس و مجبور ہیں! اتنا ہی کافی ہے
یہ خونریزی مجھے بے حد بری معلوم ہوتی ہے
عزیزوں ہی کی گردن پر چھری معلوم ہوتی ہے
اگر میرا کہا مانو تو خونریزی سے باز آؤ
تحمل کی دکھاؤ شان اس تیزی سے باز آؤ
اٹھو! تیار ہو! چڑھتی ہوئی اس موج کو روکو
سپہ سالار ہو بڑھتی ہوئی اس فوج کو رو کو
تمہارے ہاتھ سے یہ کام سر انجام ہو جائے
تو گویا رہتی دنیا تک تمہارا نام ہو جائے

عتبہ کا جواب

کہا عتبہ نے ہاں اے مرد دانا سچ کہا تو نے
بظاہر میرے دل کا حال ظاہر کر دیا تو نے
مگر بے قتل و غارت فوج والے اب نہ مانیں گے
یہ بھالے برچھیاں بے دیکھے بھالے اب نہ مانیں گے
اگر یہ مان بھی لیں صلح پر تیار ہو جائیں
یہ زور آور یکایک صاحب ایثار ہو جائیں
تو پھر بھی صلح اے مرد معمر غیر ممکن ہے
کسی صورت نہیں ممکن سراسر غیر ممکن ہے
ہمارے دوست کی فطرت سے تو اے دوست واقف ہے
ابوجہل اس طریق کار کا قطعاً مخالف ہے
میں دعوے سے یہ کہہ سکتا ہوں وہ ہرگز نہ مانے گا
ہمیں نادان سمجھے گا' ہمیں نامرد جانے گا
اگر تم چاہتے ہو صلح' اس کو راہ پر لاؤ
مری جانب سے دو پیغام خود بھی جا کے سمجھاؤ

حکیم کا ابوجہل کو سمجھانا

حکیم اٹھ کر یہاں سے خیمہ بوجہل پر آیا
تو بہر جنگ اس کو تیر پھیلاتے ہوئے پایا

سجھایا اونچ نیچ اس کو لیا پھر نام عتبہ کا
بڑے لطف اور نرمی سے دیا پیغام عتبہ کا

کہا اس قتل و خونریزی کا آخر کیا نتیجا ہے
کہ عبداللہ کا بیٹا' تمہارا بھی بھتیجا ہے

لڑائی میں ہماری فتح ہو گی پھر بھی کیا ہو گا
کہ دامن سر بسر خون عزیزاں سے بھرا ہو گا

ابوجہل کی ضداور فتنہ انگیزی

ابوجہل اور راہ راست پر آجائے ناممکن
جہنم سے قدم کافر کا ہٹنے پائے کیا ممکن!
یہ باتیں سنتے ہی ظالم کے نتھنوں سے دھواں نکلا
یکایک فتنہ بن کر ناری آتش زباں نکلا
پکارا اے قریشؔ اے لات و عزیٰ کے پرستارو
سپہ سالار عتبہ ہو گیا نامرد اے یارو
یہاں تک آ کے اب پہلو تہی کرتا ہے لڑنے سے
محمد کو مقابل دیکھ کر ڈرتا ہے لڑنے سے
سمجھ جاؤ کہ بے معنی نہیں خوف و خطر اس کا
مسلمانوں میں شامل بو حذیفہ ہے پسر اس کا
دل عتبہ میں اس کے قتل کا خطرہ سمایا ہے
کہ وہ بھی آج اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے
رخ عتبہ کو دیکھو چھا گئی ہے کس قدر زردی
اسے کہتے ہیں نامردیؔ اسے کہتے ہیں نامردی!
اگر عتبہ نے ہمت ہاردی ہے ہار دینے دو
اگر دیتا ہے دم تم کو سپہ سالار دینے دو
اسے کہہ دو پہن لے چوڑیاں تلوار رہنے دے
مگر مردوں کو اپنے عزم کا مختار رہنے دے

ہم اس گرمی کے موسم میں کہاں سے آئے ہیں چل کر
یہ سارا لاؤ لشکر اس جگہ پہنچا ہے جل جل کر
یہ دن ہم نے کف افسوس ملنے کو نہیں کاٹے
یہ کالے کوس واپس لوٹ چلنے کو نہیں کاٹے
بڑی مشکل سے ہم نے منزل مقصود پائی ہے
ہماری منزل مقصود خنجر آزمائی ہے
نہ بچ کر جانے پائیں آج دشمن دیوتاؤں کے
یہ بندے اک خدا کے ہیں مخالف سب خداؤں کے
تمہارے دین کے دشمن کھڑے ہیں سامنے یارو
اٹھو تیار ہو جاؤ بڑھو حملہ کرو مارو!!
شکار آیا ہوا ہے اب تمہارے ہاتھ صیادو
پچھاڑو ذبح کر دو باڑھ تلواروں کی دکھلا دو
بجھا دو پیاس اس تشنہ زمیں کی آب خنجر سے
گھٹا تیغوں کی اٹھے بجلیاں چمکیں لہو برسے
یہ سب ہیں اپنے رشتہ دار توڑو بند بند ان کا
معزز ہیں کرو نیزوں پہ رکھ کر سر بلند ان کا

لشکرِ کفار کی آمادگیِ جنگ

یہ سن کر ایک طوفاں آ گیا دریائے لشکر میں
نکل آئے سپاہی لیس ہو ہو کر گھڑی بھر میں
سنا بوجہل کا عتبہ نے طعنہ جوش میں آیا
کمال برہمی سے دامن حق پوش میں آیا
اٹھا شعلہ تکبر کا' تدبر رہ گیا جل کر
کہا' اچھا نظر آجائے گا میدان میں چل کر
وہ بزدل کون ہے جو داغ نامردی اٹھاتا ہے
بہادر کون ہے جو سب سے پہلے سر کٹاتا ہے
یہ کہہ کر ہو گیا تیار عتبہ لڑنے مرنے کو
غریبوں بے گناہوں کے لہو میں ہاتھ بھرنے کو
سواروں نے پیادوں نے سنبھالے برچھیاں بھالے
سروں پر خود پہنے اور چہروں پر جھلم ڈالے
اٹھا بانگ دہل کے شور سے کفار کا لشکر
سجا کر جسم پر شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر
انانیت کا دم بھرنے لگے ڈھول اور نقارے
صدائے طبل سے تھرا اٹھے دشت و جبل سارے
درندے خوف کھا کر جا چھپے تاریک غاروں میں
ہوا اک حشر برپا جاگ اٹھے مردے مزاروں میں

چلے جب جنگ کو قرشی جواں تیار ہو ہو کر
ستارے ڈر کے مارے سو گئے بیدار ہو ہو کر
یہ منظر دیکھ کر چہرہ قمر کا پڑ گیا پیلا
کہ ابھرا داغ بن کر عدوۃ القصویٰ کا یہ ٹیلا
فلک نے اک غبار نور ہر جانب بکھیرا تھا
مگر ٹیلے کے سائے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا
افق کے رخ پہ چھوٹے جس طرح پردہ گھٹاؤں کا
ہوا تھا اس طرح قائم یہاں لشکر بلاؤں کا

صبح صادق

فرشتوں کو نئے احکام بخشے رب عزت نے
کمر کس کس کے باندھی کار پردازان قدرت نے
فلک پر سے اڑا رنگ قمر آہستہ آہستہ
ہویدا ہو چلا نور سحر آہستہ آہستہ
جبین پاک اٹھی سجدے سے چمکی برق طور آخر
ہوا روئے زمیں پر صبح صادق کا ظہور آخر
مصلے سے اٹھا ہادی جگایا جاں نثاروں کو
خدا کے سامنے حاضر کیا طاعت گذاروں کو
صدائے نغمہ توحید گونج اٹھی فضاؤں میں
وہی رفتہ روانی آ گئی ساکن ہواؤں میں
ادا کر لی نماز صبح اسلامی جماعت نے
تو رخ میدان کی جانب کیا فخر رسالت نے

نتیجہ جنگ کے متعلق پیمبر کی پیش گوئی

لب معجز نما نے فتح و نصرت کی بشارت دی
شہادت کے طلبگاروں کو جنت کی بشارت دی
بتایا دشمنان دین حق کا نام لے لے کر
کہ مٹ جائیں گے سب تیغ فنا کا جام لے لے کر
یہ شیبہ بن ربیعہ کا ہے یہ زمعہ کا مقتل ہے
امیہ کا یہ مدفن اور یہ عتبہ کا مقتل ہے
یہ لے جائیں گے حسرت ہی دل ناپاک کے اندر
ابوجہل اس جگہ لوٹے گا خون و خاک کے اندر
جو کثرت آج قلت کو مٹا دینے کی طالب ہے
اسے معلوم ہو جائے گا حق باطل پہ غالب ہے
بجز حسرت یہ ظالم حملہ آور کچھ نہ پائیں گے
جہاں سے آج داغ رو سیاہی لے کے جائیں گے
نہ دولت کام آئے گی نہ شوکت کام آئے گی
فقط ایمان کام آئے گا وحدت کام آئے گی
یہ باتیں کہہ کے ہادی نے دعائے خیر فرمائی
صحابہ کی جماعت کو دیا اذن صف آرائی

مجاہدین اسلام

مجاہد عشق کو مختار کر کے مرنے جینے پر
مثال کوہ آہن ڈٹ گئے مٹی کے سینے پر
سر راہ شہادت سر بلندوں نے صفیں باندھیں
خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں
یہ اک مسجود کے ساجدؔ یہ اک مطلوب کے طالب
یہ اک معبود کے عابدؔ یہ اک محبوب کے طالب
نہ ملک و مال کی دھن میں نہ عز و جاہ کی خاطر
فقط اسلام کی خاطرؔ فقط اللہ کی خاطر
خیال مرگ کر سکتا نہ تھا ہرگز ملول ان کو
کہ بہر جنگ لائے تھے صداقت کے اصول ان کو
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں
صفائے قلب تھی مانند آئینہ جبینوں میں
نہ کوئی زعم باطل تھا نہ کوئی جوش ہنگامی
نہ فکر کامیابی تھی نہ ذکر خوف ناکامی
نہ کثرت کی کوئی پرواہ نہ تھا قلت کا غم ان کو
نہ کچھ اندیشہ پست و بلند و بیش و کم ان کو
نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے
کہ ساماں پر نہیں ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ چند افراد عالی حوصلہ عابد تھے زاہد تھے
یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے
مجاہد تھے کہ جوش و ضبط کی خاموش تصویریں
مجاہد تھے کہ دین اللہ افواجا کی تفسیریں
چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میداں میں
صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میداں میں
نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے

معرکہ نور و ظلمت

سحر کے دیکھ کر آثار تاریکی بھی گھبرائی
سمٹ کر اک بدلی بن گئی اور شرق پر چھائی
نظر آئی اسی میں رات کو اپنی ظفر مندی
کہ ہو جائے کسی صورت سحر کے گھر کی در بندی
دھواں اٹھا کہ روکے شعلہ ہائے نور کا رستہ
در خاور پہ بیٹھا لے کے زنگی فوج کا دستہ
مکدر ہو کے ظلمت نے ضیا کو روکنا چاہا
غبار دود نے موج صبا کو روکنا چاہا
مرض نے تند خو ہو کر دوا کو روکنا چاہا
شفا کے رو برو ہو کر شفا کو روکنا چاہا
خس وخاشاک نے سیل فنا کو روکنا چاہا
دل ناپاک نے نور خدا کو روکنا چاہا
اندھیرے نے کوئی صورت نہ دیکھی سر چھپانے کی
تو کی اک آخری کوشش اجالے کو دبانے کی
افق پر گھر گئے بادل حصار آہنیں بن کر
کہ سورج کیا نہ آنے پائے گی کوئی کرن چھن کر
ہوا تھرا گئی ظلمات کے ان خانہ زادوں سے
کہ جز پر خاش کچھ ظاہر نہ تھا ان کے ارادوں سے

ازل سے کر رہا ہے زور باطل اپنی تدبیریں
مگر رو کے سے رکتی ہیں کہیں قدرت کی تقدیریں
اندھیری رات اپنے خاتمے پر مکر کر تی ہے
ہمیشہ ابر کے پردوں میں اپنا رنگ بھرتی ہے
افق پر جمع ہو جاتے ہیں یہ آفت کے پرکالے
سیہ کاری کو رنگیں فکرتوں سے ڈھانپنے والے
مگر ہر صبح ان کو مکر کی پاداش ملتی ہے
اندھیرے کو اجالے سے شکست فاش ملتی ہے
ہمیشہ ابر کے پردوں میں اپنا رنگ بھرتی ہے
افق پر جمع ہو جاتے ہیں یہ آفت کے پر کالے
سیہ کاری کو رنگیں فکرتوں سے ڈھانپنے والے
مگر ہر صبح ان کو مکر کی پاداش ملتی ہے
اندھیرے کو وجالے سے شکست فاش ملتی ہے
ہوئی اب روشنی بھی فرض ادا کرنے پر آمادہ
لپیٹا عابد مشرق نے اٹھ کر اپنا سجادہ
دریچہ کھول کر خورشید عالمتاب نے جھانکا
انکھیوں سے لیا کچھ جائزہ ظلمت کے ساماں کا
سیہ بادل کی جرات دیکھ کر تیور پہ بل آیا
اٹھایا تازیانہ برق کا باہر نکل آیا
عزیمت کے لیے کیا مال ہیں پتھر حصاروں کے
غبار رہ سے کب رکتے ہیں رستے شہسواروں کے

اٹھا خورشید جب آمادہ جنگ و جدل ہو کر
گری ظلمت پہ برق نور پیغام اجل ہو کر
پرے کرنوں کے تیروں کی طرح پر جوڑ کر نکلے
یہ برچھے ابر کی ڈھالوں کے سینے توڑ کر نکلے
جلا ڈالا کہیں تابش سے ان کالی بلاؤں کو
کہیں کلے پکڑ کر چیر ڈالا اژدہاؤں کو
بہت پر ہول تھا یہ آخری منبع فسادوں کا
کہ جمگھٹ تھا طلسماتی سواروں کا پیادوں کا
جہاں بادل سحر پر جال پھیلانے کو آئے تھے
جہاں عفریت سورج کے نگل جانے کو آئے تھے
نظر آئیں وہاں اب خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں
چھری سے کاٹ دی ہوں جس طرح تربوز کی قاشیں
ہوا ظلمت کا بیڑا غرق بحر نامرادی میں
لہو کی ندیاں سی بہہ گئیں مشرق کی وادی میں
نماز عید کی خاطر نہا کر باوضو ہو کر
سحر اس خون کے دریا سے نکلی سرخرو ہو کر

میدان بدر میں صفِ مجاہدین کا منظر

ادھر روشن ہوئی روئے نبی سے بدر کی وادی
ادھر پائی شہ خاور نے دامے شب سے آزادی
بیاباں کے عظیم الشان منظر سے اٹھے پردے
کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھر دے
ہوئی جب روشنی تو آسماں والوں نے کیا دیکھا
زمیں پر نور و ظلمت کا نرالا معرکہ دیکھا
کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
بھری دنیا سے منہ موڑے ہوئے دیں دار بندوں کی
نہتے ، بے سروسامان' بھوکے اور تھکے ہارے
کہ مل کر تین سوتیرہ جوان وپیر تھے سارے
کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
شہادت کے لیے آئے تھے میدان شہادت میں
پتہ دیتی تھی ان کی خاکساری سر بلندی کا
نگاہوں میں مرقع تھا دلوں کی درد مندی کا
یہ آئے تھے کہ شمع دین حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اجالا ہو
یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جوانمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا
یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

لشکر مشرکین کی دھوم دھام

صفیں باندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبط کامل سے
یکایک اک سیہ آندھی اٹھی مد مقابل سے
امڈتی' دوڑتی' اٹھی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی' افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
ہوا پر اڑ کے جانا چاہتی تھی پر غضب مٹی
فلک کا منہ چڑانا چاہتی تھی بے ادب مٹی
نہاں اس ابر میں ڈھولوں کی' دھم دھم دف کی دف دف تھی
مغلظ گالیاں تھیں شور تھا کتوں کی عف عف تھی
انانیت کے نعرے اشتروں کی بلبلاہٹ تھی
صدائے طبل میں بھونچال کی سی گڑگڑاہٹ تھی
سماعت پاش جیسے فتنہ زا رفتار گھوڑوں کی
مسلح شہسواروں کی ڈپٹ پھنکار کوڑوں کی
زمیں سے آسماں تک گونج اٹھیں ناپاک آوازیں
ڈراونی' خوف زا' پر ہول ہیبت ناک آوازیں
فرشتے سن رہے تھے یہ صدائیں گوش حیراں سے
عجب بولی تھی جو انسان نے سیکھی تھی شیطاں سے

دشمنوں کا سراپا

کیا جب چاک مقراض ہوا نے گرد کا پردہ
اٹھا اللہ کے ہر دشمن نامرد کا پردہ
نظر آئے بیاباں میں وہ غولان بیابانی
کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا ملبوس انسانی
وہ سر جو ایک اللہ کے مقابل سرکشیدہ تھے
مگر سنگیں بتوں کے آستانوں پر خمیدہ تھے
وہی سر جو سراسر ناز و نخوت کے تھے گہوارے
ہلا سکتے نہ تھے شانے بھی جن کو بوجھ کے مارے
جبینوں پر شکن ڈالے ہوئے خوف آفریں چہرے
نجس چہرے غضب آلود چہرے خشمگیں چہرے
وہ آنکھیں ہاں وہ آتش ریز آنکھیں شعلہ بار آنکھیں
وہ تیروں سے زیادہ تند پوری دو ہزار آنکھیں
وہی گندے دہن بد گوئی و الزام کے عادی
دروغ وطعن و دل آزاری دوشنام کے عادی
قسم کھا کھا کے جھوٹے عہدو پیماں باندھنے والے
خدا پر مصطفٰی پر لاکھ بہتان باندھنے والے
وہ دست چیرہ دست آلودہ خون زیر دستاں میں
نہ کرتے تھے جو اصلا امتیاز انسان و حیواں میں

یتیموں اور بیواؤں کی دولت چھیننے والے
سگے باپوں سگی ماؤں کی عزت چھیننے والے
وہ سرکش گردنیں اکڑی ہوئیں اکڑے ہوئے سینے
زرہ کے حلقہ ہائے تنگ میں جکڑے ہوئے سینے
وہ سینے جن کے اندر گندگی پنہاں تھی کینے کی
پتہ دیتی تھی جن کے باطنوں کا بو پسینے کی
وہ سینے جن کے اند دل تھے لیکن سخت پتھر دل
بہت بے درد ظالم دل بہت بے رحم کافر دل
وہ گھٹنے جو ہمیشہ قتل کرنے ہی کو جھکتے تھے
کسی مظلوم کی چھاتی پہ دھرنے ہی کو جھکتے تھے
وہی کجرو قدم جو رہزنوں کی چال چلتے تھے
بدی کی راہ میں شیطان سے آگے نکلتے تھے
وہ جن کی زندگی گزری تھی انسانی لہو پیتے
لباس آدمی میں سانپ بچھو بھیڑیئے چیتے
وہ سب کے سب جنہیں حاصل تھے اعزاز رئیسانہ
خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے یارانہ
وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن
پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن
تعدی کے جگر گوشے بدی کی آنکھ کے تارے
وہی اس حملہ آور فوج کے سردار تھے سارے
غرورو تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے

اکڑتے بنتے تنتے پیچ بل کھاتے ہوئے آئے
سواروں کے پرے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نکلے
پیادے دشت کی چھاتی کو دہلاتے ہوئے نکلے
یہ قوت کی نمائش تھی یہ کثرت کا دکھاوا تھا
خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دھاوا تھا
یہ لشکر گرز اٹھائے برچھیاں تولے ہوئے نکلا
علم کی شکل میں شیطان پر کھولے ہوئے نکلا
اٹے تھے سر بسر چار آئینے گرد کدورت میں
چمکتی تھیں غضب کی بجلیاں اس ابر ظلمت میں
یہ ظلمت عدوۃ القصویٰ کے ٹیلے سے نکل آئی
گھٹا شبرنگ ڈھالوں کی زمین بدر پر چھائی
نہ تھی لیکن خبر ان بدسرشتوں بدنہادوں کو
کہ ان دیکھا خدا بھی دیکھتا ہے ان ارادوں کو

صف اسلام

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے محمد والے بھی قرآن والے بھی
نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی نہ طرہ تھا، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے
اگرچہ عرش پیما ہمت مردانہ تھی ان کی
فقیرانہ تھا مسلک وضع درویشانہ تھی ان کی
نماز عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں
تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں
نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسا تھا تو اک سادی سی کالی کملی والے پر

تلقینِ ہادی

قریشی فوج کا طوفان جب بڑھتا نظر آیا
تو اطمینان سے اس کملی والے نے یہ فرمایا
کہ اے ایمان والو آ رہی ہے فوج باطل کی
تمہارے عزم سے ٹکرا رہی ہے موج باطل کی
تمہیں سر دے کے اب ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
مگر آداب ربط و ضبط کو ملحوظ رکھنا ہے
تمہیں لازم ہے خوف ماسوا دل سے اٹھا دینا
خدا کے حکم تلقین نبی پر سر جھکا دینا
خبردار آ نہ جائے لشکر باطل قریں جب تک
نہ ہو ان کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک
لڑائی کے لیے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی خواہش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا در گزر کرنا ہی بہتر ہے
جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے
نہیں واجب مسلمانوں کو فکر بیش و کم رکھنا
میان جنگ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا

نشاں صبر اور استقلال ہے اقبال والوں کا
کہ ساتھی ہے خدا صبر اور استقلال والوں کا

رسول اللہ کی دعائیں بہر مجاہدین بدر

یہ فرما کر اٹھائے ہاتھ ہادی نے دعا مانگی
صحابہ کے لیے اس طرح تائید خدا مانگی
دعا مانگی' الٰہی یہ تیرے دیندار بندے ہیں
بہت ہی صاحبان جرات و ایثار بندے ہیں
وطن سے بے وطن آرام سے محروم بیچارے
جفا و ظلم کے مارے ہوئے مظلوم بیچارے
یہ اس میدان میں آئے ہیں تیرے نام کی خاطر
ترے پیغام کی خاطر' ترے اسلام کی خاطر
بہت تھوڑے ہیں یہ تعداد میں ان کو زیادہ کر
دلوں کو استقامت دے قوی ان کا ارادہ کر
یہ چند افراد ہیں' تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں
نہیں ہے کچھ بھی ان کے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں
الٰہی رزق کی تنگی ہے ان کو رزق وا فر دے
نہیں ہے مال ان کے پاس تو ان کو غنی کر دے
لباس ان کا ہے بوسیدہ عطا کر دے لباس ان کو
الٰہی اور دے دے مہلت شکر و سپاس ان کو
پیادہ ہیں سواری کے لیے رہوار دے ان کو
دفاع دشمناں کے واسطے ہتھیار دے ان کو

ضعیف و ناتواں ہیں اے خدا ان کو قوی کر دے
الٰہی ان پہ آساں دین حق کی پیروی کر دے
الٰہی نعمتوں سے ان کی خالی جھولیاں بھر دے
سر و ساماں نہیں ہے تو سر و ساماں عطا کر دے
وہ سب کچھ دے انہیں جس میں رضا ہو اے خدا تیری
مسلماں اس پہ راضی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری
لب صادق سے جب تقدیر بول اٹھی دعا ہو کر
فلک نے بھی کہی آمیں زمیں سے ہمنوا ہو کر
ہوئی مضبوط مردان مجاہد کی صف آرائی
قلوب مطمئن نے اور بھی پائی توانائی!
غلاموں کے دلوں کو حب آزادی سے گرما کر
صفیں کر کے مرتب ضبط کی تلقین فرما کر
صحابہ کو بروئے فوج دشمن کر کے استادہ
عریشے میں ہوا محو دعا اللہ کا دلدادہ

دشمنوں کی آہنی صفیں

قریشی فوج بھی تعداد اور ساماں دکھلا کر
صف آرا ہو گئی آخر کھلے میداں میں آ کر
قدم کو گاڑ کر ، کو لہے ملا کر جوڑ کر کاندھے
منظم قاتلوں نے آج مقتل میں پرے باندھے
ہزار افراد تھے اس لشکر اسلام دشمن میں
مسلح تند خو ڈوبے ہوئے دریائے آہن میں
جھلم آہن کے خود آہن کے چار آئینے آہن کے
سر آہن کے دل آہن کے مکدر سینے آہن کے
منڈھے تھے حلقہ ہائے آہنیں سے آہنیں شانے
چڑھے تھے کہنیوں تک سر بسر آہن کے دستانے
تبر ہائے سیہ رو گرز ہائے گاؤ سر آہن
نیاموں کے شکم نیزوں کے پھل تیروں کے پر آہن
یہ ڈھالیں اور زر ہیں اور خنجر اور تلواریں
کھڑی کر دی تھیں گویا ریت پر لوہے کی دیواریں

اپنے محسن کے دشمن

معاذ اللہ یہ نرغہ تھا اک جان محمد پر
نہ تھی ان کی نگہ شاید نگہبان محمد پر
محمد جس کے دم سے تھی یہ ساری عالم آرائی
تھی جس کی ذات پاک ایجاد کن کی علت غائی
محمدؐ ہاں جسے دنیا و دیں کا پیشوا کہیے
خدا کی کشتی ارض و سما کا ناخدا کہیے
جو باطل کے اسیروں کو رہائی دینے آیا تھا
جو گمراہوں کو درس رہنمائی دینے آیا تھا
مقدر تھی نجات دو جہاں جس کے وسیلے سے
اسے ہونا پڑا دو چار اپنے ہی قبیلے سے
یہ قاتل برسر پیکار تھے سردار عالم سے
یہ نقشہ دیکھ کر پیر فلک خم ہو گیا غم سے
یہ ڈر تھا ربع مسکوں اپنے مرکز سے نہ ہٹ جائے
کہیں جوش الم سے سینہ گیتی نہ پھٹ جائے

نور و ظلمت آمنے سامنے

کھڑے تھے رو برو اب صف بصف حق صف بصف باطل
ادھر حق سر بکف موجود ادھر خنجر بکف باطل
ادھر وہ جن کے دم سے ہو گیا اسلام پائندہ
ادھر کفار کی دنیا کا ہر کافر نمائندہ
عیاں تھا ایک جانب نور ظلمت دوسری جانب
صفائے قلب اک جانب کدورت دوسری جانب
صداقت ایک جانب اور طاقت دوسری جانب
تحمل اک طرف جوش حماقت دوسری جانب
ادھر اعلائے ایماں کو ادھر تکذیب کرنے کو
ادھر تعمیر کرنے کو ادھر تخریب کرنے کو
ادھر مسلم ادھر مشرک ادھر مومن ادھر کافر
پدر مسلم پسر مشرک پسر مومن پدر کافر
ادھر تقدیر پر شاکر ادھر تدبیر پر تکیہ
ادھر فضل خدا پر ناز ادھر شمشیر پر تکیہ
نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظارا
ادھر ایمان صف آرا ادھر شیطان صف آرا
تصادم ہونے والا تھا صفا میں اور کینے میں
ہوائیں رک گئیں جس طرح دم رک جائے سینے میں

رحمۃ للعالمین کا تاثر اور نصرت حق کی طلب

نظر آتے تھے مردان خدا کل تین سو تیرہ
جنہیں میدان میں شیطان کے لشکر نے آ گھیرا
نہتے تین سو تیرہ مگر پتلے تھے غیرت کے
علمبردار تھے یہ ایک غیرتمند امت کے
کھڑے تھے اس طرح اس لشکر کذاب کے آ گے
چٹانیں ڈٹ گئی ہوں جس طرح سیلاب کے آ گے
صحابہ کو جو دیکھا محو ذوق جاں سپاری میں
سر سردار عالم جھک گیا در گاہ باری میں
طبیعت پر وہی کیفیت رقت ہوئی طاری
کہ جس سے جز پیمبر ہر بشر کا قلب ہے عاری
وہ جس کے گھر قبولیت مرادیں مانگنے آئے
وہی اس وقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے
بہت نازک تھیں یہ باہم نیاز و ناز کی گھڑیاں
لیے تھے دو صدف دردانہ ہائے اشک کی لڑیاں
قریب سجدہ گہ صدیق محو اشک باری تھے
لب محبوب پر اس وقت یہ الفاظ جاری تھے
الٰہی یہ ترے بندے ہیں تیرے راہ میں حاضر
ہوئے ہیں سر بکف ہو کر شہادت گاہ میں حاضر

ترے پیغام کی آیات ہیں ان کی زبانوں پر
مدار قسمت توحید ہے ان چند جانوں پر
اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوچھنے والا
الٰہی اب وہ عہد لیلۃ المعراج پورا کر
محمد سے جو وعدہ ہو چکا ہے آج پورا کر

فوج دشمن میں طبل جنگ

ادھر محو دعا سجدے میں تھا اسلام کا ہادی
ادھر نقارہ جنگی سے گونجی بدر کی وادی
علمداران فوج کفر نے کھولا نشانوں کو
یہ اذن جنگ تھا جنگ آزمودہ پہلوانوں کو
نظر بوجہل نے ڈالی قریشی نیزہ داروں پر
یہی بپھرا ہوا شیطان افسر تھا سواروں پر
دکھائی اپنی اپنی شان سرداران خود سرنے
اشارے پا کے سب راہوار بگدھریاں لگے کرنے
علمبردار کے ناپاک لب سے کترنا چیخی
اور اس کی چیخ سے بے اختیاری میں ہوا چیخی
پیادوں نے بھی تن کر کھینچ لیں تیغیں نیاموں سے
یہ تیغیں خود غضب کے جوش میں باہر تھیں جاموں سے
شجاعت اور جوانمردی عیاں کرنے کا وقت آیا
مقدر آزمانے مارنے مرنے کا وقت آیا

قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی

یکایک فوج دشمن پاپیادہ ہو گئی ساری
کہ سر لشکر نے کر لی تھی پہل کرنے کی تیاری
سپہ سالار عتبہ جنگ کے ارمان میں نکلا
علی ارغم ابوجہل آپ خود میدان میں نکلا
برادر اور بیٹا دائیں بائیں ساتھ ساتھ آئے
تمنا تھی کہ پہلی فتح ہم تینوں کے ہاتھ آئے
محمد کے صحابہ کو بہت کمزور سا پا کر
کیا نعرہ سپہ سالار نے میدان میں آ کر
کہ میں ہوں عتبۂ عتبہ بن ربیعہ جانتے ہو تم
میں کیا ہوں کون ہوں اچھی طرح پہچانتے ہو تم
مرا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ ساتھ ہیں میرے
یہ دونوں میرے بازو ہیں یہ دونوں ہاتھ ہیں میرے
ہمیں تم تول لو یاد گزشتہ کے ترازو سے
کہ ناواقف نہیں دنیا ہمارے زور بازو سے
اگر تم میں سے کوئی حوصلہ رکھتا ہو مرنے کا
جسے ارمان ہو ناشاد دنیا سے گزرنے کا
ہماری تیغ کا مد مقابل بن کے آ جائے
ہماری ضرب سہ جانے کے قابل بن کے آ جائے

نصرت حق کی بشارت

ادھر ھل من مبارز کی صدا سے گونج اٹھا میداں
عریشے میں ادھر محو دعا تھے ہادی دوراں
جناب حضرت صدیق تھے پہلو میں استادہ
نظر آنے لگے دشمن انہیں لڑنے پہ آمادہ
گزارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
کیا کفار نے اقدام میداں یا رسول اللہ
ہوا ہے آ کے میدان دغا میں لاف زن عتبہ
دکھاتا ہے مسلمانوں کو تن کر بانکپن عتبہ
غلاموں کے لیے کیا ہے رضا محبوب باری کی
اجازت سر فروشوں کو بھی ہو میدان داری کی
جبیں پاک سجدے سے اٹھا اے سرور عالم
خدا وعدہ وفا فرمائے گا اے سرور عالم
ابھی لب پر ہی تھی یہ التجا صدیق اکبر کی
کہ سجدے سے اٹھی پر نور پیشانی پیمبر کی
وہی آنکھیں وہی آثار تھے صبح تبسم کے
وہی لب تھے وہی اسرار قرآنی تکلم کے
لب روح الامیں سے مژدہ فتح المبیں پایا
تو اپنے جاں نثاروں میں امام المرسلیں آیا

انصار کا اقدام میدان اور قریش کا غرور نسب

بلا گرداں تھا صلح و امن کے پیغام کا جھنڈا
لیے تھے آج مصعب بن عمیر اسلام کا جھنڈا
مبارز کی طلب واضح ہوئی فخر رسالت پر
تو رقت آ گئی حضرت کو عتبہ کی جہالت پر
اجازت جنگ کی مانگی ادھر سے بو حذیفہ نے
کہ چاہا دو بدو ہوتا پدر سے بو حذیفہ نے
رسول اللہ نے ان کو بہ شفقت منع فرمایا
پسر مارے پدر کو یہ نہ رحمت کو پسند آیا
مگر میداں میں نعرے مارتا تھا پے بہ پے عتبہ
مبارز کے لیے للکارتا تھا پے بہ پے عتبہ
ہوئی جنبش لوا کو مل گیا اب اذن سرکاری
تو مردان خدا کی صف سے نکلے تین انصاری
خدا کی راہ میں اغیار سے بیخوف تھے تینوں
یہ غیرت مند عبداللہؓ معاذ و عوف تھے تینوں
مگر ان کو مقابل دیکھ کر عتبہ یہ چلایا
کہ میں یثرب کے چرواہوں سے لڑنے کو نہیں آیا
پکارا اے محمد بھیج میرے ہم نبردوں کو
نہ کر ان کاشتکاروں کے مقابل شیر مردوں کو

سنا ہے اس نرالی فوج میں قرشی بھی شامل ہیں
وہی آئینِ وہی ہم رتبہ و مد مقابل ہیں

بہادران آل ہاشم کا میدان میں نکلنا

یہ مغرورانہ آوازہ سنا مختار صادق نے
مساوات اخوت کے علمبردار صادق نے
ہوا دل درد مند انسان کی ہرزہ سرائی پر
غرور امتیاز رنگ و خوں کی خود نمائی پر
ہوا ارشاد اچھا آل ہاشم جنگ کو نکلے
دفاع گردن افرازان خون و رنگ کو نکلے
اشارا کر دیا ہادی نے انصاری پلٹ آئے
معاذ و عوف و عبداللہ اپنی صف میں ہٹ آئے
بڑھے اب ابن عبدالمطلب شیر خدا حمزہ
امیر قوم عم مصطفی و مرتضی حمزہ
عبیدہ اور علی مرتضی نکلے معیت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوش حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدان وغا تینوں
علیؑ حمزہؑ عبیدہ اولیائے مصطفی تینوں

کفر کے طنز پر اسلام کا جواب

ولید و عتبہ و شیبہ کھڑے تھے مستعد تینوں
بہم تینوں کے پشتیبان و دمساز و ممد تینوں
پکارا عتبہؔ اچھا تم قریشی ہو تو آجاؤ
قریب آنے سے پہلے اپنا اپنا نام بتلاؤ
کیا حمزہ نے نعرہؔ حمزہ ہوں میں شیر رب ہوں میں
مجھے تم جانتے ہو ابن عبدالمطلب ہوں میں
میرے ساتھی بھی دونوں ہاشمی غیرت کے وارث ہیں
علی ابن ابی طالب عبیدہ ابن حارث ہیں
کہا عتبہ نے ہاں تم محترم ہو اور ہمسر ہو
فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رتبے میں برابر ہو
بہت اچھا ہوا تم نے کیا اقدام مرنے کا
مزا آئے گا ہم کو بھی تمہارے قتل کرنے کا
کہا حمزہ نے عتبہ فائدہ کیا لاف کرنے سے
جو تلواریں اٹھاتے ہیں نہیں ڈرتے وہ مرنے سے
یہ باتوں کا نہیں ہنگام جوہر کوئی دکھلاؤ
ابھی سب حال کھل جائے گا آؤ سامنے آؤ

انفرادی جنگ کا منظر

یہ طعنہ سن کے غصے میں بھبوکا بن گیا عتبہ
بدل کر پینترا حمزہ کے آگے تن گیا عتبہ
ولید آیا علی المرتضیٰ پر فتح پانے کو
بڑھا شیبہ عبیدہ کی طرف جرات دکھانے کو
غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہو گئے تینوں
مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہو گئے تینوں
ادھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں
ادھر بھی کاتب قدرت کی تحریریں نکل آئیں
دو لشکر اس طرح حیراں تھے جیسے جاں نہیں تن میں
زمیں پر بجلیاں سی کوندتی تھیں روز روشن میں
دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر
ادھر بازو کے بل پر نازؔ ادھر تکیہ دعاؤں پر

حضرت حمزہ اور عتبہ کا مقابل

یکایک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عتبہ نے
کیا حمزہ کے سر پر ایک کاری وار عتبہ نے
جناب حمزہ نے تلوار پر تلوار کو روکا
سبک دستی سے تھپکی دے کے مہلک وار کو روکا
نظر کچھ بھی نہ آیا جھنجھناہٹ کی صدا آئی
اڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہلت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہ نے
سبک ہو کر نکالا ہاتھ الجھاوے سے حمزہ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغ فرخ فال کے نیچے
مگر عتبہ نے سر اپنا چھپایا ڈھال کے نیچے
صدا تکبیر کی آئی زمین بدر تھرائی
پلک جھپکی کھلیں آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی
پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے
سپر سے تابہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ اٹکی سینہ کاٹا دل جگر کاٹا
لہو چاٹا جگر کا بند زنجیر کمر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی

یہ تیغ حمزہ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آ رہی کر کے دو ٹکڑے جسم ناری کے
یہ برق نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی
گری یکلخت اور دولخت کر کے خاک پر آئی
گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاش خود سر کی
دہان شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی
صف مردان غازی نے کہیں اک ساتھ تکبیریں
قلوب اہل باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

حضرت علی اور ولید کا مقابلہ

ادھر حمزہ کے ہاتھوں عتبہ فرش خاک پر لیٹا
علی سے تھا ادھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا
پدر کے خون سے منہ ہو گیا غصے میں لال اس کا
بھڑک اٹھا بدن پر مثل شعلہ بال بال اس کا
علم کی اور چوکس ہو کے تیغ آب وار اس نے
کئے بڑھ کر سنبھل کر پے بہ پے ساتھ آٹھ وار اس نے
علی اس شان سے رد کر رہے تھے اس کے واروں کو
کہ ہوتا تھا تعجب نوجواں پر پختہ کاروں کو
کبھی رد کر دیئے جھک کر کبھی خالی دیئے ہٹ کر
یہ آگے بڑھ کے منہ پر آ گئے وہ رہ گیا گھٹ کر
زرہ بکتر کو الجھن چار آئینوں کو سکتہ تھا
مگر عتبہ کا بیٹا وار کرنے سے نہ تھکتا تھا
مگر اب وار خالی دے کے حیدر کو جلال آیا
کہ نازک وقت گزرا جا رہا ہے یہ خیال آیا
کیا نعرہ ہمارا بھی تو لے اک وار او کافر!
سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار اور کافر!
صدائے شیر حق سے چھائی ہیبت قلب دشمن پر
سپر اٹھنے نہ پائی تھی کہ آئی تیغ گردن پر

نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی
کب اٹھی کب گری کیسے پھری تیغ یداللّٰہی
عجب بجلی تھی چمکی اور چمکتی ہی نظر آئی
زر خالص تھی کندن سی دمکتی ہی نظر آئی
کمال ضرب پر حمزہ کے منہ سے مرحبا نکلی
صف اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
نوید فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے
کہ اترا بار سر اک ہستی باطل کے شانوں سے
ملا یہ پھل حریف بازوئے شیر خدا ہو کر
زمیں پر جا پڑا مغرور سر تن سے جدا ہو کر
سر بے تن ادھر لڑھکا تن بے سر ادھر لوٹا
ملا مٹی میں وہ بھی اور یہ بھی خاک پر لوٹا

حضرت عبیدہ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا

نظر آئیں جو یہ دو ضربتیں مردان عالم کی
تو چھائی روئے باطل پر سیاہی غصہ و غم کی
چمک دیکھی تو پھرتی سے عبیدہ نے بھی رخ موڑا
اجل نزدیک پائی پھر بھی دشمن کو نہیں چھوڑا
لگایا ہاتھ شانہ کر دیا بے کار دشمن کا
مگر پنڈلی کے اوپر پڑ چکا تھا وار دشمن کا
علی و حمزہ نے دیکھی جو شیبہ کی دغا بازی
عبیدہ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی
نظر آئے تڑپتے اس طرف نوری ادھر ناری
ادھر بھی ضرب تھی کاری ادھر بھی ضرب تھی کاری
بیک ساعت کیا شیبہ پہ اک اک وار دونوں نے
کیا فی الفوراس ناری کو بھی فی النار دونوں نے
اتارے اسلحہ تینوں کے یہ بھی ایک صورت تھی
کہ مردوں سے زیادہ ان کی زندوں کو ضرورت تھی
غنیمت لے کے مقتولوں کے جنگی سازوں ساماں سے
اٹھا کر لے چلے زخمی عبیدہ کو بھی میداں سے
سروں پر ان کے سایہ مہر خاور کرتا جاتا تھا
شعاعیں ان کے قدموں پر نچھاور کرتا جاتا تھا

حضرت عبیدہ کی شہادت

پلٹ کر جب صف اسلام میں شیر خدا آئے
رسول اللہ کے قدموں میں زخمی شیر کو لائے
یہ مہلک زخم تھا ہڈی کا گودا بہتا جاتا تھا
نکلنے سے لہو کے قلب خالی رہتا جاتا تھا
عبیدہ نے ادب سے عرض کی جوش ارادت میں
حضور اب فیصلہ کیا ہے مرے باب شہادت میں
رسول پاک نے ان کی شہادت پر گواہی دی
انہیں تہنیت خوشنودی ذات الٰہی دی
عبیدہ نے یہ سن کر رکھ دیا سر پائے ہادی پر
بس آنکھوں میں جنتؔ پھر نظر ڈالی نہ وادی پر
فلک سے نور برسا دل پہ راحت ہو گئی طاری
ہوا کلمہ شہادت کا زبان پاک پر جاری

دشمن خوف زدہ

وہاں ہلچل پڑی تھی لشکر شیطان کے اندر
کہ کھوئے تین سرداران قوم اک آن کے اندر
جو ہتھیاروں میں سج کر اوپچی بن بن کے آئے تھے
بڑے دعووں سے نکلے تھے بہت تن تن کے آئے تھے
بوقت حملہ تھے جن کے دماغ افلاک کے اوپر
پڑے تھے اب وہی بیجان ہو کر خاک کے اوپر
بظاہر بے سرو ساماں تھے ان کے مارنے والے
نہ ان کے بر میں زرہیں تھیں نہ ان کے ہاتھ میں بھالے
سپر کا بھی اسی تلوار ہی سے کام لیتے تھے
مگر ہر ضرب پر اپنے خدا کا نام لیتے تھے
یہ منظر خوف سے دیکھا گیا فوج مقابل میں
کہ اک ساعت نہ جنبش تک ہوئی موج مقابل میں
ولید و عتبہ و شیبہ یہ تینوں جان لشکر تھے
سپہ سالار لشکر اور سرداران لشکر تھے
قریشی فوج کو یہ ناز تھا ان کی شجاعت پر
کہ بھاری ہیں یہ تینوں فرد اسلامی جماعت پر
توقع تھی نہتوں کو بھگا کر آئیں گے تینوں
کسے معلوم تھا یوں مار ڈالے جائیں گے تینوں

نظر آیا کہ اک اک زخم کھا کر مر گئے تینوں
بڑے خونخوار تھے اپنے ہی خوں میں بھر گئے تینوں
پسینے آ گئے چھایا صفوں پر ایک سناٹا
کہ زنگ آلود تلواروں نے سرداروں کا سر کاٹا
بہت سے گالیاں دینے لگے اپنے خداؤں کو
کہ نامردوں نے یوں کٹوا دیا تیغ آزماؤں کو
ہوئے مقتول ان ہاتھوں سے جن پر تھے نہ دستانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی مانے تو کیا مانے
یہ منظر دیکھ کر دل ہی میں پچھتانے لگے اکثر
دبکنے جی چرانے اور کترانے لگے اکثر

ابوجہل کی تقریر

یہ صورت دیکھ کر بوجہل نے اس فوج کو ڈانٹا
کہا' اے قوم' عتبہ تھا ہماری راہ میں کانٹا!
بہم ترتیب لشکر میں تو ہم نے کی عرق ریزی
مگر عتبہ نے تنہا جا کے لڑ مرنے میں کی تیزی
یہ تینوں پہلواں مارے گئے اپنی جہالت سے
تو کیا اب ہم بھی مر جائیں اسی شرم و خجالت سے
تمہارے پاس بھالے ہیں تمہارے پاس ڈھالیں ہیں
فنون جنگ ہیں' سامان ہے' قوت ہے چالیں ہیں
وہ کیا ہیں چند کس' فاقہ زدہ مزدور ناکارے
کہ اب تک چھپتے پھرتے تھے تمہارے خوف کے مارے
تمہارے ہاں زرہ پر ہے زرہ جوشن ہے جوشن پر
وہاں مجھ کو تو کپڑا بھی نظر آتا نہیں تن پر
تمہارے ساتھ ہیں اس وقت نو سو ساٹھ تلواریں
ادھر کیا ہے زیادہ سے زیادہ آٹھ تلواریں
وہ آئیں اور لائیں کند زنگ آلودہ تلواریں
تمہارے پہلوانوں کو تمہارے سامنے ماریں
کھڑے تم دیکھتے ہو تم کو غیرت کیوں نہیں آتی
غضب ہے قتل عتبہ پر بھی چھاتی پھٹ نہیں جاتی
تمہاری اس قدر تعداد ہے شوکت ہے کثرت ہے
اگر اس پر بھی نامردی دکھا جاؤ تو لعنت ہے

مبارز کے طلب کرنے کی حاجت ہی نہیں ہم کو
انہیں لڑنے کا موقع دیں ضرورت ہی نہیں ہم کو
ارے ہم ان مسلمانوں کو کچا ہی چبالیں گے
کچل ڈالیں گے ان قدموں کے نیچے پیس ڈالیں گے
ارے ان خود سروں نے دین آبائی سے منہ موڑا
ہمارے اور اپنے باپ دادوں کا چلن چھوڑا
محمد نے ہمارے ان کے رشتے قطع کر ڈالے
یہ سب ہیں ایک ان دیکھے خدا کے دیکھنے والے
یہ سجدے کرنے والے کیا لڑیں گے سر بلندوں سے
انہی ہم لے چلیں گے باندھ کر اپنی کمندوں سے
شکنجوں میں کسیں گے قینچیوں سے کھال اتاریں گے
جہاں پانی نہیں ملتا وہاں لے جا کے ماریں گے
خبر ان سب کی لی جائیگی دروں اور کوڑوں سے
انہیں رندوائیں گے کٹے میں اونٹوں اور گھوڑوں سے
محمد کی رفاقت کا مزا ان کو چکھائیں گے
محمد کیا، محمد کے خدا کو بھول جائیں گے
اکٹھے مل کے اک دھاوا کرو اے جنگ جو مردو
بڑھو اب ایک ہی ریلے میں سب کو کاٹ کر دھر دو
ہبل کے جاں نثارو لات و عزیٰ کے پرستارو
بڑھو حملہ کرو مارو، بڑھو حملہ کرو مارو

قریش کا عام دھاوا

کیا جوش غضب کو مشتعل اس شعلہ باری نے
لگا دی ناریوں کو آگ آتش باز ناری نے
ہوا ہیجان پیدا آتش نمرود میں گویا
چنگاری پڑ گئی اس تو وہ بارود میں گویا
اٹھا سودا سروں میں "قتل کر دو سر اتارو" کا
ہوا اک حشر برپا "پکڑو پکڑو مارو مارو" کا
پڑیں نقارہ جنگی پہ ضربیں طبل پر تھاپیں
زمیں دھنسنے لگی گھوڑے لگے جب مارنے ٹاپیں
سنانیں تن گئیں، تیغیں اٹھیں، تیروں نے پر تولے
بڑھیں ساری بلائیں جانب جنگاہ منہ کھولے
اڑی پھر ٹھوکروں سے ریگ صحرا گرد ہو ہو کر
چھپایا بار ہا خورشید نے منہ زرد ہو ہو کر
فرشتے غرق حیرت تھے ادھر عرشی ادھر فرشی
نظر آتا تھا لوہے کا سمندر لشکر فرشی
نہتوں پر عیاں کرنے رعب و داب کی صورت
اٹھا طوفان کی صورت بڑھا سیلاب کی صورت

مسلمانوں کا ربط وضبط اور فرمان پیغمبر

ادہر بڑھتے چلے آتے تھے پیدل بھی رسالے بھی
صفیں باندھے کھڑے تھے دھوپ میں اللہ والے بھی
کھڑے تھے صبح سے پہلو بدلتے تھے نہ تھکتے تھے
نگاہیں سامنے تھیں دوسری جانب نہ تکتے تھے
سکون و ضبط کی تصویر سنو لائے ہوئے چہرے
وہ چہرے جن پہ قرباں ہو رہے تھے نور کے سہرے
عرق آلود تھیں پیشانیاں قطرے ڈھلکتے تھے
مقدس داڑھیاں تھیں جن میں موتی سے جھلکتے تھے
گدائی میں بھی حاصل شوکت شاہانہ تھی ان کو
کھڑے تھے اس طرح جیسے کوئی پروانہ تھی ان کو
قریش فوج نے ڈالی جو طرح جنگ مغلوبہ
کیا کثرت نے قلت کو مٹا دینے کا منصوبہ
تو دیکھا جانب ہادی کامل دیں پناہوں نے
اجازت صف سے بڑھنے کے لیے مانگی نگاہوں نے
یم کفار جب یک بارگی بڑھتا نظر آیا
تو اپنے ساتھیوں سے مرشد کامل نے فرمایا
ابھی قائم رہو اپنی صفوں میں اے خرد مندو
نظر اپنی رکھو اللہ پر اللہ کے بندو

بچائے گا اسی کا ہاتھ ان شمشیر گیروں سے
قریب آئیں تو اس حملے کو روکو اپنے تیروں سے
صفوں میں ابتری آنے نہ پائے اے جوانمردو
تحمل کے فرائض اپنی جانب سے ادا کر دو

مسلمانوں کی تیراندازی

نبی کا حکم سن کر دم نہ مارا صبر کوشوں نے
اتاریں اپنے کندھوں سے کمانیں دلق پوشوں نے
کمانیں کیا تھیں گیلی لکڑیاں لے کر جھکالی تھیں
بندھی تھیں رسیاں ان میں مگر چلوں سے خالی تھیں
کمانوں کو جھکایا' تیر جوڑے تیر بھی کیا تھے
کہ اکثر تیر سو فاروں سے بھی قطعاً معرا تھے
بظاہر تیر بھی ایسے ہی ایسی ہی کمانیں تھیں
سلاح جنگ کیا بس دل ہی دل جانیں ہی جانیں تھیں
ادہر چتلا تھا ہر بے پیر شیخ و شاب لوہے کا
امڈتا دوڑتا آتا تھا اک سیلاب لوہے کا
ادھر تیرو کماں کی شکل ہو کر تن گئے بیکے
زمیں پر غیرت سد سکندر بن گئے بیکے
وہاں بھونچال کی سی چال سے دھرتی دھمکتی تھی
غبار اٹھتا تھا جس میں برق رہ رہ کر چمکتی تھی
یہاں اب تک کوئی جنبش نہ تھی اللہ والوں میں
کوئی اندیشہ باطل نہ تھا ان کے خیالوں میں
مگر بوجہل جب حد سے بڑھا لایا لعینوں کو
برھیں نیزوں کی انیاں تاک کر پر نور سینوں میں

یہ سرکش بڑھتے بڑھتے جس گھڑی سر ہی پہ آ پہنچے
ستمگر راہزن اسلام کے گھر ہی پہ آ پہنچے
تو اسلامی کمانداروں نے بھی تاکا نشانوں کو
چڑھا کر تیر گھٹنے ٹیک کر تانا کمانوں کو
دکھائی دستہائے چپ نے راہ راست منزل کی
نگاہوں نے لگائی شست چشم وسینہ و دل کی
ملے جب دستہائے راست خم ہو ہو کے شانوں سے
صدا اک بار بسم اللہ کی نکلی زبانوں سے
کمانوں سے نکل کر تیر یوں سوئے ہدف جھپٹے
فضا میں جس طرح شہباز چڑیوں کی طرف جھپٹے
وہ فوج روسیہ بپھرے ہوئے فیلوں کا لشکر تھا
مگر تیروں کی بارش بھی ابابیلوں کا لشکر تھا
ہوا میں سنسناہٹ سی ہوئی پھر یہ نظر آیا
کہ تنکوں نے پلٹ دی بڑھنے والی فوج کی کایا
نہ کترائے نہ منہ موڑا نہ خم کھاتے نظر آئے
یہ چوبی تیر تھے فولاد کی زرہوں میں در آئے
بہت سے پار اترے جوئے خون دل سے منہ دھو کر
بہت سے رہ گئے سینوں کے اندر غرق ہو ہو کر
تھے اکثر جسم بھی زرہیں بھی اور ملبوس بھی دہرے
مگر تیروں نے گھس کر توڑ ڈالے پشت کے مہرے
بھڑک اٹھے جو مرکب راکبوں کی پڑیاں ٹوٹیں

رکابیں پھنس گئیں پیروں میں باگیں ہاتھ سے چھوٹیں
جو سب سے آگے آگے آ رہے تھے جوش میں بھر کر
گرے ان میں سے اکثر زخم کھا کر اور مر مر کر
ہوئے پیوست یہ ناوک جہاں پائی جگہ تن میں
شکم میں آنکھ میں، رخسار میں، شانے میں گردن میں
زمیں پر آ رہے اسوار گھوڑوں نے جو رخ موڑے
صفیں اپنی ہی اپنے ہی پیادوں کے پرے توڑے

قلت وکثرت میں جنگ مغلوبہ

صفوں کی برہمی کا دیکھ کر یہ طرفہ نظارا
غضب میں بھر گیا بوجہل پھر لوگوں کو للکارا
ہبل کے نام کی غیرت دلائی بت پرستوں کو
اکٹھا کر کے پھر آ گے بڑھایا چیرہ دستوں کو
نئے وعدے کئے ہمت بندھائی پہلوانوں کی
مسلمانوں کی جانب پھیر دیں نوکیں سنانوں کی
ہوئی پامال ضبط و در گزر کی آخری حد بھی
بڑھے اب اذن پا کر جاں نثاران محمد بھی
قتال جنگ مغلوبہ کے ساماں ہو گئے آخر
حق و باطل بہم دست و گریباں ہو گئے آخر
دکھائی رزم گہہ میں شان اسلامی دلیروں نے
دبوچا راکبوں کو مرکبوں سے تند شیروں نے
نبتے گتھ گئے بیباک ہو کر تیغ والوں سے
نہ دھمکی سے ڈرا کوئی نہ گرزوں سے نہ بھالوں سے
لگی مظلوم و ظالم میں غضب کی کشمکش ہونے
زمیں پامال ہو کر خون کے آنسو لگی رونے
جو نیزوں کے نشانوں پر تھے کھیلے اپنی جانوں پر
سنانوں کو بچایا ہاتھ دوڑایا بنانوں پر

کسی کا جسم لاغر ہو گیا زخموں سے صد پارا
کسی نے چھین کر نیزہ اسی بے دین کو مارا
ضعیفوں کو حریفوں ہی سے حاصل ہو گئیں تیغیں
لپٹ کر اسطرح بازو مروڑے چھین لیں تیغیں
یہی تیغیں مثال برق چمکیں اب علم ہو کر
لگے گرنے زمیں پر نخل تن سے سر قلم ہو کر

مجاہدین اسلام کی شجاعت

ادھر فاقہ زدہ انساں ادھر گاوان پرواری
ہوئی دونوں طرف سے کشت و خوں کی گرم بازاری
نمازیں پڑھنے والوں نے دکھائی وہ جوانمردی
کہ شان وحدت حق فوج کثرت پر عیاں کر دی
کیا حمزہ نے دھاوا اس طرح قرشی جلیلوں پر
کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر
بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی
ابھی شانے پہ چمکی تھی ابھی زیر بغل نکلی
کسی کی ڈھال کاٹی سر سے گزری صدر تک پہنچی
صدائے ہائے واویلا ہر اہل غدر تک پہنچی
کمر کو کاٹ کر اک تار سی صابون سے نکلی
اگر دامن سے الجھی صاف ہو کر خون سے نکلی
یہ سینے سے لہو قلب و جگر کا چاٹ کر آئی
زرہ کے دامِ بندھن اور حلقے کاٹ کر آئی
کبھی اس کا گلو تاکا کہیں اس کی کمر تاڑی
کبھی سیدھی گری بجلی کبھی ترچھی کبھی آڑی
جو افسر تھے انہیں آواز دے کر ٹوک کر مارا
جو بھاگے سامنے سے ان کا رستہ روک کر مارا

کہیں مولا علی کی تیغ جوہردار کا غل تھا
خدا کے فضل سے شیر خدا غالب علی کل تھا
ہجوم اہل مکہ نے جدھر غلبہ ذرا پایا
جہاں انبوہ قرشی پہلوانوں کا نظر آیا
بڑھے مشکل کشا للکار کر ان بد نہادوں کو
لگے زیرو زبر کرنے سواروں کو پیاروں کو
مدد کرنے کو اپنے ساتھیوں کی بار بار آئے
کبھی سوئے یمیں جھپٹے کبھی سوئے یسار آئے
نہیب تیغ دامندار سے ہٹ ہٹ گئے کافر
مثال زنگ اس تلوار سے کٹ کٹ گئے کافر
گھڑی بھر میں جہاں کفار کا انبوہ بے حد تھا
کسی کے ہاتھ گم تھے اور کسی کا سر ندارد تھا

حضرت زبیر اور ابو کرش کا مقابلہ

زبیر اس رنگ سے گھس کر لڑے گھمسان کے اندر
زمیں پر لگ گئے کشتوں کے پشتے آن کے اندر
اگرچہ شانہ و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری
اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری
مگر بپھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سن سن کر
خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چن چن کر
اچانک ایک قرشی پہلواں للکار کر نکلا
اکڑ کر بلبلا کر اور نعرے مار کر نکلا
کہ نادانوں مسلمانوں شجاعت پر نہ اتراؤ
میں ہوں بو کرش تم سب مل کے میرے سامنے آؤ
نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ جز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا
بشر تھا یا کہ تھا بیڈول سا اک ڈھول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اوپر خول لوہے کا
کوئی حربہ ہو کیسے کار گر اس مرد آہن پر
کہ ازسر تا بپا فولاد کا ملبوس تھا تن پر
یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

بڑھا سوئے مسلماناں جو یہ کافر رجز پڑھ کر
تو پھرتی سے زبیر اس کے مقابل ہو گئے بڑھ کر
مزاحم پا کے اپنی راہ میں اللہ والے کو
اٹھایا مرد آہن پوش نے دیو زاد بھالے کو
مگر ہشیار و چابک دست تھا اللہ والا بھی
تھا خوش بختی سے اس کے ہاتھ اک چھوٹا سا بھالا بھی
ادھر نیزہ چلا اس کا ادھر سے مرد غازی کا
لگے کرنے دو لشکر اب نظارہ نیزہ بازی کا
بہم رد و بدل سے جراتیں دو سمت گرمائیں
جھڑیں چنگاریاں دونوں سنانیں مل کے ٹکرائیں
پیاپے باندھتا تھا بند کندے تولنے والا
مگر اس سے زیادہ مستعد تھا کھولنے والا
بلا کے طعن تھے پر پیچ چوٹیں تھیں انانیں تھیں
سنانیں تھیں کہ دو پھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں
جما کر پینترا کر کے اشارا مرد غازی نے
انی رکھتے ہی اک بکہ جو مارا مرد غازی نے
ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بل آیا غرور ناز کا نیزہ
دکھائی کچھ کمی دشمن کے حیلے نے نہ طاقت نے
مگر نیزہ اڑا ڈالا زبیر بالیاقت نے
نظر آئی جو شکل مرگ اس افتادے کے اندر

لرز کر رہ گیا دل سینۂ فولاد کے اندر
قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اڑ گیا بھالا
تو ہٹ کر ہاتھ اس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا
مگر اب جاں نثار احمد مرسل کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی ساز گاری تھی
جھپٹ کر شیر نے اک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری
سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری
گھسی چشم عدو میں کاسہ سر پھوڑ کر گزری
سر خود سر نے حق سے سر کشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا
گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر
تکبر بہ گیا آنکھوں کے رستے موج خوں ہو کر
قفس کے ٹوٹنے سے طائر جاں اڑ گیا اس کا
ادھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا اس کا
مگر ہاں یاد گار ضرب اسلامی رہی برچھی
جہاد حق میں دست راست کی حامی رہی برچھی
دو لشکر کر رہے تھے برسر میداں یہ نظارا
کہ آہن پوش کافر اک اشارے میں گیا مارا
صدائے نعرہ تکبیر سے پھر گونج اٹھی وادی
کہ جس نے مشرکوں میں غیظ کی اک لہر دوڑا دی

ہنگامہ کارزار

صدائیں دو طرح کی آج زیر آسماں گونجیں
ادھر سے نعرہ تکبیر ادھر سے گالیاں گونجیں
بظاہر شور غوغا مشرکوں کا دور تک پھیلا
دہائی خود ستائے اور ہلچل اور واویلا
صدائے طبلِ آواز رجز نعرے نقیبوں کے
بڑھاوے افسروں کے اور آوازے خطیبوں کے
ورشت و اشتعال انگیز طعن آمیز گفتاریں
بہم ٹکرا کے تلواروں کی تند اور تیز جھنکاریں
مدینے کے غریبوں کو ڈپٹ قرشی امیروں کی
کمانوں کے کڑکنے پر پھڑک پرواز تیروں کی
شپاشپ خنجروں کی اور چقاچق برچھی بھالوں کی
پیاپے باہمی تکرار گرزوں اور ڈھالوں کی
وہ چیخیں زخمیوں کی بددعائیں مرنے والوں کی
بتوں کے نام لے کر التجائیں ڈرنے والوں کی
ہوا میداں میں برپا ایک ہیبت ناک ہنگامہ
عجب پر ہول ہنگامہ عجب ناپاک ہنگامہ
مگر آواز حق اٹھتی تھی جب اس شور محشر میں
تو دب جاتا تھا سب کچھ نعرہ اللہ اکبر میں

گرمی جنگ اور ساقی کوثر کا فیض

فلک پر مہر جھنجھلاتا ہوا معلوم ہوتا تھا
غضب کی آگ برساتا ہوا معلوم ہوتا تھا
مثال شعلہ اڑتی تھی زمیں بدر کی مٹی
یہ مٹی تھی کی دھڑ دھڑ جل رہی تھی آگ کی بھٹی
معاذ اللہ تابش دھوپ کی سیلاب آتش کا
کہ جس کے سامنے ہو جائے زہرہ آب آتش کا
جب ایسی آگ لگتی ہے نہیں اٹھتا دھواں شاید
دھواں اٹھ اٹھ کے یا پھر بن گیا ہو آسماں شاید
طمانچے مارتے تھے آتشیں تھی آنچ تیغوں کی
جل اٹھتے تھے بدن زیر زرہ جنگ آزماؤں کے
مگر اس سے زیادہ آتشیں تھی آنچ تیغوں کی
سر میداں بہادر کر رہے تھے جانچ تیغوں کی
غضب کی آ چکی تھی خون انسانی میں طغیانی
کسی جانب نظر آتا نہ تھا میدان میں پانی
ہوئے تھے اسلحہ کفار کے تپ تپ کے انگارے
نکل آئی تھیں مونہوں سے زبانیں پیاس کے مارے
مزاج کائنات اس وقت محو شعلہ باری تھا
مگر ہاں رحمۃ للعلمین کا فیض جاری تھا

وہی اک حوض تھا اس وقت ان لوگوں کی قسمت سے
مسلمانوں نے جس کو بھر لیا تھا آب رحمت سے
مروت پوچھتی تھی نام مومن کا نہ کافر کا
کہ پینے دو یہ اذن عام تھا ساقی کوثر کا

حوض پر کفار کی چیرہ دستی

مگر کفار اس پر بھی دکھاتے تھے زبردستی
چڑھی تھی خود فراموشوں کو جام مرگ کی مستی
کہ ظالم پی چکے پانی تو پھر سر پھوڑنے دوڑے
تبر لے لے کے پلٹے حوض ہی کو توڑنے دوڑے
نظر آیا جو احساں ناشناسی کا یہ نظارا
مسلمانوں نے بڑھ کر ان کو روکا اور للکارا
قریب حوض آ کر بڑھ گئی شدت لڑائی کی
بڑھا دی آپ نے کچھ اور بھی حدت لڑائی کی
پڑا گھمسان کا رن خون کی ندی ہوئی جاری
بالآخر حوض کے آگے سے پیچھے ہٹ گئے ناری

مسلمانوں کا استقلال

نہتے تھے غلامانِ نبی تعداد میں کم تھے
مگر اللہ والے تھے مگر مردانِ عالم تھے

یہ بے ساماں لڑے کچھ اس طرح سامان والوں سے
کہ ان کے ہاتھ رکتے تھے نہ خودوں سے نہ ڈھالوں سے

ابوبکر اپنے بیٹے پر بڑھے تیغہ علم کر کے
جو آیا راہ میں سر رکھ دیا اس کا قلم کر کے

عمر فاروق نے بھی ہاتھ جس مغرور پر ڈالا
پچھاڑا اور چھاتی پر چڑھے اور قتل کر ڈالا

جو اتراتے تھے مدعیانِ نام و ننگ ہو ہو کر
عصلی کی ضربتوں سے رہ گئے چورنگ ہو ہو کر

بہادر بو دجانہ شیر کی صورت جھپٹتے تھے
خدا کے دشمنوں سے بر سرِ میداں نپٹتے تھے

غلامانِ محمد میں کسی سے کم نہ تھا کوئی
نحیف اور بھوکے پیاسے تھے مگر بے دم نہ تھا کوئی

لڑے اس طرح حق کی راہ میں سینہ سپر ہو کر
کہ کثر حملہ آور رہ گئے زیر و زبر ہو کر

زباں تکبیر میں مشغول بازو قتلِ دشمن میں
فزوں ہوتا تھا اک اک زخم پر سیروں لہو تن میں

ثبات و صبر تھا ذوق یقیں کی کار سازی سے
تھے ورنہ تین تین الجھے ہوئے ایک ایک غازی سے

اصل اصول جہاد

اصول ملت اسلام توڑا جا نہیں سکتا
کوئی رشتہ عدوے حق سے جوڑا جا نہیں سکتا
مظاہر تھے یہ سب اسلام کی شان جلالی کے
دلوں نے توڑ ڈالے پیکر اصنام خیالی کے
پدر کی ذات حملہ آوروں کے درمیاں پائی
تو ایمان پسر نے سب سے پہلے تیغ چمکائی
پسر کو جب عدوئے دین محبوب خدا پایا
تو شمشیر پدر نے خون پینے میں مزا پایا
پرانے رشتے ناطے عشق نے سب قطع کر ڈالے
بڑھی جب نوک خنجر بہہ گئے سب بس بھرے چھالے
ہوئی حائل نہ راہ حق میں ندی شیر مادر کی
کہ بڑھ کر کاٹ لی گردن برادر نے برادر کی
جنہیں خوشنودی ذات خدا مطلوب ہوتی ہے
لحاظ خوں سے ان کی طبع کب مغلوب ہوتی ہے
جہاں میں دشمن حق عام انسانوں کا دشمن ہے
جو انسانوں کا دشمن ہے مسلمانوں کا دشمن ہے
برادر باپ بیٹا کوئی ہو جب دشمن دیں ہے
تو اس کی پاسداری سر بسر توہین آئیں ہے

جوملت کے مقابل تیغ و خنجر لے کے آجائے
تحفظ کے لیے جز قتل اس دم کیا کیا جائے
بنائے وحدت ملت یہی آئین بر حق ہے
کہ ملت کے تحفظ پر قیام دین بر حق ہے
بشر جب رشتہ الفت خدا سے جوڑ لیتے ہیں
تو اپنے دل جہان ماسوا سے توڑ لیتے ہیں
خدا ہی کے لیے خلق خدا سے دوستی ان کی
خدا ہی کے لیے اہل جفا سے دشمنی ان کی
خدا ہی کے لیے جنگ اور صلح و آشتی کرنا
خدا کی راہ میں جینا' خدا کی راہ میں مرنا
نہ پروا گوشت کی ان کو نہ محو پوست ہوتے ہیں
جو حق کو دوست رکھتا ہے اسی کے دوست ہوتے ہیں
نہ پاس خانداں ان کو نہ عزو جاہ کی خاطر
قرابت دوستی سب کچھ فقط اللہ کی خاطر

حب رسول

سما سکتی ہے کیونکہ حب دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقش حب محبوب خدا دل میں
محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی
محمد کی محبت آن ملت شان ملت ہے
محمد کی محبت روح ملت جان ملت ہے
محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر برادر مال جان اولاد سے پیارا
یہی جذبہ تھا ان مردان غیرت مند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

میدان کارزار میں ابو جہل کی سرگرمیاں

ابو جہل اس قیامت زار میں فتنے اٹھاتا تھا
جو بے دل ہو کے ہٹ جاتے تھے ان کا دل بڑھاتا تھا
کبھی کر تا تھا تقریریں کبھی آوازے کستا تھا
خفا ہوتا تھا روتا تھا گرجتا تھا' برستا تھا
سواروں کو پیادوں کو بڑھاتا تھا ہٹاتا تھا
بڑی تدبیر سے ان لڑنے والوں کو لڑاتا تھا
مگر خود آپ ہرگز تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا
بظاہر جی دکھاتا تھا بباطن جی چراتا تھا
بتوں کے نام شیطانوں کے منتر ورد تھے اس کے
حفاظت کے لیے سب اہل کنبہ گرد تھے اس کے
مسلح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں
جو اسکے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی باسانی
کہ تھا اک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی
یہ ناری پھر رہا تھا قتل و خوں کی آگ بڑھکاتا
مسلمانوں سے ان گمراہ انسانوں کو لڑواتا

قتلِ ابوجہل کی کہانی

جناب عبد رحمن ابن عوف اک صف شکن غازی

کہ تھے اس عرصہ پیکار میں مصروف جانبازی

یہ روداد شجاعت آفریں ان کی زبانی ہے

کمال جذبہ غیرت کی اک نادر کہانی ہے

وہ فرماتے ہیں جس دم بڑھ گئی شدت لڑائی کی

عیاں تھیں ہر طرف سرگرمیاں تیغ آزمائی کی

ادھر جوش جفا تھا اہل مکہ حملہ آور تھے

ادھر نام خدا تھا اور اسلامی دلاور تھے

مسلماں جب جواب حملہ کفار دیتے تھے

تو قرشی پہلواں اس وقت ہمت ہار دیتے تھے

قریشی فوج ہٹ جاتی تھی یوں مد مقابل سے

پلٹ جاتی ہیں موجیں جس طرح ٹکرا کے ساحل سے

مگر بوجہل ظالم دم بدم غیرت دلاتا تھا

اسے پھر جمع کرتا تھا اسے پھر لے کے آتا تھا

جمی تھیں اس کے فتنے پر نگاہیں سرفروشوں کی

مگر حائل تھی اس رستے میں صف فولاد پوشوں کی

مرے دل میں تمنا تھی اگر مہلت ذرا پاؤں

صف کفار چیروں اور سر بوجہل لے آؤں

دو انصاری نوجوان اور ابوجہل کی جستجو

اچانک اپنے دائیں بائیں میں نے اک نظر ڈالی
کہ تائید دو بازو سے فزوں ہو ہمت عالی
مقام اپنا مگر دو کم سنوں کے درمیاں پایا
ادھر اک نوجوان پایا ادھر اک نوجواں پایا
بوقت جنگ بازو ہوں اگر تائید سے عاری
تو ہوتی ہے سپاہی کے لیے لڑنے میں دشواری
ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
کہ اک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا
نہایت رازداری سے نشاں بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتا پوچھا
جواب اس کے سوالوں کا مرے لب تک نہ تھا پہنچا
کہ اس کا دوسرا ساتھی مثال برق آ پہنچا
وہی پہلا سوال اس نے بھی پوچھا رازداری سے
ادائے ضبط تھی دست و گریباں بیقراری سے
ابھی نو عمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رو معصوم تصویریں
بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

حضرت عبدالرحمن کی نشان دہی

یہ استفسار سن کر میں نے پوچھا فرط حیرت سے
بھتیجو کام کیا ہے تم کو اس بدخواہ ملت سے
پتہ اس دشمن دیں کا بتا دیتا ہوں میں تم کو
کہو تو اس کی صورت بھی دکھا دیتا ہوں میں تم کو
وہ دیکھو اک ہجوم عام قرشی پہلوانوں کا
گرانڈیل اور موٹے تازے دیداری جوانوں کا
وہ جن کے ساتھ تنہا لڑ رہے ہیں حضرت حمزہ
خدا حمزہ کا ناصر دیکھتے ہو جرات حمزہ
ادھر پہلو کی جانب کس قدر گھمسان کا رن ہے
مسلماں کس قدر کم اور کتنی فوج دشمن ہے
گھرے ہیں بو دجانہ جس جگہ قرشی سواروں میں
فقط تلوار لے کر لڑ رہے ہیں نیزہ داروں میں
عمر دوڑے ہوئے ان کی مدد کرنے کو آتے ہیں
وہ دیکھو ایک مہلک وار سے ان کو بچاتے ہیں
پلٹے پڑتے ہیں دشمن جس جگہ انصار کے اوپر
ہوئے ہیں حملہ آور سینکڑوں دو چار کے اوپر
وہا دم گر رہی ہے برق شمشیر علی دیکھو
وہ دیکھو ہٹ چلی اب فوج دشمن ہٹ چلی دیکھو

وہ دیکھو چڑھ رہا ہے بھاگ کر مٹی کے تودے پر
وہ کیا ہے کلغی والا سامنے پہنے ہوئے مغفر
وہی بوجہل ہے جو پے بہ پے بازو ہلا تا ہے
یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بلاتا ہے
حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ
یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

غیرت مند نوجوان

یہ سن کر بول اٹھے وہ دونوں لڑکے بیقراری سے
بتا دیں اب ہمیں کیا کام ہے بے دین ناری سے
قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھر نیکی
نہیں ہے اس سے بڑھ کر دشمن دین مبیں کوئی
کوئی زیر زمیں ہے اور نہ بالائے زمیں کوئی
قسم کھائی ہے مر جائینگے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو
یہ کہتے کہتے غیرت سے ہوئے منہ لال دونوں کے
شہادت کے لہو سے تمتمائے گال دونوں کے
خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پرجوش تکبیریں
میں کہتا رہ گیا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں
چلو بحر شہادت کے کنارے ساتھ چلتا ہوں
مگر وہ کس کی سنتے تھے غیور شیر دل لڑکے
ہلاکت گاہ میں ان کے قدم اٹھے نہ دل دھڑکے
میں ان کے پیچھے پیچھے دشمنوں کی فوج پر لپکا
نہ ساتھی بن سکا لیکن غزالوں کی تگ و تپ کا

جہاں چاروں طرف خنجر تھے تلواریں تھیں بھالے تھے
جہاں دشمن تھے جن کے منہ بھی کالے دل بھی کالے تھے
جہاں اللہ کے بندے جہاں اسلام کے غازی
برابر کھیلتے تھے جان سے ایمان کی بازی
جہاں ہر سو تنور دشت سے شعلے بھڑکتے تھے
جہاں سر کٹ کے گرتے تھے جہاں لاشے پھڑکتے تھے
وہیں پہنچے یہ دو جانباز لڑکے باوفا لڑکے
یہ الھڑ یہ فنون جنگ سے نا آشنا لڑکے
گھرے فولاد پوشوں قاتلوں جنگ آزماؤں میں
مگر دو بجلیاں تھیں جو چمک اٹھیں گھٹاؤں میں
ابوجہل سیہ رو پر نگاہیں گاڑ کر نکلے
قریش فوج کے دل بادلوں کو پھاڑ کر نکلے

انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابوجہل کا حشر

گرا اس طرح کندے جوڑ کر شہباز کا جوڑا
کہ اک دم میں صفت زاغ و زغن کا سلسلہ توڑا
جوانوں کے مقابل پہلوانوں کی طرح اڑتے
برابر وار کرتے وار سہتے چو مکھے لڑتے
ہٹاتے مارتے اور کاٹتے بڑھنے لگے دونوں
بسان موج اوج ریگ پر چڑھتے گئے دونوں
ادھر بوجہل بھی کرنے لگا بچنے کی تدبیریں
نہ اس کی دھمکیاں کام آسکیں لیکن نہ تقریریں
بروئے بازوئے تقدیر تدبیریں نہیں چلتیں
جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں
ہٹا وہ دیکھ کر ان کو یہ پھر اس کے قریں پہنچے
جہاں بوجہل پہنچا دونوں لڑکے بھی وہیں پہنچے
نہ بھاگا جا سکا تو ان کو دھمکانے لگا کافر
سپر کے آسرے پر تیغ چمکانے لگا کافر
وہ پختہ کار یہ کمسن یہ پیدل اور وہ گھوڑے پر
لگا مرکب کدانے خشمگیں شیروں کے جوڑے پر
مگر عشاق اپنی جان کی پروا نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے

ہوئے خائف نہ دھمکی اور نمائش سے نڈر لڑکے
جھپٹ کر جاپڑے یہ شیر لڑکے بے جگر لڑکے
ہوا میں گونج اٹھیں رعد کی مانند تکبیریں
گریں بوجہل پر دو تیز خون آشام شمشیریں
دہن سے آہ نکلی ہاتھ سے تیغ و سپر چھوٹی
گرا گھوڑا بھی کھا کر زخم دونوں کی کمر ٹوٹی
تڑپتا لوٹتا آدھا زمیں میں دب گیا مرکب
کسی نے یہ نہیں دیکھا مگر مر کب گیا مرکب
لکھی تھی راکب و مرکب کی قسمت میں نگونساری
زمیں پر لوٹتے تھے اس طرف حیواں ادھر ناری
ابوجہل لعیں یعنی رسول اللہ کا دشمن
ازل سے تا ابد سب سے بڑا اللہ کا دشمن
زمیں ہنستی تھی جس بدبخت کی اونی سی ٹھوکر پر
پڑا تھا خون میں لتھڑا ہوا مٹی کی چادر پر
وہ ہڈی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا تھا
وہی ہڈی شکستہ تھی وہی اب خون بہتا تھا
زباں سے چیختا اور کفر بکتا ہی رہا کافر
مددگاروں کو چاروں سمت تکتا ہی رہا کافر
وہ جنگ آور رسالہ جس کے بل پر زور تھا سارا
اسی میں گھس کے دو کمزور لڑکوں نے اسے مارا
سسکتا چھوڑ کر بدبخت کو جس وقت رخ پھیرا

تو ہر جانب سے قرشی فوج نے دونوں کو آ گھیرا
سپاہی اپنے افسر کو تڑپتا دیکھ کر دوڑے
زباں سے گالیاں بکتے ہوئے سب خیرہ سر دوڑے
بچانے کے لے خاطی کو دوڑے خانداں والے
زمین بدر پر دو چاند تھے اس وقت دو ہالے

ایک نوجوان کی شہادت

لگے ہوئے پیا پے انتقامی وار دونوں پر
برستی میں نے دیکھی کفر کی تلوار دونوں پر
مگر تھے کس قدر جی دار عفرا کے پسر دونوں
پیاپے وار کرتے ہی رہے کفار پر دونوں
میں دوڑا اور بھی مسلم مجاہد اس طرف دوڑے
ابوبکرؓ و عمرؓ حمزہ و علی سب سر بکف دوڑے
بیک ساعت مجاہد جا پڑے ان پہلوانوں پر
جنہیں مشق ستم سوجھی تھی دو ننھی سی جانوں پر
ادھر گرز اور خنجر اور بھالے اور شمشیریں
ادھر لب پر تبسم اور دو پر جوش تکبیریں
وہ غازی تھے شہادت کے لیے لڑتے رہے دونوں
مثال شیر روباہوں پہ جا پڑتے رہے دونوں
زخموں پر مسکراہٹ زخم تھے دونوں کے سینوں پر
فلک کرنوں کی بارش کر رہا تھا مہ جبینوں پر
بالآخر اک جواں نے پا لیا دامن شہادت کا
فرشتوں نے کیا نظارہ اس یمن و سعادت کا
زمیں پر قبلہ رو ہو کر گرا وہ پارہ سا لڑکا
ہوا قربان دین مصطفیٰ پر باوفا لڑکا

خوشا قسمت کہ نیک آغازنیک انجام تھا اس کا
خدا کا پاک بندہ تھا معوذ نام تھا اس کا

دوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار

نبرد آرا تھا اب تک دوسرا انبوہ باطل سے
نظر آتا تھا ٹکراتا ہوا اس کوہ باطل سے
اتر آئے تھے قرشی پہلواں روباہ بازی پر
عقب سے عکرمہ نے ہاتھ مارا مرد غازی پر
ہوا اس ضرب سے شانہ نشانہ کٹ گیا بازو
مثال شاخ نخل بار آور چھٹ گیا بازو
مگر پروا نہ کی بحر شجاعت کے شناور نے
کیا مڑ کر تعاقب عکرمہ کا اس دلاور نے
نظر آئی جو یہ شان بسالت عکرمہ بھاگا
اڑا یوں سامنے سے جس طرح گھوڑا ہو بے باگا
رہائی عکرمہ نے موت کے پنجے سے یوں پائی
کہ شیر زخم خوردہ کو بھی اک وقت تھی پیش آئی
جو بازو کٹ چکا تھا اب وہ رہ رہ کر اٹکتا تھا
کہ اک تسمہ ابھی باقی تھا شانے سے لٹکتا تھا
نظر آئی جو یہ وقت وفا کے نور دیدہ کو
خمیدہ ہو کے رکھا زیر پاوست بریدہ کو
دبا کر زور سے کھینچا تو ٹوٹا ہاتھ کا رشتہ
نہ تھا در کار حوت کو دوئی کے ساتھ کا رشتہ

معاذ اب تیغ زن تھا ایک ہی بازو سے میداں میں
مگر اس طرح جیسے شیر انبوہ غزالاں میں
جوانو! قابل تقلید ہے اقدام دونوں کا
جبین لوح غیرت پر لکھا ہے نام دونوں کا
وہ غازی تھے مے حب نبی کا جوش تھا ان کو
لب کوثر پہنچ کر شوق نوشا نوش تھا ان کو

غازیوں اور شہیدوں کی شان

زمیں پہنے ہوئے تھی آج خونیں رنگ کا جامہ
حق و باطل میں برپا تھا عجب خونریز ہنگامہ
یہ پہلی جنگ تھی صاحب دلوں اور بدنہادوں میں
مسلح اور نہتوں میں سواروں اور پیادوں میں
وہاں سینوں میں کینہ تھا شقاوت تھی عداوت تھی
یہاں ذوق شہادت اور ایماں کی حلاوت تھی
پڑا تھا خاک و خوں میں جس جگہ بوجہل بدطینت
وہیں کچھ پاک لاشے تھے لباس عشق کی زینت
اسی تو دے کے اوپر آ پڑی شدت لڑائی کی
کہ باطل نے یہاں پر آخری زور آزمائی کی
نبرد آرا تھے کافر جمع ہو کر متحد ہو کر
ابوجہل لعیں کا بدلہ لینے پر بضد ہو کر
مگر ہمت نہ ہاری پیشہ ایماں کے شیروں نے
شجاعت کی دکھا دی شان اسلامی دلیروں نے
مجاہد جن کو وعدے یاد تھے آیات قرآں کے
کھڑے تھے صبح سے ڈٹ کر مقابل فوج شیطاں کے
جو غیرت مند راہ حق میں تھے مصروف جانبازی
ابد تک نام ان کا ہو گیا اللہ کے غازی

غزا حق کے لیے حق کے لیے ان کی شہادت تھی
یہ جینا بھی عبادت تھی یہ مرنا بھی عبادت تھی
شہادت کا لہو جن کے رخوں کا بن گیا غازہ
کھلا تھا ان کی خاطر دائمی جنت کا دروازہ
شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہیں مل جائے جنہیں دولت شہادت کی
شہادت پا کے ہستی زندہ جاوید ہوتی ہے
یہ رنگیں شام صبح عید کی تمہید ہوتی ہے
شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں
اسی رنگت کو ہے ترجیح اس دنیا کی زینت پر
خدا رحمت کرے ان عاشقان پاک طینت پر

کشمکش کی انتہا اور نصرت حق کی طلب

سحر کر رہی تھیں مہر کی آنکھیں یہ نظارہ
کہ غازی تھے برابر اہل باطل سے نبرد آرا
سوار صبح ملک شام کو چلنے لگا آخر
لڑائی پر شباب آیا تو دن ڈھلنے لگا آخر
بگڑتا جا رہا تھا کشمکش سے خاک کا چہرہ
مکدر کر دیا تھا گرد نے افلاک کا چہرہ
قریش جنگ جوؤں پر غضب کا رنگ طاری تھا
رگوں میں خون ہی شاید برائے جنگ جاری تھا
زبردستی میں پیدا ہوگئی تھی اور بھی تیزی
قریب لاشہ بوجہل برپا تھی یہ خونریزی
کیا تھا متحد خوف اجل نے زور باطل کا
زمیں و آسماں میں بس گیا تھا شور باطل کا
بہت ہی سخت تھا یہ وقت اسلامی دلیروں پر
کیا تھا نرغہ بھوکے بھیڑیوں نے مل کے شیروں پر
مگر اللہ کے بندوں کا استقلال کیا کہنا
کہ سینے کر دیے اک دوسرے پر ڈھال کیا کہنا
اثر انداز تھا رنگ شہادت جاں نثاروں پر
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھاروں پر

ادھر جنگ آوروں کے حوصلوں پر تنگ تھی وادی
ادھر سجدے میں تھا زیر عریش اسلام کا ہادی
جمال آرا تھا قلب مطمئن سے حسن بے تابی
وفور گریہ معصوم سے آنکھیں تھیں عنابی
مسلسل کر رہا تھا ابر رحمت گوہر افشانی
رہین آبیاری ہو رہی تھی کشت انسانی
گرے تھے جس جبیں کے سامنے لولاک سجدے میں
خدا کے رو برو تھی وہ جبین پاک سجدے میں
جبیں سجدے میں تھی دل مضطرب تھا اشک بہتے تھے
نبی محو دعا تھا جبریل امین کہتے تھے
اگرچہ فرش پر تھا استغاثہ فخر آدم کا
مگر اس نے احاطہ کر لیا تھا عرش اعظم کا
محمد کی زباں یا حی یا قیوم کہہ کہہ کر
بچے امت طلب کرتی تھی نصرت آج رہ رہ کر

پیغمبر عرصہ کارزار میں

زبان وحی نے آخر سنا دی نص قرآنی
عریش و عرش میں طے پا گئی تقدیر انسانی
نوید نصرت حق لے کے نکلے آپ میداں میں
قدم بوسی کی جرات آ گئی خون شہیداں میں
کیا رحمت نے رخ اعدائے دین اللہ کی جانب
بڑھا نور مجسم اس ہلاکت گاہ کی جانب
نظر آیا کہ باطل کھیلتا ہے آخری بازی
ہوئے جاتے ہیں زخمی ہر طرف اللہ کے غازی
فلک سہما ہوا تھا کافروں کی چیرہ دستی سے
زمیں شق ہو رہی تھی غلبہ باطل پرستی سے
مسلط تھا اگر اندیشہ باطل فضاؤں پر
تو مجبوری کا اک سکتہ سا طاری تھا ہواؤں پر
مگر جب کملی والا آ گیا اٹھ کر مصلے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہلے سے
صدائے نعرہ تکبیر سے تھرا اٹھی وادی
کہ امت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادی
غلاموں کو جو آقا کا رخ انور نظر آیا
قلوب مطمئن نے انتہائی حوصلہ پایا

رسول پاک نے کفار کی جانب نظر ڈالی
جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سر کالی
شعاع طور کے انوار چمکے روز روشن میں
لگا دی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں
رسالت پر رسالت کا جلالی رنگ تھا طاری
اٹھائی ایک مٹھی خاک اور کفار پر ماری
باآواز بلند اس وقت یوں ارشاد فرمایا
کہ دست حق نے باطل کا نشاں برباد فرمایا
مٹی دشمن کی شوکت آج پرچم گر گئے ان کے
جلال حق سے پیٹھیں مڑ گئیں منہ پھر گئے ان کے

معجزے کا ظہور

بدل ڈالی رسالت کی صدا نے جنگ کی صورت
کہ اتری چہرہ افروزان خون و رنگ کی صورت
نظر آیا کہ مٹی ایک دست نور نے پھینکی
خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے مامور نے پھینکی
یہ مشت خاک اڑ کر جا پڑی ناپاک چہروں پر
اداسی چھا گئی پر ہول دہشتناک چہروں پر
اٹھی وادی میں اک آواز اعجاز پیمبر سے
کہ جیسے طشت میں گرتی ہے کوئی چیز اوپر سے
ہوا کا ایک تندو تیز جھونکا دوڑ کر آیا
اڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا
کیا ان ریت کے ذروں نے حملہ جنگجوؤں پر
الٹ کر جا پڑا دامان صحرا زشت روؤں پر
لہو نتھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں
گڑھے مٹی سے جیسے پٹ گئے ہوں پٹ گئیں آنکھیں
فلک پر دفعتاً کچھ ابر کے ٹکڑے ہوئے ظاہر
نہاں تھا اس میں شاید نوریوں کا لشکر قاہر
یہ ابر آتے ہی گرجا دشمنوں کی فوج کے اوپر
سنے گھوڑوں کے صیحے خاکیوں نے اوج کے اوپر

جھکا بادل اٹھی آندھی بہم مل جل گئے آخر
فضا میں لشکر قدرت کے پرچم کھل گئے آخر
برائے اہل ایماں یہ نشان نصرت حق تھا
ادھر حق سر خرو تھا اس طرف باطل کا منہ فق تھا
نہتوں کو سہارا مل گیا دست پیمبر سے
زمانہ گونج اٹھا نعرہ اللہ اکبر سے

جنگ بدر کا انجام

مجاہد جا پڑے کفار پر گھبرا گئے کافر
ہوا کا رخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے کافر
بھری تھی خاک آنکھوں میں سجھائی کچھ نہ دیتا تھا
سوا اللہ اکبر کے سنائی کچھ نہ دیتا تھا
دلوں پر ہیبت حق چھا گئی کفار بھاگ اٹھے
پڑی جب دونوں جانب سے خدا کی مار بھاگ اٹھے
سراسیمہ ہراساں بد حواس و منتشر بھاگے
یہ اس سے دس قدم آگے وہ اس سے دس قدم آگے
پسر دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
پدر زخمی پسر کے حال سے منہ موڑ کر بھاگا
مصیبت بن گئے اس وقت سب فولاد کے بانے
سروں کے خود چہروں کے جھلم ہاتھوں کے دستانے
دبا تھا اپنے اپنے بوجھ سے ہر ایک بے دم تھا
نہ ہوتے اسلحہ پھر بھی گنہ کا بوجھ کیا کم تھا
بہم اک دوسرے کی ٹھوکروں سے گر گئے اکثر
نہ بھاگا جا سکا تو غازیوں میں گھر گئے اکثر
ہوئے اس سلسلے میں راکب و مرکب تہ و بالا
پڑی ہلچل سواروں کو پیادوں نے کچل ڈالا

اچانک بد حواسی میں جویوں اوپر تلے ٹوٹے
کمندیں اس طرح الجھیں کہ اپنے ہی گلے گھوٹے
جکڑ نے کے لیے سینوں کے اندر گڑ گئیں زرہیں
پکڑنے کے لیے گرہوں کے اندر پڑ گئیں گرہیں
جھلم خود اور زر ہیں پھینک دیں ہتھیار بھی چھوڑے
پڑے ہی رہ گئے سب سازو ساماں اونٹ اور گھوڑے
ہوا جب منتشر جمعیت باطل کا شیرازہ
کیا شیطان نے اللہ کی قدرت کا اندازہ
اتارا جا چکا تھا دست حق سے تاج باطل کا
سر میداں تعاقب ہو رہا تھا آج باطل کا
وہی لشکر جو دھاوا کر کے آیا تھا ضعیفوں پر
شرارت کا وہی طوفاں جو چھایا تھا شریفوں پر
وہ بادل چھٹ گیا آخر وہ لشکر کٹ گیا آخر
معین وقت آیا زور باطل گھٹ گیا آخر
غرور و ناز تھا جس قوت ناپاک کے اوپر
وہ قوت ہر طرف بکھری پڑی تھی خاک کے اوپر
زمیں پر سرنگوں تھے گرز ڈھالیں برچھیاں بھالے
کہیں تیرو کماں خم تھے کہیں تیرو کماں والے
دکھاتے تھے جو تن کر پہلوانی اور سرداری
وہ سب تھے آگے آگے پیچھے پیچھے تھی گرفتاری
وہی بازو بہت مشاق تھے جو قتل انساں میں

وہ بازو گر گئے تھے اب قلم ہو ہو کے میداں میں

بہاتی تھیں جو مٹی پر ہمیشہ خون کی دھاریں

اسی مٹی پہ دم سادھے پڑی تھیں آج تلواریں

رعونت رہ گئی باقی نہ وہ آنیں نہ وہ شانیں

بچا کر لے چلے میدان دارو گیر سے جانیں

دلوں میں گالیاں دیتے ہوئے اپنے خداؤں کو

برا کہتے ہوئے اپنے بھگوڑے دیوتاؤں کو

غرور ناز میں آگے تھے جو فرعون و ہاماں سے

وہ قرشی سورما بھاگ چلے جاتے تھے میداں سے

مسلط تھا زبردستوں پہ خوف اب زیر دستوں کا

خدا والے تعاقب کر رہے تھے خود پرستوں کا

رحم کی تلقین کا اثر

نہ کرنا قتل ناحق کہہ دیا تھا جوش رحمت نے
کیا اب لڑنے والوں کو اسیر اہل شرافت نے
شکست و بے دلی شرمندگی خوف اور گرانباری
یہ سب مل جل کے آخر بن گئے وجہ گرفتاری
نہتے لا رہے تھے باندھ کر شمشیر گیروں کو
کہ اپنی ہی کمندیں طوق گردن تھیں شریروں کو
مگر ایسے بھی تھے ان میں کہ آئے تھے بہ مجبوری
عیاں تھی رحمۃ العالمین پر ان کی معذوری
سنایا جا چکا تھا حکم سرکار رسالت سے
کہ ان لوگوں سے وقت جنگ پیش آنا رعایت سے
کچھ ایسے ہیں جنہیں لایا گیا مکر اور حیلوں سے
کچھ ایسے ہیں جو ڈرتے تھے شریروں سے رذیلوں سے
اگر بے دست و پا کر دے خدائے دو جہاں ان کو
مسلمانوں کو اس دم چاہیے بخشیں اماں ان کو
دکھائی اب جو حق نے فوج دشمن کو نگونساری
بجائے جان لینے کے ہوئی زندہ گرفتاری
اگرچہ حضرت عباس واقف تھے نتیجے سے
مگر مجبور تھے لڑنے چلے آئے بھتیجے سے

عقیل ابن ابی طالب برادر شیر یزداں کے
بجال کفر آئے تھے مقابل اہل ایماں کے
اسی صورت ابوالعاص ان جفاکاروں میں شامل تھے
ابھی ایماں نہ لائے تھے خطاکاروں میں شامل تھے
ہوئے زندہ اسیر اس جنگ کی پاداش میں آخر
گھرے یہ لوگ دوران شکست فاش میں آخر
جو سب کچھ پھینک کر بھاگے وہ بچ نکلے اسیری سے
کہ مہلت مل گئی ان کو خدا کی دیر گیری سے

بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر

ہوئے مقتول ستر حملہ آور جنگ کے اندر
پڑے تھے جابجا پامال خاک و رنگ کے اندر
یہی ستر برائے قتل و غارت بڑھ کے نکلے تھے
انہی کو موت کی آندھی چڑھی تھی چڑھ کے نکلے تھے
انہیں اللہ سے اللہ کے بندوں سے عداوت تھی
سروں میں خود سری تھی اور سینوں میں شقاوت تھی
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے شمع عرفاں کو
یہ قوت سے دبانا چاہتے تھے نور ایماں کو
یہ سب کے سب مٹانے آئے تھے دین منور کو
یہی حق سے لڑانے لائے تھے باطل کے لشکر کو
یہی سب سے زیادہ تھے رسول پاک کے دشمن
بنائے فرش و عرش و کرسی و افلاک کے دشمن
یہ بہکاتے تھے راہ راست سے ہر ایک انساں کو
یہ ایذائیں دیا کرتے تھے ہر فرد مسلماں کو
مسلماں ہونے والوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
برہنہ کر کے جلتی ریت پر ان کو لٹاتے تھے
انہی کے جسم ہائے سخت سے اب نرم تھی مٹی
انہی کے لاشہ ہائے سرد تھے اب گرم تھی بھٹی

غلام اور لونڈیاں صید زبوں تھیں ان کے پنجوں میں
جنہیں اظہار ایماں پر یہ کستے تھے شکنجوں میں
یہی تھے آج اور دست اجل کا سخت پنجہ تھا
انہیں کی گردنیں تھیں اور عبرت کا شکنجہ تھا
مظالم میں خیال پیش و پس آتا نہ تھا ان کو
ضعیفوں پر یتیموں پر ترس آتا نہ تھا ان کو
یہی تھے اب کہ جز لعنت نہ تھی کوئی نوا ان پر
ہوا دیتی تھی البادی اظلم کی ندا ان پر
یہی تھے امتیاز نسل و خوں پر ناز تھا ان کو
خودی اور خود نمائی کے جنوں پر ناز تھا ان کو
پڑے تھے اب یہی مٹی کے اوپر سرنگوں ہو کر
جنوں نتھنوں کے رستے بہ رہا تھا موج خوں ہو کر
یہی تھے وہ جو لد کر آئے تھے سامان کثرت سے
بہانے کے لیے ایمان کو طوفان کثرت سے
وہ کثرت آج ایماں کے مقابل غرق ذلت تھی
کہ اس کثرت کی فاتح ایک وحدت کیش ملت تھی

ابوجہل کی نگاہ واپسیں

یہی بوجہل ظلم و جور سے ہرگز نہ تھکتا تھا
یہی اب منہ کے بل مٹی کے بستر پر سسکتا تھا
اٹھا تھا کعبہ توحید کی تخریب کرنے کو
رسول اللہ کی اللہ کی تکذیب کرنے کو
مسلح اور تن آور ساتھیوں کو لے کے آیا تھا
مثال ابرِ ہر ان ہاتھیوں کو لے کے آیا تھا
کہاں تھے اب وہ ساتھی کون تھا پرسان حال اس کا
پڑا تھا طوق بن کر اس کی گردن میں وبال اس کا
بتوں کی بندگی کرنے میں گزری تھی حیات اس کی
مدد کرنے نہ آئے وقت پر لات و منات اس کی
بوقت جاں کنی حسرت کف افسوس ملتی تھی
تمنا پھٹتی تھی جان رہ رہ کر نکلتی تھی
عذاب جاں کنی میں مبتلا تھا دشمن ایماں
سرہانے مسکراتے تھے کھڑے شیطان کے ارماں
پڑے تھے ہرطرف شمشیر و خنجر برچھیاں بھالے
جنہیں ایک ایک کر کے چن رہے تھے اب خدا والے
زمین پر پھیلتا جاتا تھا وقت عصر کا سایا
کہ اتنے میں اچانک اک مجاہد اس طرف آیا

ابوجہل لعیں کو اس جگہ دم توڑتے پایا
تڑپتے' لوٹتے منہ پیٹتے سر پھوڑتے پایا
نظر آیا جو یہ نقشہ جہنم کے مسافر کا
پکارا نام لے کر اور پوچھا حال کافر کا
لعین نے کھول دیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
وہ زہر آلود آنکھیں' مردنی چھائی ہوئی آنکھیں
کہا بوجہل نے یہ کون ہم کو تنگ کرتا ہے؟
کہ پیر اتنے بڑے سردار کی گردن پہ دھرتا ہے
کہا "الحمد للہ الذی اخزاک" غازی نے
کیا خوار و زبوں تجھ کو خدا کی کارسازی نے
خدا سے عفو کا طالب ہو اب بھی جی اگر چاہے
کہا بوجہل نے خاموش او یثرب کے چرواہے
ہبل میرا خدا ہے لات و عزیٰ ہیں خدا میرے
وہی میرے محافظ ہیں وہی حاجت روا میرے
قریش فوج کا سردار ہوں میں جان لے مجھ کو
بڑا بھاری سپہ سالار ہوں پہچان لے مجھ کو
بتا ہم کو ملی ہے فتح یا تم بے نواؤں کو
تمہارے اک خدا کو یا ہمارے سب خداؤں کو
ترے ساتھی کدھر ہیں قتل ہو کر رہ چکے ہونگے
مسلمانوں کے لاشے موج خوں میں بہ چکے ہونگے
کہاں ہے وہ تمہارا مایہ صد ناز پیغمبر

وہ عبداللہ کا بیٹا صاحب اعجاز پیغمبر
سر میداں کیا ہے ہم نے اس کا بندو بست آخر
ہمارے دیوتا نے اس کو دی ہو گی شکست آخر
مجاہد نے کہا او دشمن دیں او ستم آرا
خود اپنی آنکھ سے کر اپنی بربادی کا نظارا
ملی پاداش حملہ آوری تیغ آزماؤں کو
کہ دی حق نے شکست فاش باطل کے خداؤں کو
پڑے ہیں پیدلوں کے اب نہ وہ جنگی رسالہ ہے
خدا کا اور محمد مصطفی کا بول بالا ہے
کیا کفار کو اللہ نے خوار و زبوں آخر
فضا میں دیکھ لہراتا ہوا اسلام کا پرچم
برائے اہل عالم امن کے پیغام کا پرچم
وہ کثرت مٹ گئی ایمان قلت دیکھ او کافر
نگاہ واپسیں سے اپنی ذلت دیکھ او کافر
جو آئے تھے کہ چھینیں حق آزادی شریفوں سے
ہوئے سب تین تیرہ سوتیرہ ضعیفوں سے
یہ کیا ہے؟ ایک ادنیٰ سا کرشمہ قدرت حق کا
گنہ سے توبہ کر طالب ہو ظالم رحمت حق کا
اگر تو آخری ساعت پہ بھی انسان ہو جائے
تو شاید حشر میں مشکل تری آسان ہو جائے
یہ سن کر اس لعین نے دھندلی دھندلی اک نظر ڈالی

نظر آئی اسے وادی قریش فوج سے خالی
بس اپنے پیکر حسرت کا منہ تکنے لگا کافر
کراہا، چیخ ماری، گالیاں بکنے لگا کافر
شرافت کا نہ پایا کچھ اثر جب اس کمینے پر
مجاہد نے سنبھالی تیغ بیٹھا چڑھ کے سینے پر
کہا بوجہل نے اے بکریوں کے پالنے والے
میں زخمی ہو کے بیشک پڑ گیا ہوں اب ترے پالے
ذرا گردن بچا کر کاٹنا سر باز سر میرا
رہا ہے عمر بھر دنیا میں سر افراز سر میرا
کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے
بڑے اک گردن افراز و سپہ سالار کا سر ہے
مجاہد مسکرایا اور اس خود سر کا سر کاٹا
بڑے اظلم بڑے اخبث بڑے اکفر کا سر کاٹا
چلا شاہ دو عالم کی طرف دشمن کا سر لے کر
برائے نذر نخل فتح و نصرت کا ثمر لے کر

فتح کے بعد آنحضرت اور غازیوں کی مصروفیات

خدا کے فضل سے حاصل ہوئی یہ فتح فیروزی
لگی ہونے مجاہد زخمیوں کی زخم اندوزی
اسیروں کی حفاظت کے لیے سامان فرما کر
نماز اپنے شہیدوں کی پیمبر نے پڑھی آ کر
ہوا یہ انتظام اب حسب فرمان رسول اللہ
ہوئی تکمیل تدفین فدایان رسول اللہ
دعا فرما کے ان سب کو گنہ سے پاک فرمایا
شہادت پانے والوں کو سپرد خاک فرمایا
ملی اس جنگ میں جن کو شہادت کی علم داری
تھے ان بخت آوروں میں چھ مہاجر آٹھ انصاری
سرِ مقتل ہوئی گنتی جو مقتولان دشمن کی
تو ستر سرنگوں لاشیں تھیں سرداران دشمن کی
ہوا ارشادان کی پردہ پوشی بھی ضروری ہے
کھلے میداں میں لاشے چھوڑ جانا بے شعوری ہے
صحابہ پر اگرچہ انتہائی ضعف طاری تھا
مگر ارشاد پیغمبر انہیں ارشاد باری تھا
پڑی تھیں جابجا میدان گیرو دار میں لاشیں
اٹھائیں اور سلائیں اک کشادہ غار میں لاشیں

مشرکین کی لاشوں سے آنحضرت کا خطاب

ہوئی معمور پھر صبر و سکوں سے بدر کی وادی
کنار غار استادہ ہوا اسلام کا ہادی
مخاطب کر کے ہر مقتول کو حضرت نے فرمایا
کہ ہم سے حق نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا
کہو اے عتبہ اے بوجہل اے شوکت کے متوالو
جو تم پر عہد تھا اللہ کا اس پر نظر ڈالو
بتاؤ غار والو آج تو تم کو یقین آیا
وعید حق کا پایا تم نے ایفایا نہیں پایا
نبی کی قوم تھے تم سب مگر انسان کی ضد تھے
کہ از آغاز تا انجام شیطاں کے موید تھے
مری تصدیق کی لوگوں نے پر تکذیب کی تم نے
خدا کی بہتریں تعمیر کی تخریب کی تم نے
نکالا تم نے گھر سے مجھ کو اوروں نے اقامت دی
اٹھے تم قتل و غارت کو مگر اوروں نے نصرت دی
ہوئے حائل تمہیں راہ فلاح آدمیت میں
بتاؤ کیا کہو گے پیش حق اپنی بریت میں
خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرت نے فرمایا
صحابہ کے دلوں میں اک تحیر سا امڈ آیا

کہا جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مردہ ہیں
بھلا اب کس کی سنتے ہیں اجل کے زخم خوردہ ہیں
ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سن رہے ہیں یہ
برائی کے برے انجام پر سر دھن رہے ہیں یہ
مال کار پر ہے انتہائی اضطراب ان کو
مگر حاصل نہیں ہے آج مقدور جواب ان کو

بعد فتح غازیان اسلام کی حالت قلب

نماز عصر کا وقت آ گیا ان کام دھندوں میں
ہوا بیتاب ذوق بندگی اللہ کے بندوں میں
فضا میں گونج اٹھی پھر صدا اللہ اکبر کی
ہوئی روح حقیقی جلوہ گر دین پیمبر کی
وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
خدا کے سامنے سر رکھ دیئے ایمان والوں نے
نے نغمات شکر ان فتحمندوں کی زبانوں سے
اتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسان فانی کا
چڑھا ہر گز نہ اس امت کو نشہ کامرانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر
بشر یہ بھی تھے لیکن قلب ان کے شر سے خالی تھے
مقاصد تھے بلنداں کے ارادے ان کے عالی تھے
نہ تھی راہ خدا میں خواہش نام و نمود ان کو
بچے جب بنی مقصود تھی نفی وجود ان کو
جب آئے تھے تو کمزور اور نہتے اور تھوڑے تھے
نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ ان کے ساتھ گھوڑے تھے
نہ ان کی پشت پر تھی کوئی بھی امداد انسانی

نہ کھانے کے لیے روٹی نہ پینے کے لیے پانی
میسر کچھ نہ تھا سامان و ساز و برگ سے ان کو
اسی حالت میں ٹکرانا تھا سیل مرگ سے ان کو
ہنکالائی تھی آزادی ہلاکت کی طرف ان کو
کہ سینے تان کر ہونا تھا تیروں کا ہدف ان کو
امڈ آئی تھی جب تیغوں کی موج تندو تیز ان پر
بہر سو اپنے ہاتھوں بند تھی راہ گریز ان پر
انہیں اس وقت بھی اللہ پر ایمان کامل تھا
انہیں قرآن کے وعدے پر اطمینان کامل تھا
وہی وعدہ جسے اصل اصول زندگی کہیے
حیات نوع انساں کے لیے پائندگی کہیے
مجاہد کے لیے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جائے تو غازی ہے
یہی ذوق یقیں باعث تھا ان کی استقامت کا
قدوم استقامت ہی پہ سرخم ہے کرامت کا
یہی وہ تھے میسر تھی جنہیں اب فتح و نصرت بھی
مہیا تھے سلاح جنگ بھی مال غنیمت بھی
جوانمردی سے حملہ آوروں پر فتح پائی تھی
سرمیداں دیا تھا امتحاں جرأت دکھائی تھی
بڑی جرأت سے حاصل کر چکے تھے ہمتوں والے
کمانیں تیر زرہیں گرز ڈھالیں برچھیاں بھالے

خیام اور بار گاہیں اونٹ گھوڑے ڈھول نقارے
رسد کی خرجیاں بالکل نئے کپڑوں کے پشتارے
سبھی کچھ آج حاصل ہو گیا تھا سر فروشوں کو
یہ روز فتح کا تحفہ ملا تھا دلق پوشوں کو
مگر اس فتح پر ہرگز نہ تھا عجب اور ناز ان کو
کہ ناز قرب حق نے کر دیا تھا بے نیاز ان کو
نہ اتراتے تھے جرات پر نہ اپنے زور بازو پر
خوشی تولی ہوئی تھی شکر خالق کے ترازو پر
زمین و آسماں جن و ملائک سخت حیراں تھے
کہ یہ اللہ کے بندے نئی فطرت کے انساں تھے
انہیں اب بھی نہ خنجر پر نہ بھالے پر بھروسہ تھا
خدا پر اور اپنے کملی والے پر بھروسہ تھا
سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کا احسان ہے سارا
دکھایا جس نے قدرت اور صداقت کا یہ نظارا
یہی اک جذبہ صادق تھا باعث انکی شادی کا
کہ دیکھا معجزہ تعمیل ارشادات ہادی کا
خدا کے پاک بندے تھے خودی کا دم نہ بھرتے تھے
محمد اور محمد کے خدا کا شکر کرتے تھے

بدر سے غازیان اسلام کی واپسی

ادھر باطل گریزاں تھا ادھر حق شادو فرحاں تھا
یہ دن ارشاد قرآں کے مطابق یوم فرقاں تھا
سوار صبح دوڑا جا رہا تھا شام کی جانب
کہ ہر آغاز کا اقدام ہے انجام کی جانب
مگر اس وقت بھی مشغول تھے اللہ کے غازی
سفر در پیش تھا اس قافلے کو بعد سربازی
نماز عصر پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
مدینے کو بڑھی موج نوید نصرت باری
ثنا کرتی ہوئی اللہ کے اکرام و احساں کی
سواد بدر سے لوٹی جماعت اہل ایماں کی
بچشم نم شہیدان محبت سے جدا ہو کر
چلے بندے خدا کے ہم رکاب مصطفےٰ ہو کر
نہ اتراتے ہوئے آئے نہ اتراتے ہوئے لوٹے
سپاس و شکر کا اظہار فرماتے ہوئے لوٹے
نہ غرہ تھا اسیروں پر نہ سامان غنیمت پر
یہ نازاں تھے فقط اسلام ہی کی قدر و قیمت پر
تھا دل اس شکر سے معموران عالی مقاموں کا
کہ حق نے امتحاں فرما لیا اپنے غلاموں کا

واپسی کی پہلی منزل

بالآخر کاروان روز پہنچا شب کی منزل پر
لگا دی آسماں نے کشتی خورشید ساحل پر
کیا تھا کام دن بھر تھک گیا تھا آفتاب آخر
نہ لایا غازیوں کے جوش بیداری کی تاب آخر
رسول اللہ کے روئے منور پر نظر ڈالی
تبسم دیکھ کر آرام کرنے کی رضا پالی
جھکایا نیر اعظم نے سر تعظیم کی خاطر
شرف اس کو ملا تھا احمد بے میم کی خاطر
مصر پاکر سفر پر لشکر محبوب داور کو
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشید خاور کو
جبین شام پر سرخی ندامت کی جو لہرائی
رسول پاک نے بھی اب قیام شب کی ٹھہرائی
ہوا ارشاد ہاں اب وقت ہے آرام لینے کا
خدا کی بخشش خواب و سکوں سے کام لینے کا
کیا فرمان ہادی پر قیام ان سربلندوں نے
ادا کی مل کے مغرب کی نماز اللہ کے بندوں نے
مہیا جو ہوا نعمت سمجھ کر شکر سے کھایا
عشا کے بعد حزب اللہ نے آرام فرمایا

فلک سے چاند تارے نور کی بارش لگے کرنے
لگی موج ہوا ان کی ہوا خواہی کا دم بھرنے
ملائک کی جماعت آج پہرے دار تھی ان کی
یہ محو خواب تھے قسمت مگر بیدار تھی ان کی

منافقین اور یہود کی شرارتیں

مجاہد بدر کی جانب چلے تھے جب مدینے سے
منافق اور یہود ان کو یہی کہتے تھے کینے سے
نہ جاؤ جنگ کو اس بے سر و سامان حالت سے
نہ ٹکراو عبث شمشیر قرشی کی اصالت سے
نہیں کوئی حریف اہل عرب میں ان کی طاقت کا
مقابل ان سے ہونا کام ہے پوری حماقت کا
یہ تم دو تین سو افراد بے ہتھیار ناکارے
فنون جنگ سے عاری فلاکت آشنا سارے
محمد لے چلے ہیں بیوقوفو تم کو پھسلا کر
نہ دیکھو گے کبھی منہ بال بچوں کا یہاں آ کر
قریش پہلواں تم کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے
تمہارے ایک اک سردار کا سر خوب توڑیں گے
بنائیں اس طرح کی سینکڑوں باتیں رذالوں نے
سنا سب کچھ مگر چپ سادھ لی اللہ والوں نے

مدینہ میں مسلمانوں کی حالت

مدینے سے چلے تھے جب مجاہد بدر کی جانب
تو مائل تھے مسلمانوں کے دشمن غدر کی جانب
رسول اللہ کو معلوم تھی ان کی دغا بازی
کیا تھا آپ نے یوں سدباب فتنہ اندازی
کہ چند اصحاب چھوڑے تھے مدینے کی حفاظت کو
نظر میں تا کہ رکھیں دشمنوں کی نقل و حرکت کو
یہ غیبت میں ستائیں گے غریبوں اور ضعیفوں کو
شرارت سے پریشانی میں ڈالیں گے شریفوں کو
بہت بیمار تھیں اس دم رسول اللہ کی دختر
رقیہ نام تھا عثمان اس بی بی کے تھے شوہر
یہاں بیمار کی تیارداری بھی ضروری تھی
وہاں تعمیل ارشادات باری بھی ضروری تھی
محبت نے ادائے فرض کا رشتہ نہ توڑا تھا
پئے تیارداری اس جگہ عثماں کو چھوڑا تھا
مجاہد بدر میں آسودہ تھے تیغوں کی چھاؤں میں
مدینے کے مسلماں کاٹتے تھے دن دعاؤں میں

منافقین اور یہود مدینہ کی طنز آمیز افواہیں

منافق اور یہود ان فکر مندوں کو ستاتے تھے
قریشی فوج کے غلبے کی افواہیں سناتے تھے
کہا کرتے تھے قرشی فوج سب کو مار ڈالے گی
زمین بدر منہ کھولے گی بیچاروں کو کھالے گی
پیمبر نے کیا برباد اتنے خاندانوں کو
بچا لاتے ہیں دیکھیں کس طرح ان چند جانوں کو
نہتے لڑ سکیں گے کس طرح کمزور بیچارے
ہمیں افسوس ہے بے فائدہ مارے گئے سارے
یہود اور بت پرست ایسی ہی باتیں کہتے رہتے تھے
مسلمانوں ضبط و خاموشی سے سنتے اور سہتے تھے

حضرت رقیہ کی وفات کا دن

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر
ہوا اک دن رقیہ سیدہ کا انتقال آخر
دعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہ کی بیٹی
پدر کی واپسی سے پیشتر تربت میں جا لیٹی
جناب حضرت عثماں بہت افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوج ملت سے
جدائی ہو گئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے
سہے تھے اس عفیفہ نے بہت دکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر
نبی کے جلد واپس لوٹ آنے کی تمنا تھی
یہ حسرت باوجود ضبط چہروں سے ہویدا تھی
یہود اور بت پرست اس وقت بھی ان کو ستاتے تھے
کہ دلسوزی کے پردے میں وہی باتیں بناتے تھے

فتح کی خوشخبری

یہ عالم تھا کہ دیکھا اک شتر سوار آتا ہے
کھڑا ہو ہو کے رستے میں کوئی مژدہ سناتا ہے
مسلمانوں کے بچے بچیاں ہیں جمع گرد اس کے
خدا کا فضل اور فتح مبیں لب پہ ہیں ورد اس کے
قریب آ کر نظر آیا جناب زید کا چہرا
وہ چہرا جس پہ تھا لطف خدائے پاک کا سہرا
وہی زید ابن حارث خادم خاص رسول اللہ
غلام زر خرید حسن و اخلاص رسول اللہ
ہمیشہ مستعد رہتے تھے جو خدمت گزاری میں
نبی کا ناقہ قصویٰ تھا آج ان کی سواری میں
یہاں تعمیل احکامات ہادی کرنے آئے تھے
نوید فتح و نصرت کی منادی کرنے آئے تھے
صدا دیتے تھے لوگو شکر خالق کا بجا لاؤ
قریشی فوج کے حملے سے تم ہر گز نہ گھبراؤ
خدائے پاک نے دی ظلم کی پاداش دشمن کو
ہوئی ہے بدر کے اندر شکست فاش دشمن کو
سپہ سالار بھی مارا گیا سردار بھی ان کے
نہ قائم رہ سکے پیدل بھی اور اسوار بھی ان کے

ابوجہل و ابو کرش و امیہ اور زمعہ بھی
ولید و عاص بھی بوالبختری بھی اور منبہ بھی
وہ سب کے سب جو تھے ہر کار نیک انجام کے دشمن
رسول اللہ کے اللہ کے اسلام کے دشمن
وہ سب کے سب جو لشکر لے کے آئے تھے مدینے پر
خدا نے موت کو ترجیح دی ہے ان کے جینے پر
ربیعہ کے پسر مارے گئے اک آن کے اندر
ہوئے مقتول سارے کینہ ور میدان کے اندر
بہت سے آدمی پکڑے گئے ہیں فوج شیطاں کے
غنیمت میں ذخیرے حق نے بخشے سازو ساماں کے
الا یا معشر انصار یہ دن ہے مسرت کا
عنایت ہے نبی کی اور احساس رب عزت کا
کوئی دن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا سعادت کا
کہ چودہ خوش نصیبوں کو ملا رتبہ شہادت کا
دکھا کر سر فروشی جیت کر ایمان کی بازی
مدینے کی طرف واپس ہوئے ہیں تین سو غازی
خدا رکھے سلامت ہے ہمارا کملی والا بھی
اسی کے دم سے ہے یہ نصرت باری تعالیٰ بھی
نوید اے طالبان دید حق مطلوب آتا ہے
مدینے کی طرف اللہ کا محبوب آتا ہے

فتح کی خبر پر منافقین و یہود کی رائے زنی

مسلمانوں کے خفتہ بخت اس آواز سے جاگے
جناب زید یہ مژدہ سنا کر بڑھ گئے آگے
مگر جو غیر مسلم تھے لگے اب اور بھی ہنسنے
سنی جب زید کی آواز آوازے لگے کسنے
کوئی بولا "پیام زید کا اچھی کہانی ہے
حقیقت کچھ نہیں لیکن زباں میں کیا روانی ہے"
کوئی بولا ارے یہ صاف بہکانے کی باتیں ہیں
صریحاً ایک فوجی چال ہے دھوکا ہے گھاتیں ہیں
مسلمانوں کی بازی بدر کے میداں میں پٹ سمجھو
بیاں جو کچھ کیا ہے زید نے اس کا الٹ سمجھو
قریش ان کو عدم کا راستہ دکھلا چکے ہونگے
مسلماں سب کے سب میدان میں کام آ چکے ہونگے
یہی حشر ان کے صاحب کا ہمیں معلوم ہوتا ہے
کم از کم اس کہانی سے یہی مفہوم ہوتا ہے
یہ ناقہ جس کی ہے اچھی طرح پہچانتے ہیں ہم
بھگا لایا ہے اس کو زید سب کچھ جانتے ہیں ہم
کوئی پوچھے سلامت ہے اگر اس قوم کا آقا
اکیلا لے کے آ سکتا تھا کیونکر زید یہ ناقہ

غرض یہ ہے مدینے میں کہیں بلوہ نہ ہو جائے
مسلمانوں کی باقی ماندہ جمعیت نہ کھو جائے
کوئی بولا نہیں ہم اس کو جھوٹا کہہ نہیں سکتے
یہ کہنے سے بھی لیکن باز ہرگز رہ نہیں سکتے
کہ اس پر ہول نظارے سے ہے خوف و ہراس اس کو
کیا ہے رنج و غم نے آج مخبوط الحواس اس کو
رفیقوں کی تباہی کا نگاہوں میں ہے نظارا
نہیں خود بھی سمجھتا منہ سے کیا کہتا ہے بیچارا

حضرت اسامہ ابن زید کا جوش

ادھر تو ان خبیثوں کی زبانوں پر تھیں یہ باتیں
ادھر ایمان والوں کے لبوں پر تھیں مناجاتیں
صداقت کیش تھے اپنے خدا پر تھا یقین ان کو
بشارات محمد مصطفیٰ پر تھا یقیں ان کو
جناب زید کے بیٹے اسامہ تھے ابھی کمسن
انہیں اشرار کی باتوں پہ غصہ آ گیا اس دن
یہ طنز آمیز فقرے سن کے شان فوج ملت میں
اٹھے اٹھ کر گئے اپنے پدر کے پاس خلوت میں
کہا میں جانتا ہوں صدق ہے جو آپ کہتے ہیں
مگر اشرار یثرب اس طرح اے باپ کہتے ہیں
کہا جان پدر! مسلم کبھی بزدل نہیں ہوتا
اگر کچھ ایسی ویسی بات ہوتی میں وہیں ہوتا
بھلا راہ شہادت کو مجاہد چھوڑ سکتا ہے
حواس و ہوش کھو کر موت سے منہ موڑ سکتا ہے
ابھی یہ لوگ دیکھیں گے کہ میری بات سچی ہے
رسول اللہ سچے ہیں خدا کی ذات سچی ہے
اسامہ مطمئن ہو کر بڑھے اشرار کی جانب
جہاں پر زور تھا ان کا اسی بازار کی جانب

پکارے اے یہود اے بت پرستو کچھ تو شرماؤ
تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہے اب تو باز آؤ
ابھی دو چار ساعت میں رسول اللہ آتے ہیں
مزا اس فتنہ انگیزی کا تم سب کو چکھاتے ہیں
نظر ائیں گے دن کے وقت زیر آسماں تارے
تو جھک جائیں گی یہ بے نور آنکھیں شرم کے مارے
یہ سن کر فتنہ پرور منہ اسامہ کا لگے تکنے
لگے تھے بد زباں اب اور بھی کچھ ناروا بکنے
کہ اتنے میں صدا آنے لگی اللہ اکبر کی
سواری آ گئی تھی ارض روحاتک پیمبر کی
اٹھے جب اس طرح نعرے خوشی کے اور تکبیریں
دل اشرار پر چلنے لگیں حسرت کی شمشیریں
یہ نادم ہو کے دیکھے کوئی تازہ چال کرنے کو
اسامہ بڑھ گئے حضرت کا استقبال کرنے کو

رسول اللہ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت

نوید سر خوشی دے دی زمیں نے آسمانوں کو
فرشتے لے اڑے اللہ اکبر کی اذانوں کو
ہوا جلوہ فگن طیبہ میں جب السلام کا ہادی
منور ہو گئی شمس الضحیٰ کے نور سے وادی
صحابہ ہم عناں تھے صف بہ صف محبوب داور کے
شعاعیں گرد تھیں چاروں طرف خورشید خاور کے
عیاں تھا سب کے چہروں سے نشان فتح فیروزی
سناتے تھے غنائم داستان فتح فیروزی
زمیں سے جب صدائے نعرہ ہائے مرحبا گونجی
فلک سے بھی ندائے نغمۂ صل علیٰ گونجی
مبارک باد کی آنے لگیں پر جوش آوازیں
مٹے جب رسول اللہ سے مدہوش آوازیں
قریب شہر پاک لشکر مردان عالم کو
مسلماں ہر طرف سے بڑھ رہے تھے خیر مقدم کو
امڈ آیا ہجوم اہل ایماں دید کی خاطر
ہوئی جاں بخش جو امید اسی امید کی خاطر
پیمبر اس طرح داخل ہوا اپنے مدینے میں
دم رفتہ پلٹ کر جس طرح آتا ہے سینے میں

محبت کی ہوائیں وجد میں آئیں شجر جھومے
جھکی محراب مسجدؐ فرش نے بچھ کر قدم چومے
فرو کش ہو گئے مسجد میں آ کر حضرت والا
صحابہ نے بنایا چاند کے چاروں طرف ہالا
مہاجر اور انصار آ کے بیٹھے سب حضوری میں
رہا کوئی نہ بعد و قرب خاکی اور نوری میں
بشر کی شان وحدت کے جو یہ جلوے نظر آئے
ستارے بھی مبارکباد دینے کو اتر آئے

عم نبی حضرت عباس بطور اسیر جنگ

عشا پڑھ کر تھکے ماندوں کو وقت آرام کا آیا
اٹھا دن کا عمل شب نے کیا آفاق پر سایا
پے آرام لیٹا کملی والا اک چٹائی پر
خدا کے فضل سے جس کو تصرف تھا خدائی پر
شہنشاہوں کا شاہنشاہ لیکن کس قدر سادہ
وہی تھا اس کا بستر اور وہی تھا اس کا سجادہ
وہ لیٹا دو گھڑی سونے کو لیکن نیند کیا آتی
کہ تھی رہ رہ کے مسجد میں ولی سی اک صدا آتی
تھے مسجد کے قریں عم نبی عباس اک گھر میں
بندھی تھیں ان کی مشکیں اور شائد درد تھا سر میں
اگرچہ جنگ میں عباس آئے تھے بمجبوری
رسول اللہ کو معلوم تھی ان کی یہ معذوری
اگرچہ دین و ملت پر بہت احسان تھے ان کے
بحال کفر یہ احسان عالی شان تھے ان کے
چچا تھے اور کی تھی دین کی خدمت گزاری بھی
مگر انصاف کو مشکل تھی ان کی پاسداری بھی
بندھے تھے جس طرح سب دشمن اسلام قیدی تھے
کہ یہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی اک عام قیدی تھے

گرا ہے دم بدم عباس درد و کرب کے مارے
بندھے تھے دست و پا کروٹ نہ لے سکتے تھے بچارے
رسول اللہ کو بھی درد تھا ان کی اذیت سے
کہ یہ خدمت کیا کرتے تھے پورے صدق نیت سے
ادھر وہ ہلکے ہلکے زیر لب اک آہ کرتے تھے
ادھر بے چین ہو کر آپ ٹھنڈی سانس بھرتے تھے
صحابہ سو رہے تھے صحن مسجد میں تھکے ہارے
ردائے ماہ میں لپٹے ہوئے ہوں جس طرح تارے
نبی نے کروٹیں بدلیں جو یوں بیتاب ہو ہو کر
صحابہ جاگ اٹھے خواب سے بے خواب ہو ہو کر
گزارش کی سبب کیا ہے حضور اس بے قراری کا
مزاج اچھا تو ہے نام خدا محبوب باری کا
کہا بے تابی بے تابی عباس ہے مجھ کو
حقوق خدمت دیرینہ کا احساس ہے مجھ کو
وہ قید و بند کی تکلیف سے جب تلملاتا ہے
تو اس کی خدمت حق کا زمانہ یاد آتا ہے
گزارش کی غلاموں نے اگر سرکار فرمالیں
ابھی عم نبی کے بند ڈھیلے کر دیے جائیں
کہا جب دوسرے انساں بھی ہیں اس قید کے اندر
کروں گا میں نہ ہرگز فرق عمر و زید کے اندر
جھکایا سر یہ منشائے نبی پا کر صحابہ نے

کمندیں نرم کیں ہر ایک کی جا کر صحابہ نے
اسیروں نے جو قید سخت سے یوں مخلصی پائی
تو چشم درد مند درد منداں میں بھی نیند آئی

مکے میں شکست کی خبر

یہاں کا حال دیکھا اب وہاں کا رنگ بھی دیکھیں
ذرا چل کر شکست بانیان جنگ بھی دیکھیں
نہ تھا باطل کے دل میں وہم تک اپنی خرابی کا
ہمہ تن شہر مکہ منتظر تھا فتح یابی کا
بہت عزہ تھا ساز جنگ پر جنگی لیاقت پر
یقیں رکھتے تھے اپنی فوج کی تعداد و طاقت پر
بہت عاجز سمجھتے تھے محمد کے غلاموں کو
وطن سے کر چکے تھے بے وطن عالی مقاموں کو
انہیں پورا یقیں تھا فوج فاتح بن کے آئے گی
مسلمانوں کے سر مال غنیمت ساتھ لائے گی
نوید فتح مندی کا تھا ایسا اعتبار ان کو
کہ گھر میں بیٹھے رہنے پر نہ آتا تھا قرار ان کو
جما کر خون کے منظر خیالوں اور نگاہوں میں
نکل کر بیٹھ جاتے تھے بسا اوقات راہوں میں
حجر میں ایک دن صفوان واہل مکہ بھی اکثر
اسی امید پر بیٹھے ہوئے تھے شہر سے باہر
نظر آیا کہ بھاگم بھاگ اک انسان آتا ہے
سراسیمہ ہراساں او بے سامان آتا ہے

نہیں تھی ستر کی سدھ بدھ نہ پیچھا تھا نہ آگا تھا
مسلمانوں سے لڑ کر بدر کے میداں سے بھاگا تھا
سماتا تھا نہ اس کے پیٹ میں دم ہول کے مارے
زباں پر اس کے تھا مارے گئے مارے گئے سارے
یہ اک مرد خزاعی تھا اسے لوگوں نے پہچانا
کسی نے راستے میں اس کو لوٹا ہے یہ گردانا
کہا' اے مرد سودائی یہ کیسی دھن سمائی ہے
کہ یوں مارے گئے مارے گئے کی رٹ لگائی ہے
وہ بولا واقعی مارے گئے مارے گئے سارے
یہ بولے کون؟ وہ بولا سبھی سردار بیچارے
یہ اب بھی کچھ نہ سمجھے اور پوچھا تو نے کیا دیکھا
وہ بولا کچھ نہیں بس بھاگ آنے میں مزا دیکھا
یہ سمجھے فتح ہو جانے سے پہلے بھاگ آیا ہے
بڑا بزدل ہے' دل میں موت کا خطرہ سمایا ہے
کہا مارے گئے جو لوگ ان کا نام تو لینا
وہ بولا میں بتاتا ہوں' مجھے پانی ذرا دینا
ملا پانی تو اس بھاگے ہوئے کے دم میں دم آیا
توانائی جو پائی پھر اسی صورت سے چلایا
اجی کشتوں کے پشتے لگ گئے اک آن کے اندر
بڑے سردار سب مارے گئے میدان کے اندر
یہ سمجھے ذکر کرتا ہے مسلمانوں کے لشکر کا

صفایا ہو گیا اس قوم کے ہر ایک افسر کا
کہا اچھا ہوا مارے گئے تم ہوش میں آؤ
جو مارے جا چکے تھے ہم کو سب کے نام بتلاؤ
وہ بولا کیا کہا اچھا ہوا مرنا بزرگوں کا
تمہیں تو آج ماتم چاہئے کرنا بزرگوں کا
بہت روئے گی قرشی قوم ان عالی نژادوں کو
جو لے جاتے تھے میداں میں سواروں کو پیادوں کو
سپہ سالار عتبہؓ بوالحکمؒ بو کرش اور شیبہ
ولید و عاصؒ امیہ بن خلفؒ بو بخترؒ زمعہ
سبھی مارے گئے اسود کے اور حجاج کے بیٹے
ہبل کے نام پر قرباں ہوئے تقدیر کے بیٹے

صفوان بن امیہ کا شک و شبہ

ہنسا یہ سن کے صفوان اور بولا طرفہ مضموں ہے
یہ اپنے ہوش میں ہرگز نہیں پاگل ہے مجنوں ہے
لیا ہے نام اس کمبخت نے ان پختہ کاروں کا
جو تنہا جنگ میں منہ پھیر دیتے ہیں ہزاروں کا
بھلا اس سے مری نسبت تو پوچھو کیا بتاتا ہے
مجھے پہچانتا ہے یا سنائی ہی سناتا ہے
کہا اچھا بتا صفوان کو کس حال میں دیکھا
وہ بھاگ آیا کہ اس کو موت ہی کے جال میں دیکھا
وہ بولا خوب، گویا تم مجھے مجنوں سمجھتے ہو
مرے سچے بیاں کو اور ہی مضمون سمجھتے ہو
یہ کیا بیٹھا ہوا ہے سامنے صفوان بیچارا
مسلمانوں نے جس کے بھائی کو اور باپ کو مارا
یہ سن کر بکے بکے رہ گئے شیطان کے بندے
ہزیمت پر یقین لاتے نہ تھے سامان کے بندے

شکست خوردہ مشرکین عام واپسی

مگر کچھ دیر میں بھاگے ہوئے کچھ اور بھی آئے
اسی حالت میں آئے اور ایسی ہی خبر لائے
زبردستوں کے لاشے چھوڑ آئے زیردستوں میں
ہوا کہرام برپا ہر طرف باطل پرستوں میں
پیاپے یہ بھیاً اور وہ بھی آ' جو بدر سے بھاگے
یہاں ہر پھر کے آپہنچے کوئی پیچھے کوئی آگے
وہ زرہیں اور بکتر اور ملبوسات فولادی
وہ شمشیر افگنی وہ جوش وہ فن اور وہ استادی
وہ ڈھالیں اور تلواریں' وہ تیر و نیزہ و خنجر
کہ نکلے تھے بھروسہ کر کے جس سامان کے اوپر
وہ خیمے اونٹ گھوڑے اور سامان رسدان کا
وہ چیزیں اہل ظاہر کو تھا ہر دم آسرا جن کا
یہ سب دے کر بمشکل اپنی جانیں لے کے آئے تھے
بسان زخم فریادی زبانیں لے کے آئے تھے

مکے میں کہرام

ہر سو شہرِ مکہ میں ہزیمت کی خبر پہنچی
مصیبت کوبہ کو خانہ بخانہٗ در بدر پہنچی
ابھی تیاریاں تھیں فاتحوں کے خیر مقدم کی
ابھی آنے لگی ہر سو صدا فریاد و ماتم کی
گھروں سے مرد عورت بوڑھے بچے سب نکل آئے
عوام و خاص پکے اور کچے سب نکل آئے
اکٹھے ہو گئے اک چوک میں سب چیخنے والے
پڑی پٹس اٹھے فریاد آہ وزاریاں نالے
ہزیمت خوردہ گاں نے ان کو سارا حال بتلایا
مگر یہ کیا ہوا ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

شکست کی روداد اور بولہب کی مایوسی

پکارا بولہب لوگو ذرا خاموش ہو جاؤ
تم آؤ اے ابوسفیان ہمیں یہ بات سمجھاؤ
مجھے معلوم ہے تعداد میں وہ لوگ تھوڑے ہیں
نہ ان کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس گھوڑے ہیں
نہ ان لوگوں کا امدادی ہے دنیا میں کہیں کوئی
سوائے حمزہ فن جنگ سے واقف نہیں کوئی
ہمیں جھک کر سلا میں کرتے رہتے تھے سر راہے
وہ حرب و ضرب کیا جانیں بھلا یثرب کے چرواہے
وہ کھیتی باڑی کرنا جانتے ہیں جنگ کیا جانیں
وہ بچیں بکریوں کا دودھ خوں کا رنگ کیا جانیں
انہیں تورات کے کھانے کو روٹی تک نہیں ملتی
ٹھہرنے کے لیے تمبو تمبو ٹی تک نہیں ملتی
کہاں سے مل گئی آخر کمک میرے بھتیجے کو
کہ ایسا لشکر جرار پہنچا اس نتیجے کو
بتا وہ کون سی بجلی گری تیغ آزماؤں پر
کہ اس کا اک خدا غالب ہوا اتنے خداؤں پر
فلک بھی کانپ جاتا تھا ہمارے سورماؤں سے
عرب کی خاک تھراتی تھی تلواروں کی چھاؤں سے

مجھے بتلاؤ تم میدان میں کس بات سے ہارے
قریش فوج میں جنگ آزمودہ تھے جواں سارے
وہ سب مارے گئے پکڑے گئے یہ کیا ہوا آخر
طلسمی کارخانہ تو نہ تھا میدان تھا آخر

ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش

ابوسفیان کہ بعد بو لہب سردار تھا سب کا
بڑے لوگوں کے مرنے سے سپہ سالار تھا سب کا
وہ اب ناچار اٹھا اور بولا اے بڑے بھائی!
ہمیں کیا ہو گیا تھا یہ سمجھ اب تک نہیں آئی
تمہارے اس بھتیجے نے کچھ ایسا کر دیا جادو
زمیں پر پڑھ دیا افسوں ہوا میں بھر دیا جادو
ہوئی کایا پلٹ جیسے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
نہتوں کے مقابل کچھ بھی کام آئیں نہ شمشیریں
مسلماں کچھ نہ تھے لیکن وہ سب کچھ ہو گئے اس دم
تھے ان کے ہاتھ وقت جنگ بھیڑوں کی طرح سے ہم
مگر بے فائدہ اس وقت کا یہ رونا دھونا ہے
ہمیں پھر جنگ کرنے کے لیے تیار ہونا ہے
اگر ہم آج روئے اس سے دو نقصان پہنچیں گے
ہمیں بے بس سمجھ کر وہ یہاں بھی آن پہنچیں گے
ہنسیں گے مضحکہ ہم پر اڑائیں گے وہ چرواہے
مبادا اور کچھ اس سے زیادہ ان کا جی چاہے
ہنسی ان کی زیادہ تلخ ہو گی اس ہزیمت سے
عرب میں قوم گر جائے گی اپنی قدرو قیمت سے

قریشی بھائیو لازم ہے ماتم ملتوی کر دو
عزاداری علی الاعلان یک دم ملتوی کر دو
منادی شہر میں کر دو نہ مردوں پر کوئی روئے
کرے تیاریاں ہر کوئی غفلت میں نہ دن کھوئے
یہ خونی آتش غم اپنے سینوں میں سلگنے دو
دھواں باہر نہ اٹھنے پائے اندر آگ لگنے دو
یہ آگ اک دن جلائے گی مسلمانوں کے خرمن کو
بھسم کر دے گی اس نوخیز و نوزائیدہ گلشن کو
کیا موقوف اپنا عیش عشرت یک قلم میں نے
کہ کھائی آج سے غسل جنابت کی قسم میں نے
قسم ہے لات و عزیٰ کی میں بدلہ لے کے چھوڑوں گا
مسلمانوں کا اور ان کے خدا کا زور توڑوں گا

ہند جگر خوار کا غم و غصہ

یہ سن کر چھا گیا اس ہاو ہو پر اک سناٹا
ہوا معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھاٹا
ابوسفیاں کی بیوی ہند اٹھی اور یوں بولی
کہ خیر اب تو ہمارے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہولی
مرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہ نے مارا ہے
مرے فرزند کو بحر اجل کے گھاٹ اتارا ہے
پیوں گی میں بھی اب اس کالہو اور گوشت کھاؤں گی
کلیجہ اور گردے اپنے دانتوں سے چباؤں گی
نہیں لے کر گئے تم عورتوں کو جنگ کے اندر
اسی باعث نہ ٹھہرے وقت نام و ننگ کے اندر
بوقت جنگ گانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
تھرکنے دف بجانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
اگر وہ ساتھ رہتیں بھاگنے سے روکتیں تم کو
تمہاری پیٹھ پھرتی دیکھتیں تو ٹوکتیں تم کو
چلو اب عورتیں بھی ساتھ ہی میداں میں جائیں گی
بوقت جنگ اپنے شوہروں کا دل بڑھائیں گی
کیا ہے ترک اپنا بننا ٹھننا آج سے میں نے
قسم ہر بات کی کھائی ہے قومی لاج سے میں نے

کروں گی جنگ کے سامان کی ہر وقت تیاری
چلیں گی ساتھ میرے جنگ کے دن عورتیں ساری
مسلمانوں کے حق میں ڈائنیں بن جائیں گی ہم بھی
عزیزوں دوستوں کا بدلہ لے کر آئیں گی ہم بھی

مکے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں

یہ تقریریں ہوئیں اور ہو گیا برخاست ہنگامہ
بڑھا پھر سوئے گمراہی براہ راست ہنگامہ
بھڑک اٹھی دلوں میں اور بھی اب آگ کینے کی
نہیں سوجھی سوائے جنگ کوئی راہ جینے کی
اگرچہ آپ خود چل کر گئے تھے قتل و غارت کو
مدینے کی طرف لوگوں کی تذلیل و حقارت کو
مگر جب منہ کی کھائی بدر میں باطل پرستوں نے
زبردستوں کے اوپر فتح پائی زیر دستوں نے
تو اب لازم یہ تھا آنکھیں کھلیں کچھ ہوش آجائے
جہالت میں تو آیا' عقل میں بھی جوش آجائے
سمجھ جائیں کہ اب کچھ اور ہے منشا مشیت کا
خدا کو خاتمہ منظور ہے اس بربریت کا
مگر یہ خود سرو خود بیں خدا کو مانتے کب تھے!
سوا اپنے بتوں کے اور کو گردانتے کب تھے!
خیال ان کا یہ تھاہم جس کو چاہیں قتل کر ڈالیں
کسی کا خون پی جائیں' کسی کو نوچ کر کھا لیں
انہیں لازم ہے جن پر جا کے ہم تیغیں علم کر دیں
ہمارے سامنے آ کر سر تسلیم خم کر دیں

کسی کو حق نہیں حاصل کہ ہم کو ظلم پر ٹوکے
کرے اپنی حفاظت یا ہمارے وار کو روکے
ہماری قوم ہے نوعِ بشر سے افضل و بہتر
ہمیں ہیں سب سے اعلیٰ اور دنیا کمتر و کہتر
خودی اور خود پرستی بس یہ تھا مدت سے حال ان کا
کئی نسلوں سے پختہ ہو چکا تھا یہ خیال ان کا
عرب کے لوگ جب مکے میں حج کرنے کو آتے تھے
تو ان کے واسطے نذریں نیازیں ساتھ لاتے تھے
طفیلِ کعبہ ہوتا تھا زمانے میں ادب ان کا
جو کہہ دیتے تھے یہ بس مانتے تھے حکم سب ان کا
تحکم اور تعدی کو یہ اپنا حق سمجھتے تھے
کوئی روکے تو اس کو بر سر ناحق سمجھتے تھے
رسول اللہ سے تھی بس یہی وجہ عناد ان کو
کہ ملتی تھی نہ اس بیداد کی حضرت سے داد ان کو
ڈراتے تھے رسولِ پاک انہیں قہرِ الٰہی سے
بدی سے باز آئیں تاکہ بچ جائیں تباہی سے
مگر حق دشمنی ہے ایک خاصہ فطرتِ بد کا
تو ہر بدکار پھر دشمن نہ کیوں ہوتا محمد کا

انتقام کی تدبیریں

منا ہی ہو چکی تھی اب علی الاعلان رونے کی
اجازت ہی نہیں دیتی تھی قومی آن رونے کی
بپاس شرم اگرچہ اہل مکہ رو نہ سکتے تھے
لگی تھی آگ دل میں چین سے سو بھی نہ سکتے تھے
سنورنا کھانا پینا ہو گیا یکسر حرام ان کا
کہ ہر دم ورد تھا الانتقام الانتقام ان کا
قریش اب جنگ کی ہر طرح تیاری لگے کرنے
یہ خون آشام پھر اقدام خونخواری لگے کرنے
تجارت کے منافع سے خریدے اسلحہ سب نے
کئے حاصل نئے ملبوس راکب اور مرکب نے
قبائل کی طرف بھیجے گئے مناد مکے سے
کہ پھر اٹھنے کو تھا طوفان استبداد مکے سے

ابولہب کی مرگ مایوسی

تھا ان میں بولہب اللہ کا سب سے بڑا دشمن
رسول اللہ کا پکا مخالف اور کڑا دشمن
ہوا صدمہ کچھ ایسا بدر کی روداد سے اس کو
ندامت آئی اپنی حسرت برباد سے اس کو
ہمیشہ جس بھتیجے کو دیا کرتا تھا ایذائیں
غلام اس کے بروز جنگ یوں فتح و ظفر پائیں
سنا لوگوں کے منہ سے جب یہ حال اپنے بھتیجے کا
نہ دیکھا جا سکا اس سے جلال اپنے بھتیجے کا
مسلمانوں کے بچ رہنے کا تھا رنج الم اس کو
جہنم میں اٹھا کر لے گیا آخر یہ غم اس کو
کسی طاعون نے مارا نہ قاتل روگ نے مارا
اسے شیطاں کی مرگ دائمی کے سوگ نے مارا

مدینہ میں قیدیانِ جنگ کا مسئلہ

ادھر مکے میں تھی درکار خون و رنگ کی صورت
ادھر پیش نظر تھی قیدیان جنگ کی صورت
برائے انعقاد مشورت فرماں ہوا جاری
مودب ہو کے آ بیٹھے مہاجر اور انصاری
رسالت نے پڑھایا تھا سبق توحید کا جب سے
یہ بندے اپنے اللہ کے سوا بے خوف تھے سب سے
زمانے کو سبق آموز تھا ایمان ان سب کا
کہ سرخم تھا' زباں شاکر تھی دل تھا مطمئن سب کا
سر و سینہ کو وقف تیغ و خنجر کر کے آئے تھے
رہ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ
نہ کوئی ناچ گانا تھا نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اپنے زور بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی
نہ انداز شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی ان کی زبانوں پر
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی پہلوانوں پر
نتیجہ ہو چکا تھا آئینہ آئین بدعت کا
حریفوں کی شکست ان کے لیے تھی درس عبرت کا

اسے آنکھوں سے دیکھا تھا جو فرمایا تھا ہادی نے
دکھایا تھا یہ دن اسلام پر خوش اعتقادی نے
لڑے تھے ملک کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر
فقط ایمان کی خاطر، فقط اسلام کی خاطر

پیمبر اسلام مشورہ طلب فرماتے ہیں

تھے قلب ان کے سراسر حرص ملک و مال سے خالی
رسول اللہ نے ان پر محبت کی نظر ڈالی
ہوا ارشاد اے حق دوستو اللہ کے بندو
اسیروں کے لیے کیا رائے رکھتے ہو خرد مندو؟
یہ سب اشراف مکہ سر بلندو زور آور ہیں
قریش ان کا لقب ہے بحر جراَت کے شناور ہیں
ہوئے جو بدر میں مقتول وہ سب ان سے بڑھ کر تھے
وہ اپنی قوم میں شاید بہت لوگوں سے بہتر تھے
برے تھے یا بھلے اعمال ان کے صاف ظاہر تھے
خدا کے حق میں بد تھے اور نبی کے حق میں قاہر تھے
انہیں نیچا دکھایا ان کے اپنے جور ناحق نے
تمہارے قبضہ قدرت میں ان کو دے دیا حق نے
تمہاری رائے پر ہے فدیہ لے کر چھوڑ دینا بھی
مناسب ہو تو رشتہ جان و تن کا توڑ دینا بھی
کیا ہے حق نے آخر سرنگوں باطل پرستوں کو
زبردستوں پہ غالب کر دیا ہے زیر دستوں کو
تمہاری رائے پر موقوف ہے اب فیصلہ ان کا
سمجھ سے کام لو نازک بہت ہے مسئلہ ان کا

غرض امت کو اپنی رائے کا مختار فرما کر
ہوا خاموش پیغمبرؑ یہ استفسار فرما کر

صدیق اکبر کی رائے

اٹھے صدیق اکبرؓ عرض کی اے ہادی دوراں
مرے ماں باپ اللہ اور رسول اللہ پر قربان
حضور ان قیدیان جنگ پر احسان فرمائیں
کہ شاید بعض ان میں سے کبھی ایمان لے آئیں
بجا ہے واقعی یہ لوگ جابر اور قاہر میں
ستم کرنے میں ہیں مشاق جلادی کے ماہر ہیں
بجا ہے قلب ان کے سخت ہیں کینہ ہے سینوں میں
یہ قوم اب تک نہیں ہے ظلم کے انجام بینوں میں
مگر شاید کبھی اللہ کی جانب سے ہدایت ہو
انہیں بھی نور ایماں درگہ حق سے عنایت ہو
یہ لوگ آخر نبی کی قوم ہیں شاید سنبھل جائیں
خدا دل پھیر دے شیطاں کے پنجے سے نکل جائیں
رہا فدیہ سویہ دستور کار انتظامی ہے
غلام ان قیدیوں کے چھوڑ دینے ہی کا حامی ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے

یہ باتیں سن رہے تھے غور سے اہل صفا بیٹھے
گزارش کر کے اپنا مشورہ صدیق آ بیٹھے
یہ قیدی ہیں خدا کے اور رسول اللہ کے دشمن
بہت کج رو بہت کم فہم سیدھی راہ کے دشمن
یہ مکے میں ضعیفوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
ہمیشہ زیر دستوں کو زبردستی دکھاتے تھے
یہی وہ ہیں یتیموں سے نوالے چھیننے والے
سر زمزم فقیروں سے پیالے چھیننے والے
یہی وہ ہیں نبی کی جان لینے پر تھے آمادہ
فقط اس جرم پر کیوں ہے وہ اک اللہ کا دلدادہ
شکنجوں میں کسا کرتے تھے ایماں لانے والوں کو
عدم کی رہ دکھاتے تھے ہدایت پانے والوں کو
یہ بہر اہل دیں پھیلا چکے تھے موت کے پھندے
وطن سے بے وطن ہیں ان کے ہاتھوں سینکڑوں بندے
مسلمانوں کو بے گھر کر کے بھی ان کو نہ صبر آیا
کہ اب لشکر مدینے پر بہ عزم قہر و جبر آیا
نبی پر حال آئینہ ہیں باطن اور ظاہر کے
یہی تو سرغنے ہیں کافروں کی فوج قاہر کے
اگر چھوڑا گیا ان کو یہ پھر لڑنے کو آئیں گے
پرانے مدعی ہر دم نئے فتنے اٹھائیں گے
شقی القلب ہیں یہ لوگ' باطن ان کا گندہ ہے

نگاہوں میں ہے کینہ اور لبوں پر زہر خندہ ہے
گئے وہ دن کہ رشتہ دار تھے یہ لوگ ہم سب کے
ہم ان سے اور یہ ہم سے بے تعلق ہو چکے کب سے
مناسب ہے کہ مسلم دن پر ہر چیز کو وارے
مری دانست میں اس وقت سیدھا ہے یہی رستہ
ہے ان کا قتل ہی واجب کہ یہ ملت فسادی ہے
یہ اک رائے ہے آگے جس طرح ایمائے ہادی ہے

رحمۃ للعلمین کی امت کا فیصلہ

یہ دونوں مختلف رائیں سنیں سرکار عالی نے
تو دیکھا اپنی امت کی طرف امت کے والی نے
نظر آیا کہ سب خاموش ہیں سرور گریباں ہیں
تدبر کر رہے ہیں فکر میں غلطاں و پیچاں ہیں
یہ مشکل مسئلہ حل ہو نہیں سکتا باسانی
ادہر ہے امن خطرے میں ادہر ہے جان انسانی
نبوت کو مگر مدنظر تعلیم ملت تھی
کہ غور و خوض کی عادات پر تنظیم ملت تھی
خموشی سے اٹھا حجرے میں داخل ہو گیا ہادی
کہ باہم گفتگو کر لے یہ جمعیت باآزادی
اجازت پائی جب اس امر کی ہادی سے امت نے
کیا اب رائے کا اظہار آزادی سے امت نے
میان بحث میں صدیق اور فاروق کی رائیں
کہ ہر پہلو سے قطعی اور جامع تھیں یہی رائیں
اگرچہ مختلف تھیں رائیں دونوں حق پسندوں کی
مگر نیت تھی واحد مالک واحد کے بندوں کی
ہر اک یہ چاہتا تھا دین ہی کا بول بالا ہو
مٹے باطل کی ظلمت دہر میں حق کا اجالا ہو

طریقے مختلف، مقصد تھا لیکن ایک دونوں کا
ارادہ بہر ملت تھا سراسر نیک دونوں کا
یہ رائیں ایک ہی تصویر کے دو رنگ تھے گویا
یہ رائیں ایک ہی نغمے کے دو آہنگ تھے گویا
اگر اس سمت شان رحم کی دریا نوالی تھی
تو اس جانب و قار عدل کی محکم خیالی تھی
سراجماع امت رحم کا پلہ رہا بھاری
ہوئی یعنی اسی نقطے پہ ملت متحد ساری
مشیت تھی یہی، یہ فیصلہ بالکل یقینی تھا
کہ اس امت میں رنگ رحمۃ للعالمینی تھا

ارشادِ پیغمبر دربارہ اسیرانِ جنگ

رسول اللہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے
صحابہ ایک ہی رائے کے اوپر متحد پائے
کہا بوبکر اس امت میں ابراہیم ہیں گویا
کہ اعمال ان کے عفو عام کی تعلیم ہیں گویا
گنہ گاروں کی آمرزش کا طاری ہے خیال ان پر
ہے صادق ملت بیضا میں عیسیٰ کی مثال ان پر
مثال نوح ہیں گویا عمر فاروق امت میں
اشداء علی الکفار ہے محکم طبیعت میں
یہ ہیں کفار کے حق میں مثال موسیٰ عمراں
کہ رکھتے ہیں طبیعت میں جلال موسیٰ عمراں
مگر جب کر چکے ہو فیصلہ تم اے جواں مردو
تو اپنے قیدیوں کو سر بہا لے کر رہا کر دو
مگر ایسے بھی ہیں ان میں جو فدیہ دے نہیں سکتے
رعایت تم نے دیدی ہے مگر وہ لے نہیں سکتے
وہ سب انصار بچوں کو نوشت و خواند سکھلائیں
نوشت و خواند سکھلا کر سوئے مکہ چلے جائیں
جو مفلس بھی ہیں ناخواندہ بھی ہیں ان کو رہا کر دو
علم احسان اسلامی کا دنیا میں بپا کر دو

اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو
کیا ہے فیصلہ جو کچھ اسے ملحوظ بھی رکھنا
غرض اس فیصلے پر مشورت بر خاست فرمائی
اسیروں کے لیے بخشش براہ راست فرمائی
مسلمانوں نے کر لی باہمی تقسیم اسیروں کی
کہ ہو لطف اور نرمی سے حفاظت سخت گیروں کی
خدا والوں نے رکھا قول ہر دم یاد ہادی کا
کرو احسان اسیروں پر یہ تھا ارشاد ہادی کا

اسیروں کے لیے اس عہد کے عام قوانین

ہوئے تھی آج تک نرمی نہ یوں جنگی اسیروں پر
کہ فاتح اپنے مفتوحوں کو رکھ لیتے تھے تیروں پر
طریقہ تھا کہ پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے
زمیں میں گاڑ کر پھر ان پہ کتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں
سلاخیں گرم کر کے جسم میں برمائی جاتی تھیں!
کبھی پٹوایا جاتا تھا انہیں پر خار کوڑوں سے
کبھی رندوا دیا جاتا تھا اونٹوں اور گھوڑوں سے
اگر اعداء کو زندہ رکھنا بھی مطلوب ہوتا تھا
تو قید و بند کا اس وقت یہ اسلوب ہوتا تھا
اسیروں کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دیتے تھے
کنوئیں کے منہ پہ سل پتھر کی لا کر ڈال دیتے تھے
کبھی سوکھا ہوا ٹکڑا کبھی بد ذائقہ پانی
کیا کرتے تھے فاتح اس طرح قیدی کی مہمانی
عرب میں بھی یہی دستور تھا اسلام سے پہلے
اذیت ملتی تھی مغلوب کو ہر کام سے پہلے
قریش قوم میں بھی ایسے ہی قانون تھے جاری
کہ ان کی قید کے معنی تھے مرگ و ذلت و خواری

چنانچہ بدر کے قیدی جب آئے تھے مدینے میں
تو دم بھی ہول کے مارے سماتا تھا نہ سینے میں
سمجھتے تھے کہ اب یا موت یا ذلت یقینی ہے
خبر کیا تھی یہ شرع رحمۃ للعالمینی ہے

قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک

مسلمانوں نے ان کو بال بچوں کی طرح رکھا
قلوب سخت نے لطف و کرم کا ذائقہ چکھا
کلام سخت سن کر بھی نہ کچھ سختی سے کہتے تھے
انہیں روٹی کھلا دیتے تھے خود فاقے سے رہتے تھے
تواضع اور نرمی دیکھ کر حیران تھے دشمن
کہ اس طرز سلوک عام سے انجان تھے دشمن
کھلیں آنکھیں نمونہ دیکھ کر خلق محمد کا
سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سبب الطاف بے حد کا
ندامت سے ہوئے مجوب ان کے کینہ ور سینے
لگے کچھ صاف ہونے زنگ سے تاریک آئینے
بالآخر شہر مکہ سے رقوم سر بہا آئیں
تو ان لوگوں نے قید جنگ سے آزادیاں پائیں
اقارب جن کے بے پروا و بیدرد اور بے حس تھے
ہوا فدیہ معاف ان کا کہ وہ نادار و مفلس تھے

عم نبی حضرت عباس اور فدیہ جنگ

بنی ہاشم میں دولتمند تھے عباس امیروں میں
عرب میں تھا شمار ان کا بڑے بھاری امیروں میں
نبی کو بھی اگرچہ رنج تھا آلام پر ان کے
کہ مکے میں بہت احسان تھے اسلام پر ان کے
مگر قائم تھے اپنے کفر کی رسم جہالت پر
نہ لائے تھے ابھی ایماں خدا پر اور رسالت پر
یہ وقت جنگ حملہ آوروں کے ساتھ آئے تھے
سر میداں مجاہد غازیوں کے ہاتھ آئے تھے
رسول اللہ سے انصار نے ان کی سفارش کی
انہیں فدیئے سے مستثنیٰ کیا جائے سفارش کی
کہ عبدالمطلب کے خون کا ہم پاس رکھتے ہیں
قریبی رشتہ ہم سے حمزہ و عباس رکھتے ہیں
ہمارے ان کے آپس میں تعلق ہیں بہت گہرے
ہم ان سے فدیہ کیا لیں یہ ہمارے بھانجے ٹھہرے
نبی نے کر دیا انکار لیکن اس رعایت سے
کہ شان عدل بالا تھی عزیزوں کی حمایت سے

حضرت عباس کا فدیہ دینے میں تامل

بلایا آپ نے عباس کو اپنی حضوری میں
کہا فدیہ ادا کرنا ہے ارکان ضروری میں
عقیل و نوفل و عتبہ جنہیں تم ساتھ لائے تھے
تمہارے ہی سبب سے جو کہ بہر جنگ آئے تھے
تمہیں واجب ہے ان تینوں کا فدیہ بھی ادا ہونا
نہیں ممکن بغیر اس کے تمہارا اب رہا ہونا
لگے عباس یہ سن کر بہت چون و چرا کرنے
بہت سے دام و درہم ان کو پڑتے تھے ادا کرنے
بنی ہاشم میں سب سے مقدرت اور شان والے تھے
اسی باعث یہ سب قیدی انہیں کے سر پہ ڈالے تھے
کہا عباس نے میں آج کل معذور ہوں صاحب
رقم اتنی کہاں سے لاؤں خود مجبور ہوں صاحب
بہانے سے کیا اظہار غربت یوں جو سردھن کر
رسول اللہ کے لب پر تبسم آ گیا سن کر
کہا جب شرکت اعداء کی نیت کر کے آئے تھے
تو ام الفضل سے تم کیا وصیت کر کے آئے تھے
تمہارے لفظ تھے عباس اگر مارا بھی جائے گا
تو یہ اتنا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا

یہ حصہ فضل کا ہے، اور باقی مال جتنا ہے
عبید اللہ کا اتنا ہے عبداللہ کا اتنا ہے
وہ دولت سب ہے، ام الفضل کی تحویل میں اب تک
یہ جرمانہ ادا کر دو چھپاؤ گے بھلا کب تک

حضرت عباس کا ایمان لانا

عجب اظہار باطن تھا بیان ملہم صادق
یہ تازہ معجزہ تھا بر زبان ملہم صادق
جناب حضرت عباس پر رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری
پکار اٹھے بحال وجد میں ایمان لے آیا
بجا ہے راست ہے جو کچھ رسول اللہ نے فرمایا
یہ سچ ہے جب میں بہر جنگ نیت کر کے نکلا تھا
تو اپنے مال کی گھر میں وصیت کر کے نکلا تھا
مری زوجہ تھی یا میں تھا وہاں کوئی نہ تھا اس دم
تھے ہم دونوں ہمارے درمیاں کوئی نہ تھا اس دم
محمد کا سخن اظہار ہے حق و عدالت کا
یہ دل اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا
یہ کہہ کر جنگ کرنے کا ازالہ کر دیا سارا
اسیران بنی ہاشم کا فدیہ بھر دیا سارا

حضرت ابوالعاص کا فدیہ اور آنحضرت کی رقت

ابوالعاص اک بہادر مرد میدان بسالت تھے
خدیجہ کے بھتیجے اور داماد رسالت تھے
مگر بعثت سے پہلے اذن لے کر اپنے شوہر کا
خدیجہ نے کیا تھا عقدان سے ایک دختر کا
ابوالعاص آج تک کافر ہی تھے ایماں نہ لائے تھے
شریک کفر ہو کر بدر میں لڑنے کو آئے تھے
یہ دختر حضرت زینت تھیں مکے ہی میں رہتی تھیں
نہایت صبر سے غم باپ کی فرقت کا سہتی تھیں
نتیجہ مل گیا باطل کو جب شمشیر گیری کا
ہوا غم باوفا بی بی کو شوہر کی اسیری کا
ملا تھا قیمتی اک ہار ان کو تحفہ شادی
اسی کو بھیج کر چاہی گئی شوہر کی آزادی
نظر آیا جونہی یہ ہار دل حضرت کا بھر آیا
سمٹ کر ابر گوہر بار پلکوں پہ اتر آیا
خدیجہ طاہرہ کا ہار مرحومہ رفیقہ کا
رسالت کی انیسہ اور امت کی شفیقہ کا
خدیجہ طاہرہ اس قلب میں آباد تھی اب تک
محبت اور نیکی اور خدمت یاد تھی اب تک

کہا بیٹی نے ماں کی یاد گار ارسال کر دی ہے
یہ دولت بہر شوہر آج استعمال کر دی ہے
مناسب ہو تو لوٹا دو یہ پیاری یادگار اس کو
کہ بہر یاد مادر بس غنیمت ہے یہ ہار اس کو
رہا فرما دیا بوالعاص کو اللہ کے بندوں نے
مدینے میں بلا لینا جو تھا در کار زینب کا
انہیں رخصت کیا عزت سے دے کر ہار زینب کا
یہ رشتہ توڑ دینا مرضی ہادی دوراں تھی
ابھی بوالعاص تھے کافرؔ مگر زینب مسلماں تھی
یہ شادی ہو چکی تھی پیشتر تنزیل قرآں سے
نہ ہوتا عقد ورنہ مسلمہ کا نا مسلماں سے
لیا زینب کے حق میں پیکر اخلاص نے وعدہ
تو ان کو بھیج دینے کا کیا بوالعاص نے وعدہ
دلائی مسلمہ کو مخلصی یوں شان داور نے
یہ وعدہ جا کے پورا کر دیا مرد دلاور نے
مسلماں ہو گئے بوالعاص بھی بعد ایک مدت کے
خدا کی راہ پر لائے انہیں احساں نبوت کے

مدینے میں مسلمانوں کی مشکلات

ادھر مکے سے پھر اٹھنے کو تھا طوفان کینے کا
ادھر اک اور جھگڑا تھا مدینے میں مدینے کا
یہاں ابن ابی اک دشمن باری تعالیٰ تھا
شب تاریک کی مانند اس کا قلب کالا تھا
ہمیشہ باعث تکلیف تھا بغض و عناد اس کا
(بیاں ہم کر چکے ہیں جلد اول میں فساد اس کا)
یہاں ایسے بھی تھے جو آج تک ایماں نہ لائے تھے
ابھی اسلام کے آغوش راحت میں نہ آئے تھے
رسول اللہ کی تبلیغ ان لوگوں میں جاری تھی
کہ منظور آپ کو ہر دشت دل کی آبیاری تھی
ہوئی جب فتح جنگ بدر میں ایمان والوں کی
بڑھا دی شان حق نے اور بھی ان شان والوں کی
تو اب انصار کے وہ بھائی بھی ایمان لے آئے
جو راہ حق سے اب تک دور ہی پھرتے تھے کترائے
ہوا ابن ابی پر رعب طاری ڈر گیا دل میں
کہ اب اتنی بڑی تعداد تھی مدمقابل میں
سوا ایمان لانے کے نہ جب چارہ کوئی پایا
ہوا مسجد میں حاضر ظاہری ایمان لے آیا

اگرچہ اول اول خوب پر پرزے نکالے بھی
ہوا آخر مسلماں یہ بھی اس کے ساتھ والے بھی
شرارت پر مگر نیت تھی ہر دم چست و چاق ان کی
مسلماں ہو گئے قائم رہی خوئے نفاق ان کی
خلاف اہل ایماں سازشیں کرتے ہی رہتے تھے
ادھر کچھ اور بکتے تھے ادھر کچھ اور کہتے تھے
سمجھتے تھے انہیں اچھی طرح سے ہادی اکرم
نظر رکھتے تھے ان کے حال پر کردار پر ہر دم
کوئی بھی قوم ہو انسان شیطانی جبلت کے
منافق مار ہائے آستیں ہوتے ہیں ملت کے

مدینے کے یہود

مدینے کے یہود ان سب سے بڑھ کر تھے شرارت میں
انہیں تھا زعم ہم ممتاز ہیں علم و امارت میں
بچھا رکھا تھا دام قرض کیا دی کے حیلوں سے
یہ دولت لوٹتے تھے اوس و خزرج کے قبیلوں سے
مگر اسلام نے کایا پلٹ دی زیر دستوں کی
رسول اللہ نے عزت بڑھا دی حق پرستوں کی
وہی انصار جو ہر بات میں محتاج تھے ان کے
وہ اب علم و عمل میں ہر طرح سرتاج تھے ان کے
اخوت نے محبت اوس و خزرج میں بڑھا دی تھی
اب ان میں باہمی امداد تھی خود اعتمادی تھی
یہود اسلام سے پہلے اٹھاتے تھے مفاد ان سے
یہ صورت دیکھ کر رکھنے لگے دل میں عناد ان سے
مجاہد بدر میں جب کھیلتے تھے جان کی بازی
یہ کرتے تھے مدینے میں شرارت فتنہ اندازی
مگر جب فتح پائی جنگ میں ایمان والوں نے
یہودی قوم کی گردن جھکا دی شان والوں نے
رسول اللہ سے اب بڑھ گیا بغض و حسد ان کا
بدی پر مستعد تھے آچکا تھا روز بد ان کا

علانیہ لگے توہین کرنے اہل ایماں کی
کوئی پروا نہ رکھی باہمی عہد اور پیماں کی
سربازار یہ اسلام کی توہین کرتے تھے
کسی کا پاس عزت تھا نہ یہ اللہ سے ڈرتے تھے
ستاتے تھے مسلمانوں کو یہ ایمان کے دشمن
عدوے دین حق تھے اور نبی کی جان کے دشمن

ایک لڑکی سے اوباشانہ چھیڑ

سر بازار اک دن ہو گئی ہنگامہ آرائی
کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی
یہودی بدمعاشوں نے اسے چھیڑا شرارت سے
زبان فحش سے ہاتھوں کی رندانہ اشارت سے
بچاری سٹ پٹا کر دوسری جانب لگی چلنے
تو اس کو کر دیا بے ستر اک نامرد اجہل نے
لگے ٹھٹھا اڑانے بے حیا اس پاک دامن کا
کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاک دامن کا
نہ حفظ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی
تو اس مظلوم لڑکی نے محمد کی دہائی دی
پکاری کیا نہیں غیرت کسی انساں کے سینے میں
کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمد کے مدینے میں

ایک مسلمان کا پاس غیرت

یہ فقرہ کہہ اٹھی جونہی زباں بے اختیار اس کی
سنی اک راہ چلتے مرد مسلم نے پکار اس کی
وہ دوڑا بدمعاشوں میں کھڑے دیکھا نحیفہ کو
عبا اپنی اتاری اور اڑھا دی اس عفیفہ کو
نظر آیا جو اسلامی جمعیت کا یہ نظارا
تو ان بازاریوں نے بھی اور اک قہقہہ مارا
کوئی بولا یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے
کوئی بولا نہیں یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے
مسلماں نے کہا اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی
ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جواں مردی
پرائی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں
ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں
ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے
بڑا نا مرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے
یہودی سخت گالی دے کے بولے تو نہ بک اتنا
تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابے تو مرد ہے کتنا
بڑا آیا ہے وہ بن کر چلا جا راہ لے گھر کی
اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی

ارے لے ہم تری مردانگی بھی آزماتے ہیں
نہیں پہلے ستایا تھا تو اب اس کو ستاتے ہیں
یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو
یہودی آ پڑے تنہا پہ جرات آزمانے کو

حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت

ادھر سے بیسیوں تیغوں کے چرکے تھے کچوکے تھے
ادھر اک مرد نے رستے سر بازار رو کے تھے
کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی
بچا کر آبرو لڑکی دعا دیتی ہوئی چل دی
پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رذالے نے
مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے
گری بازار میں بے جان ہو کر لاش خود سر کی
وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی
یہودی جمع ہو کر آپڑے تنہا دلاور پر
گریں چوبیں تیغیں بجز جرات کے شناور پر
گھرا تھا مرد مومن مجمع اشرار کے اندر
شہادت پائی غیرت مند نے بازار کے اندر

یہودیوں کو آنحضرت کی فہمائش

مثال رعد گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں
لگی غیرت کی بجلی کوندنے مسلم کے سینے میں

رسول پاک نے خود جا کے ان لوگوں کو سمجھایا
خدا کے قہر سے ان کو ڈرایا اور فرمایا

کہ اے اہل کتاب اللہ کے احکام کو مانو
بنی آدم کا حق اپنے شریعت ہی سے پہچانو

گزار و زندگانی امن سے صلح و صفائی سے
تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں حاصل برائی سے

مبادا تم پہ نازل ہو عذاب درد ناک آخر
ہوئیں اقوام اس جو رو تعدی سے ہلاک آخر

بد اخلاقی و ناتری پہ جو بھی قوم نازاں ہے
یقینا وہ تبہ ہوتی ہے یہ ارشاد قرآں ہے

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگوئے نرم سے کچھ اور بھی چمکے
اٹھے گستاخ ہو کر رو برو سردار عالم کے
کہا اس فتح ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں
ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں
نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت
کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت
کبھی جنگ آپڑی ہم سے تو ہم اس دن دکھا دیں گے
مسلمانوں کا نام اس لوح ہستی سے مٹا دیں گے
لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے
نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں سے
یہود آمادہ پیکار تھے ہر وقت ہر ساعت
مگر ان کو اماں دیتا رہا تھا دامن رحمت
نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوش خودرائی
تو محبوب خدا نے گوشمالی ان کی فرمائی

ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں

یہاں پر کعب بن اشرف بھی اک بیباک شاعر تھا
یہودی اور دولت مند اور ناپاک شاعر تھا
اسے بھی ہادی اسلام سے پوری عداوت تھی
کہ پیشہ سود خواری تھا طبیعت میں شقاوت تھی
خبر قرشی ہزیمت کی ہوئی جب گوش زد اس کے
کیے بغض و حسد نے مشتعل جذبات بد اس کے
برائے تعزیت مکے میں پہنچا مرثیہ کہہ کر
مجھے بھی موت آ جائے یہی کہتا تھا رہ رہ کر
کچھ ایسی دھن سے مقتولوں کا گایا راگ شاعر نے
گلی میں اور بھی جا کر لگا دی آگ شاعر نے
قبائل کو مسلمانوں سے لڑ مرنے پر اکسایا
تمہارے دین کے دشمن ہیں یہ کہہ کہہ کے بھڑکایا
غلاظت کی طرح کینہ بھرا تھا اس کے سینے میں
نجاست اپنی پھیلا کر پلٹ آیا مدینے میں
رسول اللہ کی ہجویں کہیں کمزور فطرت نے
خریدی روسیاہی اس طرح اس کور فطرت نے
تھی آمادہ یہودی قوم پہلے ہی لڑائی پر
اتر آیا ادھر سے کعب اپنی بے حیائی پر

کہ اکثر عورتوں کے نام لے لے کر قصائد میں
یہ کرتا تھا اضافہ شعر کے حشو و زوائد میں
مسلمانوں کو اس کی بدکلامی سے اذیت تھی
یہی تو اس کا مقصد تھا یہی تو اس کی نیت تھی
یہ حالت تھی مگر اللہ کے بندے صبر کرتے تھے
یہی ارشاد ہادی تھا، دلوں پر جبر کرتے تھے
مگر اک روز آخر ہو گیا لبریز پیمانہ
بھڑک اٹھے مسلمانوں کے جذبات شریفانہ
زبان تیغ تھی اس بد زبانی کا جواب آخر
اٹھے دو چار غیرت مند بہر سد باب آخر
یہ فتنہ دیکھتی غیرت بھلا تا چند شاعر کا
کیا اک روز دست تیغ نے منہ بند شاعر کا

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا کی شادی

مبارک ہے وہ دن لاریب رجب کے مہینے میں
نکاح حضرت زہرا ہوا جس دن مدینے میں
وہ زہرا ہاں وہی زہرا رسول اللہ کی بیٹی
وہی زہرا شہنشاہوں کے شاہنشاہ کی بیٹی
وہ کملی اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر
وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی دختر
وہ خواہر ام کلثوم و رقیہ اور زینب کی
وہ سب بہنوں سے چھوٹی اس لیے نور نظر سب کی
وہ قاسم کی بہن وہ طیب و طاہر کی ماں جائی
جو ماں کی گود میں اتمام نعمت کی طرح آئی
وہی آئینہ عفت کا سب سے خوش نما جوہر
خدیجہ طاہرہ کے بطن کا اک بے بہا گوہر
وہ صبح نور چشم رحمہ للعلمین زہرا
نگین خاتم تسکین ختم المرسلین زہرا
وہ زہرا جو شبیہ اسوہ سرکار عالی تھی
علی سے آج اسی زہرا کی شادی ہونے والی تھی

مسجد میں اجتماع صحابہ اور نکاح

مہاجر اور انصار اکابر جمع تھے سارے
اتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے
علی باعز و شان ہاشمی تھا ان کے جھرمٹ میں
وہ ماہ آسمان ہاشمی تھا ان کے جھرمٹ میں
نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ
نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا
رسول اللہ خود موجود تھے محراب مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آداب مسجد میں
رخ شمس الضحیٰ کی ضو سے پر تنویر تھی مسجد
سکون و سادگی کی خوش نما تصویر تھی مسجد
زمیں سے آسماں تک بس گئے نغمات روحانی
کہ خود قرآن ناطق نے پڑھیں آیات قرآنی
ہوا یہ عقد عالی شان معمولی طریقے سے
ہوئے تقسیم خرمے غیر معمولی سلیقے سے

حضرت فاطمہ الزہرا کی رخصت

دوم تھا سال ہجری اور ذی الحج کا مہینہ تھا
پیمبر بعد جنگ بدر جاں بخش مدینہ تھا
ارادہ آپ نے اب رخصت زہرا کا فرمایا
محبت سے جناب مرتضی کو پاس بلوایا
بہت احساس تھا حیدر کی ناداری کا ہادی کو
کہا' ہے کچھ تمہارے پاس اخراجات شادی کو
کہا یہ ایک مضمون ادق ہے یا رسول اللہ
فقط نام رسول و نام حق ہے یا رسول اللہ
کہا پھر وہ زرہ کیا ہو گئی جو تم نے پائی تھی
جو روز بدر میداں میں تمہارے ہاتھ آئی تھی؟
کہا موجود ہے حضرت نے فرمایا وہ کافی ہے
تم اس کو بیچ ڈالو جو بھی ہاتھ آیا وہ کافی ہے
زرہ بیچی علی نے چار سو اسی درھم میں
(بقول شبلی مرحوم اس سے بھی بہت کم میں)
تھی شادی فاطمہ کی سادگی کا طرفہ نظارا
ولیمہ بھی اسی میں اور اسی میں مہر بھی سارا

حضرت فاطمہ الزہرا کا جہیز

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہ دو عالم سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخر آدم سے
متاع دنیوی جو حصہ زہرا میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملی تھیں چکیاں دو تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بد زیب اور بھدا تھا
بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے
وہ زہرا جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی
ملی تھی مشک ان کو تاکہ خود لایا کریں پانی
ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو
کہ بخشی تھی خدا نے اک جبین سجدہ ریز ان کو
چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے
ردائے صبر بھی حاصل تھی توفیق سخاوت بھی
کہ ہونا تھا اسے سر تاج خاتونان جنت بھی

اسی کی تربیت میں اسوہ تھا یمن و سعادت کا
اسی کی گود سے دریا ابلنا تھا شہادت کا
وہی غیرت جو مہر خاتم حق کا نگینہ تھی
امیں کی لاڈلی ہی اس امانت کی امینہ تھی
علی المرتضیٰ نے آج تاج ہل اتی پایا
دلہن کی شکل میں اک پیکر صدق و صفا پایا
پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرا اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے دولت مہر و وفا لائی

رحمۃ اللعالمین بیٹی کے گھر میں

عشاء پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ہادی زمانے کا
دربیت علی پر اذن مانگا اندر آنے کا
پے تہذیب امت اذن حاصل کر کے سرور نے
ضیا اس گھر کو بخشی زینت محراب و منبر نے
بہ شفقت سادہ پانی کا پیالہ ایک منگوایا
دعا دم کر کے خود تھوڑا سا پانی نوش فرمایا
دیئے پانی کے چھینٹے سینہ و بازوئے حیدر پر
یہی پانی رسول اللہ نے چھڑکا دختر پاک پر
محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو
دعا کی اے خدا یہ عقد آئے راس دونوں کو
ہوان کی نسل یارب دو جہاں میں خیر کا باعث
یہ عقد خیر ہو کون و مکاں میں خیر کا باعث
خدا وندا انہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کر دے
عمل میں دے اثر ان کے ارادے خیر سے بھر دے
دعا کے بعد دختر سے پھر اتنی بات فرما دی
کہ میں نے مرد افضل تر سے کر دی ہے تری شادی
ادب سے سر جھکائے سامنے استادہ تھے دونوں
حیاداری کی اک زندہ شبیہ سادہ تھے دونوں

ستاروں کو ہے اب تک یاد یہ پر کیف نظارا
مرخص اپنے پیاروں سے ہوا اللہ کا پیارا

عذر مصنف

کئے ہیں مختصر حالات جو اب تک بیاں میں نے
نہیں آنے دیا ہے ان میں رنگ داستاں میں نے
ادب اے نکتہ چیں یہ تذکرہ ہے پاک بندوں کا
صداقت کیش صدیقوں شہیدوں حق پسندوں کا
مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہباز فکر اڑنے سے نہیں عاری
خیال و خواب کی ہوتی اگر ہنگامہ آرائی
تو رعد اور زلزلے کی بھی نہ کرتا کوئی شنوائی
بیاں کرتا اگر حالات فرضی شہسواروں کے
تو اک شمشیر سے میں سر اڑا دیتا ہزاروں کے
صداقت کا اگر میں خون کرنے پر اتر آتا
تو صحرائے عرب میں بحر احمر ہی نظر آتا
جو موضوع سخن مجھ کو اجازت اک ذرا دیتا
زمینوں کو اٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے
کسی ذرے کو وسعت میں بیاباں کر دکھانے کے
مرے دامن میں ہے ابر خزانی بھی بہاری بھی
کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برفباری بھی

نہیں نا آشنا میرا قلم رنگیں نگاری سے
زمین شعر ہے فردوس میری لالہ کاری سے
یہاں عائد ہے مجھ پر نص قرآنی کی پابندی
کہ ہے اس سے تجاوز میں خدا کی نارضامندی
تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست خامے کی
مجھے ہے عاقبت کی فکر میں اللہ سے ڈرتا ہوں
ادب لازم ہے محبوب خدا کا ذکر کرتا ہوں
کہیں جائز نہیں اس تذکرے میں رنگ آمیزی
گنہ ہے ان زمینوں پر سمند طبع کی تیزی
یہ اس کا تذکرہ ہے جو مبلغ تھا صداقت کا
دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا
نہ ہے یہ زال کا قصۂ نہ رستم کی کہانی ہے
پر سیمرغ ہے اس میں نہ راہ ہفت خوانی ہے
نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطف داستاں بھردوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کردوں
یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے دیکھا منہ اجالے کا
شکوہ و شان مصنوعی مرے مقصد سے خارج ہیں
یہ زیور جسم و روح شعر کی صحت میں حارج ہیں
بیاں میں اختصار و سادگی ملحوظ رکھی ہے

بڑی مشکل سے جان واقعہ محفوظ رکھی ہے
نہ اظہار کمال شاعری مطلوب ہے مجھ کو
نہ پندار وبال ساحری مرغوب ہے مجھ کو
مرا مقصود اتنا ہے کہ انساں نیک ہو جائیں
خدا کو ایک مانیں اور خود بھی ایک ہو جائیں
وہی مقصود ہے میرا جو مقصود صداقت ہے
وہی معبود ہے میرا جو معبود صداقت ہے
ہوئی اس راہ وحدت میں تلاش رہنما مجھ کو
نظر آیا نہ کوئی کملی والے کے سوا مجھ کو
وہ کالی کملی والا جو مسلمانوں کا آقا تھا
جسے مرغوب سادہ زندگی تھی فقر فاقا تھا
اسی کی زندگی نے زندگی کو زندگی بخشی
گلوں کو رنگ ماہ و مہر کو تابندگی بخشی
محمد جس نے جوش زندگی بخشا ضعیفوں کو
کیا آزاد شیطانوں کے چنگل سے شریفوں کو
محمد جس نے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھلائی
خدائے واحد و رحمن کی درگاہ دکھلائی
سکھانے کے لیے قانون آزادی کی پابندی
وہ آیا لے کے اس دنیا میں آئین خداوندی
گدا و شاہ کو رتبے میں یکساں کر دیا جس نے
سہارا مور کو دے کر سلیماں کر دیا جس نے

نوید بخشش یوم الحساب اس کی زباں پر تھی
وہ امی تھا مگر ام الکتاب اس کی زباں پر تھی
گھٹائے زور اس نے کینہ کاروں کے لئیموں کے
کئے حق اس نے قائم عورتوں کے اور یتیموں کے
دیا آکر غلاموں کی رہائی کا سبق اس نے
کیا انسان پر آساں یہ مضمون ادق اس نے
ادھر دنیا تھی اور دنیا کی نمرودی و شدادی
ادھر کیا تھا فقط اسلام اور اسلام کا ہادی
وہ آیا اس نے انسانوں کے شیطانوں کو للکارا
زمانے بھر کے فرعونوں کو ہامانوں کو للکارا
ہلاکت خیز تھی وہ قلزم باطل کی طغیانی
کہ جس میں غرق ہونے ہی کو تھی دنیائے انسانی
بڑھا وہ کشتی حق لے کے دنیا کے بچانے کو
صلائے عام دی اسلام کی سارے زمانے کو
نظر آیا قریب و دور جو بھی ڈوبنے والا
سہارا دے کے بیچارے کو اس کشتی میں لا ڈالا
وہ انساں جو نکالے جا چکے تھے بحر عصیاں سے
مسلح کر دیا ان کو بھی ملاحی کے ساماں سے
ہوئیں تفویض ان کو خدمتیں احسان کرنے کی
دل و جاں بہر مخلوق خدا قربان کرنے کی
چلے وہ ناخدائے کشتی حق کے اشارے پر

جہاں بہتی ہیں جانیں کفر کی موجوں کے دھارے پر
دہن کھولے ہوئے لپکی یہاں فوج نہنگ ان پر
یہ نیت تھی کہ گوشہ زیست کا ہو جائے تنگ ان پر
بڑھیں بل کھا کے چاروں سمت سے شیطان کی فوجیں
خدا کی ناؤ سے اٹھ اٹھ کے ٹکرانے لگیں موجیں
نہ لیکن ہو سکا ہرگز کوئی تختہ جدا اس کا
یہ کشتی تھی خدا کی ناخدا تھا مصطفیٰ اس کا
وہ امی کس طرح غالب ہوا ساری بلاؤں پر
نہنگوں اور موجوں اور طوفانی ہواؤں پر
رہی محفوظ کشتی کس طرح مہلک چٹانوں سے
ہوئے یہ کارنامے کس طرح ان چند جانوں سے
ابھارا کس طرح ان ڈوبتوں کو قعر دریا سے
گرے جو پے بہ پے دریا میں اپنی لغزش پا سے
کیا حق نے فرد طوفاں عصیاں کس طرح آخر
بچائی جا سکی دنیائے انساں کس طرح آخر
یہ کس قانون نے بخشی تھی آزادی غلاموں کو
بھلا بیٹھی ہے دنیا آج جن کے کارناموں کو
ہوا تھا کس ہوا سے گلشن ہستی تر و تازہ
بندھا کس طرح اوراق پراگندہ کا شیرازہ
یہ سب کچھ انتہائی سادگی سے عرض کرنا ہے
کوئی افسانہ کہنا ہے نہ کوئی رنگ بھرنا ہے

یہی میرے مقاصد ہیں یہی احساس ہیں میرے
اثر اندوز ہو جائے کوئی روح سعید اس سے
کسی کی مغفرت کا یہ اگر سامان ہو جائے!
تو شاید حشر میں مشکل مری آسان ہو جائے

مکے والوں کے انتقامی حملے

ادھر مکے میں تھی اب اک بڑے حملے کی تیاری
ادھر یثرب میں فتنہ تھا یہودی قوم کا جاری
منافق ہر طرح اب کر رہے تھے فتنہ انگیزی
کہ ہو جائے کسی صورت مسلمانوں میں خونریزی
قبائل بھی اتر آئے تھے اپنی شورہ پشتی پر
بہر سو مستعد تھے رہزنی پر دھینگا مشتی پر
غرض اس وقت تھا سارا جہاں اسلام کا دشمن
محمد مصطفیٰ کا اور خدا کے نام کا دشمن
تبر تھے آندھیاں تھیں اور تنہا نخل اسلامی
ابھی تھیں ننھی ننھی ڈالیاں اور نازک اندامی
یہ پودا پل رہا تھا اپنے مالی ہی کے دامن میں
چراغ نور تھا سرکار عالی ہی کے دامن میں
اسی کا حوصلہ تھا جس نے ٹالا ان بلاؤں کو
لیا خود اپنی ذات پاک پر سمی ہواؤں کو

ابوسفیان کی قسم

قریشی فوج نے جب بدر میں دیکھی نگونساری
ابوسفیاں کو حاصل ہو گئی باطل کی سرداری
قسم کھائی تھی اس نے جب تلک بدلہ نہ لے لوں گا
کوئی بھی کھیل ہرگز عیش و عشرت کا نہ کھیلوں گا
لگی تھی آگ کچھ ایسی کہ جینا تھا حرام اس کو
جلائے ڈالتا تھا سوز داغ انتقام اس کو
یہ دو سو رہزنوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا
برائے رہزنی معمور ہو کر قہر سے نکلا
قسم کھا کر ہبل کی بہر قتل اہل دیں آیا
اندھیری رات میں ظالم مدینے کے قریں آیا
بھرو سا تھا اسے اپنے یہودی یار محرم پر
اندھیرے ہی میں دستک دی مکان ابن مشکم پر
یہودی نے خوشی سے لا کے اپنے گھر میں ٹھہرایا
مدینے کے مسلمانوں کا سارا حال جتلایا
تواضع کی گئی اس کی شراب ارغوانی سے
مبادا سرد ہو جائے حسد کی آگ پانی سے

ابوسفیان کی دستبرد

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ جاگا فتنہ دوراں
مکان ابن مشکم سے نکل آیا ابوسفیاں
مضافات مدینہ میں تھی اک چھوٹی سی آبادی
مکاں تھے چند نخلستان تھے اور تھی خوشنما وادی
چرا کرتے تھے اکثر اونٹ بھی اس میں مدینے کے
دکھائے اس جگہ جوہر ابوسفیاں نے کینے کے
وہ قزاقوں کو اپنے ساتھ لے کر اس طرف آیا
نشاں اونٹوں کا لیکن آج وادی میں نہیں پایا
فقط سوئے ہوئے دو کاشتکار اس کو نظر آئے
بدی کے نقش پوری شان سے دل میں ابھر آئے
درختوں کے سوا کوئی نہ پایا دیکھنے والا
سواروں نے انہی سوتے ہوؤں کو قتل کر ڈالا
ہوا ٹھنڈا نہ دل جب مار کر ان پاسبانوں کو
لگا دی آگ سب کچھ لوٹ کر خالی مکانوں کو
جلائے گھاس کے انبار بھی آتش نژادوں نے
درختوں کو بھی خاکستر کیا ان بد نہادوں نے
بزعم خود قسم پوری ہوئی غسل جنابت کی
دکھا دی آن گویا اس طرح قرشی نجابت کی

آنحضرت ابوسفیان کے تعاقب میں

ہوئی جب صبح' آواز اذاں آئی' بشر جاگے
تو یہ شب دزد پاداش عمل کے خوف سے بھاگے
ابوسفیاں کی یہ کرتوت فورا ہو گئی ظاہر
اٹھا پھر صحن مسجد سے وجود طیب و طاہر
بڑھے دو سو مجاہد ہمرکاب مصطفی ہو کر
تعاقب میں چلے ان بزدلوں کے باد پا ہو کر
بڑھے اس سمت پر جس سمت سے یہ چور بھاگے تھے
مجاہد پیچھے پیچھے تھے فراری آگے آگے تھے
ابوسفیان' خوف جاں سے ڈرتا اور تھراتا
بھگاتا ساتھیوں کو بھاگو بھاگو منہ سے چلاتا
سلوک ابن مشکم کا بیاں اور ذکر مے کرتا
چلا جاتا تھا مکے کی طرف راہوں کو طے کرتا
شتر بھی تھک گئے تھے راہزن اسوار تھے جن پر
برائے زاد رہ ستو کے بورے بار تھے ان پر
تعاقب ہو رہا تھا اب ابوسفیان گھبرایا
مسلمانوں کا خطرہ موت بن کر قلب پر چھایا
سبک ہونے کو بورے ستوؤں کے جا بجا پھینکے
بھگوڑوں نے یہ سارے بوجھ انٹوں سے اٹھا پھینکے

بچا کر جان لے جانا ہی مشکل تھا نگاہوں میں
یہ ستو بھاگتے میں پھینکتے جاتے تھے راہوں میں
اٹھا لیتے تھے آ کر کملی والے کے رفیق ان کو
رہی یاد ایک عرصے تک یہ افتاد سویق ان کو
بڑی جانکاہیوں، مکاریوں اور کوشش و کد سے
یہ رہزن بچ ہی نکلے غازیان دین کی زد سے
تعاقب چھوڑ کر غازی پلٹ آئے مدینے کو
یہودی خطرہ تھا درپیش ملت کے سفینے کو

مبادیاتِ غزوۂ احد

گروہ کفر جب سے بھاگ کر مکے میں آیا تھا
اسی دن سے یہ دستور العمل اس نے بنایا تھا
کہ تیاری کرے ہر فرد جنگ انتقامی کی
پذیرائی نہیں ہوگی کسی عذر اور خامی کی
قبائل کو قریشی شاعروں نے جا کے بھڑکایا
کہا یہ مسئلہ ہے دین آبائی کی عزت کا
پرانے مسلک لاتی و عزائی کی عزت کا
نئے مذہب کا بانی دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا
اکیلا ہے مگر اتنے خداؤں سے نہیں ڈرتا
نہ ان کو پوجتا ہے وہ نہ ان کو مانتا ہے وہ
ہماری اس پرستش کو برائی جانتا ہے وہ
وہ کہتا ہے کہ تم اپنے خداوندوں سے منہ موڑو
یہ پتھر کی ہیں تصویریں انہیں چھوڑو انہیں توڑو
اکیلے اک خدا کو پوجنا ہم کو سکھاتا ہے
نہ جسم اس کا بتاتا ہے نہ شکل اس کی دکھاتا ہے
اسے وہ حی اور قیوم اور رحمن کہتا ہے
ہمارے تین سو اور ساٹھ کو بے جان کہتا ہے
وہ کہتا ہے کہ سب چھوٹے بڑے انساں برابر ہیں

گدا و شاہ کم حیثیت و ذی شاں برابر ہیں
وہ محفل میں بٹھاتا ہے رذیلوں کو حقیروں کو
امیروں کے مقابل کر دیا اس نے فقیروں کو
بڑا حامی بنا ہے وہ یتیموں اور غلاموں کا
مخالف ہے ہمارے فائدے کے انتظاموں کا
ہمارا عورتوں سے عشق بھی ہے ناگوار اس کو
نظر آتی ہیں گویا عورتیں پرہیزگار اس کو
ہمیں کہتا ہے تم ان عورتوں کا حق بھی پہچانو
انہیں اپنی طرح سمجھو انہیں اپنی طرح جانو
وہ کہتا ہے کہ ہر اک زندہ رکھے اپنی بیٹی کو
گوارا کس طرح کر لیں بھلا اشراف بیٹی کو
مٹانا چاہتا ہے وہ روایات قدیمہ کو
بھلانا چاہتا ہے وہ روایات قدیمہ کو
نہ جانے کون سا جادو ہے ان بیکار باتوں میں
الٹ جاتا ہے دل انسان کا دو چار باتوں میں
ہمارے سربراہوں نے اسے اس کام سے روکا
پھر اس کے ماننے والوں کوبھی اسلام سے روکا
انہیں تو انتہائی سرزنش بھی ہم نے کر چھوڑی
نہ اپنی ہٹ مسلماں بیوقوفوں نے مگر چھوڑی
چڑھاتے بھینٹ ہم ان کو ہبل اور لات کے آگے
ہمارے سخت پنجے سے مگر بچ کر نکل بھاگے

انہیں اب اہل یثرب نے بصد اکرام رکھا ہے
بدل کر نام یثرب کا مدینہ نام رکھا ہے
قبیلے اوس و خزرج کے مسلماں ہوتے جاتے ہیں
خداوندوں کے گھر یثرب میں ویراں ہوتے جاتے ہیں
محمد کے خدا کا دین ہر سو بڑھتا جاتا ہے
یہ قطرہ موج دریا بن رہا ہے چڑھتا جاتا ہے
قریش ان کو سزا دینے گئے تھے آپ خود چڑھ کر
محمد نے نہ جانے پھونک مارا ان پہ کیا پڑھ کر
بہتر پہلواں جو قوم کے سردار تھے سارے
مسلمانوں نے آکر بدر کے میدان میں مارے
ہبل اور لات و عزی نے ہمیں شاید سزا دی ہے
کہ ہم نے مدتوں سے بندگی ان کی گھٹا دی ہے
خداؤں دیوتاؤں کو خفا یوں کر لیا ہم نے
کہ ان کے دشمنوں کو زندہ کیوں رہنے دیا ہم نے
خدا سب روٹھے بیٹھے ہیں منانے کی ضرورت ہے
کوئی تازہ لہو ان کو پلانے کی ضرورت ہے
زمیں پر جب تلک زندہ ہیں دشمن دیوتاؤں کے
رہیں گے ہم ہدف زیر فلک ساری بلاؤں کے
اٹھو اے لات و عزی و ہبل کے پوجنے والو
محمد اور اس کے ساتھیوں کو ذبح کر ڈالو
کرو شیرازہ بندی قوم کے اوراق برہم کی

مسلمانوں کی قوت ہے عرب کے واسطے دھمکی
ہے تاریخ عرب پہ یہ نئے مضمون کا دھبا
ڈھلے گا اب تو مسلم خون ہی سے خون کا دھبا
ہمیں پیش نظر جب گو شمالی ہو حریفوں کی
مدد کرتے رہے ہو تم ہمیشہ ہم ردیفوں کی
ہمیشہ سے ہمارا اور تمہارا بھائی چارہ ہے
کہ جو دشمن ہمارا ہے وہی دشمن تمہارا ہے
ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کرنا چاہیئے اب بھی
عزیز و پاس نام و ننگ کرنا چاہیئے اب بھی
ارادہ کر چکے ہیں اہل مکہ ضرب کاری کا
کرو امداد یارو ہاں یہی ہے وقت یاری کا
مسلح ہو کے مکے سے جو اٹھے لشکر جنگی
تو یثرب کی زمیں پر آسماں کرنے لگے تنگی
رہو تیار ہو کر کیل کانٹے سے جواں مردو
بلائیں جب تمہیں جنگ آوروں سے دشت کو بھر دو

مکے میں فوج کا اجتماع

قریشی شاعروں نے اس طرح جب آگ بھڑکائی
بھڑک اٹھے قبائل کے خیالات من و مانی
مہیا ہو چکا مکے میں جب سامان لڑنے کا
ابوسفیاں نے چپکے سے کیا اعلان لڑنے کا
خبر دے دی گئی باہر کے امدادی قبائل کو
کہ آئیں جلد لے کر اپنے جلادی وسائل کو
تہامہ سے کنانہ کے قبائل متحد ہو کر
چلے آئے مدد کے واسطے عقل و خرد کھو کر
ہوا اجماع باطل وادی بطحا کے سینے پر
اٹھا غارت گری کے واسطے مکہ مدینے پر
ہزاروں لڑنے والے آج اس لشکر میں شامل تھے
شجاع و جنگجو تھے آزمودہ کار و کامل تھے
تکبر تھا سروں میں اور زبانوں پر ہمیں ہم تھا
ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار اعظم تھا
بہادر خالد و عمر و ابن عاص اس وقت نائب تھے
ابھی تک جوہر ایماں سر وسینہ سے غائب تھے
یہ لشکر مشتمل تھا ایسے ایسے قہر مانوں پر
جو فوجوں کے مقابل بار ہا کھیلے تھے جانوں پر

انہیں مرغوب تھی غارت گری پیشہ تھا قزاقی
نہاد آدمیت کا کوئی جوہر نہ تھا باقی
مرتب ہو چکی جب ہر طرح سے فوج باطل کی
بڑھی حق کی طرف یلغار کر کے موج باطل کی
سپاہی بھی چلے سردار بھی سردار زادے بھی
شتر سوار بھی اور گھڑ چڑھے بھی اور پیادے بھی
دہل کا شور سن سن کر ہوا فریاد کرتی تھی
زمیں سہمی ہوئی اپنے خدا کو یاد کرتی تھی
وہ خونی شیر چیتے بھی جو صحراؤں میں رہتے تھے
یہ آندھی دیکھ کر العظمۃ للہ کہتے تھے

قریشی عورتیں

قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
چلی جاتی تھیں ان کے آتشیں جذبات بھڑکاتی
غلاموں اور جلادوں کو دم اور دام دے دے کر
فریب وعدہ آزادی و انعام دے دے کر
بڑھاوے دے کے بدکاروں کو مال و گنج دینے کے
یہ حربے لے کے آئی تھیں نبی کو رنج دینے کے
یہ ساری ڈائنیں پرچھائیاں تھیں فطرت بد کی
بہت مشتاق تھیں یہ قتل اصحاب محمد کی
بلائیں جمع ہو کر طیش میں آ آ کے نکلی تھیں
بشر کا خون پینے کی قسم کھا کھا کے نکلی تھیں

آنحضرت کی اطلاع یابی

بچا کر آنکھ ماہ و مہر کی مخبر نگاہوں سے
بڑھی آتی تھی قرشی فوج غیر آباد راہوں سے
ابوسفیان کو ان راستوں سے واقفیت تھی
مدینے پر اچانک حملہ کر دینے کی نیت تھی
مگر باطل تھی یہ کوشش سپہ سالار باطل کی
نبی پر ہو گئی افشا خبر یلغار باطل کی
نبی کے پاس آیا حضرت عباس کا قاصد
کہ آتا ہے گروہ مشرکاں بانیت فاسد
نبی نے انس و مونس دو جواں مامور فرمائے
جو مانند ہوا افواج قرشی کی خبر لائے
گزارش کی کہ حملہ آوروں کا اک بڑا لشکر
چلا آتا ہے آندھی کی طرح ارض مقدس پر
اتالا ان کا قرب شہر میں ہے بند ہیں راہیں
اجاڑیں ان کے گھوڑوں نے مدینے کی چراگاہیں

شہر کی حفاظت کے ضروری سامان

نبی نے سن کے امر واجب الاذعان فرمایا
مدینے کی حفاظت کے لیے سامان فرمایا
معین کر دیے دروازہ ہائے شہر پر غازی
کہ تھا غارت گروں سے خطرہ شبخون اندازی
یہودی دشمنی کا رنگ بھی اب ہو گیا گہرا
در مسجد پہ قائم کر لیا اصحاب نے پہرا
اچانک آ لیا تھا شہر کو افواج شیطاں نے
گزاری جاگ کر یہ رات ہر فرد مسلماں نے
مقرر کر دیا ہادی نے اک گوینده تازه
کہ ہو اچھی طرح جمعیت باطل کا اندازہ
خبر آئی کہ جمعیت ہے بیش از سہ ہزار ان کی
کمک بھی آنے والی ہے بوقت کار زار ان کی
رسالے بھی ہیں ان کے پاس نیزے بھی ہیں کوڑے بھی
سوار ان کے ہیں آہن پوش آہن پوش گھوڑے بھی
شتر اسوار کثرت سے ہیں کچھ لشکر پیادہ ہے
زرہ پوشوں کی گنتی سات سو ہے یا زیادہ ہے
یہ سن کر مطلقاً اسلام کا ہادی نہ گھبرایا
زباں سے حسبنا اللہ کہہ کے یوں حضرت نے فرمایا

مسلماں کو فقط اللہ کی امداد کافی ہے
اسی کا نام کافی ہے اسی کی یاد کافی ہے
جو بندوں کو ودیعت یہ امانت کرنے والا ہے
قوت دینے والا ہے اعانت کرنے والا ہے

مسجد نبوی میں مجلس شوریٰ

ابھی کچھ رات باقی تھی ابھی پہرا تھا ظلمت کا
ہوا اعلان بہر مشورت اجماع امت کا
اکٹھے ہو گئے آ کر مسلماں صحن مسجد میں
سمٹ آئی ضیائے صبح رخشاں صحن مسجد میں
پرانے اور نئے جتنے بھی تھے اللہ کے پیارے
بڑے چھوٹے معمر اور جواں جھٹ آ گئے سارے
کیا امت نے جب اجماع کامل بزم شوریٰ میں
ہوا ابن ابی بھی آ کے شامل بزم شوریٰ میں
منافق تھا رسول اللہ کا در پردہ دشمن تھا
یہ دشمن دامن رحمت کا ایک پروردہ دشمن تھا
بظاہر یہ منافق دین کا اقرار کرتا تھا
بباطن جان ملت پر ہزاروں وار کرتا تھا
مدینے میں بہت سے اور بھی اس کے موافق تھے
کہ ظاہر میں مسلماں اور باطن میں منافق تھے
تمنا ان کی یہ تھی مسلموں میں تفرقے ڈالیں
ہویدا تھے نبی پر ان کے سب حالات سب چالیں
یہ سب ایماں کا اقرار زبانی کرتے رہتے تھے
رسول اللہ سب کچھ جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے

غرض ابن ابی اب مشورت میں ہو گیا شامل
اگرچہ قلب اس کا فتنہ انگیزی پہ تھا عامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ

نماز صبح پڑھ کر آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے ایمان والو امتحاں کا وقت سخت آیا
قریش اس مرتبہ آئے ہیں پورے سازو ساماں سے
کہ آزادی تمہاری چھین لیں شمشیر و پیکاں سے
مجھے یہ جنگ ایسا حادثہ معلوم ہوتا ہے
جو ہر امت کو بہر امتحاں مقسوم ہوتا ہے
کشاکش ہائے مرگ و زیست کا ہے اک کٹھن رستہ
جہاں چلنا ہے سب کو دست بستہ اور پابستہ
نبی کو اس میں خود ہے احتمال صدمہ ذاتی
دکھایا جا چکا ہے مجھ کو حال صدمہ ذاتی
بغیر اس کے رہ تہذیب ملت طے نہیں ہوتی
کہ بڑھ کر جوہر ذاتی سے کوئی شے نہیں ہوتی
یہ رستہ ہے مرے اصحاب اکبر کی شہادت کا
کوئی وعدہ نہیں اس مرحلے میں خرق عادت کا
اگر امت نے احکام نبی سے کی نہ سرتابی
نہ بشریت نے پیدا کر دیا گر خوف اعصابی
پڑھا ہے نظم وحدت کا جو مضمون ادق تم نے
بھلا ڈالا نہ گر ہنگام سختی یہ سبق تم نے
اگر تم اس رہ دشوار میں ثابت قدم نکلے

ثبات و صبر کے اظہار میں ثابت قدم نکلے
حدیں قائم رکھیں تم نے اگر طاعت گزاری کی
تو دیتاہوں بشارت میں تمہیں تائید باری کی
تمہیں اس وقت چاروں سمت سے اعدا نے گھیرا ہے
یہاں دشمن کا گھر ہے اس طرف لشکر کا ڈیرا ہے
مدینے کی جو حالت ہے وہ تم پر آشکارا ہے
قریشی لشکر جرار احد پر خیمہ آرا ہے
بتاؤ ان کو روکیں چل کے باہر چند میلوں پر
کہ اس لشکر کو بڑھنے دیں مدینے کی فصیلوں پر
بظاہر بند ہو کر جنگ کرنے میں ہے آسانی
یکایک نرغہ کر سکتے نہیں بیداد کے بانی
مگر یہ منحصر ہے کثرت آرائے ملت پر
تدبر شرط ہے ہر دیدہ بینائے ملت پر
حق آزادی آرا ہے دیں کا سنگ بنیادی
تمہاری رائے جو بھی ہو بیاں کر دو بہ آزادی

بگوش ہوش یہ خطبہ سنا ایمان والوں نے
جھکا دیں گردنیں فرط ادب سے شان والوں نے
گزارش کیں کھڑے ہو ہو کے رائیں سب اکابر نے
کیا تجویز یہ ہر ایک ضابط اور صابر نے
کہ لڑنا قلعہ بندی کے طریقے سے مناسب ہے
دفاع دشمناں ضبط اور سلیقے سے مناسب ہے

عبداللہ بن ابی منافق کی رائے

کہا ابن ابی نے ہاں یہ دستور قدیمی ہے
ہے اس سے فائدہ مقصود اگرچہ چال دھیمی ہے
مدینے پر کیا کرتا تھا حملہ جب کوئی لشکر
تو ہر کر متحدہ سب شہر والے لڑنے مرنے پر
بٹھا دیتے تھے اپنی عورتیں ہر سمت ٹیلوں پر
مسلح اور جنگی مرد چڑھتے تھے فصیلوں پر
فراہم کر لیے جاتے تھے جھٹ انبار پتھر کے
بلندی سے ہوا کرتے تھے پہروں وار پتھر کے
فصیلوں سے ہوا کرتی تھی بارش تند تیروں کی
تو چلتی تھی نہ کوئی پیش ان شمشیر گیروں کی
ہمارے باپ دادا یوں بھگا دیتے تھے دشمن کو
عدم کا راستہ اکثر دکھا دیتے تھے دشمن کو
مسلمانوں کو لازم ہے کہ میرا مشورہ مانیں
مری شخصیت و اہلیت جنگی کو پہچانیں
بٹھا دیں عورتیں بچوں کو چاروں سمت ٹیلوں پر
مسلح ہو کے خود بھی بیٹھ جائیں ان فصیلوں پر
کریں دشمن پہ بند اس شہر کا ہر ایک دروازہ
تو میری رائے کا اس وقت ہو جائے گا اندازہ

مسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد

سنی صبر و سکوں سے رائے سب نے اس منافق کی
کہ نیت بد تھی لیکن اس نے تقریر موافق کی
غرض جتنے معمر لوگ اس شوریٰ میں شامل تھے
وہ تجویز نبرد قلعہ بندی ہی کے حامل تھے
مگر وہ نوجوان نوخیز جوشیلے جری مسلم
وہ سادہ دل نقوش پختہ کاری سے بری مسلم
وہ مخمور شجاعت بادۂ نورس کے متوالے
وہ تدبیروں سے ناواقف وہ بل والے وہ ست والے
وہ اٹھے دست بستہ عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمیں بخشی ہے جب سے آپ نے یہ نعمت ایماں
تمنا ہے کہ نعمت کا بدل کچھ تو ادا کر دیں
نہیں کچھ اور کر سکتے یہ جانیں ہی فدا کر دیں
نہیں ہے دل رضا مند اس نبرد قلعہ بندی پر
کہ حرف آئے گا اس سے بدر کی فیروز مندی پر
ہماری تربیت گہ ہے مدینے کی یہی وادی
غلاموں کو یہیں بخشا گیا ہے حق آزادی
اسی وادی کے اندر کھیت ہیں مسلم کسانوں کے
ہواؤں نے سنے ہیں اس جگہ نغمے اذانوں کے

اگر ہم اس طرح مجبور ہو کر بیٹھ جائیں گے
فصیل شہر میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے
تو سمجھیں گے عرب والے اسے جبن اور کمزوری
پھر آئے دن دکھائیں گے شرارت اور سر شوری
اگر باہر نکل کر ہم نے دکھلائی نہ پامردی
تو سمجھی جائے گی اس میں مسلمانوں کی نامردی
قریش آئے ہیں بے شک ہر طرح تیاریاں کر کے
شکست بدر کو افتاد ہنگامی گماں کر کے
صف آرا ہونگے ان کے سامنے ہم دو بدو ہو کر
کہ جیسے بدر کے غازی لڑے تھے رو برو ہو کر
یہ سچ ہے واقعی تعداد بھی ان کی زیادہ ہے
مگر ان سے لڑیں گے ہم یہی پکا ارادہ ہے
مقابل ہو کے روکیں گے ہم ان کے وار سینے پر
انہیں بڑھنے نہ دیں گے اپنے جیتے جی مدینے پر
نہتے بے سر و ساماں سہی ایمان والے ہیں
غلامان نبی فضل خدا سے آن والے ہیں
زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائیں گے پھرکیا ہے
نبی کے دامن رحمت میں سو جائیں گے پھر کیا ہے
رہ حق میں یہی تومنزل مقصود ہے اپنی
شہادت پا گئے تو عاقبت محمود ہے اپنی
تمنا ہے کہ اڑ کر جا پڑے دل تیر قاتل پر

نظر روئے نبی پر ہو گلا شمشیر قاتل پر
یہ سرکٹ کر سوئے پائے محمد لوٹتا جائے
اسی کو موت کہتے ہیں تو ایسی موت آ جائے
رہیں گے ہم میں جو زندہ و غازی بن کے آئیں گے
کہ شمشیروں کے سائے میں نمازی بن کے آئیں گے
یہ جینا بھی سعادت کا' یہ مرنا بھی سعادت کا
ادھر رتبہ غزا کا ہے' ادھر رتبہ شہادت کا
رہے ہم بدر میں محروم تحصیل سعادت سے
جہاد فی سبیل اللہ سے تاج شہادت سے
ندامت کے لیے وہ ایک محرومی ہی کافی ہے
فصیلوں میں چھپیں اب بھی' یہ غیرت کے منافی ہے

جوش وتحمل

نہایت جوش سے کیں ان صحابہ نے یہ تقریریں
زبانوں سے بیاں کر دیں کتاب دل کی تفسیریں
جو بہر جنگ میدانی بصد اصرار کوشاں تھے
خدا سے لو لگانے پر کبھی کوڑے نہ کھائے تھے
ابھی تک سختیاں جھیلی نہ تھیں ایمان لانے کی
ابھی تک بازیاں کھیلی نہ تھیں سر دھڑ لگانے کی
رہے تھے گھر میں یا مسجد میں یا پھر کھیت کے اوپر
نہ لیٹے تھے کبھی یہ تپتی تپتی ریت کے اوپر
نہ تھا معلوم دل پر جبر کرنا کس کو کہتے ہیں
سر ہنگام سختی صبر کرنا کس کو کہتے ہیں
نہیں دیکھا تھا کیا ہنگام سختی پیش آتا ہے
بچے جاں خواستن کس طرح ہر بدکیش آتا ہے
قتال کار زار بدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سنا تھا نام شرح صدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
جری تھے شیر تھے طبعاً دلاور تھے جیالے تھے
یہی اک روز دنیا بھر کے فاتح بننے والے تھے
مگر گر گر کے اٹھنے پر مدار پہلوانی ہے
انہی ناکامیوں پر انحصار کامرانی ہے

کہ بچے بطن مادر سے جواں پیدا نہیں ہوتے
بنائے جاتے ہیں سب پہلواں پیدا نہیں ہوتے
بلندی پر پہنچنے کے لیے حاجت ہے زینے کی
سمندر پار کرنے کو ضرورت ہے سفینے کی
کتابی درس ہی سے شہسواری آ نہیں سکتی
اصول آئیں تو آئیں پختہ کاری آ نہیں سکتی

پیغمبر کا فیصلہ

نبی کے سامنے تکمیل استعداد امت تھی
یہ کاہش از برائے وحدت افراد امت تھی
سنیں حضرت نے مسلم نوجوانوں کی یہ تقریریں
جو بہر جنگ گھر سے باندھ کر آئے تھے شمشیریں
جوانی میں تھا ذوق و شوق کا انداز بھی شامل
نیاز و عاجزی میں تھے ادائے ناز بھی شامل
اگرچہ آپ کو یہ ناز یکسر نا پسند آیا
محبت سے مگر قرآن ناطق نے یہ فرمایا
کہ راضی ہو اگر تم سخت گھائی سے گزرنے کو
کمر بندی کرو باہر نکل کر جنگ کرنے کو
خدا کے ہاتھ میں ہے سلسلہ فتح و ہزیمت کا
دعامانگو کہ استقلال ساتھی ہو عزیمت کا
اگر صبر اور استقلال کو محفوظ رکھو گے
خدا کے اور نبی کے حکم کو ملحوظ رکھو گے
بجائے خود یہی فتح و ظفر کی اک نشانی ہے
کہ حق پر استقامت ہی کلید کامرانی ہے
یہ سن کر ہو گئے مسرور سب پتلے شجاعت کے
تھے اصغر اور اکبر سب کے سب بندے اطاعت کے

نبی نے اب شعار راتی پر خطبہ فرمایا
نماز جمعہ کا وقت آ گیا تھا جمعہ پڑھوایا

رحمۃ للعالمین لباس جہاد میں

نماز جمعہ پڑھ کر ہو گیا اعلان تیاری
ہوا ضوریز حجرے میں حبیب حضرت باری
نبوت کا جلالی رنگ چہرے سے ہویدا تھا
کہ جس کی ضو سے ذرے ذرے میں خورشید پیدا تھا
وفا و عشق کے رشتے سے دونوں دست و پابستہ
ابوبکر و عمر تھے دم قدم کے ساتھ وابستہ
رفیقان نبی کے قلب اس جلوے سے تھرائے
مبہم غیر معمولی کے یہ نقشے نظر آئے
کوئی سخت اور نازک مرحلہ پیش آنے والا تھا
کہ پیغمبر نے ساماں جنگ کرنے کو نکالا تھا
لباس جنگ پہنا آج سردار دو عالم نے
خدا کی فوج اول کے سپہ سالار اعظم نے
شرف بخشا زرہ کو چشم ہستی کے اجالے نے
سر اقدس پہ رکھا خود کالی کملی والے نے
کمر چمڑے کی پیٹی سے کسی تلوار لٹکائی
بھرا تیروں سے ترکش بھی کماں بھی دوش پر آئی
کیا حیران صدیق و عمر کو اس نظارے نے
لیا نیزہ بھی دست پاک میں اللہ کے پیارے نے

ابوبکر و عمر کے ہاتھ سے با صد ادب کوشی
مکمل ہو گئی محبوب حق کی اسلحہ پوشی

جوشیلے مجاہد کا احساس ندامت

ادھر مسجد میں مردان مجاہد سر بکف ہو کر
کھڑے تھے انتظار مصطفی میں صف بصف ہو کر
ہوئے حضرت برآمد حجرہ خلوت سے جلوت میں
ضیائے نور پھیلی نور کی جلوت سے جلوت میں
نبی کو آج امت نے لباس جنگ میں دیکھا
جمال مصطفی کو اس نرالے رنگ میں دیکھا
زرۂ مغفر کمان و تیر و شمشیر و تبر بھالا
مجسم نور جس کے گرد تھا اک نور کا ہالا
ہویدا تھا جمال سرمدی سرکار عالی سے
دل مردان عالم کانپ اٹھے شان جلالی سے
ہوئی اب ان جوانان مجاہد کو پشیمانی
صلاح قلعہ بندی جن کی غیرت نے نہ تھی مانی
ہمارے واسطے مقصود عالم سختیاں جھیلے
غلاموں کی مشقت آپ آقا ذات پر لے لے
زرہ پہنی ہمارے واسطے بھالا سنبھالا ہے
تو ظاہر ہے کہ بھاری واقعہ پیش آنے والا ہے
مودب ہو کے ازراہ ندامت عرض گزرانی
ہمارے باپ ماں قربان اے محبوب یزدانی

نہ جانے اختلاف رائے عالی کیوں ہوا ہم سے
نہیں پوشیدہ حال دل ہمارا دل کے محرم سے
نبرد قلعہ بندی ہو کہ میدانی لڑائی ہو
اسی صورت سے طے فرمایئے جس میں بھلائی ہو
حقیقت میں ہماری رائے کیا ہے اور ہم کیا ہیں
اسی سرکار اسی دربار ہی کے نام لیوا ہیں!
کیا خورشید ذروں کو یہ سب احسان ہادی ہے
جگہ دامن پہ دے کر آپ نے عزت بڑھا دی ہے
رسول اللہ پر ظاہر ہے جو ہم سے ہے پوشیدہ
وہی فرمایئے جو بہر ملت ہو پسندیدہ
پسندیدہ نبرد قلعہ بندی ہی کی صورت ہے
لباس جنگ اتاریں آپ کیا اس کی ضرورت ہے

پیغمبر کا جواب

صحابہ پر جو طاری جوش رقت کا اثر پایا
تبسم زیر لب فرما کے ہادی نے یہ فرمایا
کہ اے ایمان والو فکر متدی نامناسب ہے
چلو میدان میں اب قلعہ بندی نامناسب ہے
خدا اس جذبہ اخلاص کی تحسین کرتا ہے
نبی پھر تم کو استقلال کی تلقین کرتا ہے
نظارا فتح کا پیش نظر ہو یا ہزیمت کا
نہیں واجب نبی کو فسخ کر دینا عزیمت کا
سرمیداں نہ جب تک تیغ کوئی فیصلہ کر دے
خدا جب تک نہ از خود حق کو باطل سے جدا کر دے
پیمبر کے لیے فسخ عزیمت کی مناہی ہے
یہ ارشاد الٰہی ہے یہ ارشاد الٰہی ہے
خیال بغض و کینہ دور کر دو اپنے سینے سے
رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو مدینے سے
ادائے فرض ہے مطلوب مرنا ہو کہ جینا ہو
مجاہد کو ہیں سب مرغوب مرنا ہو کہ جینا ہو

مجاہدین کا مدینے سے خروج جانب احد

یہ کہہ کر امر فرمایا پیمبر نے سواری کا
در مسجد پہ حاضر تھا فرس محبوب باری کا
در مسجد سے نکلے شہسواری کے لیے سرور
مہ و خورشید گھوڑے کی رکابیں بن گئے آ کر
کیا خورشید عرفاں نے منور خانہ زیں کو
فرس بھی وجد میں آیا اٹھا کر سرور دیں کو
مہ شوال تھا اور چودھواں دن تھا مہینے کا
کہ نکلا چاند تاروں کی طرح لشکر مدینے کا
سواری صورت ابر بہاری شہر سے نکلی
جلو میں امت محبوب باری شہر سے نکلی
نقیبان رسالت آگے آگے پا پیادہ تھے
کہ یہ سعدین دیں ابن معاذ ابن عبادہ تھے
یہ دونوں پیکر سادہ تھے خدمت اور بسالت کے
روسا اوس و خزرج کے مگر چا کر رسالت کے
نبی کے پیچھے پیچھے دائیں بائیں سب مجاہد تھے
یہی میداں میں غازی تھے یہی مسجد میں زاہد تھے

لشکر اسلام میں منافقین کی شمولیت

چلا ابن ابی اپنے موافق ساتھ میں لے کر
رہ حق میں اک انبوہ منافق ساتھ میں لے کر
ہزار انسان گنتی کے عدو تھے آج لشکر میں
سواران زرہ پوش ایک صد تھے آج لشکر میں
موافق بھی جلو میں تھے نبی کے ناموافق بھی
تھے اس تعداد میں شامل مدینے کے منافق بھی
ذرا سی دیر میں وہ مرحلہ بھی آنے والا تھا
کہ گوہر اور خزف کا امتحاں ہو جانے والا تھا

وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا

صف آرا کر کے لشکر کو لیا جب جائزہ سب کا
کیا ایماں کی آنکھوں نے نظارہ قدرت رب کا
نہ ڈالا شان رحمت نے یہ بار قرض بچوں پر
جہاد فی سبیل اللہ نہیں تھا فرض بچوں پر
بڑے ہو کر جنہیں کھینا تھا ملت کے سفینے کو
وہ سب کم سن دلاور کر دیئے واپس مدینے کو
مگر ان شیر بچوں میں انہی کا ایک ہم سن تھا
جہاد اس پر نہ تھا واجب کہ وہ اس وقت کم سن تھا
برائے جائزہ باندھیں صفیں اہل سعادت نے
اسے بھی کر دیا لا کر کھڑا شوق شہادت نے
بڑوں کے ساتھ شانوں کو ملا کر پہلواں بن کر
ہوا یہ اس طرح استادہ انگوٹھوں کے بل تن کر
شہادت کی طلب میں مل گئی دل کی مراد اس کو
نبی نے مسکرا کر دے دیا اذن جہاد اس کو
تھی اس کو سر فروشی ہی میں امیدیں منافع کی
یہ جرات کام آئی چل گئی ترکیب رافع کی
اسی کا ایک ہم سن دیکھتا تھا اس طریقے کو
نہ لا سکتا تھا لیکن کام میں اب اس سلیقے کو
نبی نے جائزے کے وقت اسے کم عمر پایا تھا

تو حکم واپسی رافع سے پہلے ہی سنایا تھا
یہ اپنے باپ کو لے کر رسالت کے حضور آیا
مروت کے حضور آیا شفاعت کے حضور آیا
گزارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
کیا ہے آپ نے رافع پہ احساں یارسول اللہ
اسے دے دی اجازت دشمنوں سے جنگ کرنے کی
شہادت سے رخ امید کو گلرنگ کرنے کی
رکھا جاتا ہوں میں محروم کیوں ایسی سعادت سے
جہاد فی سبیل اللہ سے تاج شہادت سے
میں کشتی میں سر میداں گرا لیتا ہوں رافع کو
میں اپنے زور بازو سے اٹھا لیتا ہوں رافع کو
ملا ہے اس کو اذن جنگ تو مجھ کو بھی مل جائے
مرے پژمردہ دل کا غنچۂ امید کھل جائے
رسول اللہ نے دیکھے ذوق و شوق ان شیرزادوں کے
کہ عمریں خام تھیں لیکن یہ پکے تھے ارادوں کے
یہ درگاہ خدا میں پیشکش لائے تھے جانوں کو
اجازت آپ نے کشتی کی دے دی ان جوانوں کو
گرایا واقعی کشتی میں جب رافع کو سمرہ نے
کیا منظور اسے بھی ساتھ لے چلنا رسالت نے
تعالیٰ اللہ یہ ذوق اور جذبہ نوجوانوں کا
تو کیوں راضی نہ ہوتا ان سے مالک دو جہانوں کا

مجاہدین اسلام کا قیام شب

زمیں پر جب شہادت کی یہ بے تابی نظر آئی
فلک کا دل بھر آیا اور شفق کی آنکھ بھر آئی
نظارا کر رہا تھا مہر اب تک سرنگوں ہو کر
گرا اب شام کے دامن پہ موج اشک خوں ہو کر
ہوادن منزل شیخین پر مہمان شب آخر
ہوئے روشن چراغان تہ داماں شب آخر
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشید تاباں کو
دلوں کی روشنی کافی تھی لیکن اہل ایماں کو
سکوت شام ٹوٹا نغمہ لحن بلالی سے
فضائیں بس گئیں صوت جمالی و جلالی سے
جھکائے سر خدا کی بارگہہ میں شان والوں نے
پڑھی میداں میں مغرب کی نماز ایمان والوں نے
احد کے دامنوں میں فوج باطل تھی خیام آرا
ہوا شیخین میں اللہ کا لشکر قیام آرا
عشا کے وقت پھر لحن بلالی سے آذاں گونجی
خدا کے نام کی نوبت بزیر آسماں گونجی
عشاء پڑھ کر جمائے نوریوں نے خاک پر بستر
کہ تھا زیر نگاہ صاحب لولاک پر بستر

طلایے پر جوانان مجاہد ہو گئے قائم
ہر جانب نگہباں اور شاہد ہو گئے قائم
نظر میں تاکہ رکھیں رات بھر شبخواں کے ہلے کو
یہ ساماں کر کے پیغمبر نے زینت دی مصلے کو

راس المنافقین اور اس کے ساتھی

ستارے شب کو زیر دامن بدرالدجی اترے
مگر اہل نفاق ایمان والوں سے جدا اترے
رہے ابن ابی اور اس کے ساتھی اک کنارے پر
کہ چلتے تھے منافق اس منافق کے اشارے پر
فلک بھی دیکھتا تھا چشم حیرت سے یہ نیرنگی
کہ وقت امتحاں تھی طینت بدکس قدر ننگی
ستارے جھلملائے ہلکی ہلکی روشنی پھیلی
نظر دو چادریں آئیں کہ اک اجلی تھی اک میلی
جو اجلی تھی اسی کا بزم ہستی میں اجالا ہے
جو میلی تھی اسی کا آج منہ دنیا میں کالا ہے

کفار کی چھاؤنی

ستاروں نے اگرچہ نور ہر جانب بکھیرا تھا
احد کے دوسرے رخ پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں تاریکیوں نے آج جھنڈے گاڑ رکھے تھے
بلاؤں نے شکاروں کے لیے منہ پھاڑ رکھے تھے
بدی چھائی ہوئی تھی خیمہ و خرگاہ بن بن کر
بدی کے سائے میں بیٹھے تھے سب بد راہ تن تن کر
سیہ کاری نمایاں تھی سیہ بختوں کے ڈیرے میں
کہ روشن داغہائے معصیت تھے اس اندھیرے میں
سرور و عیش کی دف بج رہی تھی خیمے خیمے میں
برائی اسلحہ سے سج رہی تھی خیمے خیمے میں
ابوسفیاں کی عشرت گاہ میں سردار تھے سارے
شرابیں پی رہے تھے مست تھے سر شار تھے سارے
سرود و رقص بھی اور شغل مے بھی ہوتا جاتا تھا
اسی میں مسئلہ حملے کا طے بھی ہوتا جاتا تھا
بتائی جا رہی تھیں قتل و خونریزی کی تدبیریں
کمانیں چھٹ رہی تھیں بٹ رہی تھیں خاص شمشیریں
بدی پر مستعد تھے ہر طرح انسان کے دشمن
خدا کے مصطفیٰ کے دین کے ایمان کے دشمن

کفار کے جاسوس کا بیان

اسی عالم میں اک جاسوس بھی دوڑا ہوا آیا
مدینے سے خروج اہل ایماں کی خبر لایا
کہا کل اک ہزار افراد نکلے ہیں مدینے سے
نظر آتا ہے گویا ہو چکے ہیں سیر جینے سے
اسی تعداد میں ابن ابی والے بھی شامل ہیں
یہ سب باطن میں اپنے دین دیرینہ پہ عامل ہیں
دلوں کا حال ان لوگوں کی آنکھوں سے ہے آئینہ
کہ اسلامی جماعت سے یہ رکھتے ہیں بڑا کینہ
یہ توڑیں گے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ
بہر حال ان کا ہو جائیگا وقت جنگ اندازہ
کم از کم تین سو افراد ہیں اس قسم کے انساں
نہ پہنچے گا ہماری فوج کو ان سے کوئی نقصاں
یہ ہم سے آملیں گے آج یا منہ موڑ جائیں گے
بہر صورت مسلمانوں کا دامن چھوڑ جائیں گے
رہے اب ساتھ سو باقی سو وہ لڑنے کو آئیں گے
محمد ان کو وقت صبح زیر تیغ لائیں گے
وہی زرہیں جو روز بدر کی بھگدڑ میں چھوٹی تھیں
ہماری فوج نے پھینکی تھیں ان لوگوں نے لوٹی تھیں

وہی چھینی ہوئی مقتول سرداروں کی تلواریں
کہ جن کے پھپلے ٹوٹے ہوئے ہیں کند ہیں دھاریں
یہی تھوڑے بہت ہتھیار ہیں بس کائنات ان کی
نظر آتی ہے گویا شاخ آہو پر برات ان کی
نمازی ہیں بہت مردان غازی ہیں بہت تھوڑے
سواری کے لیے لائی ہے ساری فوج دو گھوڑے
کسی کے پاس بھی پورا نہیں سامان لڑنے کا
تہیہ کر کے گھر سے آئے ہیں نادان لڑنے کا
ہماری فوج کی طاقت اگر یہ لوگ سن پاتے
فصیل شہر سے باہر نہ ہر گز یوں چلے آتے
بظاہر ایک دو فرسنگ چلنے سے تھکے ہارے
کھلے میدان میں شبخین پر شب باش ہیں سارے

ابوسفیان کی تدبیریں

ابوسفیاں نے یہ خبریں سُنیں پوری خموشی سے
ہوا سرور گریباں ہاتھ کھینچا بادہ نوشی سے
کہا دیکھو علی الاعلان یہ خبریں نہ دہراؤ
ابو عامر کو میرے پاس لاؤ' جاؤ' جلد آؤ
ذرا ٹھہرو' ابو عامر کو میرے پاس پہنچا کر
بہادر عکرمہ کو بھی مرا پیغام دو جا کر
پھرے شب بھر پچاس اسوار لے کر گرد لشکر کے
نہ گھسنے پائیں خیمہ گاہ میں افراد باہر کے
رہا کچھ دیر تک خاموش ابوسفیان پھر بولا
مخاطب ہو کے نائب افسروں سے یوں دہن کھولا
دلیران عرب! یہ مے کشی اب ملتوی کر دو
کہ وقت انتقام بدر آ پہنچا جوانمردو
مسلماں شہر میں محصور ہو کر جنگ اگر کرتے
تو کچھ مدت ہماری فوج کو زیر و زبر کرتے
فصیلوں سے تھی آساں تیر باری سنگ باری بھی
وہاں بیکار تھیں زرہیں بھی اپنی اور سواری بھی
اگرچہ شہر کی مد نظر ہے ہم کو پامالی
مگر حملے کا یہ اسلوب خطرے سے نہ تھا خالی

بہت خاصی بلندی پر ہے آبادی مدینے کی
جبھی تو آج تک قائم ہے آزادی مدینے کی
جو ہوتے کار بند اہل مدینہ قلعہ بندی پر
تو مشکل تھی ہماری پیش قدمی اس بلندی پر
چلو اچھا ہوا وہ خود نکل آئے فصیلوں سے
نہ ٹکرانا پڑے گا اب چٹانوں اور ٹیلوں سے
کھلے میداں میں ان کو گھیر لائی ہے قضا ان کی
میں دیکھوں گا مدد کرتا ہے کیا ان کا خدا ان کی
سویرے منہ اندھیرے اے مرے لشکر کے سردارو
کرو یکلخت دھاوا اور ان کو گھیر کر مارو
ہدایات مناسب جا کے دید و اپنے دستوں کو
نگہ میں تاکہ رکھیں رات بھر شبخوں کے رستوں کو
سحر ہوتے ہی جب قرنا پھنکے یلغار ہو جائے
زمین دشت کی چھاتی پہ مارا مار ہو جائے
سدھارو شب بخیر اب اور اک شخص آنے والا ہے
بہت ہی ایک نازک مسئلہ طے پانے والا ہے
ابوسفیاں نے پایا افسروں میں کچھ تامل سا
تو صورت ایک سازش کی بتا کر ان کا منہ جھلسا

ابو عامر راہب

مرا منہ تک رہے ہو یوں تعجب سے جو داناؤ
ابو عامر کو بلوایا ہے میں نے بس سمجھ جاؤ
بوقت جنگ اگر جا دو بیانی چل گئی اس کی
محمد سے وفا پھر دیکھنا رہتی ہے کس کس کی
یہ راہب ہے اگرچہ سخت غدار اور بدنیت
مگر اہل مدینہ کی ہے اک محبوب شخصیت
لباس راہبانہ میں یہ حکم ان پر چلاتا تھا
زمین و آسماں کے خوب قلابے ملاتا تھا
مگر آیا نئے مذہب کا جب پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں
نئے مذہب کا پیغمبر بھی جب اس شہر میں آیا
ابو عامر نے اپنی قوم کو بدلا ہوا پایا
یہ سمجھا اب فریب راہبیت چل نہیں سکتا
چراغ کذب وقت صبح صادق جل نہیں سکتا
پنپنے کا نہ اس نے کوئی بھی جب آسرا پایا
تو چپکے سے نکل کر جانب مکہ چلا آیا
تلا ہے اب وہ اپنی قوم کو برباد کرنے پر
ہے آمادہ ہماری ہر طرح امداد کرنے پر

میں اس سے کام لینا چاہتا ہوں جنگ سے پہلے
یہ ان لوگوں کو پھسلائے گا اپنے رنگ سے پہلے
ہے اب تک اوس و خزرج پر بڑا بھاری اثر اس کا
مجھے امید ہے افسوں ہو گا کار گر اس کا
وہ اس کو نیک طینت جانتے ہیں اک زمانے سے
یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی اس کے ورغلانے سے
اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
تو ہم برباد کر ڈالیں گے ان سب کو باآسانی
فنا کر دیں گے ہم پہلے تو اصحابِ محمد کو
دکھا دیں گے عدم کی راہ احبابِ محمد کو
ازاں بعد اہلِ یثرب کا بھی سارا زور توڑیں گے
نہ چھوڑیں گے ہم ان دہقانیوں کو بھی نہ چھوڑیں گے
محمد کو مگر زندہ پکڑنے کا ارادہ ہے
ہمارا قرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اتاریں گے
اسے زخمی کرینگے پھر اذیت دے کے ماریں گے
مرے شیرو سدھارو اب ابو عامر کو آنے دو
یہ نسخہ آزمانے دو، یہ نسخہ آزمانے دو

خفیہ سازش

اٹھے آخر یہ فتنہ محشر جگانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے راہب کے پلانے کو
ادھر نکلے سپہ سالار کے خیمے سے یہ افسر
ادھر اک راہب شیطان سیرت آ گیا اندر
یہ راہب تھا کہ تھا تاریکی ابلیس کا سایا
ابوسفیان استقبال کر کے جس کو لے آیا
لباس زہد میں اک پیکر تلبیس و مکاری
نہاں ہر ایک موئے ریش میں سودام عیاری
نحوست پر چھا گئی راہب کے آنے کی
سمٹ کر آ گئی گویا بدی سارے زمانے کی
تکلم با تکلم اور خاموشی بہ خاموشی
مسلسل زیرلب خندہ مسلسل ایک سرگوشی

زنان قریش کی تیاریاں

ابوعامر ہوا رخصت بہم طے پا گئی سازش
ابوسفیاں بھی نکلا اپنے خیمہ سے بصد نازش
قریب اس مرکزی خیمے کے اور اک تھا بڑا خیمہ
ابوسفیاں کی بیوی ہند کا راحت فزا خیمہ
زنان جنگ جو خیمہ کے اندر جمع تھیں ساری
اووار ناز کو منظور تھی حملے کی تیاری
فریب حسن نے ملبوس رنگا رنگ پہنے تھے
کہیں مانگیں سنواری تھیں کہیں زرکار گہنے تھے

حضرت حمزہ کو شہید کرڈالنے کی سازش

درخیمہ پہ تھا اک مرد وحشی نام تھا جس کا
کمال حربہ اندازی میں شہرہ عام تھا جس کا
غلام ابن مطعم تھا حبش کا رہنے والا تھا
بظاہر بھی یہ تیرہ بخت باطن میں بھی کالا تھا
غلاموں میں سمجھ کر حرص و دولت کا غلام اس کو
ہوا تھا گھر سے چلتے وقت تفویض ایک کام اس کو
یہ کام اس شیر کو مکرو دغا سے قتل کرنا تھا
یہ کام اس مرد میداں کے لہو میں ہاتھ بھرنا تھا
لرزتے تھے عرب کے کوہ و صحرا نام سے جس کے
ملی تھی پختگی اسلام کو اسلام سے جس کے
وہ حمزہ عم عالی مرتبت سردار عالم کے
سپہ سالار اول اس سپہ سالا اعظم کے
وہ حمزہ یعنی روح سرفروشی جان جانبازی
وہ حمزہ لشکر اسلام کا سب سے بڑا غازی
وہی حمزہ قریشی افسروں کو مارنے والا
کیا تھا بدر میں کفار کو جس نے تہ و بالا
وہی ضیغم شکار و شیر افگن غازی دوراں
اسی کو قتل کرنے کے یہاں در پیش تھے ساماں

کہا اب ہند بنت عتبہ نے وحشی کو بلوا کر
کہ ہم سب عورتیں آئی ہیں مکے سے قسم کھا کر
مسلمانوں سے مقتولوں کا بدلہ لے کے جائیں گی
ہم ان کا خون چاٹیں گی ہم ان کا گوشت کھائیں گی
کیا ہے قتل حمزہ نے میرے بھی سربراہوں کو
ملایا خاک میں عالی تباروں کج کلاہوں کو
میں اس کا دل جگر گردے مزے لے لے کے کھاؤں گی
لہو اس کا پیوں گی ہڈیاں اس کی چباؤں گی
ارے وحشی کسی ترکیب سے دھوکے سے حیلے سے
کہیں پوشیدہ ہو کر اپنے حربے کے وسیلے سے
کسی صورت سے ہو حمزہ کو جا کر قتل کر وحشی
دکھا دے اس کا لاشہ مجھ کو لا دے اس کا سر وحشی
میں تجھ سے کر چکی ہوں پہلے بھی انعام کا وعدہ
زر و گوہر کا وعدہ عزت و اکرام کا وعدہ
مرا یہ کام کر وحشیؔ میں تجھ کو شاد کر دوں گی
علاوہ اور باتوں کے تجھے آزاد کر دوں گی
یہ کہہ کر پیشگی بھی دے دیے کچھ سکہ ہائے زر
ہوئی حرص و ہوس غالب غلام پست ہمت پر
کہا بی بی تمہارا کام مہلک بھی ہے مشکل بھی
کہ حمزہ مرد میداں بھی ہے دور اندیش و عاقل بھی
اگر چھپتے چھپاتے پڑ گئی اس کی نظر مجھ پر

تو فورا آ پڑے گا وہ بشکل شیر نر مجھ پر
وہاں اظہار چابک دستی و کاریگری مشکل
وہاں وحشی کی سو جانیں بھی ہوں تو جانبری مشکل
خود اپنی موت سے لڑنا خرد سے دور ہے بی بی
مگر خیر آپ کی خاطر مجھے منظور ہے بی بی
میں حربہ لے کے اک ٹیلے کے پیچھے بیٹھ جاؤں گا
رہوں گا تاک میں اپنا مقدر آزماؤں گا
اگر موقع ملا تو قتل کر ڈالوں گا غازی کو
زمیں پر سرنگوں کردوں گا اللہ کے نمازی کو

لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات

غرض قول و قسم کے بعد وحشی بھی ہوا رخصت
ابوسفیاں نے ساری گفتگو سن لی بصد راحت
رہا خاموش ظاہر میں مگر مسرور تھا ظالم
طریق جنگ پر اپنے بہت مغرور تھا ظالم
مگر دل اس خوشی میں بھی رہین ناصبوری تھا
ابھی تیاریوں کا جائزہ لینا ضروری تھا
ابوسفیان لے کر ساتھ اپنے دو غلاموں کو
چلا اب تا کہ دیکھے اپنے جنگی انتظاموں کو
مرتب ہو رہے تھے کینہ کار اپنے طریقے سے
پیارے اپنے ڈھب سے شہسوار اپنے طریقے سے
کمانیں تیر نیزے گرز ڈھالیں اور شمشیریں
مہیا ہو چکی تھیں قتل انسانی کی تدبیریں
اندھیری رات تھی خلق خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروف تیاری
جدھر ڈالی نظر تیاریوں کا حشر برپا تھا
خموشی تھی مگر بیداریوں کا حشر برپا تھا
ستارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں روتے تھے
یہ میداں میں گڑھے کس کے لیے خس پوش ہوتے تھے؟

یہ کیسے مشورے ہوتے تھے ان قرشی رئیسوں میں
یہ کس کے واسطے پتھر بھرے جاتے تھے کیسوں میں؟
قریشی عورتیں خیمہ بہ خیمہ کیا سناتی تھیں
کوئی افسون پڑھتی تھیں کوئی جادو جگاتی تھیں
اندھیری رات نے آفات کا لشکر نکالا تھا
خدا معلوم ہنگام سحر کیا ہونے والا تھا

آشوبِ شب

اندھیری رات چھاپا مارتی ہے جب نگاہوں پر
اتر آتے ہیں فرزندانِ تاریکی گناہوں پر
زمیں بدبخت فرزندوں کا اک طومار جنتی ہے
یہ ناہموار ماں اولاد نا ہموار جنتی ہے
لہو روتی ہے مٹی اس خمیرِ بد صفاتی پر
کہ شب بھر لوٹتے ہیں سانپ بیچاری کی چھاتی پر
بشر ہیں بھیڑیئے ہیں سانپ بچھو ہیں کہ چیتے ہیں
سمجھ کر شیرِ مادر دوسروں کا خون پیتے ہیں
خدا کی بے ضرر مخلوق کو جینا نہیں ملتا
مگر کے ڈر سے پانی گھاٹ پر پینا نہیں ملتا
چرندے ڈھونڈتے پھرتے ہیں مامن سر چھپانے کو
کمیں گاہوں سے اٹھتے ہیں درندے پھاڑ کھانے کو
یہ کہتی ہیں دہاڑیں شیر کی ہاتھی کی چنگھاڑیں
ادھر آؤ تمہیں روندیں ادھر آؤ تمہیں پھاڑیں
سکوتِ شب میں رم کرتے ہیں آہو مرغزاروں سے
نکل آتے ہیں زہری اژدھے تاریک غاروں سے
پڑے ہیں باد رفتاروں کو اپنی جان کے لالے
تعاقب میں چلے آتے ہیں ظالم رینگنے والے

نہیں آتیں جو بھیڑیں گلہ بانوں کی پناہوں میں
سحر کو بڈیاں ان کی ملا کرتی ہیں راہوں میں
رخ آفاق پر جس دم سیاہی پھیل جاتی ہے
تباہی پھیل جاتی ہے تباہی پھیل جاتی ہے
بہت تاریک ہو جاتی ہے انسانوں کی آبادی
یہاں شب لے کے آتی ہے سیہ کاری کی آزادی
یہاں سودا ہے جسم و جاں کا روحوں کی خریداری
سربازار ہوتی ہے ہوس کی گرم بازاری
بدی چولا بدل کر غازہ مل کر کبر سے تن کر
تھرکتی ہے اندھیری رات میں پرچھائیاں بن کر
حسینہ ڈائنیں جن سے بلائیں بھی لرز جائیں
گنہ کی بیٹیاں ڈس لینے والے سانپ کی مائیں
سڑی مٹی سے اور بودار خوں سے ہے خمیر ان کا
اندھیری رات کے اجزا سے بنتا ہے ضمیر ان کا
بلائیں جب بھی اس معمورہ فانی میں آتی ہیں
اسی گندے لباس حسن انسانی میں آتی ہیں
عفونت ہی عفونت ان کے ارمانوں میں ہوتی ہے
بجائے خوں غلاظت ان کی شریانوں میں ہوتی ہے
بپا کر لے تہ دامان شب محفل چراغوں کی
یہ کرتی ہیں نمائش برص کے مکروہ داغوں کی
رفیقان گنہ ان کے عجب بے پیر ہوتے ہیں

بشر کی شکل ہوتی ہے مگر خنزیر ہوتے ہیں
یہی وہ سانپ ہیں جو زہر پھیلاتے ہیں دنیا میں
وبا بن جاتے ہیں طاعون بن جاتے ہیں دنیا میں
خدا سے ان کو کیا پردہ کہ شب ہے پردہ دار ان کی
ہوس ظلم آفریں ان کی ' نظر آدم شکار ان کی
بسا اوقات لعنت آدمی کا روپ بھرتی ہے
شیاطیں کے ادھورے کام کی تکمیل کرتی ہے
خدا کے بالمقابل لے کے دعوے خالقیت کے
جماتی ہے یہ مٹی دبدبے اپنی حکومت کے
یہ ایوانات شاہی میں ریاست بن کے جاتی ہے
وزارت کے قلمداں میں سیاست بن کے جاتی ہے
ریاست کا مرقع عیش کی مکروہ تصویریں
سیاست کے لوازم تازیانے اور زنجیریں
بدل جاتا ہے معیار شرافت اس زمانے میں
خوشی ملتی ہے ننگ و نام کا پردہ اٹھانے میں
مسرت کا ذریعہ جام و مل ٹھہرائے جاتے ہیں
دنی الطبع مختاران کل ٹھہرائے جاتے ہیں
یہ فاتح بن کے جب کشور کشائی کو نکلتے ہیں
دھواں اٹھتا ہے ان کے راستوں میں شہر جلتے ہیں
قدم سے ان کے ہوتا ہے یہ رنگ گلشن ہستی
کہیں سڑتی ہوئی لاشیں کہیں اجڑی ہوئی بستی

بنی نوع بشر کی ہڈیوں کے ہار بنتے ہیں
سروں سے یادگار فتح کے مینار بنتے ہیں
ہے یکساں قابل تعزیر جھوٹا ہو کہ سچا ہو
کوئی بھی رحم کے قابل نہیں ماں ہو کہ بچہ ہو
علانیہ خدا کے نام کی توہین ہوتی ہے
خود اپنی خود پرستی کی بڑی تحسین ہوتی ہے
ستم ایجاد کو بے داد گر کو داد ملتی ہے
سزا واران لعنت کو مبارک باد ملتی ہے
عدالت منہ چھپا لیتی ہے محرومی کے پردے میں
شرافت دفن ہو جاتی ہے مظلومی کے پردے میں
جفاکاری کے ہاتھوں سے وفا کا خون ہوتا ہے
نہیں ہوتا کوئی قانون یہ قانون ہوتا ہے
نہیں آتا میسر تشنہ لب معصوم کو پانی
ہوا کرتی ہے لیکن خون انسانی کی ارزانی
سکوت شب میں ہل جاتی ہیں ایوانوں کی بنیادیں
کہ خاموشی کا ہے مفہوم چیخیں اور فریادیں
وہ روحیں جن کی پیاری عصمتیں برباد ہوتی ہیں
دعائیں مانگتی ہیں کشمکش کرتی ہیں روتی ہیں
مگر ایمان بچنے کا سہارا ہی نہیں کوئی
سوائے جان دے دینے کے چارہ ہی نہیں کوئی
ستم سے تنگ آ کر جو اٹھا لیتے ہیں تلواریں

چنی جاتی ہیں ان کے کاسہ ہائے سر کی دیواریں
فلک کی سمت فریادی نگاہیں اٹھ نہیں سکتیں
دل ایسا بیٹھ جاتا ہے کہ آہیں اٹھ نہیں سکتیں
اندھیری رات کیا ہے دور طوفان جہالت کا
جہالت نام ہے انسان کے کفر و ضلالت کا
اندھیری رات کیا ہے نور کا مستور ہو جانا
نگاہوں سے زیادہ قلب کا بے نور ہو جانا
جہاں سے کاروبار عدل کا مفقود ہو جانا
شعار ظلم کا اس کی جگہ موجود ہو جانا
ہے تاریکی ہی منبع ہر بلا ہر ایک آفت کا
ابلتا ہے اسی کے پیٹ سے دریا کثافت کا
یہ وہ دریا ہے جس میں ظلم کے طوفان اٹھتے ہیں
اسی کی گود سے شداد اور ہامان اٹھتے ہیں
سرا مواج دریا جس طرح تنکے ابھرتے ہیں
خس و خاشاک آب صاف کے اوپر بکھرتے ہیں
اسی صورت اٹھا کرتا ہے جب طوفان تاریکی
ہوا کرتے ہیں سر افراز فرزندان تاریکی
دنائت ان کو لے جاتی ہے بام ارجمندی پر
سبک ہوتے ہیں چڑھ جاتے ہیں رتبے کی بلندی پر
خوشامد پیشگی ابلہ فریبی کاروبار ان کا
بڑھا کرتا ہے عزت بیچ دینے پر وقار ان کا

یہ بیوپاری فراہم کرتے ہیں جنسِ سبکساری
کہ منڈی میں ہے ایسی جنس کی قیمت بڑی بھاری
یہ سب کچھ ہاں یہ سب کچھ رات کے پردے میں ہوتا ہے
کہ شیطاں جاگتے ہیں جس گھڑی انسان سوتا ہے
چھپیں جب شاہبازان شکاری آشیانوں میں
تو کیوں آئے نہ تیزی بوم و شپر کی اڑانوں میں
صدائے نغمہ بلبل دبے جھینگر کے شیون سے
تو کیا لائیں ہوائیں جز نحوست صحنِ گلشن سے
اندھیری رات میں محفوظ منزل ہے نہ رستے ہیں
درندے جنگلوں میں بستیوں میں چور بستے ہیں

لشکرِ اسلام اور خیر الانام

وہاں ظلماتیوں میں ظلم کے سامان ہو تے تھے
یہاں نور آفریدہ چھاؤں میں تاروں کی سوتے تھے
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اک کملی والا تھا
اسی کا روئے انور چشم ہستی کا اجالا تھا
وہی اک پیکر یمن و سعادت تھا مصلے پر
دو زانو قبلہ رو محو عبادت تھا مصلے پر
ومیدہ اور پوشیدہ مجسم نور کملی میں
کہ جیسے چاند ہو بدلی میں وہ مستور کملی میں
پئے نوع بشر رحمت طلب در گاہ باری میں
زباں الحمد میں مشغول سر سجدہ گزاری میں
محمد ذکر حق میں اور شیطاں فکر ساماں میں
اسی صورت سے گزری دو تہائی رات میداں میں
ابھی آفاق کو ظلمات کی فوجوں نے گھیرا تھا
زمین و آسماں کے درمیاں گہرا اندھیرا تھا
تہجد کے لیے اب جاگ اٹھے اللہ کے بندے
عبودیت نے آخر توڑ ڈالے نیند کے پھندے
جبینوں کا ہجوم اور آستان حق تعالیٰ تھا
گزارش کرنے والے تھے گزارش سننے والا تھا

مجاہدین کا اقدام

مصلے سے اٹھا بعد تہجد دین کا ہادی
اٹھا دی چاند نے بدلی منور ہو گئی وادی
اندھیری رات میں جب اس طرح سورج نکل آیا
خدا کی فوج نے جانا کہ پیغام عمل آیا
کمر باندھی خدا کی راہ پر چلنے کو بندوں نے
کیا اقدام سر بازی کی خاطر سر بلندوں نے
بھرا تھا سر میں شوق سرفروشی ذوق جانبازی
نبی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اللہ کے غازی
ثبوت عشق دینا تھا شہادت گاہ میں ان کو
بڑھا لے کر پیمبر امتحاں کی راہ میں ان کو
خدا حافظ بھی تھا اور مالک و مختار بھی ان کا
محمد رہنما بھی تھا سپہ سالار بھی ان کا

نماز صبح

سپہ داران باطل تھے ابھی ترتیب لشکر میں
کہ جا پہنچی صحابہ کی جماعت موج قنطر میں
شب تاریک بھاگی صبح کا ہنگام آ پہنچا
احد کے ایک رخ پر لشکر اسلام آ پہنچا
سپہ سالار حق نے اس جگہ لشکر کو ٹھہرایا
بلال پاک طینت کو اذاں کا اذن فرمایا
طلسم خواب توڑا نعرہ اللہ اکبر نے
صفیں آراستہ کیں امت محبوب داور نے
میسر تھی امام الانبیا کی اقتدا ان کو
رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو
سعادت لائی تھی خود شان رحمت کے قریب ان کو
محمد کی امامت میں نمازیں تھیں نصیب ان کو
بسایا روح کو آیات قرآں کی سماعت نے
ادا کر لی نماز صبح اسلامی جماعت نے

مومنوں کی صف آرائی اور منافقین کی بیوفائی

مگر خیل منافق بھی تھا آج اس فوج میں شامل
تہید ستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے
شقاعت کے قریں بھی دور بھی لیکن شقاعت سے
ہوا جب لشکر حق فرض ادا کرنے پہ آمادہ
صفیں اللہ والوں کی ہوئیں میداں میں استادہ
برائے حفظ دیں تسلیم جاں کا وقت آ پہنچا
میان دوست دشمن امتحاں کا وقت آ پہنچا
ہوئے بہر جہاد اسلام کے غازی جو صف بستہ
تو انبوہ منافق نے مدینے کا لیا رستہ
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابن ابي اور اس کے ہمراہی
دغا بازی سے نامردوں نے آئین وفا توڑا
صفیں کر کے مرتب لشکر اسلام کو چھوڑا
یہ نقشہ دیکھ کر محو تحیر رہ گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
ابھی ساعت نہیں آئی تھی جرات آزمائی کی
کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے
بروئے لشکر شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے
نہ کثرت تھی نہ ساماں وغا موجود تھا ان میں
خدا تھا اور محمد مصطفی موجود تھا ان میں

❖❖❖

شاہنامہ اسلام
حصہ دوم
حفیظ جالندھری
http://www.pakistanconnections.com/ebooks

حصہ دوم

حفیظ جالندھری

قطعہ تاریخ شاہنامہ اسلام جلد دوم

حفیظ آں خسرو معنی کہ در ہند
سخن را ہست فردوسی ثانی

کتاب شاہنامہ کردہ تصنیف
کہ الفاظش بود رشک معانی

بیاضے کز طلسم انگیزی کلک
خط بطلاں کشد بر نقش مانی

کلاہے کز فلک پیمائی فکر
بگوش آرد نوید آسمانی

سرودے کز نشاط آرائی شعر
بجاں بخشد سرور جاودانی

بدل گفتم چہ ہست ایں نقش زیبا
ندا آمد ز ہاتف غیر فانی

بسم اللہ اے ساقی

نہیں اب زندگی کی اور کوئی راہ اے ساقی
اگر جام شہادت ہے تو بسم اللہ اے ساقی
رہے گا خیر اس دنیا میں یوں مغلوب شر کب تک؟
اگر جام شہادت ہے تو بسم اللہ اے ساقی
یہ معصوموں کے آنسو خاک میں کب تک سمائیں گے
کبھی تو رنگ لائیں گے کبھی تو گل کھلائیں گے
یہ مظلوموں کی آہیں کیا یونہی بے کار جائیں گی
یہی اک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گے
یہاں مٹی کا ہر پتلا عدوئے حق پرستی ہے
یہ انسانوں کی دنیا ہے کہ شیطانوں کی بستی ہے
یہ کس کم ظرف نے تقسیم نو کی طرح ڈالی ہے
کہ ہمت جس کی عالی ہےَ اسی کا جام خالی ہے
جنہیں قدرت نے بخشا ہی نہیں انداز رندانہ
انہی کے سامنے شیشۂ انہی کے ہاتھ پیمانہ
یہ کیسا دین ہے ساقیؔ یہ کیا آئین ہے ساقی
یہ کس کے دین و ایماں کی یہاں توہین ہے ساقی
یہ میخانہ جہاں جینا لہو کے گھونٹ پینا ہے
تو ہی انصاف کر ساقیؔ یہ مرنا ہے کہ جینا ہے

جنگِ اُحد

قیامت تک لہو ٹپکے نہ کیوں چشم مسلماں سے
احد کی داستاں رنگین ہے خون شہیداں سے
احد کے تذکرے میں حسن بھی ہے اور قباحت بھی
مجھے اس باب میں کرنی پڑے گی کچھ وضاحت بھی
ادق مضمون ہے کاوش پئے تسہیل لازم ہے
نتائج کے لیے اجمال کی تفصیل لازم ہے
مسائل میں الجھنا واقعی منصب نہیں میرا
مگر معذور رکھے آج مجھ کو نکتہ چیں میرا
احد کی گھاٹیوں میں کچھ مقام ایسے بھی آئینگے
جہاں رہرو نشاں منزل مقصد نہ پائیں گے
انہیں آئے گا غصہ اہل ایماں کی ہزیمت پر
وہ پوچھیں گے صحابہ کیوں جھکے مال غنیمت پر
فقط گنتی کے چند افراد سر افراز دیکھیں گے
جنہیں اللہ کے محبوب کا جانباز دیکھیں گے
حواس ہو ہوش کھونا جنگ میں بعض اہل ایماں کا
ادھر مضروب ہونا چہرہ محبوب یزداں کا
اگر ہو گا نہ فہم امتیاز زشت و خوب ان میں
رہین بے دلی ہوجائیں گے اکثر قلوب ان میں

اگر اس راہ پہ لائے انہیں طرز بیاں میری
تو کا فتنے کا باعث بن نہ جائے گی زباں میری
مجھے احساس ہے اے دوست اپنی ذمہ داری کا
یہ نازک مرحلہ محتاج ہے صحت نگاری کا
طلاقت سے اگر معذور ہوں معذور رہنے دے
مجھے خالی خیالی شاعری سے دور رہنے دے
مرے ہمراہ اک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
نزاع کفرو ایماں کے نتائج کا نظارا کر
بیاباں کی بھی سختی دیکھ دوران سیاحت میں
میں لے آؤں گا واپس تجھ کو تیرے باغ راحت میں
میں تیری ہمرکابی تابہ منزل جا کے چھوڑوں گا
خدا کے فضل سے یہ گتھیاں سلجھا کے چھوڑوں گا

غزوۂ بدر کی فضیلت

جہاد بدر کی تاریخ کو دہرا رہا ہوں میں
گزشتہ سال کا زریں ورق الٹا رہا ہوں میں
جہاد بدر کا دن عزت و اکرام کا دن تھا
اطاعت کا ثمر تھا' ضبط کے انعام کا دن تھا
شواہد میرے دعوے کے ہیں ارشادات قرآنی
کہ فتح بدر اک آیت تھی من آیات ربانی
بنا ہے سورۂ انفال میری اس گزارش کی
فرشتے حق نے بھیجے اور احسانوں کی بارش کی
بظاہر بے حقیقت تھی جماعت حق پژوہوں کی
مگر کایا پلٹ دی اس نے باطل کے گروہوں کی
نہتے تین سو تیرہ بشر ذوق شہادت میں
خدا کے نام پر نکلے محمد کی قیادت میں
نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ سامان رکھتے تھے
فقط اخلاص رکھتے تھے فقط ایمان رکھتے تھے
نہ تاج و تخت کے طالب نہ مال و جاہ کے سائل
کہ یہ بندے تھے لا معبود الا اللہ کے قائل
پسندیدہ نظر آیا تھا وحدت کا اصول ان کو
بہم باندھے ہوئے تھا رشتہ حب رسول ان کو

یہ ہادی کی ہدایت پر چلے میدان میں آئے
یہ گرداب ہلاکت میں گھرے طوفان میں آئے
لیا راہ وفا میں عشق نے جب امتحاں ان کا
تو استقلال پایا صورت کوہ گراں ان کا
اقلیت رہی قائم صراط حسن نیت پر
تو حق نے اس کو غالب کر دکھایا اکثریت پر
بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش ملت کو
خدا کثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلت کو
غرور ناز مٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال والوں کا

مشاہدہ بدر

بروز بدر دیکھی غازیان دیں کی جی داری
ادائے فرض کا جذبہ تھا جن کی روح پر طاری
بروز بدر دیکھی صبر و استقلال کی صورت
بغلگیری قضا سے اور استقبال کی صورت
بروز بدر جب تعداد بھی سامان بھی کم تھا
مگر ہم نے یہ دیکھا لشکر اسلام بے غم تھا
بروز بدر دیکھا نصرت حق کا نظارا بھی
خدا تھا غازیوں کا جب بھروسا بھی سہارا بھی
بروز بدر اس ایمان کا انعام بھی دیکھا
قریشی لشکر جرار کا انجام بھی دیکھا
بروز بدر دیکھا معجزہ شان صداقت کا
کہ توڑا حق نے سارا زور باطل کی حماقت کا
بروز بدر دیکھی سر بلندی خاکساروں کی
نچھاور جس کے قدموں پر ہوئی رفعت ستاروں کی
ملا زندوں کو یہ انعام بعد فتح فیروزی
کہ جنت کی بشارت سے ہوئی تھی بہرہ اندوزی
یہ کیا تھا اک نتیجہ تھا پیمبر کی اطاعت کا
تخیل کی بلندی کا توکل پر قناعت کا

غزوات بدر و احد کا نکتہ امتیاز

وہ آنکھیں جن کو بخشا ہے خدا نے دید کا یارا
کریں یوم احد کا بھی مری آنکھوں سے نظارا
اگر چشم بصیرت سے احد کی جنگ دیکھو گے
تو انسانوں کی فطرت کے ہزاروں رنگ دیکھو گے
گئے تھے چل کے غازی بدر میں ایمائے ہادی سے
احد میں گھر سے نکلے تھے مگر جوش ارادی سے
نہ سمجھے تھے مسلماں جوش میں منشائے پیغمبر
ہوئی تھی کثرت آرا مدینے سے نکلنے پر
کیا تھا احترام اجماع امت کا پیمبر نے
سلاح جنگ پہنے تھے یہاں محبوب داور نے
احد کا دن دکھائے گا نگاہوں کو نیا منظر
بشر کی رفعت و افتاد کا عبرت نما منظر
بروز بدر امت کو ہلاکت سے بچانا تھا
احد میں دعویٰ عشق و وفا کو آزمانا تھا
سکھانا تھا کہ مومن وقت سختی صبر کرتے ہیں
نہیں کھاتے فریب نفس دل پہ جبر کرتے ہیں
فساد حب مال و جاہ سے آگاہ کرنا تھا
انہیں وقف جہاد فی سبیل اللہ کرنا تھا

ضرورت پڑ گئی تھی اک نمونہ پیش کرنے کی
ثبات عہدہ ہفتاد گو نہ پیش کرنے کی
جمانا تھا دلوں پر سکہ ختم المرسلینؐ کا
بہا دینا تھا دریا رحمۃ للعالمینؐ کا

بدر کی ہزیمت پر قریش مکہ کا جوش انتقام

قریش قوم میں شعلے بھڑکتے تھے ندامت کے
مہیا ہو رہے تھے پھر نئے سامان شامت کے
مسلمانوں کا قتل عام تھا ان کے ارادوں میں
یہ اک پختہ خیال خام تھا ان کے ارادوں میں
وہ سب جن کے اقارب بدر کے دن کام آئے تھے
وہ ذاتی انتقام اب مقصد قومی بنائے تھے
اسیری سے پڑا تھا بدر کے دن واسطا جن کو
کیا تھا فدیہ لے کر بزم شوریٰ نے رہا جن کو
وہ سب قیدی جو مہمانی کے گہواروں میں جھولے تھے
وہ اب حسن سلوک رحمت عالم کو بھولے تھے
ہوئے تھے بدر میں مقتول ستر نامدار ان کے
مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ گئے تھے با وقار ان کے
اگرچہ یہ نتیجہ تھا تعصب کی حماقت کا
مگر موجود تھا اب تک دلوں میں زعم طاقت کا
غم و غصہ کا دوزخ شعلہ زن تھا ان کے سینوں میں
لہو تھا یا کوئی تیزاب تھا ان آبگینوں میں
مصارف زندگی میں زخم کھانے کے نہ تھے عادی
بہت حیراں تھی اس چر کے سے ان کی خوئے جلادی

قریش کا غرور اور دعوئے باطل

انہیں یہ زعم تھا' ہم عام انسانوں سے بالا ہیں
ہمارے زیر فرماں بندگان حق تعالیٰ ہیں
ہمارا مرتبہ ہے خواجگی کا اور میری کا
ہمارے ہاتھ رشتہ ہے رہائی کا اسیری کا
جسے چاہیں پکڑ لیں' قید کر لیں' قتل فرمائیں
جہاں چاہیں کریں حملہ' ستم توڑیں' غضب ڈھائیں
کسی کو ہو یہ کیوں جرات ہمارے وار کو رو کے
فقط گردن پہ روکے جو بھی اس تلوار کو روکے
فساد مستقل تھا اک زمانے سے فتور ان کا
فقط اک بدر کے میداں میں ٹوٹا تھا غرور ان کا
یہ ایسا زخم کھایا تھا کہ جینا تھا حرام ان پر
مسلط بھوت بن کر ہو گیا تھا انتقام ان پر

قبائل عرب کو امداد کی دعوت

بہت چرچا تھا شعر و شاعری کا اس زمانے میں
مدد لیتے تھے اس سے ہر نیا فتنہ اٹھانے میں
قریش شاعروں نے ملک بھر میں شعلے بھڑکائے
قبائل کے قلوب اسلام کی ہیبت سے دھڑکائے
سخن کے زور سے آتش بیانی کے وسیلے سے
نکالے شعلہ خو افراد چن کر ہر قبیلے سے
ہوا اجماع باطل وادی بطحا کے سینے پر
کہ مکہ لے کے طوفاں اٹھنے والا تھا مدینے پر

مکہ میں جوش وخروش

ہر سو شہر مکہ میں کچھ ایسا جوش سا پھیلا
کہ سب مجنوں تھے گویا اور فکر جنگ تھی لیلیٰ
قریشی عورتیں نکلیں گھروں کے چھوڑ کر دھندے
کھلی فہرست گھر گھر سے لیے جانے لگے چندے
جو مال و زر سے بہرہ ور تھے مال و زر اٹھا لائے
رسد کر لی مہیا جنگ کے ہتھیار بنوائے
کسی نے خاندانی اسلحہ خانوں کے منہ کھولے
لہو سے تاکہ قومی آبرو پھر ہاتھ منہ دھولے
کسی نے اونٹ گھوڑے اور کسی نے لا دیا چارا
تھا جس کے پاس غلہ اس نے دے دیا سارا
تجارت کا منافع جمع تھا وہ آج کام آیا
بچھا دام حماقت مرغ زریں زیر دام آیا

بنو ہاشم سے رشک و رقابت

رسول اللہ کے دشمن مخالف آل ہاشم کے
کہ حاسد تھے قدیمی عزت و اقبال ہاشم کے
دلوں میں جن کے تھیں چنگاریاں رشک و رقابت کی
حسد کے درد تھے بیماریاں رشک و رقابت کی
وہ سب تھے پیش پیش اس آگ کے بھڑکانے والوں میں
برائے جنگ ساماں جمع کر کے لانے والوں میں

ابوسفیان بن حرب بن امیہ

ابوسفیان کی ہر چار سو ریشہ دوانی تھی
کہ اس کی آل ہاشم سے رقابت خاندانی تھی
پسر تھا حرب کا یعنی امیہ کا نبیرہ تھا
حسد کے جوش میں انوار ایمانی سے خیرہ تھا
کھٹکتی تھی جگر میں دل نوازی آل ہاشم کی
نہ تھی دل کو گوارا سر فرازی آل ہاشم کی
خدا کے دین میں اس کے لیے بس یہ "خرابی" تھی
کہ اس میں آل ہاشم کی بظاہر کامیابی تھی
خدا تھا اس "خطا" پر ناپسند و ناقبول اس کو
محمد ہاشمی ہے کیوں چنا اپنا رسول اس کو
اگر اولاد ہاشم کے سوا کوئی نبی ہوتا
ابوسفیاں نہ شاید معترض اس پر کبھی ہوتا
ہمیشہ اس کے سینے میں حسد کی آگ جلتی تھی
صدائے جنگ اس کے ہر بن مو سے نکلتی تھی
ابو جہل اور عتبہ کا سر خود سر اترنے پر
ابولہب شقاوت پیشہ کے بے موت مرنے پر
ابوسفیاں بنا تھا سرغنہ قومی امارت کا
یہ فتنہ جاگ اٹھا تھا دائمی قتل اور غارت کا

اسے نسبت تھی عتبہ بن ربیعہ سے قرابت کی
قسم کھائی تھی اس کے قتل پر غسل جنابت کی
یہی تھا بدر کے دن قوم کی افتادہ کا باعث
اسی کا ایک اندیشہ تھا استمداد کا باعث
بہت بیتاب تھا یہ انتقام بدر کی خاطر
یہودی قوم سے کی اس نے سازش غدر کی خاطر
نہ بن آیا تھا کچھ بھی روز اقدام السویق اس سے
بھڑکنی تھی ابھی کچھ مدتوں نار حریق اس سے
مگر آخر اسے بھی ایک دن اسلام لانا تھا
انہی قدموں پہ گرنا تھا اسی دامن میں آنا تھا

ہندہ ابوسفیان کی زوجہ

ابوسفیان کی زوجہ ہند بھی عتبہ کی دختر تھی
نہ جانے یہ ابوسفیان کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی
عجب عورت تھی جس کے دل میں تھے ارمان مردوں کے
کہ اس کی تیز فطرت کاٹتی تھی کان مردوں کے
بروز بدر باپ اس کا سپہ سالار لشکر تھا
پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردار لشکر تھا
پدر کو اور پسر کو حضرت حمزہ نے مارا تھا
برادر کا علی المرتضیٰ نے سر اتارا تھا
علی بھی حمزہ بھی سرتاج تھے اولاد ہاشم کے
سپہ سالار تھے دونوں سپہ سالار اعظم کے
بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اس عورت کے سینے میں
مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں
نرالی بات سوجھی تھی نرالی دھن سمائی تھی
قسم ڈائن نے حمزہ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

وحشی غلام، قاتل حمزہ

جبیر ابن مطعم کا چچا حمزہ نے مارا تھا
دل پر کینہ میں اس کے بھی آتش کا شرارہ تھا
غلام زر خرید اس کا تھا وحشی نام اک زنگی
عیاں تھی جس کی صورت ہی سے بدوضعی بد آہنگی
کمال حربہ اندازی میں تھا مشہور نام اس کا
دغا سے آدمی کی جان لینا یہ تھا کام اس کا
ابوسفیاں کی زوجہ ہند نے اس کو طلب کر کے
دلاسے دے کے اور سکے دکھا کر نقرہ و زر کے
ہمیشہ کے لیے آزاد کر دینے کے وعدے پر
کیا تھا شاد اس کو شاد کر دینے کے وعدے پر
مئے غفلت پلا کر تند خومے خوار وحشی کو
کیا تھا قتل حمزہ کے لیے تیار وحشی کو
پسند آئی غلام بے وفا کو مہر جلادی
بڑی قیمت ادا کر کے خریدی اس نے آزادی

شاہنامہ جلد دوم میں بیان کردہ واقعات پر ایک نظر

مہیا ہو چکا کے میں جب ساماں لڑائی کا
کیا اعلاں ابوسفیاں نے چپکے سے چڑھائی کا
ابوسفیاں کی نیت تھی اچانک حملہ کرنے کی
لہٰذا سعی کی پر پیچ رستوں سے گزرنے کی
یہ لشکر جس طرح اُمڈا یہ طوفاں جس طرح آیا
احد پر آ کے یہ تاریک بادل جس طرح چھایا
رسول اللہ نے جس رنگ سے اس کی خبر پائی
مدینے کی حفاظت جس طرح حضرت نے فرمائی
مکمل اور مفصل روئداد مجلس شوریٰ
ہوا مسجد میں جیسے انعقاد مجلس شوریٰ
صحابہ کو رسول اللہ کا مسجد میں بلوانا
حق آزادی آرا انہیں تفویض فرمانا
بشر کی کثرت و قلت کا وحدت آشنا ہونا
خدا والوں کو جوہر خود شناسی کا عطا ہونا
مدبر آزمودہ کار اصحاب کبائر کا
مگر بازو کے بل پر ناز ملت کے صغائر کا
جواں سال اہل ایماں کے دلائل بہر قربانی
ہجوم کثرت آرا برائے جنگ میدانی

نبرد قلعہ بندی نکتہ فرمان رسالت کا
مدینے سے نکلنے پر مگر اصرار کثرت کا
وہ آمر کی طرف سے احترام کثرت آرا
نبی کا فیصلہ آخر بنام کثرت آرا
نفاق آمادگاں کا بھی شریک مشورت ہونا
وہ ان کا درد ملت سے مگرمچھ کی طرح رونا
لباس جنگ میں محبوب داور کا نظر آتا
جلال اک غیرت خورشید خاور کا نظر آتا
ندامت جنگ میدانی کی خواہش کرنے والوں کی
وہ ان کی عاجزی وہ صورتیں ان کے ملالوں کی
مگر انکار کرنا آپ کا فسخ عزیمت سے
اوائے فرض ٹھہراتا فزوں فتح و ہزیمت سے
مدینے کی فصیلوں سے نکلنا اہل ایماں کا
کھلے میدان میں شب باش ہونا فوج یزداں کا
نفاق انگز جمعیت کی لشکر میں شمولیت
مسلمانوں کے ساتھ ابن ابی اور اس کی ذریت
قریشی فوج کی تیاریاں شب کے اندھیرے میں
نشست افسران جنگ ابوسفیان کے ڈیرے میں
ہوئے اس رات میں جس جس جگہ لشکر خیام آرا
گزارش ہو چکا ہے پیشتر یہ ماجرا سارا
مگر اس مرحلے پر اور بھی کچھ عرض کرنا ہے

یہ گھاٹی سخت ہے لیکن مجھے اس سے گزرنا ہے
بیاں اس رات میں کچھ تیرہ بختوں کا ضروری ہے
بغیر ان کے حکایت فوج باطل کی ادھوری ہے

مدینے کا ایک راہب' ابو عامر فاسق

مدینے کا بھی اک غدار تھا فوج قریش میں
یہ واقف کار وقف کار تھا فوج قریش میں
لباس راہبیت جاہلوں کا دل لبھاتا ہے
بسا اوقات شیطاں بھی اسی چولے میں آتا ہے
بہت ایسے رنگیلے سیار تھے اسلام سے پہلے
کہ جن کا نام جپتا تھا خدا کے نام سے پہلے
انہی میں تھا ابو عامر بھی اک تلبیس کا پیکر
نظر آتا تھا ظاہر میں مگر تقدیس کا پیکر
پہن رکھا تھا اس مردک نے جامہ راہبیت کا
مگر شیطان تھا دراصل رہبر اس کی نیت کا
عداوت خاندان اوس و خزرج کی بڑھاتا تھا
انہیں کٹوا کے باہم فائدہ یہ خود اٹھاتا تھا
فریبی' حاسد و بدطینت و غدار بدنیت
مگر اسلام سے پہلے کی تھی محبوب شخصیت
مگر جب آ گیا اللہ کا پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں
لیا جانے لگا سچے خدا کا نام یثرب میں
تو اس کا سحر باطل ہو گیا ناکام یثرب میں

پیمبر بھی خدا کے فضل سے تشریف لے آیا
طلوع صبح صادق نے رخ ہستی کو چمکایا
ہوئی نور خدا کی روشنی جس دم مدینے میں
کدورت نے بنایا آشیاں راہب کے سینے میں
ملا جب درس انسانوں کو اسلامی اخوت کا
طلسم عام توڑا حق نے شیطانوں کی قوت کا
یہ سمجھا اب فریب راہبیت چل نہیں سکتا
چراغ کذب وقت صبح صادق جل نہیں سکتا
کھلی انصار یثرب پر ابو عامر کی غداری
تو کی اس نے مدینے سے نکل چلنے کی تیاری

ابو عامر فوج مشرکین میں

نیا فتنہ نئے فتنے جگانے کے لے جاگا
اندھیری رات میں اندھا مدینے سے نکل بھاگا
مذاق جنگ جوئی صلح میں بدلا ہوا پایا
تو اپنے چیلے چانٹے لے کے مکے میں چلا آیا
نظر آیا کہ مکہ ہے مخالف اہل ایماں کا
علاوہ اس کے مرکز بھی ہے مال و ساز و ساماں کا
نظر آیا کہ مکہ ہے مخالف اہل ایماں کا
علاوہ اس کے مرکز بھی ہے مال و ساز و ساماں کا
قریش آمادہ ہیں اسلام کو ناکام کرنے پر
رسول اللہ کو وقف غم و آلام کرنے پر
شکست بدر سے ہے بے طرح رنج و ملال ان کو
نظر آتا ہے جاتا جاہلیت کا جلال ان کو
ابو عامر نے اس بھڑکی ہوئی کو اور بھڑکایا
مدینے پر بڑھا لشکر تو یہ بھی اس کے ساتھ آیا
ابوسفیاں کو تھی معلوم افتادہ مزاج اس کی
پرانے کوڑھ میں تھی کار آمد آج کھاج اس کی
اگرچہ یہ بھی اس راہب کو بدنیت سمجھتا تھا
مگر آخر بڑے رتبے کی شخصیت سمجھتا تھا

ابوسفیاں نے چاہا آزمایا چاہیے اس کو
یہ اچھا وقت ہے الو بنایا چاہیے اس کو
نکالا چاہیے کچھ کام اس ناخواندہ مہماں سے
کرے گا یہ الگ انصار کو فوج مسلماں سے
اگر یہ چال چل جائے تو سارا کام آساں ہے
پڑی جب پھوٹ پھر انساں کا قتل عام آساں ہے

ابو عامر پر ابو سفیان کا روغن قاز

دوبارا نصف شب کے بعد جاسوسوں کے گھیرے میں
ابوسفیاں نے راہب کو بلایا اپنے ڈیرے میں
وہ آیا' مسکرایا' آنکھ جھپکائی اشارت کی
جھکے دونوں کے ابرو بجلیاں چمکیں شرارت کی
دل حاسد میں جوش بغض کی گرمی بڑھانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے زاہد کے پلانے کو
لیا ساقی نے جس دم نام رندوں کی جوانی کا
چڑھایا جام زاہد نے شراب ارغوانی کا
سواری گانٹھ لی نشے نے بے ایمان کے اوپر
چڑھا اک اور بھی شیطان اس شیطان کے اوپر
ابوسفیاں نے دیکھا اب یہ غرق جوش بادہ ہے
تو پوچھا مشفقم' فرمایئے اب کیا ارادہ ہے
تمنا جس کی مدت سے تھی وہ ہنگام آ پہنچا
تمہارا صید چل کر خود ہی زیر دام آ پہنچا
اجل نے کی کشش دشمن نکل آئے فصیلوں سے
رہا اب واسطہ ہم کو تردد سے نہ حیلوں سے
سحر کے وقت جب لشکر مرا جنبش میں آئے گا
تو میرے ہاتھ سے زندہ کوئی بچ کے نہ جائے گا

محمد کے صحابہ جو ہیں اپنے بھائی بندوں میں
ہمارے اسپ لے ڈالیں گے ان کو دو زقندوں میں
قتال بدر کا ایسا مزہ ان کو چکھائیں گے
کہ ان کی حالتوں پر مرغ و ماہی رحم کھائیں گے
جو گت ان کی بنائی جائے گی وہ آپ دیکھیں گے
انہیں تقدیر جو دکھلائے گی وہ آپ دیکھیں گے
مگر افسوس ہے مجھ کو مدینے کے جوانوں پر
پرائی موت وہ کیوں لے رہے ہیں اپنی جانوں پر
وہ کس برتے پہ انصار محمد بن کے نکلے ہیں
بڑے بھاری مددگار محمد بن کے نکلے ہیں
ہمارے ہاتھ مفت ان کے لہو سے کیوں ہوں آلودہ
نظر آتا ہے ان کا قتل ہونا مجھ کو بیہودہ
یہ سب لوگ آپ کے چیلے تھے اب ان کو ہوا کیا ہے
سروں میں بیوقوفوں کے سمائی یہ ہوا کیا ہے
بچا لیجے انہیں رستے پہ ان کو لائیے صاحب
انہیں سمجھایئے صاحب انہیں سمجھائے صاحب

ابوعامر کے دعوے

ابوسفیاں کی سن کر راہب مکار بھی بولا
کھنکارا' ہاتھ پھیرا ریش پر' قفل دہن کھولا
اجیٔ میں آپ کے ہمراہ اسی خاطر تو آیا ہوں
محمد ﷺ اور اصحاب محمد کا ستایا ہوں
مرے ہم قوم ہیں یہ رہنے والے ارض یثرب کے
بلا میں پھنس گئے ہیں بھولے بھالے ارض یثرب کے
ہے بیشک ارض یثرب پر بڑا بھاری اثر میرا
مجھے امید ہے افسوں ہو گا کارگر میرا
گرو اپنا وہ مجھ کو مانتے ہیں اک زمانے سے
یقینا پھوٹ پڑ جائے گی میرے ورغلانے سے
اگر دام سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
پکڑ کر خود ہی دے دیں گے محمد کو باآسانی
فنا کر دیں گے اک حملے سے اصحاب محمد کو
دکھا دیں گے خدا کی راہ احباب محمد کو

ابو عامر کے وعدے

بوقت صبح جب میداں میں فوجیں دو بدو ہونگی
تو شکلیں ناگہانی موت کی بھی رو برو ہونگی
میں سمجھاؤں گا جا کر اوس و خزرج کے قبائل کو
کرونگا ہر طرح معقول ان لوگوں کے قائل کو
نظر آجائے گا جو بھی دلوں پر ہے اثر میرا
تمہیں معلوم ہو جائے گا جو کچھ ہے ہنر میرا
مجھے فوج قریشی کی مدد پر دیکھ کر عامل
بہادر ارض یثرب کے نہ ہونگے جنگ میں شامل
نظر پڑتے ہی مجھ پر جنگ سے منہ موڑ جائینگے
محمد اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ جائیں گے
سبق ایسا پڑھاؤں گا میں ان کو بے وفائی کا
نہ بیٹا باپ کا ہو گا نہ بھائی اپنے بھائی کا
میں ان کو راہ پر لاؤں گا یوں فکر ارادی سے
لڑیں گے وہ بھی میرے ساتھ ہو کر اپنے ہادی سے

ابو عامر کے ارادے

مگر تم یاد رکھو یہ جو انصار رسالت ہیں
بڑے رتبے کے ان میں لوگ ہیں اہل جلالت ہیں
محمد کے لیے میرا مگر کچھ اور ارادہ ہے
تمہارا قرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اتاریں گے
اسے زخمی کریں گے پھر اذیت دے کے ماریں گے
مجھے اس کام کی پوری طرح پروانگی دے دو
مجھے کچھ آدمی بھی ازرہ فرزانگی دے دو
عجب اک چال سوجھی ہے تمہیں بتلائے دیتا ہوں
مگر دل ہی میں رکھنا یہ ذرا جتلائے دیتا ہوں

ایک شیطانی ترکیب

رہیں تا دیر راہب اور ابوسفیان میں باتیں
زبانی ہو چکیں تو پھر ہوئیں کچھ کان میں باتیں
دلائی ایک جانب ورغلانے کی امید اس نے
دکھائی دوسری جانب یہ تزویر مزید اس نے
بہت سارے گڑھے کدھوا دیئے میدان کے اندر
نیا ارمان تھا مضطر نئے شیطان کے اندر
رہے مصروف شب بھر ان گڑھوں کے کھودنے والے
بڑی ترکیب سے پھر یہ گڑھے خس پوش کر ڈالے
مشیت کے مقابل شیطنت تھی حیلہ سازی میں
رہا مصروف زاہد رات بھر اس خاکباری میں
اگرچہ رات تھی خلق خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروف تیاری

احد کی رات اور ہر دو لشکر

مسلمانوں کی جانب صبر کوشی تھی خموشی تھی
قریشی فوج میں لیکن بلا کی گرم جوشی تھی
ادھر ایمان تھا ملت کے اطمینان کا باعث
ادھر شیطان تھا اک قوم کے ہیجان کا باعث
محمد کا مصلیٰ عرش کا فرش مکانی تھا
ابوسفیاں کا خیمہ مرکز ریشہ دوانی تھا
صفا پر چاندنی تھی، سائے میں مستور تھا کینہ
یہ دونوں رنگ ظاہر تھے، یہ دونوں رخ تھے آئینہ
ادھر سجدہ گزاری امت محبوب داور کی
ادھر بادہ گساری رات بھر باطل کے لشکر کی
تہجد میں ہوئے مشغول ادھر رحمن کے بندے
ادھر مخمور ہو کر سو گئے شیطان کے بندے
کیا اس سمت اعلان سحر لحن بلالی نے
ادھر دف کی چھاتی پیٹ ڈالی ہر دفالی نے
ادھر اللہ کے بندے محمد کی امامت میں
ادھر ابلیس کے پیرو گرفتار اپنی شامت میں
یہاں اک ملت توحید اک مسجود کے آگے
وہاں ہر سر تھا پونے چار سو معبود کے آگے

ادھر الحمد کے نغمے دعائیں اور مناجاتیں
ادھر ڈھول اور تاشے غل غپاڑہ شرک کی باتیں
ادھر چھوٹے بڑے کی ایک ہی صف میں صف آرائی
ادھر ہر فرد کو زعم خودی دعوائے یکتائی
ادھر سامان سے عاری فقط ایمان پر تکیہ
ادھر ایماں سے بیزاری فقط سامان پر تکیہ
زمیں پر دیکھ کر سامان عبرت کے یہ نظارے
فلک سے چاند رخصت ہو گیا اور چھپ گئے تارے

منظرِ صبحِ احد

ظہور صبح صادق نے جہاں میں نور پھیلایا
اٹھایا دامن کوہ احد سے رات کا سایا
فسوں باطل ہوا سب کے طلسماتی نظاروں کا
سحر کے جاگتے ہی لد گیا ڈیرا ستاروں کا
ہوائے سرد کے آزاد جھونکے سرسراتے ہیں
چمک اٹھنے کی امیدوں میں ذرے مسکراتے ہیں
یہ جنت کا سماں بس اک دو ساعت رہنے والا ہے
کہ صحرا پھر وہی شدت کی حدت سہنے والا ہے
فلک نے آج روئے صبح کو اندوہگیں دیکھا
نگاہِ آفتابی دوربیں سوئے زمیں دیکھا
کھلا رنگیں صحیفہ صبح کے رخسار تاباں کا
ہوا مضمون ہویدا سرخی خون شہیداں کا
نظر آیا احد پر ایک خونیں رنگ کا منظر
صداقت اور طاقت کی نرالی جنگ کا منظر
درندے جمع تھے نوع بشر کا خون پینے کو
کہ مکہ آج دھمکی دینے آیا تھا مدینے کو
پرے باندھے کھڑے تھے آج پھر انسان کے دشمن
خدا کے مصطفیٰ کے دین کے ایمان کے دشمن

یہ نقشہ دیکھ کر چشم سحر میں اشک بھر آئے
گہر بن کر یہ قطرے دیدہ گل میں اتر آئے

شرار بولہبی در پئے چراغ مصطفوی

یہ مظلوموں کی آہوں کا غبار انسان کی دنیا
جفا و ظلم کی سرمایہ دار انسان کی دنیا
خودی کے نشہ غفلت میں چور انسان کی دنیا
خدا کا نام لینے سے نفور انسان کی دنیا
بہر صورت بہر آئینہ زشت انسان کی دنیا
یہ اندھے بیوقوفوں کا بہشت انسان کی دنیا
یہ دنیا' ہاں یہی ہنگامہء معمورہ ہستی
نمائش اور کبرو ناز کی جو لاانگہ مستی
یہی تھی ان دنوں بگڑے ہوئے انسان کی دنیا
نہیں انسان کی دنیا کہاں ' شیطان کی دنیا
اسی دنیا کے یہ سب حملہ آور تھے نمائندے
کئے تھے منتخب شیطان نے انسان کارندے
صف آرا اک طرف تھا یہ نمونہ فطرت بد کا
مقابل جس کے اک چھوٹا سا لشکر تھا محمد کا

زباں پر اے خوشا صلی علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبریل امیں لے کر سلام آیا
محمد جان عالمؐ فخر آدمؐ ہادی اکرم
امام الانبیاء خیر البشر پیغمبر اعظم
محمد وہ جمال اولینؐ وہ پیکر نوری
محمد کاشف سر ظہور و رمز مستوری
محمد احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا
ازل سے جس پہ قرباں ہے لواء الحمد کا سایا
محمد جس کو دنیا صادق الوعد امیں کہہ دے
وہ بندہ جس کو رحماں رحمۃ للعالمین کہہ دے
وہ شاہد وہ مبشر وہ نذیر و آمر و ناہی
خدا کے حکم سے حاکمؐ مطاع از ماہ تا ماہی
محمد صاحب خلق عظیم و ناشر حکمت
محمد مصدر فیض عمیم و شافع امت
بصورت نور سبحانیؐ بمعنی ظل روحانی
پیام زندگانیؐ مظہر تائید ربانی
سراج نور حق ماحی باطل جس کی پیشانی
زمیں و آسماں و ماہ و انجم جس سے نورانی

مزکی و مبلغ، صاحب ام الکتب امی
نبیؐ داعی الی اللہ رہنمائے شیخ و شاب امی
خدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا
وہ مدثر وہ مزمل وہ یٰسین اور وہ طٰہٰ
جو بہر مومناں بن کر روف آیا رحیم آیا
خطا پوش و عطا پاش و خلیق آیا کریم آیا
وہی بندہ جو نکلا اہل اقدامات اسریٰ کا
وہ جس کے ہاتھ نے الٹا نقاب آیات کبریٰ کا
وہ جس نے منتہائے حسن معنی اس طرح دیکھا
نگاہیں رو برو اور فاصلہ قوسین او ادنیٰ
نذیر اہل خصومت پر بشیر اہل محبت کا
معلم دین فطرت کا مبین درس حکمت کا
محمد مصطفی بھی ہے وہ احمد مجتبیٰ بھی ہے
وہ مطلوب خلائق بھی وہ محبوب خدا بھی ہے
وہ جس کو فاتح ابواب اسرار قدم لکھیے
بنائے عرش و کرسی باعث لوح و قلم لکھیے
اسے شمس الضحیٰ لکھیے اسے بدر الدجیٰ کہیے
ظہور و نور کو اس کے تبسم کی ضیا کہیے
علی الاعلان سرکنت کنزاً مخفیاً کہیے
مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے
وہی حاکم بامراللہ درد آگاہ محکوماں

درِ حق سے جواب باصواب آہ مظلوماں
وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا
محمدؐ دیدہ و دل کی تجلی بہر مجبوراں
محمدؐ آخری حرف تسلی بہر مزدوراں
محمد بے کسی کے درد کو پہچاننے والا
وہ اشک گرم و آہ سرد کو پہچاننے والا
محمد التجائیں سننے والا ماننے والا
محمد آدمی کو آدمی گردانے والا
محمد زور معبودان باطل توڑنے والا
محمد حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا
محمد جس کا نصب العین دنیا کی بھلائی تھی
اسی پر آج دنیا تیغ و خنجر لے کے آئی تھی
زمانہ یونہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے
وہ درس صلح دیتے ہیں یہ ان سے جنگ کرتا ہے

احد میں جمع ہونے والے

صف آرا تھے احد میں آج تین اقسام کے انساں
شریف انساں خبیث انساں نمود و نام کے انساں
بظاہر تو یہ انساں ایک ہی آدم کے پوتے تھے
مگر ان سب کے باطن تین پر تقسیم ہوتے تھے
بظاہر ساز تھے ہم صورت وہم رنگ تینوں کے
مگر پردے سے نکلے مختلف آہنگ تینوں کے
عجب اعمال تھے ان کے عجب تھیں نیتیں ان کی
اثر انداز ہیں تاریخ پر شخصیتیں ان کی

شریف انسان

شریف انسان اس میدان میں اللہ والے تھے
یہ چند اصحاب تھے لیکن زمانے سے نرالے تھے
یہی تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہدایات محمد مصطفی کو ماننے والے
خدائے واحد و رحمن پر ایمان تھا ان کا
متاع دل اسی کی راہ میں قربان تھا ان کا
یقیں رکھتے تھے یہ اللہ کی شان جلالت پر
یہی ایمان لائے تھے محمد کی رسالت پر
پسند آئے تھے تقوی و طہارت کے اصول ان کو
تہ دل سے تھے ارشادات قرآنی قبول ان کو
یہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فانی سمجھتے تھے
پرستش ماسوا کی فعل شیطانی سمجھتے تھے
یہ دل مخلوق معبودوں کے قائل ہو نہ سکتے تھے
یہ محتاجوں کے دروازوں پہ سائل ہو نہ سکتے تھے
خدا کو جب سے مانا تھا قدیر و قادر و غالب
کسی بندے سے ہوتے تھے نہ یہ امداد کے طالب
کوئی طاقت انہیں مرعوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
کوئی عادت انہیں مغلوب کر سکتی نہ تھی ہرگز

یہ مسکینوں کے یاور تھے یہ مظلوموں کے حامی تھے
یہ مزدوروں میں شامل تھے یہ محکوموں کے حامی تھے
یہی تھے جو یتیموں بے کسوں پر رحم کھاتے تھے
یہی تھے جو غلاموں کی مشقت خود اٹھاتے تھے
رضا کارانہ کرتے تھے حدود اللہ کی پابندی
کہ خالق کی رضامندی میں تھی ان کی رضا مندی
یہ واقف ہو چکے تھے جوش ایمانی کی قوت سے
یہ لذت یاب تھے توحید کے درس اخوت سے
بنی آدم کا رتبہ ان کی نظروں میں مساوی تھا
یہ نظریہ خیال و فعل کی دنیا پہ حاوی تھا
کوئی عزت نہ تھی ان کے لیے سکہ شماری میں
بزرگی دیکھتے تھے یہ فقط پرہیز گاری میں
گدا و شاہ میں تھی ایک وجہ امتیاز ان کو
نظر آتا تھا سجدہ ریز سر ہی سر فراز ان کو
ضرر ہو نفع ہوُ ہر حال میں سچ بولنے والے
زیاں ہو سود ہو کچھ ہوُ یہ پورا تولنے والے
یہی وہ ملت موعود تھی دنیائے ہستی میں
نویدامن ہوتا تھا جسے انسان کی بستی میں
یہی لے دے کے دنیا میں مدد گار محمدؐ تھے
یہی بندے مہاجر اور انصار محمدؐ تھے
بھری دنیا کے اندر بس یہی تھے حق پسندوں میں

خدا نے آپ ان کو چن لیا تھا اپنے بندوں میں
یہ اپنے دین و ایماں پر فدا ہونے کو آئے تھے
یہ قرض زندگانی تھے ادا ہونے کو آئے تھے
تہی دامن نہیں آئے تھے دربار شہادت میں
متاع جان و دل لائے تھے بازار شہادت میں

چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم

سنواری تھیں صفیں پھر ایک چھوٹی سی جماعت نے
کیا تھا جمع جس کو صاحب روز شفاعت نے
یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جس کے در پے تھی
یہ چھوٹی سی جماعت در حقیقت اک بڑی شے تھی
نبوت کے شش و دہ سال کی تلقین کا حاصل
زمانے میں ہمیشہ رہنے والے دین کا حاصل
یہ اس حصن حصیں کی اولیں بنیاد محکم تھی
عبارت جس سے پشتیبانی اولاد آدم تھی
اسے کشت وفا میں آج ایسا بیج بونا تھا
شہیدوں کے لہو سے بار آور جس کو ہونا تھا
یہ بندے خواب ابراہیم کی تعبیر تھے گویا
یہ بندے سورہ الحمد کی تفسیر تھے گویا
جہاں میں دام شیطاں سے یہی آزاد نکلے تھے
خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلے تھے
یہی تھا جیش اول امت وسطی کی فوجوں کا
یہی چشمہ تھا نور حق کی دریا بار موجوں کا
یہی میدان میں غازی یہی مسجد میں زاہد تھے
محمد کے صحابہ اور اللہ کے مجاہد تھے

لیکن ان کے بھی مدارج تھے

اگرچہ سب کے سب ذوق ارادت لے کے آئے تھے
خدا کی راہ میں شوق شہادت لے کے آئے تھے
یہ آئے تھے کہ شمع دین حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اجالا ہو
یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جو انمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے
نکل آئے تھے راہ امتحاں گاہ اطاعت میں
مگر موجود تھا فرق مراتب اس جماعت میں

آزمودہ

انہی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے
تہ خنجر ھواللہ احد کہنے کے عادی تھے
یہ جب ایمان لائے تھے عدو تھا اک جہاں ان کا
ہوا تھا بار ہابیم و رجا میں امتحاں ان کا
یہ کڑیاں سہہ چکے تھے اپنے مالوں اور جانوں میں
ہوئے تھے سرخرو ان ابتدائی امتحانوں میں
دہان موت کے اندر ہنکائے جا چکے تھے یہ
قتال بدر کے دن آزمائے جا چکے تھے یہ

ناآزمودہ

مگر ایسے بھی تھے ان میں ہ نو آموز الفت تھے
ابھی ناپختہ تھے نا آشنائے رنج و کلفت تھے
نہ جھیلیں تھیں ابھی تک سختیاں ایمان لانے کی
نہ کھیلی تھیں ابھی تک بازیاں سرہار جانے کی
ابھی اس عشق نے صورت نہ دیکھی تھی تباہی کی
ابھی ایمان کے دعوے کو حاجت تھی گواہی کی
ابھی اسلام کے انعام میں تحسین پائی تھی
ابھی حصے میں ان کے داد رسوائی نہ آئی تھی
ابھی تا حد مسجد شاغل شوق عبادت تھے
کہ تازہ وار دان عرصہ ذوق ارادت تھے
بسی تھی کامیابی بدر کے دن کی نگاہوں میں
یقینی بات تھی فتح و ظفران کی نگاہوں میں
سنا تھا غازیوں کا حال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سکون و صبر واستقلال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

شرط نصرت الٰہی

نہ دیکھا تھا کہ نصرت صبر کا انعام ہوتی ہے
نہ سمجھے تھے اطاعت باعث اکرام ہوتی ہے
برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا
جماعت کا بہم رکھنا' جماعت کا بہم رہنا
فلک ٹوٹے' زمیں پھٹ جائے' موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہر گز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے
یہی نصر من اللہ کا اصول جاودانی ہے
یہی اسلام کی شرط حصول کامرانی ہے
اصولاً یاد تھا بیشک یہ مضمون ادق ان کو
مگر باب عمل سے آج ملنا تھا سبق ان کو

خبیث انسان، منافقین

کھڑی تھی دوسری بھی اک جماعت آج میداں میں
مجسم ہو کے آئی تھی خباثت شکل انساں میں
خبیث انسان انسانوں میں شیطانوں کے سائے تھے
مسلمانوں کے دشمن ہی مسلماں بن کے آئے تھے
یہ افراد منافق تھے نبی کی فوج میں شامل
تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
مدینے ہی سے نکلے تھے منافق بھی مدینے کے
سفینے ہی میں بیٹھے تھے مخالف بھی سفینے کے
یہ اسلامی جماعت میں ہوئے تھے اس لیے شامل
کہ اس پردے میں تخریب جماعت پر رہیں عامل
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے
شفاعت کے قریں بھی دور بھی لیکن شفاعت سے
انہیں دعوائے ایماں تھا مگر ایماں نہ لائے تھے
یہ زحمت کوش بن کر دامن رحمت میں آئے تھے
مسلمانوں میں یہ اسلام کا اقرار کرتے تھے
مگر کفار سے ملتے ہی صاف انکار کرتے تھے
ادھر کہتے تھے ہم اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں
وہاں ہنستے تھے ہم ان بیوقوفوں کو بناتے ہیں

خدا و خلق دونوں سے دغا مطلوب تھی ان کو
کمالات بشر سے بس ریا مرغوب تھی ان کو
جہان زیست میں ان کے لیے کوئی نہ تھا اپنا
یہ ہر سودے کے اندر دیکھتے تھے فائدہ اپنا
نہ رغبت دین سے ان کو نہ ذوق اسلام سے ان کو
غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے ان کو
یہ بزدل تھے مسلمانوں سے لڑنے کا نہ تھا یارا
مسلماں ہو گئے دیکھا نہ جب اس کے سوا چارا
تھیں اس بیوپار میں بھی کچھ امیدیں نفع ذاتی کی
یہ دولت جمع کرتے پھر رہے تھے بے ثباتی کی
یہ اس دنیائے دوں میں اپنی دنیا کی طرح دوں تھے
خدا کا نام لیتے تھے نبی کے تشنہ خوں تھے
خدا و خلق کو دھوکے میں رکھنا ان کی نیت تھی
اگر کچھ تھی تو ان میں بس یہی اک قابلیت تھی
ہوا تھا تفرقہ انگیزیوں پر اتحاد ان کا
چھپا تھا پردۂ اصلاح کے اندر فساد ان کا

منافقوں کا سردار

یہ پورے تین سو بزدل مسلح اپنے کینے سے
مسلمانوں میں شامل ہو کے نکلے تھے مدینے سے
چلن سے ان کے ثابت تھا کہ دل بیمار تھا ان کا
منافق تھے یہ سب ابن ابی سردار تھا ان کا
بظاہر نصرت اسلام پر تھی ان کی تیاری
مگر وقت آ گیا تھا کھل رہی تھی آج عیاری
لباس ان کے بہت اجلے تھے لیکن قلب کالے تھے
مگر اب ایک ساعت میں یہ پردے اٹھنے والے تھے
نہ چمکے نور ایماں سے عجب تاریک سینے تھے
بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کمینے تھے

نمود و نام والے قریش مکہ

نمود و نام کے انساں قریشی حملہ آور تھے
یہ قومی آن رکھتے تھے، بہادر تھے دلاور تھے
نسب پر فخر تھا، رنگ اور خوں پر ناز تھا ان کو
رسوم بد پُر افعال زبوں پر ناز تھا ان کو
اگرچہ شرم کو شرمانے والے طور تھے ان کے
مگر اخلاق کے معیار ہی کچھ اور تھے ان کے
انہیں اعمالناموں پر نسب نامے مقدم تھے
کہ یہ پیدائشی اشراف موروثی مکرم تھے
نسب کے سامنے اعمال کی پروانہ کرتے تھے
یہ مست حال استقبال کی پروانہ کرتے تھے
یہ انسانی بلندی اپنی پستی کو سمجھتے تھے
کمال حق پرستی بت پرستی کو سمجھتے تھے
یہ دوشیزاؤں کی عصمت دری پر فخر کرتے تھے
یہ قتل و رہزنی غارت گری پر فخر کرتے تھے
کوئی شے تھی نہ ان کی رائے میں پاکی و ناپاکی
فواحش ان کا مذہب تھا، شجاعت ان کی سفاکی
جہالت کی کسوئی پر کسے تھے زشت و خوب ان کے
سراسر تھے ثواب ان کی نگاہوں میں عیوب ان کے

تھا یکسر باطل و مجموعہ اوہام دین ان کا
مگر اس دین پر تھا کس قدر پکا یقین ان کا
یہ بندے پوجتے تھے اینٹ پتھر کے خداؤں کو
ستاروں کو درختوں کو الاؤں کو بلاؤں کو
رواج و رسم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے یہ
رضا کارانہ اس بیگار میں پکڑے ہوئے تھے یہ
نمایاں اس پرستش میں بھی تھی شان نمود ان کی
کہ دیکھیں اور کریں تحسین نصاریٰ و یہود ان کی
نمود و نام کے عاشق، رسوم بد کے دلدادہ
یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے پر آمادہ
یہ رسوائی کے ڈر سے دختروں کو قتل کرتے تھے
شماتت کا تھا ان کو خوف اللہ سے نہ ڈرتے تھے

اسلام کی مخالفت کا سبب

اسی باطل پرستی کے خلاف اسلام آیا تھا
فلاح دو جہاں کا راستہ جس نے دکھایا تھا
مگر اسلام لانے سے نمود و نام جاتے تھے
نمائش اور فخر و ناز کے سب کام جاتے تھے
نسب ناموں کے طولانی دفاتر چاک ہوتے تھے
نشان رنگ و خوں مٹتے تھے دامن پاک ہوتے تھے
بھلا وحشت نہ ہوتی کس طرح اسلام سے ان کو
کہ ملتی تھی رہائی گیسوئے اصنام سے ان کو
یہ معبودان سنگ و خشت سے منہ موڑتے کیونکر
بہت نازک تھے دل ان کے بتوں کو توڑتے کیونکر
خدا ہے اور واحد ہے سمجھ میں آ نہ سکتا تھا
کسی کی یہ نہ سنتے تھے کوئی سمجھا نہ سکتا تھا
یہ اپنی ذات کو اشراف بھی تسلیم کرتے تھے
مگر گرگ و سگ و خنزیر کی تعظیم کرتے تھے
گوارا تھا بروئے دام و دو سجدے میں جھک جانا
رہ حق میں قدم بھولے سے اٹھ جائے تو رک جانا
حصول دین حق میں ان کو کھو جانے کا خطرہ تھا
جہاں میں اشرف المخلوق ہو جانے کا خطرہ تھا

گراں تھی سادگی اس قوم کی شان امارت پر
امارت ہی نے اکسایا تھا ان کو قتل و غارت پر
نمائندے تھے یہ سارے عرب کی اکثریت کے
علمبردار تھے دنیا میں دور جاہلیت کے

بظاہر غرور بے جا بھی نہ تھا

بظاہر کوئی بے جا بھی نہ تھا فخر و غرور ان کا
عرب میں شہرہ جنگ آوری تھا دور دور ان کا
عرب کے ہر قبیلے نے سیادت ان کی مانی تھی
کہ بیت اللہ پر ان کی نیابت خاندانی تھی
زمیں پر دور تک جھنڈے گڑے تھے ان کی جرات کے
مقابل میں نہ تھا کوئی قبیلہ ان کی طاقت کے
بوقت جنگ یہ انساں نہیں خونخوار چیتے تھے
سر میدان اپنے دشمنوں کا خون پیتے تھے
یہ ہیبت ناک تھے سفاک تھے جنگ آزمودہ تھے
ہزاراں بار سختی دیدہ و سنگ آزمودہ تھے
یہ جمعیت جدھر بھی از پئے بیداد اٹھتی تھی
فضا میں چار سو فریاد ہی فریاد اٹھتی تھی
دھواں اٹھتا تھا چلتے تھے یہ جن آباد راہوں سے
فلک روپوش ہو جاتا تھا انسانی نگاہوں سے
قوی بازو بھی تھے تعداد بھی ان کی زیادہ تھی
اثر والے بھی تھے امداد بھی ان کی زیادہ تھی
برائے جنگ یہ گھر سے قدم جس دم اٹھاتے تھے
دھڑک جاتا تھا دل دھرتی کا دشمن سہم جاتے تھے

بدر کی شکست گویا سیر کو زخم

نگاہیں ان کی خوف انگیز نظاروں کی عادی تھیں
پرانے تجربوں نے ہمتیں ان کی بڑھا دی تھیں
کسی نے پیٹھ دیکھی ہی نہ تھی میدان میں ان کی
شکست بدر سے فرق آ گیا تھا شان میں ان کی
غضب تھا' غیظ تھا' غصہ تھا ان کو اس ہزیمت پر
پڑی تھی ضرب کاری قومیت کی قدر و قیمت پر
اٹھا لایا تھا پھر میداں میں جوش انتقام ان کو
بغیر انتقام بدر جینا تھا حرام ان کو
اٹھے تھے دہر سے اسلام کی ہستی مٹانے کو
ہدایت کا چراغ نور پھونکوں سے بجھانے کو
یہ تیاری یہ لشکر اور یہ سامان جنگ ان کا
یہاں تک بڑھ کے آ چڑھ آنا بے ڈھنگ ان کا
یہ کیا تھا' اک یقیں تھا سازو ساماں اور کثرت پر
نمود و نام پر رنگ اور خوں پر شان و شوکت پر

ان کے ارادے

ہزیمت کو نشان حق نہیں گردانتے تھے یہ
کہ ان باتوں کو امر اتفاقی جانتے تھے یہ
یہ وحدت کے مقابل اکثریت لے کے آئے تھے
کچل دینے مٹا دینے کی نیت لے کے آئے تھے
احد کی جنگ کیا تھی، انتقام وحشیانہ تھی
رعونت کے سمند ناز پر اک تازیانہ تھی
یہ آئے تھے خدا والوں کا استیصال کرنے کو
جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں انہیں پامال کرنے کو
وہ جس نے انتم الاعلون کا مژدہ سنایا تھا
اسے خاموش کرنے کو انہیں شیطان لایا تھا
یہ آئے تھے مسلمانوں کے قتل عام کی خاطر
یہ سب کچھ کس کی خاطر تھا، نمود و نام کی خاطر

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

سر میداں نمایاں ہو رہا تھا حال تینوں کا
نمود و نام والوں کا' شریفوں کا' کمینوں کا
قریش اپنے نمود و نام کا ڈنکا بجاتے تھے
جوانوں اور سامانوں کو میداں میں سجاتے تھے
جتاتے تھے کہ ہم بھی ہیں' ہمیں بھی ماننا ہو گا
زمانے بھر کے انسانوں سے افضل جاننا ہو گا
ہم اپنی برتری منوائیں گے شمشیر کے دم سے
اگر ہم کو نہیں تم مانتے' آؤ لڑو ہم سے

مسلمان

شریف انساں مساوات بنی آدم کے حامی تھے
اخوت کے مبلغ تھے محبت کے پیامی تھے
ہر اک انسان کے جینے کا حق منوانے آئے تھے
ورق تاریخ استبداد کا الٹانے آئے تھے
انہیں لایا تھا اس میدان میں جذبہ بھلائی کا
ضعیفوں کی مدد کا اور غلاموں کی رہائی کا

منافق

خبیثوں پر مگر اک گو مگو کا رنگ طاری تھا
بندھی تھیں گھگیاں روحوں پہ خوف جنگ طاری تھا
یہ نکلے تھے فقط مال غنیمت کی امیدوں میں
نہ تھا منظور ان کو نام لکھوانا شہیدوں میں
نظارا موت کا دیکھا تو جانیں ان کی تھرائیں
پسینے چھوٹ پڑے چہروں کے اوپر زردیاں چھائیں

جماعتوں سے بالا خدا کا رسول

مگر اللہ کا مرسل مگر اسلام کا ہادی
وہ جس کی ذات پر موقوف تھی بندوں کی آزادی
اٹھا تھا ساری دنیا کے مصائب دور کرنے کو
جفا کا آئنہ سنگ وفا سے چور کرنے کو
وہ حملہ آوروں کی شوکت و حشمت سے واقف تھا
قریش قوم کی بیباکی و جرات سے واقف تھا
وہ اپنے ساتھ سرمایہ نہ طاقت لے کے آیا تھا
صداقت کا مبلغ تھا صداقت لے کے آیا تھا

اس کے ساتھی

ہزار افراد اس کے ساتھ نکلے تھے مدینے سے
انہی میں تین سو افراد تھے لبریز کینے سے
وہ ان کی نیتوں ان کے ارادوں سے بھی واقف تھا
وہ ان فتنوں کے آئندہ فسادوں سے بھی واقف تھا
مگر جب تک زبانیں ان کی تھیں اللہ کی اقراری
شریعت ان سے کر سکتی نہ تھی اظہار بیزاری
رسالت نے ہمیشہ رحم کھایا حال پر ان کے
کیا شاہد فقط اعمال کو اقوال پر ان کے

کانٹوں سے پھول

انہی کانٹوں میں امید گل توحید تھی اس کو
کہ ان کی نسل سے اسلام کی امید تھی اس کو
زمین شور سے پیدا کئے تھے پھول بھی اس نے
مرتب کی تھی اک جمعیت معقول بھی اس نے
یہ جمعیت بظاہر مشتمل تھی چند جانوں پر
اسی کی پیروی لیکن مقدر تھی زمانوں پر
یہی جمعیت معقول یعنی سات سو انساں
خدا و مصطفی پر آج ہونے آئے تھے قرباں
انہیں پر اشرف المخلوق کا اطلاق ہونا تھا
انہی کو تاقیامت شہرہ آفاق ہونا تھا
سکھا کر درد مندی اور شرافت کے اصول ان کو
سر راہ شہادت لے کے آیا تھا رسول ان کو

کفار مکہ اور مسلمان آمنے سامنے

ادھر نازاں تھے کثرت پر نمود و نام والے بھی
ادھر راضی رضائے حق پہ تھے اسلام والے بھی
نمود و شان و شوکت شور غوغا اکثریت کا
اقلیت کی خاموشی تقاضا حسن نیت کا

منافقین کا جماعت سے کترا جانا

کھڑے تھے اب منافق اس طرح اسلام سے ہٹ کر
سمٹ جاتا ہے جیسے ابر روئے صبح سے چھٹ کر

شہادت کے لیے غازی ہوئے جس وقت آمادہ
صفیں ہونے لگیں میداں میں بہر جنگ استادہ

برائے حفظ دیں تسلیم جاں کا وقت آ پہنچا
میان دوست دشمن امتحاں کا وقت آ پہنچا

ہوئے بہر جہاد اسلام کے غازی جو صف بستہ
تو انبوہ منافق نے مدینے کا لیا رستہ

نعرہ منافقانہ

کیا ابن ابی نے جب ارادہ بھاگ چلنے کا
نکالا ڈھونڈکر اس نے بہانہ بچ نکلنے کا
پکارا مشورہ میرا محمد نے نہیں مانا
مجھے کچھ بھی نہیں سمجھا مجھے کچھ بھی نہیں جانا
دیا تھا مشورہ میں نے مدینے ہی میں رہنے کا
وہاں کوئی بھی اندیشہ نہیں تھا خون بہنے کا
محمد نے کوئی عزت نہیں کی میری رائے کی
سہوں میں پیڑ اپنی جان پر اب کیوں پرائے کی
میری رائے نہ مانی' رائے مانی چند لڑکوں کی
ہلاکت اب ہماری ہو گئی پابند لڑکوں کی
وہ لڑکے جن پہ عائد ہی نہیں فرض جہاد اب تک
ہیں کھانے کھیلنے کی چند باتیں جن کو یاد اب تک
محمد ان کے کہنے پر نکل آئے مدینے سے
یہ ملت ہو چکی ہے واقعی اب سیر جینے سے
نظر آتا ہے بھاری مجھ کو قرشی فوج کا پلہ
مسلماں سہہ نہیں سکتے بظاہر ایک بھی ہلہ
نظر آتی ہے نسبت مجھ کو پربت اور رائی کی
بھلا دیکھو تو یہ بھی کوئی صورت ہے لڑائی کی

جو دانا ہیں وہ بچوں کی طرح ضد پر نہیں اڑتے
ہمیں رکھے معاف، ایسی لڑائی ہم نہیں لڑتے
پیام موت ہے، جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں
وہ مر جائیں جو مرنا چاہتے ہیں، ہم تو چلتے ہیں!

فوج اسلام کا تاثر

نمایاں کر کے انسانی کجی کو اور کینے کو
منافق منہ چھپا کر ہو لیا سیدھا مدینے کو
وہ بزدل بے وفا غدار جو ساتھ آئے تھے اس کے
صف لشکر سے گھنگھٹ کھا کے اس کے ساتھ ہی کھسکے
فلک حیران تھا اہل زمیں کی کج ادائی سے
ہزار افراد میں سے تین سو کی بے وفائی سے
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابن ابی اور اس کے ہمراہی
یہ نقشہ دیکھ کر محو تحیر رہ گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
احد میں فوج مسلم پر یہ پہلی ضرب کاری تھی
بقیہ جیش پر اس وقت اک عبرت سی طاری تھی
ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی

احد میں لشکروں کی ترتیب

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے
بروئے لشکر شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے
نہ کثرت تھی نہ سامان وغا موجود تھا ان میں
مگر یہ مطمئن تھے مصطفی موجود تھا ان میں
ہزار افراد میں سے اک تہائی کا نکل جانا
بہت ممکن تھا اس سے پاؤں اکثر کا پھسل جانا
کوئی پروانہ کی اس کی مگر اللہ کے بندوں نے
نظر حق و صداقت پر ہی رکھی حق پسندوں نے
مقابل مشرکوں کے تھا ہی کیا اسلام کا لشکر
اب اس سے دو تہائی رہ گیا اسلام کا لشکر
اسی سے کام لینا تھا مگر محبوب داور کو
دیا ترتیب آنحضرت نے اس چھوٹے سے لشکر کو

تیراندازوں کا تعین اور تاکید استقامت

پچاس افراد تیر انداز اک ٹیلے پہ ٹھہرائے
قسم ان کو دلائی اور یہ الفاظ فرمائے
کہ یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے اللہ کے بندو
مثال کوہ ڈٹ جاؤ یہاں اے کوہ مانندو
مبادا اس طرف سے فوج دشمن حملہ آور ہو
تمہاری استقامت کا خدائے پاک یاور ہو
مری آنکھیں لگی ہیں دشمنوں کے ان سواروں پر
کہ غفلت دیکھ لیں تو آپڑیں غفلت شعاروں پر
تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم قائم یہیں رہنا
بہم اک دوسرے کے متصل رہنا قرین رہنا
مسلماں جنگ میں مغلوب ہوں یا غالب آ جائیں
بھگادیں دشمنوں کو یا ہزیمت خود ہی کھا جائیں
ہماری فوج نے میدان جیتا ہو کہ ہارا ہو
ظفر پیش نظر ہو یا خلاف اس کے نظارا ہو
مناہی ہے تمہیں اس مرحلے کو چھوڑ دینے کی
نہ کرنا جرات اس عہد وفا کو توڑ دینے کی
وراندازوں کا خطرہ ہے یہاں دربان بن جاؤ
رہو پشتے پہ قائم اور پشتیبان بن جاؤ

سواران قریش اس راہ سے ہم پر اگر آئیں
تو سب مردان تیر انداز ان پر تیر برسائیں
بہادر حملہ آور لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے
مگر رہوار تیروں کے مقابل رخ نہیں کرتے
شکست و فتح کی اچھی بری کوئی بھی صورت ہو
تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو
جمے رہنا اسی ٹیلے پہ ہر دم باخبر رہنا
کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا
ہے تم پر فرض نگرانی عقب سے آنے والوں کی
رکھو تحدید نفس کی اپنے خیالوں کی
ہدایت کو جو مانے بس وہی سچا مجاہد ہے
یہ تم پر عہد ہے جس کا خدائے پاک شاہد ہے

تیراندازوں پر عبداللہ بن جبیر کا تقرر

غرض مردان تیر انداز پشتے پر ہوئے قائم
نظر میں تا کہ رکھیں درہ مخدوش کو دائم
کہے بہر نصیحت اور بھی کلمات خیر ان پر
معین کر دیئے افسر یہاں ابن جبیر ان پر

بقیہ فوج کی تقسیم

بقیہ فوج کو ہادی نے یوں تقسیم فرمایا
سلیقہ ربط و ضبط جنگ کا تفہیم فرمایا
جمایا سعد کو اور بو عبیدہ کو مقدم پر
جوانمردان ساقہ پر کیا مقداد کو افسر
عکاشہ کو یمینی فوج پر مامور فرمایا
ابو سلمہ کی سرداری میں بازوئے یسار آیا
زبیر و حمزہ و حیدر کی قلب فوج پر رکھا
ستارا ہر مجاہد کا اٹھا کر اوج پر رکھا

علمبردار اسلام

ہوا ارشاد مصعب بن عمیرؓ آگے بڑھو آؤ
تم اس فوج مجاہد کے علمبردار بن جاؤ
ہوا فرط خوشی سے رنگ رخ گلنار مصعب کا
کہ یہ پاس وفا اللہ رے نادار مصعب کا
جھکے بوسہ دیا دست سرکار کے مبارک پر
مثال کوہ میداں میں ہوئے قائم علم لے کر
یہ جھنڈا صلح کا پیغام تھا دنیائے ہستی میں
نشان حق پرستی تھا جہان خود پرستی میں

میدان احد میں ارشادات عالی

مرتب کر لیا جب لشکر اسلام ہادی نے
سنایا اس طرح اللہ کا پیغام ہادی نے
کہا جب تک نہ دشمن خود کرے اقدام لڑنے کا
ہماری سمت سے آئے نہ ہرگز نام لڑنے کا
بگوش ہوش سن لو یہ نصیحت اے مسلمانو!
کہ مخلوقات کا حق اپنے حق سے بھی فزوں جانو!
بہر صورت اطاعت اور طاعت ذات باری کی
علامت ہے خلوص و صدق کی پرہیز گاری کی
نصیحت ہے یہی وقت جہاد ایمان والوں کو
رہے یاد آیت حق العباد ایمان والوں کو
ذخیرہ خیر کا ہے یا مقام اجر و جزا کا ہے
یہ سب کس کے لیۓ اس کے لیے ہے جو خدا کا ہے
جہاد اس کے لیے ہے جو خدا کی چاہ رکھتا ہے
فساد اس کے لیے جو حب مال و جاہ رکھتا ہے
جسے ذوق یقیں اللہ پر ہے اور قیامت پر
بوقت جنگ وہ قابض رہے گا استقامت پر
جو اپنے فرض کو سمجھے جو اپنا فرض ادا کر دے
جو اپنی جان خالق کی محبت میں فدا کر دے

متاع رشد و رافت جس کو مالک سے ہوا ارزانی
مقدر میں اسی کے ہے شہادت اور قربانی

شکست و فتح سے بے نیازی

خدا کے حکم پر خلق خدا کے واسطے مرنا
بہت آسان ہے کہنا، بہت دشوار ہے کرنا
جو حق کو درست رکھتا ہے خدا ہے دوستدار اس کا
نظر ہے جس کی ناحق پر تو ہے شیطان یار اس کا
شکست و فتح کو تم چھوڑ دو اس کی مشیت پر
نظر رکھو فقط حسن عمل پر حسن نیت پر
خدا ہر آئنہ ہے نیتوں کا جاننے والا
ہمارے حال اور اعمال کو پہچاننے والا

شہادت ہی اصل اسلام ہے

شہادت ہی جہاد فی سبیل اللہ کی صورت ہے
برائے فتح صبر و استقامت کی ضرورت ہے
مسلماں کا حصول مال و زر کیا ہے شہادت ہے
مسلماں کے لیے فتح و ظفر کیا ہے شہادت ہے
جہاد راہ حق کیا ہے غزا کیا ہے شہادت ہے
ہماری زندگی کا مدعا کیا ہے شہادت ہے
اسی صورت سے نصرت کی طلب کرتے ہوئے نکلو
کہ ارشادات باری کا ادب کرتے ہوئے نکلو

اطاعت پیمبر، راستبازی اور راستی

فقط خوشنودی خالق اسی پر ہے مسلمانو
کہ پیغمبر کرے جو حکم لازم اس کو گردانو
تمہارے نفس پر جو فرض عاید ہے بجا لاؤ
نہ تم سختی سے گھبراؤ نہ اپنی حد سے بڑھ جاؤ
میں ہر آئینہ خواہاں ہوں تمہاری راستبازی کا
یہی دنیا میں ہے سب سے بڑا انعام غازی کا

پہلوتہی' تفرقہ ونفاق کی ممانعت

ادائے فرض سے پہلو تہی تاخیر و کوتاہی
ہیں ان سب کے نتائج ضعف ایماں اور گمراہی
نفاق و اختلاف باہمی ہے خبث باطن کا
یہ ان کے کام ہیں اللہ پر ایماں نہیں جن کا
جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہر زر اندوزی
خدا دیتا ایسوں کو ہرگز فتح و فیروزی
نہ ڈھونڈو آسرا راہ خدا میں جز خدا کوئی
جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہر زراندوزی
خدا دیتا نہیں ایسوں کو ہرگز فتح و فیروزی
نہ ڈھونڈو آسرا راہ خدا میں جز خدا کوئی
خدا کے قرب کا رستہ نہیں اس کے سوا کوئی

رسول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے

وسیلہ نصرت حق کا پیمبر کی اطلاعت ہے
شفاعت اس کا حصہ ہے جسے حق پر قناعت ہے
پیمبر جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جاؤ
پیمبر روک دے جس کام سے فی الفور رک جاؤ
الگ تفریق سے رہ کر رہو ملت سے وابستہ
کہ ہے فوزو فلاح دو جہاں کا ایک ہی رستہ

موت وحیات اور حلال وحرام

خیال مرگ سے بے فائدہ انسان ڈرتا ہے
بغیر اذن خالق کوئی جیتا ہے نہ مرتا ہے
بقدر یک نفس قبضے میں لا سکتا نہیں کوئی
بڑھا سکتا نہیں کوئی گھٹا سکتا نہیں کوئی
مقدر رزق جس کا جس قدر ہے کھا نہ لے جب تک
خدا کی نعمتوں سے اپنا حصہ پا نہ لے جب تک
فرشتہ موت کا اس پر مسلط ہو نہیں سکتا
بغیر حکم حاکم جان شیریں کھو نہیں سکتا
تمہیں اس باب میں ایمان کو مضبوط رکھنا ہے
حصول رزق میں پاکیزگی ملحوظ رکھنا ہے
مسلمانوں کے حصے میں فقط اکل حلال آئے
کمی بیشی کی صورت ہو تو رازق کا خیال آئے
نہیں گنجائش مال حرام اسلام کے اندر
گوارا ہو نہیں سکتا یہ کام اسلام کے اندر
محارم سے کرو پرہیز اگر ایمان والے ہو
پیمبر تم میں ہے موجود تم قرآن والے ہو
گنہ آلود فکر رزق کی تم کو مناہی ہے
یہ تلقین پیمبر ہے یہ ارشاد الٰہی ہے

مقام جنگ ہو یا صلح کا ہنگام ہو کچھ ہو
حصول رزق میں تکلیف ہو آرام ہو کچھ ہو
طریق راستبازی چھوڑ دینا منع ہے تم کو
صفا کا شیشہ دل توڑ دینا منع ہے تم کو
مسلمانو! یہ درس زندگی جب تک نہ بھولو گے
جہان کامرانی میں پھلو گے اور پھولو گے
صفوں کو انتہائی ربط سے آراستہ کر لو
دلوں کو نور جوش و ضبط سے پیراستہ کر لو
صفائے قلب سے میدان میں استادہ ہو جاؤ
جہاد فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو جاؤ
جو تیر انداز ہیں قائم رہیں مخدوش ٹیلے پر
نظر تا اختتام جنگ ہو دشمن کے حیلے پر
بصد اصرار کی جاتی ہے تاکید اکیدان کو
کہ ٹیلے سے نہ ہٹنا دے کسی منظر کی دیدان کو
خلاف راہ پیغمبر قدم جو بھی اٹھائے گا
کوئی رستہ نہ دیکھے گا، کوئی منزل نہ پائے گا

فوج غنیم کی ترتیب

ادھر کفار مکہ نے سجایا فوج والوں کو
سنبھالا افسروں نے پیدلوں کو اور رسالوں کو
سپہ سالار ابوسفیاں بصد فخر سپہ داری
سرمیداں کرتا تھا نمود شان سالاری
دکھائی افسران فوج نے تنظیم لشکر کی
ہوئی تھی رات ہی سے اس طرح تقسیم لشکر کی

خالد کا رسالہ

رسالہ اک یمیں پڑ جس کا خالد بن ولید افسر
مثال شیر غراں مستعد ہر دم جھپٹنے پر
وہ خالد جس کو اک دن خادم اسلام ہونا تھا
وہ جس کو فاتح ایران و روم و شام ہونا تھا
ابد تک نام جس کا رشک مہر و ماہ بننا تھا
جسے اسلام کے ہاتھوں میں سیف اللہ بننا تھا
مقدر تھی قیادت جس کو افواج الٰہی کی
وہ خالد لے کے آیا تھا یہاں نیت تباہی کی

عکرمہ بن ابوجہل کا رسالہ

اسی صورت رسالہ میسرے پر بھی جمایا تھا
یہاں بوجہل کے فرزند کو افسر بنایا تھا
دماغ عکرمہ ابن ابوجہل آج کیا ملتا
کہ اس کو اب نظر آتا تھا بدلہ باپ کا ملتا
خبر کیا تھی کہ اک دن مائل اسلام ہونا ہے
خدا کے غازیوں میں عکرمہ کا نام ہونا ہے
نہیں تھی تاب ابھی نور جہاں تاب محمد کی
قسم کھا کر چلا تھا قتل اصحاب محمد کی
سواروں کا پرا لے کر کھڑا تھا تاک میں یہ بھی
بڑا فتنہ تھا اعدائے رسول پاک میں یہ بھی

ابوسفیان اور کفار کے علمبردار میں جھڑپ

تھا شہرہ آلِ عبدالدار کی شان شجاعت کا
نشان بردار ٹھہرایا گیا ان کو جماعت کا

قریش مکہ جب بھی تاخت پر تیار ہوتے تھے
تو عبدالدار والے ہی علمبردار ہوتے تھے

انہی میں اک بہادر پہلواں کا نام تھا طلحہ
عدوئے دین حق تھا دشمن اسلام تھا طلحہ

ابوسفیاں نے بلوایا اسے اور ہنس کے فرمایا
کہ اے طلحہ تمہارے امتحاں کا وقت بھی آیا

ہم آئے ہیں یہاں پر انتقام بدر لینے کو
تسلط میں نبوت کا مقام صدر لینے کو

علم پر برسر میداں اگر کوئی وبال آیا
سمجھ لینا قریشی شان و شوکت کا زوال آیا

علم ہو سرنگوں تو کوئی لشکر تھم نہیں سکتا
بہادر سے بہادر کا قدم بھی جم نہیں سکتا

تجھے اے طلحہ اس لشکر کی عزت آج رکھنا ہے
ہماری اور اپنے خانداں کی لاج رکھنا ہے

ذرا دل تھام کر قرشی علم کو تھامنا طلحہ
کہ ہوتا ہے لڑائی میں قضا کا سامنا طلحہ

علمبردار ہی کے دم سے ہے بازی لڑائی کی
علم رکھ دو اگر ہمت نہ ہو جنگ آزمائی کی
نہ ہو ہمت تو لاؤ خود علم اپنا اٹھالیں ہم
علمبردار لشکر اور ہی کوئی بنالیں ہم

طلحہ کا جوابِ سخت

ابوسفیاں کے طعنے سے غضب میں بھر گیا طلحہ
زباں پر آئی گالی ضبط لیکن کر گیا طلحہ
کہا' کیوں اس قدر باتیں بناتے ہو ابوسفیاں
سرمیداں کمینہ پن دکھاتے ہو ابوسفیاں
علمبردار ہونا حق ہے میرے ہی گھرانے کا
میں اس کو دیکھ لوں گا جو علم لینے کی ٹھانے گا
میں واقف ہوں تمہارے حاسدانہ رنگ خصلت سے
مجھے محروم کرنا چاہتے ہو آج شہرت سے
اگر مغلوب ہو جانے کا ہوتا کوئی اندیشہ
علم کا نام ہی لیتے نہ ہرگز تم دغا پیشہ
یقین فتح ہے تم اس لیے باتیں بناتے ہو
بہادر بنتے ہو تنتے ہو اور شیخی دکھاتے ہو
شرارت وقت نام و ننگ کرنا چاہتے ہو تم
سر میداں مجھی سے جنگ کرنا چاہتے ہو تم
قسم ہے لات کی کہنا تمہارا ہو نہیں سکتا
کسی کو ہم علم دے دیں گوارا ہو نہیں سکتا
علم برداری جنگ آل عبدالدار کا حق ہے
تمہاری کدو کاوش آج اس بارے میں نا حق ہے

نمود و نام کی تم ہم کو ترکیبیں سکھاتے ہو
سپہ سالار بن کر شان استادی دکھاتے ہو
ہمارا فرض کیا ہے تم سے بہتر جانتے ہیں ہم
بہادر اور بزدل کون ہے پہچانتے ہیں ہم
حفاظت اس علم کی ہے ہمارا کامؑ ہم جانیں
ہم اپنا نام اچھالیں یا کریں بدنام ہم جانیں
تمہارے پیٹ میں اٹھے نصیحت کا مروڑا کیوں
ہمارے کام میں اٹکاؤ تم آ آ کے روڑا کیوں
علم کو لے سکو گے تم نہ منت سے نہ جبریہ
ہٹو اب سامنے سے اس نصیحت کا ہے شکریہ

ابوسفیان کا کھسیانا پن

ابوسفیاں ہوا طلحہ کی باتوں سے جو کھسیانا
کہا اے طلحہ تم نے میرے مطلب کو نہ پہچانا
اگر رکھو گے باہر ضابطے سے تم قدم اپنا
تو اتنا یاد رکھو ہم بنالیں گے علم اپنا
کہا طلحہ نے لیکن وہ علم جب بن کے آئے گا
اسے بھی کوئی عبدالدار والا ہی اٹھائے گا
غرض یہ تو تو میں میں ردو کد اور تیز گفتاری
ہوئی مشکل سے ختم، اور پائی طلحہ نے علمداری
جہاں کبرو رعونت ہو وہاں جھگڑا ضروری ہے
یہ وحدت کے منافی ہے اسی کا نام دوری ہے
علم کے سائے میں بڑھ بڑھ کے عبدالدار والوں نے
صفیں آراستہ کیں پیدلوں نے اور سواروں نے

لشکر مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر

یہ طاقت کی حماقت تھی خودی کی خودی نمائی تھی
بشر کی فطرت بدتھی مجسم ہو کے آئی تھی
یہ معبودان باطل کی مدد کرنے کو آئے تھے
خدا کا آخری پیغام رد کرنے کو آئے تھے
بہت مرغوب تھا آئین باطل کا دوام ان کو
شکست بدر کا لینا تھا حق سے انتقام ان کو
یہ دشمن تھے شریفوں کی حمایت کرنے والوں کے
مخالف تھے ضعیفوں سے رعایت کرنے والوں کے
انہیں مطلوب تھی نام آوری بھی قتل و غارت بھی
ستم بھی فتنہ انگیزی بھی اظہار امارت بھی
یہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے اس زمانے کو
یہ آئے تھے چراغ نور پھونکوں سے بجھانے کو
گماں شعلہ جوالہ ہوتا تھا لعینوں پر
چمکتے تھے سروں پر خود چار آئینے سینوں پر
تبر تیر اور خنجر اور ڈھالیں اور تلواریں
جمی تھیں بھوری بھوری ریت پر لوہے کی دیواریں
تڑپ اٹھتی تھیں یوں برچھوں کی انیاں اٹھ کے شانوں سے
عیاں ہو اشتہا جس طرح سانپوں کی زبانوں سے

اپنا اپنا رنگ نمائش

نمایاں کر رہا تھا فخر جنگی جیش جیش اپنا
ثقیف اپنا اجابش اور کنانہ اور قریش اپنا
نمایاں تھے صفوں میں سرغنے بھی خاص خاص ان میں
بہت نامی بہت مشہور تھے عمرو ابن عاص ان میں
وہی عمرو ابن عاص اک دن جسے اسلام لاتا تھا
مجاہدین کے جس کو تابہ ارض نیل جاتا تھا
اڑاتا تھا زمین مصر پہ اسلام کا جھنڈا
جسے کرتا تھا رومی لشکروں کے جوش کو ٹھنڈا
وہی عمرو ابن عاص اپنی سرافرازی سے بے بہرہ
کھڑا دیتا ہے آج اپنے متاع کفر پہ پہرہ

آنحضرت کے خاص مخالفین

تھے شامل سب کے سب اعدائے آں عالی جناب ان میں
نمایاں تھا مگر ابلیس کا خاص انتخاب ان میں
رسول پاک پر حملے کی نیت کر کے آئے تھے
گھروں سے اپنے سامان اذیت کر کے لائے تھے
زیادہ تر تھے فکر صاحب لولاک میں دشمن
پے قتل نبی ہر سو کھڑے تھے تاک میں دشمن
یہ پانچ ابن شہاب و عتبہ و ابن حمید اسدی
ابی ابن خلف جمحی و ابن قمیہ لیثی
ہوا تھی ان سروں میں شمع عرفاں کے بجھانے کی
قسم کھائی تھی ان پانچوں نے کعبے کو گرانے کی
ہویدا تھی ارادوں کی بدی ان کی نگاہوں سے
کھڑے تھے کینہ جو لپٹے ہوئے اپنے گناہوں سے
کسی نے تیغ خونخوار پہلو میں دبایا تھا
کوئی تیر اور کوئی سنگ وفلاخن لے کے آیا تھا

چھٹا فتنہ

یہ پانچواں ہر طرح تیار تھے بیدار تھا فتنہ
علاوہ ان کے آج اک اور ناہنجار تھا فتنہ
چھپا کر حربہ اور صورت بنا کر بے زبانوں کی
کھڑا تھا آڑ لے کر سنگدل سنگیں چٹانوں کی
یہ وحشی تھا غلام ان سازشی افراد نامی کا
جسے دھونا تھا خون حمزہ سے دھبہ غلامی کا

تقدیر کے مقابل تزویریں

سجائی جا چکی میدان میں فوج قریش آخر
سنبھالے افسروں نے بڑھ کے اپنے اپنے جیش آخر
قطاریں پیدلوں کی بن گئیں لوہے کی دیواریں
نظر آنے لگیں ہر سمت ڈھالیں اور تلواریں
گھٹائیں ابر ظلمت بار کی میدان پر چھائیں
زبانیں اژدہوں کی بیرقیں بن بن کے لہرائیں
پناہ سینہ ہائے کینہ پرور بن گئیں ڈھالیں
ضیائے مہر کے مد مقابل تن گئیں ڈھالیں
سروں پر خود چہروں پر جھلم اور گرز شانوں پر
بشر گھوڑوں پہ تھے یا دیو بیٹھے تھے چٹانوں پر
برستی تھی عجب بدمنظری سی بدقماشوں پر
کمانیں دوش پر تھیں جس طرح کرگس ہوں لاشوں پر
یہ عقرب تھے کہ خنجر ناگنیں تھیں یا کہ تلواریں
غضب کا جوش تھا نتھنوں میں یا سانپوں کی پھنکاریں

یہ سب کس کے مخالف تھے

یہ ساری فوج آہن موج یہ فولاد کا طوفاں
خدا کے بالمقابل لے کے آیا تھا جسے شیطاں
قطاریں پیدلوں کی اور پرے جنگی رسالے کے
یہ سب کس کے مخالف تھے فقط اک کملی والے کے
مگر وہ کملی والا بھی زمانے سے نرالا تھا
زباں خاموش تھی لیکن اسی کا بول بالا تھا
نہ وہ تیروں سے ڈرتا تھا نہ شمشیروں سے خائف تھا
مرتب کر کے لشکر محو اوراد و وظائف تھا
ادھر جوش نمائش اور اظہار تجمل تھا
ادھر اخلاق عالی تھے متانت تھی تحمل تھا
ادھر تیاریاں تھیں سازشیں تھیں اور تدبیریں
ادھر لاتفسدو فی الارض کی ہوتی تھیں تفسیریں

قریشی عورتوں کا راگ

قریشی ناریاں میدان میں گاتی ہوئی نکلیں
تھرکتی دف بجاتی ناز دکھلاتی ہوئی نکلیں
حسینہ ناگنیں لہروں میں لہراتی ہوئی نکلیں
دلوں پہ لوٹتی آہوں میں بل کھاتی ہوئی نکلیں
ابوسفیان کی زوجہ ہند سب سے آگے آگے تھی
یہ بجلی آج اس ابر غضب کے آگے آگے تھی

نغمہ زنان قریش

ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نور کی
ہم مشعلیں ہیں طور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی

چلتی ہیں قالینوں پہ ہم
جیسے چلیں کبک دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم
با صدا وائے دلبری

ہم ہیں طلسم رنگ و بو
حسن نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشکبو
شعلے ہیں پازیب گلو

لڑیاں در شہوار کی

ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرات اگر
لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں
رکھے جو بستر کی طلب
وہ جنگ کی سختی سہے
تمثال شیر پر غضب
خونریز و درندہ رہے
سینے پہ چڑ کے کھاؤ گے
ہم سے گلے مل جاؤ گے
گر بزدلی دکھلاؤ گے
آغوش بستر پاؤ گے
اجڑی ہوئی آبادیاں
ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں

فوج قریش کا جوش و خروش

یہ ٹولی سامنے سے فوج کے گاتی ہوئی نکلی
ستم کرتی ہوئی گزری غضب ڈھائی ہوئی نکلی
یہ نکلیں جس طرف نالے تھے فریادیں تھیں آہیں تھیں
کماں ابرو تھے ان کے اور تیر ان کی نگاہیں تھیں
یہ افسوں کار گر نکلا یلان نامور جھومے
ہبل کا نعرہ مارا اور قبضے تیغ کے چومے

ابو عامر راہب میدان میں

صفیں باندھے کھڑے تھے کفرو دیں میدان کے اندر
قیامت ٹوٹنے والی ہی تھی اک آن کے اندر
یہ عالم تھا کہ نکلا صف سے بد گوہر ابو عامر
پرکھنے کو چلا اسلام کا جوہر ابو عامر
فریب راہبیت کا لباس اس کے بدن پر تھا
خدا و مصطفی پر طعن کافر کے دہن پر تھا
سوا دو سو غلامان قریش اس کی مدد پر تھے
یہ ناہنجار اپنے شرک ہی کی خوئے بد پر تھے
بساط جنگ پر شیطان کا بن کر نقیب آیا
مقدس سانپ فخر نوع آدم کے قریب آیا
غلاموں کو جمایا پتھروں کے ڈھیر پر اس نے
یہاں سے لشکر توحید پر ڈالی نظر آس نے

ابو عامر کی حیرت اور حسد

اگر چہ مختصر سی فوج تھی محبوب داور کی
شعاعیں اس پہ قرباں تھیں مگر خورشید خاور کی
یہ کچھ کم سات سو افراد تھے اللہ کے غازی
ادائے فرض کی خاطر کھڑے تھے بہر جانبازی
مہاجر بھی نظر آتے تھے اور انصار بھی ان میں
کھڑے تھے اوس و خزرج کے بڑے سردار بھی ان میں
کبھی اک دوسرے کو قتل کرنے میں قسائی تھے
مگر اب یہ نظر آیا کہ باہم بھائی بھائی تھے
کبھی اک دوسرے کی جان لینے پر تھے آمادہ
مگر اب دوسرے پر جاں دینے کو تھے استادہ
انہیں مل بیٹھنے پر آج مائل کر دیا کس نے
انہیں یک قالب و یک جان و یک دل کر دیا کس نے
یہ جلوہ دیکھ کر جی جل گیا' طیش آ گیا اس کو
اخوت کا یہ منظر شیر بن کر کھا گیا اس کو
دل تاری میں خفت نے غضب کی آگ بھڑکائی
دھواں بن کر خباثت چہرہ تاریک پر چھائی
فریب پارسائی کے دہن پر شیطنت بولی
مخاطب ہو کے اس نے اوس والوں سے زباں کھولی

ابو عامر کی تقریر

ابوعامر ہوں میں اے میرے بچو میرے فرزندو
مری اک بات سن لو جنگ سے پہلے خردمندو
مجھے پہچانتے ہو، میرا رتبہ جانتے ہو تم
زباں سے کچھ کہو، دل میں تو مجھ کو مانتے ہو تم
تمہارے درمیاں رہتا تھا میں کیسے بھلے تم تھے
زمانہ تم سے دبتا تھا، کچھ ایسے من چلے تم تھے
عرب کتراکے چلتے تھے مرے یثرب کی بستی سے
کہ ڈرتے تھے تمہارے سایہ تیغ دو دستی سے
اگرچہ کشت و خوں تھا اوس و خزرج کے گھرانے میں
مگر اک دھاک تھی بیٹھی ہوئی سارے زمانے میں
تم اپنے گھر میں مرنے مارنے سے جب نہ ڈرتے تھے
بہادر جان کر اغیار بھی پرہیز کرتے تھے
تم آپس میں جو لڑتے تھے یہ خصلت تھی دلیروں کی
کہ مل کر بیٹھنا عادت نہیں ہوتی ہے شیروں کی
مگر افسوس تم نے اپنی خصلت کو بدل ڈالا
تمہیں بزدل سمجھ لیتا ہے اب ہر دیکھنے والا
کبھی تم شیر تھے اب بھیڑ بکری ہو گئے ہو تم
تمہیں کیا ہو گیا، کیوں جاگتے میں سو گئے ہو تم

ہمارے وقت میں کوئی نمازی تھا نہ صائم تھا
تمہارے ساتھ میں تھا اور تمہارا رعب قائم تھا
سبق جس نے پڑھایا ہے تمہیں صلح و اخوت کا
حقیقت میں وہ دشمن ہے تمہارے زور و قوت کا
نتیجہ دیکھ لو بھیڑوں کا گلہ جان کر تم کو
ضعیف و بے کس و بے بال و پر گردان کر تم کو
عرب کے لوگ اس بستی پہ ہلے کر کے آتے ہیں
تمہیں ہر مرتبہ ٹھوکر لگاتے ہیں جگاتے ہیں
مگر تم ہو کہ اس افتاد کو رفعت سمجھتے ہو
محمد کی زباں کو آیہ رحمت سمجھتے ہو
نہ ہونے سے مرے تم نے بہت سے رنج اٹھائے ہیں
قتال بدر میں اکثر بہادر کام آئے ہیں
یہاں بھی آج اک بھاری مصیبت آنے والی ہے
قریشی فوج تم پر موت بن کر چھانے والی ہے
تمہارا ان سے جھگڑا کوئی ذاتی ہے نہ آبائی
پرائی آگ میں جلنا کہاں کی ہے یہ دانائی
تم اپنا گھر سنبھالو اور خبر لو کام دھندوں کی
کہ طالب ہے قریشی قوم اپنے بھائی بندوں کی
بہت کافی ہے جو تم دے چکے ہو میہمانوں کو
نصیحت میری مانو اب بچالو اپنی جانوں کو
میں تم کو قتل ہونے سے بچا لینے کو آیا ہوں

تباہی کی نگاہوں سے چھپا لینے کو آیا ہوں
بسو تم چل کے اپنے شہر عالیشان کے اندر
وہ باہم فیصلہ کر لیں گے خود میدان کے اندر
مجھے امید ہے تم اس نصیحت کو نہ ٹالو گے
گھروں میں جا کے اپنے بال بچوں کو سنبھالو گے
وہ دشمن ہے جو تم کو اس طرح میداں میں لاتا ہے
تمہارا دوست تم کو موت کے منہ سے بچاتا ہے

انصار کا جواب

ابو عامر کی یہ تقریر تھی اک دام صیادی
گوارا کر نہیں سکتی تھی جس کو روح آزادی
مسلماں جانتے پہچانتے تھے اس کی عیاری
اب اس تقریر سے بھی کھل گئی راہب کی مکاری
اتر آیا تھا یہ شیطان پھر فرسودہ گھاتوں پر
ہنسے انصار اس بیہودہ کی بیہودہ باتوں پر
حد برداشت سے جب یا وہ گوئی بڑھ چلی اس کی
جواب صاف نے آخر مٹا دی بے کلی اس کی
جواب اک فقرہ تھا لیکن بڑی ہی جامعیت کا
یہ اک اظہار تھا صدق و صفا و حسن نیت کا
کہا انصار نے لا مرحبا (مردود) لا اھلا
کوئی مونس نہ ہو تیرا جہاں میں او خدا دشمن
کہا انصار نے جس دم یہ فقرہ یک زباں ہو کر
اڑا جامہ فریب دوستی کا دھجیاں ہو کر
اسی فقرے نے اس کی صورت اصلی عیاں کر دی
اتارا زاہد مکار نے ملبوس ہمدردی
بھنویں سکڑیں بھنچے لب نتھنے پھولے پھٹ گئے دیدے
پھرا اس سمت جس جانب کھڑے تھے اس کے گرویدے

چڑھا ایسا مزاج راہب کم ظرف کا پارا
اٹھا کر ایک پتھر لشکر اسلام پہ مارا
غلاموں نے بھی کی تقلید راہب کے اشاروں کی
تواضع پتھروں سے کی گئی سجدہ گزاروں کی
احد کی جنگ کا آغاز تھا اس سن باری سے
فلک حیران تھا اہل زمیں کی بدقماری سے

پتھر کا جواب پتھر' ابو عامر کا فرار

اچانک یوں جو پتھر لشکر اسلام پر برسے
جواب اسلام کو دینا پڑا پتھر کا پتھر سے
مقابل سے جونہی چوٹیں چلیں گھبرا گئے بزدل
نہ لائے تاب' اک ساعت میں منہ کی کھا گئے بزدل
جو پہلے چھیڑ کرتے ہیں وہی مغلوب رہتے ہیں
"کلوخ انداز را پاداش سنگ است" اس کو کہتے ہیں
بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے
ابو عامر اور اس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے
بظاہر مضحکہ انگیز تھا یہ طرفہ نظارا
صف اسلام نے لیکن نہ اس پر قہقہہ مارا
مزاج کفر و ایماں کی یہی تو حد فاصل تھی
کہ دشمن کی ہزیمت سے بھی عبرت ان کو حاصل تھی

غلامی

غلامی میں بشر غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا
ثبات و صبر سے کوئی مصیبت سہہ نہیں سکتا

غلامی میں بشر عزت کے معنی بھول جاتا ہے
پہن کر طوق لعنت کا خوشی سے پھول جاتا ہے

غلامی سر بلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے
زمیں پر پیٹ کے بل رینگنے کا گر سکھاتی ہے

غلامی دیکھتی ہے خوف جاں ہر عزم کے اندر
ہراساں بزم کے اندر، گریزاں رزم کے اندر

غلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے
دلوں کو حسن استقلال پر شیدا نہیں کرتے

غلامی آدمی سے آدمیت چھین لیتی ہے
عمل دیتی ہے لیکن حسن نیت چھین لیتی ہے

غلامی ذوق کی قاتل غلامی فکر کی دشمن
عدوئے خود شناسی اور خدا کے ذکر کی دشمن

غلامی عقل سے خالی غلامی عشق سے عاری
غلامی طالب آرام جویائے ہوس کاری

جہاد زندگی میں خنجر جلاد کے ڈر سے
غلام اپنی ہی گردن کاٹتے ہیں اپنے خنجر سے

غلامی کی نگاہیں ماورائے شک نہیں جاتیں
الجھ پڑتی ہیں پردوں سے حقیقت تک نہیں جاتیں
غلامی اپنے ہاتھوں اپنی زنجیریں بناتی ہے
پہن کر پھر یہ زیور ناچتی ہے اور گاتی ہے

کرائے کا سپاہی

کرائے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے
یہ اکثر مرتبہ مرتا ہے اور بے موت مرتا ہے
کرائے کا سپاہی پیشہ ور جلاد ہوتا ہے
غلام زر شہید ذوق استبداد ہوتا ہے
نہیں ہوتا ہے اس کے دل میں جذبہ جاں نثاری کا
مثال اس کی ہے ایسی جس طرح کتا شکاری کا
یہ صید نرم کے پیچھے بڑی گرمی دکھاتا ہے
مقابل شیر آ جائے تو اکثر دم ہلاتا ہے
اسی صورت غلامان قریش آئے تھے لڑنے کو
بزعم خویش گویا بھیڑ بکری کے پکڑنے کو
مقابل میں نظر آئی جو صورت ان کو شیروں کی
ہوئی سرد ایک ہی جھبکی میں گرمی ان دلیروں کی

ابو عامر کا فرزند حنظلہ

ابو عامر کا بیٹا حنظلہ مرد مسلماں تھا
یہ غازی بھی احد کے دن شریک اہل ایماں تھا
یہ قصہ پاک کرنا چاہتا تھا اس فسادی کا
مگر پابند تھا مرد مجاہد حکم ہادی کا
اجازت کی طلب میں وہ رخ رحمت کو تکتا تھا
پسر لیکن پدر پر ہاتھ اٹھائے ہو نہ سکتا تھا
اسی دستور کی ہر جنگ میں رحمت تھی گرویدہ
پسر کے ہاتھ سے قتل پدر تھا ناپسندیدہ

رسالت کا احسان

مسلمان ان کو دھر سکتے تھے تیروں کے نشانوں پر
مگر ہادی کو آیا رحم انسانوں کی جانوں پر
نہیں تھے ذوق آزادی سے بہرہ مند بیچارے
کہ آقاؤں کی مرضی ہی کے تھے پابند بیچارے
نہ کرنا چاہتے تھے قتل آں عالی جناب ان کو
لہٰذا پتھروں ہی سے دیا ان کا جواب ان کو
پڑا چھوٹا سا اک پتھر ابو عامر کی چھاتی پر
دہن نے چیخ ماری اس کے دل کی بے ثباتی پر
بڑی تیزی سے راہب کی زباں پر گالیاں آئیں
غلاموں نے نہ راہیں بھاگ جانے کے سوا پائیں
سراسیمہ، ہراساں، ہانپتے چوٹوں کو سہلاتے
پلٹ کر دیکھتے، اک دوسرے کی ٹھوکریں کھاتے
غلامان قریش اپنی صف لشکر میں جا پہنچے
بڑی راحت ملی، زندہ سلامت گھر میں آپہنچے

آقاؤں کی بے دردی

قریشی فوج نے دیکھی جو نامردوں کی نامردی
سب ان کو گالیاں دینے لگے ازراہ بیدردی
بھگوڑے سامنے پہنچے جو اپنے اہل لشکر کے
اڑائی ان کے سر پر خاک سب نے مٹھیاں بھر کے
ہنسی اڑتی تھی جس جانب کو بھاگے تھا ابو عامر
ندامت پیچھے پیچھے آگے آگے تھا ابو عامر
قریشی فوج اس رنگ ہزیمت سے تھی کھسیانی
کوئی ہنستا تھا ان پر اور کسی کے لب پہ گالی تھی

علمبردار قریش کا طیش

علمبردار طلحہ ہو گیا غصے میں دیوانہ
مخاطب فوج سے ہو کر پکارا اٹھا دلیرانہ
دلیران قریش اپنے غلاموں کو نہ لڑواؤ
قصور ان کا نہیں ہے بیوقوفو! ہوش میں آؤ
غلاموں کو محاذ جنگ پر بھیجا ہی کیوں تم نے
مسلمانوں کو سمجھا تھا مگر صید زبوں تم نے
یہ ساری بیوقوفی تھی سپہ سالار صاحب کی
ابو عامر کے دھوکے میں مٹا دی آبرو سب کی
یہ خدمتگار بیچارے قتال و جنگ کیا جانیں
غنیمت ہے یہی میداں سے لے کر آگئے جانیں
ٹھہر سکتے نہیں میدان میں ٹٹو کرائے کے
بچارے بے زباں ہیں بیل ہیں بچھڑے ہیں گائے کے
یہ زندہ آ گئے ہیں دشمنوں کی مہربانی سے
انہیں چھوڑو بھلا کیا فائدہ اب آتا کانی سے
انہیں چھوڑو تمہیں بدلہ مسلمانوں سے لینا ہے
وطن والوں سے اور یثرب کے دہقانوں سے لینا ہے
وہ بدلا سامنے ہے آج بچ کر جا نہیں سکتا
محمد آج کوئی معجزہ دکھلا نہیں سکتا

تمہاری فصل ہے تیار آؤ کاٹ کر دھر دیں
بڑھو آؤ مسلمانوں کا یکسر خاتمہ کر دیں
ابوسفیاں تم اس راہب کی صورت دیکھتے کیا ہو
یہ بیچارہ تو ہے مٹی کی مورت دیکھتے کیا ہو
بہت بیتاب ہیں قرشی بہادر جنگ کرنے کو
ہیں تیغیں منتظر روئے زمیں گلرنگ کرنے کو
اجازت دو کہ اب لشکر بڑھے چھوڑو یہ تقریریں
بہادر کے لیے ہیں ننگ چالیں اور تدبیریں
طریق بزدلانہ اب سہا جاتا نہیں مجھ سے
جو چاہے وہ رہے چپکا رہا جاتا نہیں مجھ سے

کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ

بڑھا غصے میں طلحہ لشکر اسلام کی جانب
برا آغاز چل نکلا برے انجام کی جانب

علم کے سائے میں آگے بڑھے اب فوج والے بھی
صفیں جنبش میں آئیں نکلے پیدل بھی رسالے بھی

ادھر خورشید عالمتاب بام کوہ پر آیا
ادھر تیغوں کے دامن نے کیا میدان پر سایا

ادھر سنگیں چٹانوں پر شعاعیں دھوپ کی چھائیں
ادھر جوش و تحمل کی نگاہیں اٹھ کے ٹکرائیں

طلحہ کی مبارز طلبی

ابوسفیاں کے دل میں تو یہی تھا آج منصوبہ
کہ ہو جائے اسی ریلے میں شکل جنگ مغلوبہ
مسلمانوں کی قلت کو یہ کثرت گھیر کر مارے
کوئی بچ کر نہ جائے کھیت میداں میں رہیں سارے
مگر روکا انہیں ان کے علمبردار طلحہ نے
کیا پر شور نعرہ کھینچ کر تلوار طلحہ نے
ٹھہر جاؤ مجھے اپنا ہنر تو آزمانے دو
مسلمانوں کے چیدہ پہلوانوں کو بلانے دو
صفیں مضبوط رکھو اور تماشا دیکھتے جاؤ
گراتا ہوں ابھی لاشے پہ لاشا دیکھتے جاؤ
رکی فوج قریشی اور آگے بڑھ گیا طلحہ
غرور ناز کا اور زینہ چڑھ گیا طلحہ

طلحہ کا اسلامی عقائد پر تمسخر

بال آخر اک جگہ اپنے قدم کو اس نے ٹھہرایا
مسلمانوں کی جانب دیکھ کر جھنڈے کو لہرایا
زرہ سینے کی، سر کا خوذ چہرے کا جھلم چمکا
علمبردار کا سارا بدن زیر علم چمکا
پکارا اے مسلمانو! مجھے پہچانتے ہو تم
میں طلحہ ہوں! علمبردار، سب کچھ جانتے ہو تم
میں آیا ہوں کہ تم کو گلشن جنت میں پہنچادوں
گلستاں کی کرادوں سیر اور حوروں سے ملوادوں
کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تم جو پاؤ گے
تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے
وہ جنت جس میں حوریں منتظر ہیں ہر مجاہد کی
وہی جنت جو بزم عیش ہے ہر خشک زاہد کی
اگر کافر کو تم نے مار ڈالا جنگ باہم میں
تو وہ مرتے ہی سیدھا جائے گا قعر جہنم میں
جہنم جس میں کافر آگ کی بستی میں بستے ہیں
جہنم جس میں انسانوں کو زہری سانپ ڈستے ہیں
جسے جنت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے
مجھے دوزخ میں بھیجے یا سوئے جنت چلا جائے

بہت مشتاق ہوں میں دوستو دوزخ میں جانے کا
مری آتش مزاجی کو ہے لپکا آگ کھانے کا

مسلمانوں کا ضبط

یہ طعن سوقیانہ اور طرز اشتعال اس کی
یہ گستاخانہ استہزایہ آنکھیں لال لال اس کی
یہ نمرودی نمود اس کی یہ انداز خطاب اس کا
مسلماں جز جواب تیغ کیا دیتے جواب اس کا
اٹھا سینوں میں شعلہ ہر طرف احساس غیرت کا
مگر آئین ربط و ضبط آئینہ تھا حیرت کا
شہادت کی طلب میں غازیان شیر دل جھومے
نبی کی سمت دیکھا اور قبضے تیغ کے چومے
حرارت بڑھ گئی کچھ اور بھی قلب مسلماں میں
نکلنا چاہتا تھا ہر مجاہد بڑھ کے میداں میں

علی المرتضیٰ کا جوش جہاد

رسول اللہ کے روئے مبارک پر تبسم تھا
زباں خاموش تھی لیکن نگاہوں میں تکلم تھا
مجاہد منتظر تھے بخت کس خوش بخت کا جاگے
کہ اتنے میں علی المرتضیٰ صف سے بڑھے آگے
نگاہ مصطفیٰ سے مرتضیٰ نے حوصلہ پایا
محبت نذر گزرانی' محبت ہی صلہ پایا
بچے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر
بڑھے شیر خدا میدان میں نام خدا لے کر
نہ سینے پرزرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی' تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

علی اور طلحہ

جہاں طلحہ کھڑا تھا مستعدٗ تیار و آمادہ
ہوئے اس کے مقابل شاہ مرداں جا کے استادہ
کہا طلحہ نے اے میرے عزیز ابن ابی طالب
یہ تم پر شوق جنت ہو گیا کیوں اس قدر غالب
جوانی میں ہوا کرتی ہے یہ دنیا بہت پیاری
تعجب ہے تمہیں دنیا سے کیوں ہے اتنی بیزاری
بہر صورت نہیں تم کو پسند آئین دنیا کے
تو مجھ کو بھی خوشی ہو گی تمہیں جنت میں پہنچا کے
سنبھل جاؤ' سنبھالو تیغ' میرے سامنے آؤ
کرو خود سیر جنت یا مجھے دوزخ میں پہنچاؤ
تبسم زیر لب فرما کے حیدر نے یہ فرمایا
ہمارا وقت ابھی دنیا سے جانے کا نہیں آیا
مگر ہاں مضطرب ہے' تو بہت دوزخ میں جانے کو
کہ روحیں جانتی ہیں اصل میں اپنے ٹھکانے کو
دکھا طلحہ دکھاتا ہے اگر کوئی ہنر تجھ کو
کہ جانا ہے پھر اپنی منزل مقصود پر تجھ کو
علی کی بات سن کر طیش سے تھرا گیا طلحہ
لگی ایسی کہ تاؤ اور بھی اب کھا گیا طلحہ

کہا، غصہ ولاتی ہے یہ تیری گفتگو مجھ کو
یہ تیرا حوصلہ، پہنچائے گا دوزخ میں تو مجھ کو
کہا مولی علی نے، ہاں یہی میرا ارادہ ہے
تسلی رکھ تری خاطر در دوزخ کشادہ ہے

علی اور طلحہ کی شمشیر بازی

کیا بند اب تو غصے میں لب تقریر طلحہ نے
جمایا پینترا اور کھینچ لی شمشیر طلحہ نے
مثال ابر گرجا، تیغ بجلی کی طرح چمکی
نگاہیں جم گئیں اس جنگ پر مردان عالی کی
ادھر تھیں کفر کی اپنے علمبردار پر آنکھیں
ادھر ایماں کی روئے حیدر کرار پر آنکھیں
چڑھا تھا نشہ کافر کو شراب کبر و مستی کا
کیا فرق علی پروار شمشیر دو دستی کا
گری تدبیر منہ کھولے ہوئے تقدیر کے سر پر
یداللہ نے لیا شمشیر کو شمشیر کے سر پر
ادھر تھا زور باطل اور شیطاں کی ہوا خواہی
ادھر سینہ سپر ہو کر لڑی تیغ ید الٰہی
بہم دست و گریباں تھیں حق و باطل کی شمشیریں
ادھر شیطاں کی تاویلیں، ادھر قرآں کی تفسیریں
تزلزل تھا فضا میں ہول کی صورت ہویدا تھی
ہوا میں اک نرالے ساز کی آواز پیدا تھی
جدا ہو ہو کے ملتی تھیں گلے پہ تیز تلواریں
کہ جیسے سان پر رہ رہ کے اٹھتی ہوں نئی دھاریں

علمبردار تھا مغرور پختہ کاری فن پر
تسلی تھی کہ مغفر سر پہ چار آئینہ ہے تن پر
سمجھتا تھا ابھی کم عمر ہے ابن ابی طالب
توقع تھی کہ بس چھا جاؤں گا آجاؤں گا غالب
حقیقت سے مگر نا دان رکھتا تھا نہ آگاہی
کہ اس کی پیش دستی کے مقابل تھی یداللّٰہی
سنبھلنے کے لیے مہلت نہ دیتا تھا وہ دم بھر کی
مگر الجھاؤ سے اک بار نکلی تیغ حیدر کی
اٹھی اٹھ کر کھنچی کھنچ کر گری لوہے کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا' آئی ہوئی اب آ گئی سر پر
سر خود سر کو توڑا چہرہ کاٹا حلق سے نکلی
صدائے الحذر ہر سو زبان خلق سے نکلی
اٹھا عرش معلی کی طرف چہرا پیمبر کا
زبان پاک سے نعرہ اٹھا اللہ اکبر کا
اٹھا اک غلغلہ تکبیر کا اللہ والوں میں
سمایا ہول قرشی پیدلوں میں اور رسالوں میں

طلحہ کی برہنگی اور علی کی حیا اور مروت

ابھی میدان میں آیا تھا قاتل کی طرح طلحہ
ابھی اس خاک پر تھا مرغ بسمل کی طرح طلحہ
برہنہ پشت پر سے ہو گئی تھی لاش خود سر کی
نظر اس رنگ سے آئینہ عبرت تھی حیدر کی
حیا پرورده آنکھیں جھک گئیں دشمن کی ذلت پر
علم اس کا اٹھایا ڈال دی مجروح پر چادر
عدو بھی ہو نہ بے پردہ عجب احساس تھا دل میں
خدا کا خوف تھا دل میں نبی کا پاس تھا دل میں
دو لشکر کر رہے تھے اس جوانمردی کا نظارہ
کہ بسمل پر دو بارہ ہاتھ حیدر نے نہیں مارا
سبق دے کر نگاہوں کو نگاہ پردہ پوشی سے
شہ مرداں پلٹ آئے سوئے لشکر خموشی سے
ادھر تکبیر تھی زیب زبان پاک پیغمبر
علم اسلام کا لہرا رہا تھا فرق اقدس پر
لگائے لشکر توحید نے تائید کے نعرے
فضا میں بس گئے اللہ کی توحید کے نعرے

قریشی فوج کا غضبناک حملہ

قریشی فوج پہلے ہی سے تھی غصے میں دیوانی
ہوئی تازہ ندامت سے تو اب کچھ اور کھسیانی
صفوں میں رہ سکی قائم نہ ربط و ضبط کی صورت
جنوں بن کر نمایاں ہو گئی اب خبط کی صورت
غضب کے غیظ کے غصے کے نعرے ہر طرف گونجے
صدائے دف اٹھی نقارہ خانے صف بصف گونجے
بڑھے تیر و کماں لے لے کے پیدل بھی رسالے بھی
مگر تھے مستعد بہر قتال اللہ والے بھی
اٹھی خاک زمیں یک بار قصد آسماں لے کر
مسلمانوں کی قلت پر ضعیفی کا گماں لے کر

اسلام کا جھنڈا

حف اول پہ تھے تشریف فرما ہادی اکرم
ہوا کو دے رہا تھا جنبش اسلام کا پرچم
یہ جھنڈا تھا خدا کا' مصطفیٰ کا اور قرآں کا
مٹانے آیا تھا نام و نشاں فرعون و ہاماں کا
یہ جھنڈا تھا جہاد فی سبیل اللہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا تھا شہنشاہوں کے شہنشاہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا خاکیوں پر نور برسانے کو آیا تھا
سر مخلوق پر یہ رحمت باری کا سایا تھا
شریفوں نے بنایا تھا' شریفوں کی حمایت میں
ضعیفوں نے اٹھایا تھا ضعیفوں کی حمایت میں
یہ جھنڈا آدمی کو امن کا پیغام دیتا تھا
مساوات و اخوت کی صلائے عام دیتا تھا
یہ جھنڈا تھا زمانے میں نشاں ظل الٰہی کا
اسے دعویٰ تھا بہر دو جہاں عالم پناہی کا
غلاموں اور مزدوروں کی خاطر جنگ کرنے کو
زبان محنت و سرمایہ ہم آہنگ کرنے کو
رسالت کے سر اقدس پہ لہراتا ہوا پرچم
شعاعیں نور ربانی کی برساتا ہوا پرچم

جھنڈے کا گیت

نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا
یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا
قرآنی فرمان کا جھنڈا
سب سے اونچی شان کا جھنڈا
نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا

مال سے پیارا جان سے پیارا
دل کا نور آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزت کا سہارا
نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا

ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے
ظلم کا بادل چھٹ جاتا ہے
جب میدان میں ڈٹ جاتا ہے
نام خدا کا جھنڈا

پیغام خدا کا جھنڈا

لہرائے گا اوج کے اوپر
دریا کی ہر موج کے اوپر
میداں کی ہر فوج کے اوپر
نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا

اس کا پر تو پڑ جاتا ہے
غازی رن میں اڑ جاتا ہے
جب دھرتی پر گڑ جاتا ہے
نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا

نار تعصب سرد کرے گا
کوہ ستم کو گرد کرے گا
رنگ حسد کو زرد کرے گا
نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا

او ظالم، مغرور، ستمگر!

دیکھ مسلمانوں کا لشکر!
لہراتا ہے جس کے سر پر
نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا مزدور کا حامی
مظلوم و مجبور کا حامی
نار کا دشمن نور کا حامی
نام خدا کا جھنڈا
پیغام خدا کا جھنڈا

قریش کا عام دھاوا

بڑھی فوج قریش جب برائے جنگ مغلوبہ
رسول اللہ پر ظاہر ہوا باطل کا منصوبہ
صحابہ سے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا
ابھی ٹھہرو تمہارا وقت بڑھنے کا نہیں آیا
خدا کے فضل سے تیر افگنی کے ہو دھنی تم بھی
کرو تیر افگنوں کے سامنے تیر افگنی تم بھی
نہ کھاؤ خوف کثرت سے نہ ہو آزردہ قلت پر
شکست و فتح ہے موقوف استقلال ملت پر
برائے جنگ ایمائے امام انس و جاں لے کر
ہوئے اللہ کے بندے مستعد تیر و کماں لے کر
قریش فوج کیا تھی ایک آندھی بڑھتی آتی تھی
بلند و پست وادی پر اترتی چڑھتی آتی تھی
بالآخر لاشہ طلحہ پہ آ پہنچے یہ دیوانے
لگے بے ساختہ کج بازینہ تیروں کا برسانے
مگر دنیا پڑا جلد اپنی تندی کا حساب ان کو
لب سو فار سے ملنے لگا ان کا جواب ان کو
سزا پانے لگے ظالم مسلمانوں کے ہاتھوں سے
قضا پیدا ہوئی مظلوم انسانوں کے ہاتھوں سے

کماں کھنچتے ہی بسم اللہ کی آواز آتی تھی
فضا میں بے تحاشا ایک بجلی گوند جاتی تھی
کمانوں سے ادھر ہوتی تھی پیدا ایک آہٹ سی
سنائی دیتی تھی یک دم پروں کی سنساہٹ سی
فرشتے موت کے تیروں کو رکھ کر اپنے شانوں پر
بیک جست نظر لے لے کے جاتے تھے نشانوں پر
قریشی حملہ آور زخم کاری کھا کے گرتے تھے
پیادے چیخ کر اور گھڑ چڑھے لہرا کے گرتے تھے
مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
دلوں میں بیٹھتا تھا یا کلیجوں میں سماتا تھا
ہوا میں گونجتا تھا شور و شیون اہل باطل کا
نظر آتا تھا منظر ہر طرف مرغان بسمل کا
قریشی فوج اس دم ہر طرح تیروں کی زد پر تھی
باذن اللہ قضا اللہ والوں کی مدد پر تھی

قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی

دھواں بن کر سلگتی آگ سے چھٹنے لگے دشمن
مقابل موت تھی پیچھے مڑے ہٹنے لگے دشمن
قریشی پیدلوں نے کھا کے گھنگٹ اب جو منہ موڑے
زمیں پر آ رہے اسوارؒ بد کے اس طرح گھوڑے
قریشی عورتوں نے اب جو مردوں کا سماں دیکھا
جوان و پیر کے چہرے پہ طاری خوف جاں دیکھا
بڑھیں ان بزدلوں کی بزدلی پر طیش کھا کھا کر
زمیں سر پر اٹھالی دف بجا کر اور گا گا کر
کسی کے لب پہ گالی تھی، کسی کے منہ میں قسمیں تھیں
انہیں غیرت دلانے کی یہی بیہودہ رسمیں تھیں
دیئے مردوں کو طعنے عورتوں نے اس قیامت کے
قدم اکھڑے تھے لیکن گڑ گئے مارے ندامت کے
صفیں تیروں کی زد سے ہٹ کے پھر جمنے لگیں آخر
جو بھاگی جا رہی تھیں ٹولیاں تھمنے لگیں آخر

ابوشیبہ کی علمبرداری

مگر حملے کا دل میں حوصلہ پاتا نہ تھا کوئی
علم فوج قریش کا نظر آتا نہ تھا کوئی
علم نے ڈھانک رکھا تھا علمبردار کا مردہ
اسے بڑھ کر اٹھائے یہ کسی کا تھا نہ دل گردہ
بہت صدمہ تھا اس کو اپنے بھائی کی ہلاکت کا
کبھی دیکھا نہیں تھا مرحلہ ایسی نزاکت کا
قریشی فوج پر اس وقت اک سکتہ سا چھایا تھا
علم اب تک کسی نے بھی نہیں جا کر اٹھایا تھا
قریشی عورتوں کے طعن سن کر اس کو ہوش آیا
علمبردار میں اب ہوں، ابوشیبہ کو جوش آیا
نمود و نام نے اکسا دیا جرات دکھانے کو
ابوشیبہ بڑھا میدان سے جھنڈا اٹھانے کو
نظر آئی سر میدان عبرت کی یہ نیرنگی
علم جس دم اٹھایا، نعش طلحہ ہو گئی ننگی
علم اٹھا تو اٹھی ساتھ ہی اک موج بیداری
قریشی عورتیں اس دم علم کے گرد تھیں ساری
ابوشیبہ علم کو لے کے اپنی فوج میں آیا
قریشی عورتوں نے دف بجائی اور رجز گایا

ابوشیبہ مبارز طلب کرتا ہے

ابوسفیاں نے اک تقریر کی لشکر کو گرمایا
دلائی عکرمہ کو شرم خالد کو بھی سمجھایا
بڑھا اب پھر وہ لشکر لشکر اسلام کی جانب
اسی باطل ارادے سے اسی اقدام کی جانب
صف کفار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر
صحابہ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر
یہ دیکھا تو ابوسفیاں نے روکا فوج والوں کو
ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو
مسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب
علمبردار ہی بڑھ کر مبارز کا ہوا طالب
پکارا میں ابوشیبہ ہوں میں طلحہ کا بھائی ہوں
مجھے سب جانتے ہیں سنگدل ہوں اور قسائی ہوں
علمبردار طلحہ ست رگ تھا خانداں بھر میں
نہ تھی وہ شان اس میں چاہئے جو ایک افسر میں
معمر ہو چکا تھا اور بہر حرب ناکارہ
علی کے نوجواں ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا
مسلمانو! علی کے زور بازو پر نہ اتراؤ
اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ

جناب حمزہ کا اشتیاق شہادت

یہ سن کر شیر حق نے جانب ہادی نظر ڈالی
کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرت عالی
کہ اتنے میں جناب حضرت حمزہ نے عجلت سے
نکل کر صف سے مانگا اذن میداں شان رحمت سے
گذارش کی کہ اے سچے رسول اے ہادی کامل
جہاد فی سبیل اللہ میں اک بوڑھا بھی ہے شامل
مدینے میں خبر جس روز اس حملے کی آئی تھی
اسی دن یہ قسم اس بندہ عاجز نے کھائی تھی
کہ جب تک فیصلہ کوئی سر میداں نہ ہو جائے
جہاد حق میں یا حمزہ کی جاں قرباں نہ ہو جائے
مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی
مجھے سوگند ہے اس زندگی میں کھانے پینے کی
مرا روزہ ہے اے محبوب باری تیرے دن سے
نہ کھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کر نہ لوں ان سے
مقید ہے مری ہستی تمنائے شہادت میں
میں خود حائل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت میں
سر میداں مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
یہ مرد پیر ہی دے گا جواب اس لن ترانی کا

سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
کہ میرے قلب پر تیغ زباں کی ضرب ہے کاری
مری جانب سے اب حد ہو چکی ہے بردباری کی
اجازت دیجئے بہر خدا میدان داری کی

اجازت میدان اور حضرت کے تاثرات

اجازت عم پیغمبر نے اس انداز سے چاہی
کہ حیرت سے انہیں تکنے لگا زور یداللٰہی
صدائے مرحبا و حبذا تھی برلب حیدر
شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عم پیغمبر
جلالت دیدنی تھی مصطفیٰ کے عم عالی کی
جمال ہاشمی تھا آج اک صورت سوالی کی
سوالی کون؟ اپنی جان دینے کا تمنائی
سوالی کون؟ ابوطالب کا عبداللہ کا بھائی
وہ حمزہ ناز تھا اہل عرب کو جس کی طاقت پر
فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر
رسول پاک کے چہرے سے اک رقت نمایاں تھی
یہ وہ راحت تھی جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی
نگاہیں مضطرب ہلکا تبسم روئے زیبا پر
تصور مطمئن تھا مرضی عرش معلیٰ پر
ہوا ارشاد اے عم خجستہ گام بسم اللہ
خدا حافظ ہے کیجے نصرت اسلام بسم اللہ
یہ اقدام شہادت بر سبیل حسن نیت ہے
محمد اس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے

فراق عارضی سب کے لیے اک دن مقرر ہے
ملاقات اب لوا الحمد کے نیچے مقدر ہے
یہ فرما کر دکھائی انتہائی شان رحمانی
کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہ کی پیشانی
وفور نور حق سے چہرہ حمزہ چمک اٹھا
جلا کندن نے پائی یہ زر خالص دمک اٹھا

حمزہ کا رعب

مسرت کا عجب عالم تھا اسلامی غضنفر پر
کہ لہراتا تھا اک بال شتر مرغ آپ کے سر پر
لڑائی میں یہ حمزہ کا نشان امتیازی تھا
کہ حمزہ شیر دل تھا نازش مردان غازی تھا
ابوسفیاں نے دیکھی شکل حمزہ کی تو گھبرایا
ابوشیبہ کے اقدام دغا پردل میں پچھتایا
پکارا اے ابو شیبہ سنبھل کر دو بدو ہونا
بڑی ترکیب سے اس جنگجو کے رو برو ہونا
یہ حمزہ ہے بہت مشکل ہے اس کے وار سے بچنا
بہت خونخوار ہے اس تیغ دا مندار سے بچنا
کہیں تیزی میں اس کے ہاتھ سے چرکانہ کھا جانا
کسی صورت اسے لڑتے ہوئے پیچھے لگا لانا
ابوشیبہ ہنسا مقصد پہ سالار کا پا کر
سنبھالا اس نے بھالا سانپ کی مانند بل کھا کر
نظر ڈالی مگر حمزہ نے جس دم سامنے آ کر
تو دل سینے کے اندر رہ گیا یک بار تھرا کر

حمزہ اور ابوشیبہ

کہا تو شکوہ کرتا تھا علی کی نوجوانی کا
تجھے مقتول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا
مناسب تھا کوئی بوڑھا جواں کے سامنے آئے
تقابل تاکہ محروم توازن ہی نہ رہ جائے
بہادر بن کے استعمال کر زور جوانی کو
کہ حاضر ہے یہ مرد پیر تیری قدر دانی کو
ابوشیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی
یہی طرز شریفانہ تھی جو شایان غیرت تھی
جواب اس نے دیا اے حمزہ تو مرد دلاور ہے
بہادر ہے جری ہے بحر جرات کا شناور ہے
کیا ہے قتل تو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو
ہماری قوم تیرے خون کی پیاسی ہے مدت سے
گھروں میں بال بچے کانپتے ہیں تیری دہشت سے
بہت اچھا ‘کیا’ تو خود ہی میداں میں نکل آیا
مرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغام اجل آیا
تری بدقسمتی نے تجھ کو میداں میں نکالا ہے
تجھے خونریزیوں کا آج بدلہ ملنے والا ہے

تو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
جواں ہو یا کہ بوڑھا مجھ سے بچ کر جا نہیں سکتا
کہا حمزہ نے خیر اب بند کر یہ قیل و قال اپنی
میں تیرے سامنے موجود ہوں حسرت نکال اپنی
میں خود ہی دیکھ لوں گا جو مرا اللہ دکھائے گا
یقیں رکھ بھاگتا میداں سے تو مجھ کو نہ پائے گا
یہ میداں ہے یہاں مہلت نہیں باتیں بنانے کی
دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی
تو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر
شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مرد مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

ابوشیبہ اور حمزہ کی جنگ

بڑھی اس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی
وہ غافل ان کو سمجھا تھا مگر ہشیار تھے حمزہ
یہ گھاتیں جانتے تھے آزمودہ کار تھے حمزہ
وہیں قائم رہے بس اک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش سے یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا
زبان نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی دیا جھٹکا
ابوشیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دور دے پٹکا
کہا بانکے جواں بے دل نہ ہو او سان قائم رکھ
نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ
بھڑک اٹھا یہ سن کر شعلہ کی مانند ابو شیبہ
ہوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابوشیبہ
ادھر کافر کا پنجہ قبضہ شمشیر پر آیا
ادھر دست مسلماں خامہ تقدیر پر آیا
ادھر بھی تیغ لنگر وار باہر میان سے نکلی
ادھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی
ادھر گویا دہان غار سے اک اژدہا نکلا
ادھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰ کا عصا نکلا

پڑا اب سایہ شمشیر دامن دار حمزہ پر
ابوشیبہ نے قوت سے کیا اک وار حمزہ پر
اٹھا کر تیغ حمزہ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن سے
صدا سب نے سنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے
اچانک دست چابک دست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے دھوپ میں اک کوندنی لپکی
جھکایا ہاتھ کو پھرتی سے اک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جاگرا تیغ ابوشیبہ کا پھل کٹ کر
شکست تیغ سے کافر کے منہ پر چھا گئی زردی
لگی راہ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جوانمردی
برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سر حمزہ پہ دے مارا
جناب حمزہ کا روئے مبارک اک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا
زمیں و آسماں پر ایک ہیبت ہو گئی طاری
ادھر نوری بڑھا آگے ادھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کے امدادی

ابوشیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
پے امداد ابوسفیاں نے بھیجا فوج کا دستہ
بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صف لشکر
ابوشیبہ ہٹا پچھلے قدم سوئے صف لشکر
ادھر انبوہ بڑھتا آرہا تھا گھیرنے والا
ادھر تنہا کھڑا تھا فوج کا منہ پھیرنے والا

ابوشیبہ کا قتل

کیا حمزہ نے پھر اک نعرہ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمت مردانہ میداں میں
ابوشیبہ ابھی تک قرب لشکر میں نہ تھا پہنچا
کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا
کہا اے نوجواں اک پند پیرا نہ تو لیتا جا
جہنم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا
ابوشیبہ رکا امداد ملنے کے بھرو سے پر
جمائے پھر قدم اس نے نکالا ڈاب سے خنجر
پہنچ جائیں گے امدادی بڑی امید تھی اس کو
مگر حمزہ کی تیغ تیز نے مہلت نہ دی اس کو
گری شمشیر پر تنویر ابوشیبہ کے مغفر پر
یہ مغفرکٹ گیا اپنی مصیبت ٹال دی سر پر
پڑی سر پر تو سر نے بھی دکھا دی راہ گردن کی
اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی
سرو گردن سے کیا لینا تھا اس تیغ بلالی کو
کہ یہ تو آئی تھی قلب و جگر کی دیکھا بھالی کو
بڑی خوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا
کٹا سینہ ترشتا ہے چھری سے جس طرح کھیرا

یہ قطع راہ کر کے سینہ پر کینہ میں آئی
کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی
جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی
گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی
زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا کر نکل آئی
بزیر ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی
دکھایا عدل اس نے سامنے ہر دوست دشمن کے
صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کی

حضرت حمزہ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اٹھا تھا زعم یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر
پڑا تھا خاک پر وہ منکر توحید دو ہو کر
نہ ہونے پایا تھا بدبخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا
تڑپتے تھے ادھر ٹکڑے ادھر تھا سرنگوں جھنڈا
کہ یورش کر کے پہنچے دس سپاہی فوج دشمن کے
مقابل ہو گئے روباہ مرد شیر افگن کے
یہ قرب فوج دشمن تھا اکیلے تھے یہاں حمزہ
غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں حمزہ
دکھادی لشکروں کو شان فن جنگ حمزہ نے
کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہ نے
وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں
گرادیں سات نامردوں کی لاشیں ایک ساعت میں
جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے
یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

لشکر اسلام کو اذن جنگ مغلوبہ

غضب طاری ہوا اس واقعے سے فوج اعدا پر
تہیہ کر لیا حملے کا سب نے مرد تنہا پر
ادھر جمعیت اسلام نے یہ ماجرا دیکھا
عرب کا چاند کالی بدلیوں میں پیرتا دیکھا
علمبردار کا مقتول ہونا اور گر جانا
جناب حمزہ کا خونریز تلواروں میں گھر جانا
قریشی فوج میں پھر جنگ مغلوبہ کی تیاری
جناب حمزہ کی تنہائی اور جوش فدا کاری
یہ سب کچھ ہورہا تھا فاصلے پر دور وادی میں
مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشم ہادی میں
مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے جوش کے مارے
مگر مجبور تھے پابند حکم ضبط تھے سارے
نبی کے حکم کی اب منتظر فوج مسلماں تھی
نظر آیا کہ دست نور میں اک تیغ براں تھی

رسالت کی تلوار

رسول اللہ نے یہ تیغ اٹھائی اور فرمایا
مسلمانو! بڑھو آگے بڑھو وقت قتال آیا
نبی تلوار دینا چاہتا ہے اس دلاور کو
رکھے ملحوظ جو میدان میں فرمان داور کو
کوئی ہے تم میں جو تکمیل آئین وفا کر دے
جو اس تلوار کا حق آج میداں میں ادا کر دے

جید صحابہ کو اس تلوار کی حسرت

یہ سن کر ہر مجاہد کو ہوئی شمشیر کی حسرت
ہویدا تھی نگاہوں سے جوان و پیر کی حسرت
صحابہ نے نبی کے روئے پر تنویر کو دیکھا
بڑے ارماں بڑی امید سے شمشیر کو دیکھا
تھا دریا موجزن ہر دل میں شوق بے نہایت کا
رہوں اے کاش میں ہی آج مورد اس عنایت کا
زبس بیتاب تھی حسرت دل فاروق اعظم میں
کہ آئے سر جھکائے خدمت سالار عالم میں
گزارش کی کہ یہ تلوار فدوی کو عنایت ہو
ہمیشہ بندہ احساں ہوں میں مجھ سے رعایت ہو
مگر سر کار نے انکار کے الفاظ فرمائے
تو یہ حسرت لیے خدمت میں اکثر نامدار آئے
بصد اصرار اپنے شوق کا اظہار فرمایا
مگر اللہ کے محبوب نے انکار فرمایا
احد میں آج کیا مد نظر تھا کوئی کیا جانے
خدا جانے خدا کا بھید یا پھر مصطفی جانے
بھلا اب کس کی جرات تھی کہ جرات سے بڑھے آگے
سبھی حیراں تھے دیکھیں بخت کس خوش بخت کا جاگے

نگاہیں ڈھونڈتی تھیں کون اس پر دے میں پنہاں ہے
کہ جس کی دست بوسی کے لیے یہ تیغ عریاں ہے
ادھر تھی جام حسرت ہی سے محفل دم بخود ساری
لب ساقی پہ تھا دریائے تکرار صلا جاری
بندھی تھیں اہل جرات کی امید دست اشرف سے
یہ عالم تھا کہ نکلے بو دجانہ آخری صف سے

ابودجانہ کو عطائے شمشیر

کہا سرکار اس تلوار کا حق جانتا ہوں میں
فقط حق ہی اسے مطلوب ہے پہچانتا ہوں میں
میں اس کا حق ادا کروں گا دین و جان و ایماں سے
کہ داغ خون ناحق لے کے آؤں گا نہ میداں سے
مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادائے والہانہ کو
عطا کر دی گئی یہ تیغ براں بو د جانہ کو

ابودجانہ کی رفتارِ ناز

چڑھا نشہ خوشی کا بودجانہ جوش میں جھومے
جھکے تلوار لے لی اور دست مصطفیٰ چومے
لپیٹا سرخ کپڑا گرد سر اس مرد اکمل نے
اکڑ کر پہلوانوں کی طرح بڑھ کر لگے چلنے
تبسم زیر لب فرما کے ہادی نے یہ فرمایا
کہ ہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقت جہاد آیا
اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری
مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری
اشارہ کر کے میداں کی طرف دست پیمبر نے
کہا دیکھو بڑھایا ہے قدم باطل کے لشکر نے
بڑھو تم بھی خدا کا نام لے کر اے مسلمانو!
خدا وخلق کی خاطر ادائے فرض کی ٹھانو!
فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہوئے نکلو
سر میداں رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو

تیراندازوں کو آخری تاکید

مگر ٹھہری رہے پشتے پہ تیر انداز جمعیت
نہیں لازم اسے ہرگز عدول حکم کی نیت
مجھے اندیشہ ہے ان تیر اندازوں کے دستے سے
کہیں ٹیلا نہ چھوڑیں اور بھٹک جائیں نہ رستے سے
مناسب ہے تمہیں قول پیمبر دل نشیں رہنا
جہاں ٹھہرا دیا ہے تم کو تم قائم وہیں رہنا
اگر نکلے سواران قریش کا کوئی دستہ
تو لازم ہے کہ تیر انداز روکیں پشت کا رستہ
ہماری فوج فاتح یا شکست انجام ہو کچھ ہو
گرفتاری کا منظر ہو کہ قتل عام ہو کچھ ہو
تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنا مناسب ہے
سمجھ لو نیت و اعمال کا اللہ محاسب ہے
بتاتا ہوں تجھی کو شاہد اے پروردگار ان پر
حق تبلیغ پورا ہو چکا ہے بار بار ان پر

احد میں پہلی جنگ مغلوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبوب داور نے
کیا اقدام میداں ہر مجاہد ہر دلاور نے

وہاں حمزہ پہ نرغہ ہو گیا تھا فوج اعدا کا
تھپیڑا سہہ رہا تھا شیر حق ہر موج دریا کا

اٹھا اک نعرہ تکبیر میدان شہادت میں
بڑھی فوج مسلماں اپنے ہادی کی قیادت میں

ادھر سے جھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل
احد کی سر زمیں پر چھا گیا تھا ایک ٹڈی دل

کمال شان ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں
کہ حمزہ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں

جدھر اٹھتا تھا پائے حمزہ دشمن ہٹتے جاتے تھے
ابھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

علمبرداران قریش کی جراتیں

قریشی ناریاں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
بہر سو گھومتی تھیں جنگ کے شعلوں کو بھڑکاتی
قریب اک دوسری کے آخر کار آ گئیں فوجیں
تلاطم ہو گیا پیدا بہم ٹکرا گئیں موجیں
گتھا اک اک مسلماں سات سات اعدائے ملت سے
لیا پھر اک سبق میدان میں کثرت نے قلت سے
کھنچیں تیغیں اٹھے خنجر چلے نیزے تنیں ڈھالیں
کٹے مغفر پھٹے سینے چھٹے بازو کھنچیں کھالیں
ادھر رحمٰن کے بندے ادھر پیرو تھے شیطاں کے
بہم دست و گریباں تھے مظاہر کفرو ایماں کے
اٹھایا تھا علم کفار کا طلحہ کے بیٹے نے
ابھارا اور بھی فتنے کو اس قسمت کے ہیٹے نے
مثال شعلہ جوالہ ہر جانب لپکتا تھا
زرہ بکتر سجے تھے خود بھی سر پر چمکتا تھا
پڑی جونہی نگاہ حضرت سعد وقاص اس پر
کیا اک تیر چلے سے رہا بالاختصاص اس پر
کسی پر حملہ کرنے کو بڑھایا تھا قدم اس نے
مگر اس تیر سے گوشہ نہ پایا جز عدم اس نے

در آیا حلق میں تیر اور زباں باہر نکل آئی
گرا ہاتھوں سے جھنڈا ساتھ ہی اس کی اجل آئی
یہ بسمل خاک پر تڑپا' تڑپ کر ہو گیا ٹھنڈا
مسافع ابن طلحہ نے اٹھایا اب یہی جھنڈا
نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابن افلح نے
علم خاک مذلت پر گرایا ابن افلح نے
مگر مردان عبدالدار تھے غصے میں دیوانے
علم کے گرد تھے جیسے ہوں گرد شمع پروانے
علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پاتا تھا
جھپٹ کر ہر کوئی اس کی جگہ لینے کو آتا تھا
کلاب اک فرد کامل نے اٹھایا کفر کا جھنڈا
زبیر ابن عوام اس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا
شریح قارظہ تھا فوج قرشی میں بڑا کامل
نہایت تمکنت سے اب ہوا جھنڈے کا وہ حامل
جناب حیدر کرار کے ہاتھوں گیا مارا
پڑی وہ ضرب کاری کھل گیا کافر کا بھنڈارا
بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی
تو دونوں لشکروں کو اک عجب صورت نظر آئی
علم سے باطنی رشتہ علمبردار کا ٹوٹا
گرے پہلو بہ پہلو ساتھ ظاہر کا نہیں چھوٹا

عالم باطل سرنگوں

یہ جھنڈا جس کا مقصد تھا جہاں میں کشت و خوں کرنا
فریضہ تھا مسلمانوں کا اس کو سر نگوں کرنا
اٹھالیتے تھے عبدالدار والے یہ علم بڑھ کر
مگر غازی بھی کر دیتے تھے سر ان کا قلم بڑھ کر
کبھی حمزہ نے سر داران عبدالدار کو مارا
کبھی شمشیر حیدر نے علمبردار کو مارا
نصیبہ قوم قرشی کا کبھی ابھرا کبھی ڈوبا
یہی معلوم ہوتا تھا ابھی ڈوبا ابھی دوبا
تباہی دیکھ کر ہر رنگ سے اپنے گھرانے کی
رہی جرات کسی میں بھی نہ یہ جھنڈا اٹھانے کی
کیا جانے لگا اتلاف جاں سے اجتناب آخر
یہ دیکھا تو بڑھا ان کا غلام ناصواب آخر
اگرچہ آل عبدالدار کا یہ زر خریدہ تھا
مگر مشہور تلوریہ تھا حرب و ضرب دیدہ تھا
اٹھایا جنگ کا جھنڈا پکارا فوج کو اس نے
بتوں کا نام لے لے کر ابھارا فوج کو اس نے
جنون مرگ بے ہنگام جب دیکھا سوار اس پر
ہوا سایہ فگن دامان برق ذوالفقار اس پر

علم کفار کا اب رل رہا تھا فرش کے اوپر
علم اسلام کا اڑتا تھا اوج عرش کے اوپر

علمبردار اسلام

یہ سر افراز تھا حامل تھے مصعب بن عمیر اس کے
علی تھے راست پر اور دست چپ پر تھے زبیر اس کے
یہ جھنڈا بڑھ رہا تھا ہر طرف ارشاد ہادی پر
نمایاں تھا برابر ہر بلند و پست وادی پر
علم کے سائے میں اس طرح وقف جنگ تھی مصعب
کہ گلزار بہار زخم سے گلرنگ تھے مصعب
قریشی فوج کا ہر فرد اس جھنڈے کے درپے تھا
کہ اس جھنڈے کا لہرانا حقیقت میں بڑی شے تھا
قریش آ آ کے گرتے تھے ہجوم اندر ہجوم اس پر
جھپٹتے تھے کمال تن وہی سے زاغ و بوم اس پر
مگر مصعب کے بازو اس طرح ان کو ہٹاتے تھے
کہ رکھوالے تھے گویا کھیت سے طائر اڑاتے تھے
جدھر کرتے تھے حملہ بھیڑ چھٹ جاتی تھی آگے سے
تہ شمشیر صف کی صف الٹ جاتی تھی آگے سے

حضرت ابودجانہ اور حق شمشیر رسالت

صحابہ دیکھتے تھے جاں نثاری بودجانہ کی
کہ تھی بیٹھی ہوئی اک دھاک اس مردیگانہ کی
رسول اللہ کی بخشی ہوئی شمشیر چلتی تھی
تو گویا آسیائے گردش تقدیر چلتی تھی
وہ سب افسر جو بنیاد فساد جاہلانہ تھے
وہی جنگ احد میں زیر تیغ بودجانہ تھے
سر مقتل تلاش ان کو تھی ایسے بد نہادوں کی
کہ جن کی ذات دنیا میں چنگاری تھی فسادوں کی
جو پیچھے رہ کے قرشی فوج کو آگے بڑھاتے تھے
وہ فتنے آج اس تلوار کے سائے میں آتے تھے
چھپے تھے اس شکاری کے شکار انبوہ کے اندر
در آئے بودجانہ بار بار انبوہ کے اندر
وہ اصلی سرغنوں کو دور ہی سے تاک لیتے تھے
انہی کو زیر تیغ صاحب لولاک لیتے تھے
عطائے خاص کا پورا ادب ملحوظ رکھا تھا
کہ حق تلوار کا ہر حال میں محفوظ رکھا تھا
در آتے تھے وہ تیروں اور شمشیروں میں درانہ
وہ تنہا جنگ کرتے تھے تھے تہنگانہ پلنگانہ

ہند کی سرگرمیاں

قریشی عورتیں ان کافروں کا دل بڑھاتی تھیں
کبھی آگے کبھی پیچھے صفوں کے دف بجاتی تھیں
نظر آیا جو اب میدان میں کتنا ہوا قیمہ
ابوسفیاں کو زوجہ ہند پھرتی تھی سراسیمہ
نظر آنے لگا جب رنگ کچھ بیرنگ میداں میں
تو اس عورت نے پہنا تھا لباس جنگ میداں میں
کھڑی تھی مرد بن کر پشت پر یہ اپنے لشکر کے
بھگوڑے قرشیوں کو گالیاں دیتی تھی جی بھر کے
نظر آتا تھا جس دم بھاگتا کوئی جواں اس کو
تو بڑھ کر پیش کر دیتی تھی اپنی چوڑیاں اس کو
زبان طعن سے سینے میں خنجر بھونک دیتی تھی
دلا کر شرم اس کو آگ میں پھر جھونک دیتی تھی

ابو دجانہ ہند کو قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں

پڑی کچھ فاصلے سے بودجانہ کی نظر اس پر
وہ سمجھے فوج دشمن کا اسے کوئی بڑا افسر
جو پیچھے فوج کے تاریں لڑائی کی ہلاتا ہو
بجھی چنگاریوں کو اپنی پھونکوں سے جگاتا ہو
وہ لشکر کو ہٹاتے مارتے اس کی طرف نکلے
بزور دست و بازو توڑ کر ہر ایک صف نکلے
قریب ہند پہنچے تیغ کھینچی اور للکارا
کہ آ میرے مقابل اوفسادی اور فریب آرا
کہاں چھپ کر کھڑا ہے دیکھ عزرائیل آ پہنچا
یہ تیرے ذبح کو فرزند اسماعیل آ پہنچا
یہ سن کر ہند کے ہوش اڑ گئے لرزہ ہوا طاری
قضا کو سامنے دیکھا تو بھولی ہیکڑی ساری
پکاری میں تو عورت ہوں مجھے مارو نہ اے بھائی
یہاں چپکی کھڑی ہوں میں تو لڑنے کو نہیں آئی
یہ کہہ کر کانپتے ہاتھوں سے اپنی زلف سرکائی
حنائی ہاتھ کی سرخی بھی ہاتھوں ہاتھ دکھلائی
جناب بودجانہ پر کھلا اب آنکھ کا دھوکا
کیا ہی چاہتے تھے وار لیکن ہاتھ کو روکا

توقیر شمشیر رسول

کہا معلوم ہے گو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی
تری آنکھوں سے ظاہر ہو رہی ہے خوئے خونریزی
طرح بہر شفیع دو جہاں دیتا ہوں میں تجھ کو
تو کوئی بھی ہو اے عورت اماں دیتا ہوں میں تجھ کو
یہ شمشیر رسالت ہے ستودہ اور محمودہ
کروں گا میں نہ عورت کے لہو سے اس کو آلودہ
تلاش گردن مردان پختہ کار ہے اس کو
ضعیفوں، عورتوں، بچوں پہ اٹھنا عار ہے اس کو
عیاں فرما کے جو ہر اہل ایماں کی بسالت کا
جھکے اور قبضہ چوما جھوم کر تیغ رسالت کا
پلٹ کر ہو گئے جنگاہ میں پھر معرکہ آرا
جہاں امڈی ہوئی تھی آب تیغ تیز کی دھارا

مسلمان متحدہ ہو کر جنگ کرتے ہیں

اگرچہ چھ گنا زاید تھے مشرک اہل ایماں سے
مگر منہ موڑ کر بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے
صحابہ جنگ میں اک دوسرے کے تھے معاون بھی
برائے فوج کثرت وحدت ملت کے ضامن بھی
رفیقوں کی حفاظت تھی انہیں ملحوظ دشمن سے
اسی باعث تھا اب تک ہر کوئی محفوظ دشمن سے
خراش جسم مسلم سے بھی ہوتا تھا ملال ان کو
تھا اپنی جان سے بڑھ کر اخوت کا خیال ان کو
نظر اک دوسرے کے حال پر رکھتا تھا ہر کوئی
مدد کرتا تھا جب مشکل میں آتا تھا نظر کوئی
یہی تھا ربط باہم ان کے استحکام کا باعث
یہی تھا اس جہاں میں غلبہ اسلام کا باعث
اخوت نے کیے تھے اس طرح دل متحد ان کے
کہ میداں میں زمین و آسماں بھی تھے مدان کے

مشرکین کے قدم اکھڑ گئے

صحابہ یوں گرے تھے لشکر کفار کے اوپر
کہ بھاری ہو رہا تھا اک مجاہد چار کے اوپر
شکستہ دل تھے خنجر حوصلے ٹوٹے تھے بھالوں کے
تھے منہ فق چار آئینوں کے سینے شق تھے ڈھالوں کے
چھپیں نتھنوں میں انیاں بیخ پا ہو کر پھرے گھوڑے
سواروں کو گرایا سر کے بل جس دم گرے گھوڑے
قریشی پیدلوں کے اسلحہ بھی تھے بہت بھاری
زرہ پوشی بنی تھی اور بھی وجہ گراں باری
قدم اکھڑے تو کام آئیں نہ لنگر دار شمشیریں
کہ تھیں ان مجرموں کے ہاتھ میں پیروں کی زنجیریں
سروں کے خود آنکھوں پر جھکے رخ سے جھلم سر کے
گرے یوں سنگدل کھا کھا کے چرکے اور مرمر کے
مجاہد بڑھ کے تیغیں مارتے جاتے تھے میداں میں
قریشی سورما جی ہارتے جاتے تھے میداں میں

خالد کی بے بسی

مدد پر ان کی خالد کا رسالہ بار بار آیا
کبھی سوئے یمیں جھپٹا کبھی سوئے یسار آیا
قریش فوج کی حالت سے خالد کو اذیت تھی
اچانک پشت پر یلغار کر دینے کی نیت تھی
مگر ہر مرتبہ منہ دیکھتا تھا نامرادی کے
کہ پشتے پر تھے پشتیبان تیر انداز ہادی کے
بگولے کی طرح ہر بار چکر کھا کے آتا تھا
مگر تیروں کی بارش دیکھتا تھا لوٹ جاتا تھا
رسالہ عکرمہ کا دے رہا تھا ساتھ خالد کا
کہ لینا تھا اسے بھی آج بدلہ اپنے والد کا
نصیب ان کو ہوئی تھی نامرادی اور ناکامی
کہ پشتے پر جمے تھے تیر اندازان اسلامی
مقام سخت گھاٹی تنگ تھی اور فرش پتھریلا
رسالوں اور لڑنے والوں میں حائل تھا یہ ٹیلا
یہی تھا مرکزی نقطہ نگاہ پاک ہادی میں
مقام امتحاں تھا یہ احد کی تنگ وادی میں
اسی باعث ہوئی تھیں تیر اندازوں کو تاکیدیں
کہ پشتے پر جمے رہنے سے وابستہ تھیں امیدیں

رسول اللہ کو معلوم تھی کفار کی نیت
اسی باعث یہاں رکھی تھی تیر انداز جمعیت
سواروں نے تو رہواروں پہ توڑے قمچیاں کوڑے
مگر ہر مرتبہ سو فار کھا کھا کر گرے گھوڑے
یہ گھوڑے خوف سے ٹیلے کی جانب رخ نہ کرتے تھے
قدم آگے بڑھانے میں لرزتے اور ڈرتے تھے
جب آیا اس طرف گھاٹی کے اندر گھر گیا خالد
نہ پایا راستہ مایوس ہو کر پھر گیا خالد

اقلیت ظفرمند تھی

ادھر جمعیت اسلام تھی مصروف جانبازی
بسان حوصلہ بڑھتے چلے جاتے تھے اب غازی
ہنکاتے مارتے زور آوروں کے وار رو کرتے
ضعیفوں اور اپنے زخمیوں کی بھی مدد کرتے
قدم دھرتی پہ مضبوطی سے دھرتے بڑھتے جاتے تھے
قریش فوج کا ستھراؤ کرتے بڑھتے جاتے تھے

نبی نگران کار تھا

وجود پاک ہی روح جہاد اہل ایماں تھا
صحابہ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشید درخشاں تھا
نہ جانے کھولنا منظور تھیں وہ کونسی گرہیں
کہ سر پر خود تھا' زیب بدن تھیں آج دو زرہیں
کمان و تیر ترکش' نیزہ و شمشیر حیراں تھے
مہم غیر معمولی کے یہ سب سازو ساماں تھے
مگر اس نے کسی کو زخم پہنچایا نہ تھا اب تک
کسی کی ذات پر خود حملہ فرمایا نہ تھا اب تک
حفاظت ہی اسے مطلوب تھی مظلوم ملت کی
بٹھادی دھاک اس نے لشکر کثرت پہ قلت کی
وہ شاہد تھا بروئے کار زار اپنی جماعت کا
کہ ذمہ دار تھا ایمان والوں کی شفاعت کا
لباس جنگ کی لیکن بالآخر کیا ضرورت تھی
بظاہر تو یہاں پر فتحمندی ہی کی صورت تھی

مسلمانوں کی فتح

بظاہر لشکر اسلام منصور و مظفر تھا
قریشی فوج ہر سو منتشر تھی حال ابتر تھا
قدم اکھڑے ہوئے جمتے نہ تھے جم ہی نہ سکتے تھے
سپاہی بھاگ کر تھمتے نہ تھے تھم ہی نہ سکتے تھے
گروہ حق نے پستی پر گرایا اوج باطل کو
کہ اک ریلے میں برہم کر دکھایا فوج باطل کو
قریش اب ہٹتے ہٹتے تابہ خیمہ گاہ جا پہنچے
یہاں بھی غازیان فی سبیل اللہ آ پہنچے
یہاں بھی آ پڑے غازی یہاں سے بھی قدم اکھڑے
کہ مشکل ہی سے جمتے ہیں قدم جس وقت دم اکھڑے
سراسیمہ ہراساں جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے
سلامت لے کے جانیں سازو ساماں چھوڑ کر بھاگے
جریٔ جرارؔ مفلس اور تو نگر سب گریزاں تھے
بڑے چھوٹے سپاہی اور افسر سب گریزاں تھے

اکابر صحابہ دشمنوں کے تعاقب میں

مسلمانوں میں جتنے سابق الایماں دلاور تھے
وہ اس اترے ہوئے سیلاب میں اب بھی شناور تھے
تعاقب کر رہے تھے اب وہ باطل کے گروہوں کا
کہ دل مال غنیمت میں نہیں تھا حق پژوہوں کا
عقب میں تھے یہی ہر بھاگنے والی جماعت کے
یہ بندے تھے توکل کے یہ پتلے تھے قناعت کے

فتنہ مال غنیمت

مسلماں تازہ ایماں جو ابھی ناآزمودہ تھے
وہ ہمت کے تو پکے تھے مگر غفلت ربودہ تھے
قریب منزل مقصود آ کر راہ حق بھولے
پڑھایا تھا جو ہادی نے اچانک وہ سبق بھولے
نظارا دیکھ کر میداں میں دشمن کی ہزیمت کا
دلوں میں شوق پیدا ہو گیا مال غنیمت کا
قریشی خیمہ گاہوں کو لگے زیر و زبر کرنے
قدم روکے تعاقب سے چلے ہمیانیاں بھرنے
فرائض سے ہوئے غافل حصول مال پر ٹوٹے
غنیمت دیکھ کر تیغوں کے قبضے ہاتھ سے چھوٹے
ردائیں خواب غفلت کی نگاہ ہوش پر ڈالیں
زمیں پر گاڑ کر نیزے کمانیں دوش پر ڈالیں
مقرر تھے غلام اس خیمہ گاہ کی پاسبانی کو
وہ بھاگے دیکھتے ہی اس قضائے ناگہانی کو
لہٰذا لوٹنے کے واسطے میدان خالی تھا
یہ سمجھے لوٹنا بھی جنگ کا مقصود عالی تھا
گھسے خیموں کے اندر ساز و ساماں جمع کرنے کو
بڑھائے ہاتھ بہ جانب دہان طمع بھرنے کو

غرض اسلام کا لشکر تھا اس غفلت میں آسودہ
نہیں تھا یاد ان کو اس گھڑی قرآں کا فرمودہ

ٹیلے کے تیر اندازاور حصول غنیمت کا شوق

ادھر ٹیلے کے تیر انداز بھی تھے محو نظارہ
کہ پسپا ہو کے لشکر دشمنوں کا بھاگ اٹھا سارا
نظر آئی گریزاں جب نمود و نام کی دنیا
وہ یہ سمجھے کہ فاتح ہو گئی اسلام کی دنیا
نظر آئے مسلماں محو جب فکر غنیمت میں
تو دلچسپی ہوئی ان کو بھی اب ذکر غنیمت میں
اٹھی اک موج بے تابی قلوب اہل صولت میں
کہ ہم بھی چل کے شامل ہوں حصول مال و دولت میں

حضرت عبداللہ بن جبیر کی تنبیہ

ہوئے مانع مگر اس راہ سے ابن جبیر ان کو
سنایا بڑھ کے فرمان امام اہل خیر ان کو
کہا تم سب کو اس ٹیلے سے ہٹنے کی مناہی ہے
یہیں ٹھہرو کہ یہ تاکید محبوب الٰہی ہے
شرف تم کو ملا ہے آج پشتیبان بننے کا
کرو ہرگز نہ تم اقدام نافرمان بننے کا
پیمبر نے بڑھایا ہے تمہاری قدر و قیمت کو
نہ سمجھو حکم ہادی سے فزوں مال غنیمت کو
تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنے کی تلقیں ہے
یہ ارشاد پیمبر ہے یہ حکم ہادی دیں ہے

تاویل احکام نبوت

یہ سن کر تیر اندازوں نے باہم تفرقہ ڈالا
لگے سب کرنے تاویل کلام حضرت والا
کہا یہ ہو نہیں سکتا کبھی منشائے پیغمبر
حصول فتح و فیروزی ہی تھا ایمائے پیغمبر
خدا نے خائب و خاسر کیا باطل کی فوجوں کو
خس و خاشاک نے پلٹا دیا طوفاں کی موجوں کو
ہوئی فضل خدا سے ہم کو حاصل آج فیروزی
کریں مال غنیمت سے نہ کیوں اب بہرہ اندوزی
ہمارے بھائی دامن بھر رہے ہیں فضل باری سے
ہمیں محروم رہ جائیں بھلا اس بختیاری سے
غنیمت بعد جنگ احسان ہے فیضان نعمت ہے
رہیں ہم بے نیاز اس سے تو یہ کفران نعمت ہے

تیر انداز ٹیلا چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں

غرض ایسی ہی باتیں کہہ کے تیر انداز چل نکلے
بلندی سے سوئے پستی یہ سب شہباز چل نکلے
رہے ابن جبیر آمادہ ہر سعی امکانی
مگر ان کی نصیحت اکثریت نے نہیں مانی
گرے یک لخت حب مال کے پردے نگاہوں پر
کہ بیخود ہو کے جا پہنچے قریشی خیمہ گاہوں پر
کمان و تیر و ترکش اپنی اپنی پشت پر ڈالے
حصول مال دنیا کی طرف لپکے خدا والے

ٹیلے پر حضرت ابن جبیر اور سات تیر انداز

غنیمت کی طلب میں بن گئے نادان چل نکلے
کیا پشتے کو خالی اور پشتیبان چل نکلے
ہوئی کمزوری ملت نگاہ و دل کی ناچاقی
فقط ابن جبیر اور چند ساتھی رہ گئے باقی
یہ چند افراد ٹیلے پر بدستور اب بھی قائم تھے
شہادت کی طلب تھی زخم ہی ان کے غنائم تھے

خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا

ادھر خالد کہ تھا مغلوب تیر انداز دستے سے
بہت مایوس تھا ہٹ کر کھڑا تھا عام رستے سے
نظر آتی تھی اپنی فوج کی پوری شکست اس کو
تھا اب مقصود اپنے بھاگنے کا بندوبست اس کو
بڑی حسرت سے پھر ٹیلے کی جانب اک نظر ڈالی
تو کیا دیکھا کہ پشتہ پشتیبانوں سے ہوا خالی
فقط سات آٹھ گنتی کے مجاہد تھے بلندی پر
جو قادر ہو نہیں سکتے تھے اس کی ناکہ بندی پر
مسلمانوں کی غفلت تھی کہ امر اتفاقی تھا
ہوا ثابت کہ حملے کا ابھی امکان باقی تھا
گنوائی ایک ساعت بھی نہ اب بے کار خالد نے
مسلمانوں پہ کر دی پشت سے یلغار خالد نے

حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کی شہادت

اگرچہ پشتہ خالی ہو چکا تھا پشتیبانوں سے
نہ رک سکتا تھا خالد کا رسالہ چند جانوں سے
مگر ابن جبیر اور ان کے ساتھی صادق الایماں
ہوئے ان کے مزاحمؔ جان دیدی ہو گئے قرباں
رہے ترکش میں جب تک تیر برساتے رہے ان پر
ہوئے خالی جو ترکش سنگ لڑھکاتے رہے ان پر
رسالے کے سواروں نے بالآخران کو آگھیرا
شہادت کے طلبگاروں نے لیکن منہ نہیں پھیرا
کیا چورنگ تلواروں نے چھیدا ان کو بھالوں نے
ادائے فرض لیکن کر دیا اللہ والوں نے
تڑپتے تھے اگرچہ پاک لاشے خاک پر ان کے
ستارے تھے مگر پیشانی افلاک پر ان کے
وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو ان کو
شہادت کے لہو نے کر دیا تھا سرخرو ان کو

غنیمت لوٹنے والوں پہ خالد نے نظر ڈالی

صفایا ہو گیا ان کا تو ٹیلا رہ گیا خالی
اسی ٹیلے سے خالد نے نظر میدان پر ڈالی
نظر آیا قریشی خیمہ گاہ پر ایک میلا ہے
مسلمانوں کا قبضہ اور لٹس کا جھمیلا ہے
مجاہد اپنی تیغیں اور خنجر میاں میں کر کے
کمانیں دوش پر ترکش بغل میں پشت پر ڈھالیں
نمایاں شان اطمینان ہے اور سست ہیں چالیں
نکالی جا چکی ہر ایک سے خیمے کے اندر کی
رسد کی خور جیاں کپڑوں کے بقچے تھیلیاں زر کی
قریشی سور ما کچھ دور بھاگے بھاگے پھرتے ہیں
مجاہد پیچھے پیچھے ہیں وہ آگے آگے پھرتے ہیں
ہوئی ہیں دف بجانے والیاں بھی منتشر ساری
پہاڑوں میں چھپی ہیں منہ چھپا کر خوف کی ماری
سپہ سالا ابوسفیاں بھی میداں سے غائب ہے
قریب خیمہ گہ اب کوئی افسر ہے نہ نائب ہے
ہوا ہے جوش غیرت آل عبدالدار کا ٹھنڈا
پڑا ہے خاک ذلت پر قریشی قوم کا جھنڈا

مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ

یہ صورت دیکھ کر خالد کی آنکھوں سے لہو ٹپکا
رسالوں کو بڑھایا اور بجلی کی طرح لپکا
معیت میں سبھی افراد خاص الخاص تھے اس کے
معاون عکرمہ اور عمرو ابن العاص تھے اس کے
رسالے نے لگائی دوڑا ان پرپیچ راہوں سے
جہاں ٹیلوں نے پوشیدہ رکھا ان کو نگاہوں سے
مسلماں مطمئن ہو ہو کے باطل کی ہزیمت سے
برابر بھر رہے تھے خورجیاں مال غنیمت سے
نرالا رنگ لائی اب حصول مال کی صورت
کہ غفلت میں رسالے آ پڑے بھونچال کی صورت
دکھائی اس قدر غفلت شعاری ہوش والوں نے
خبر اس دم ہوئی جب چھید ڈالا ان کو بھالوں نے
یہ سیل مرگ اچانک' دفعتاً' بے ساختہ ٹوٹا
ادھر اندوختہ لوٹا' ادھر اندوختہ ٹوٹا
کسی نے کچھ نہ دیکھا کس طرف سے بجلیاں چمکیں
یہ انیاں پشت و پہلو توڑ کر سینے میں جا دھمکیں
بہت اس ضرب کاری سے گرے بے جان ہو ہو کر
بہت سے زخم کھا کھا کر پھرے حیران ہو ہو کر

یہ حملہ ہی کچھ ایسا تھا سنبھلنا سخت مشکل تھا
پڑا تھا پیچ ایسا بچ نکلنا سخت مشکل تھا
سواران قریش آ گرے جب تان کر بھالے
ہوئے مقتول سب سے پہلے ٹیلا چھوڑنے والے
مسلمانوں کی لاشیں روند کر آگے بڑھے گھوڑے
غنیمت لوٹنے والوں نے اب گھبرا کے منہ موڑے
نظر آیا کہ ہر سو اک بلائے ناگہانی ہے
بپا ہے اک تلاطم اور تیغوں کی روانی ہے
اچانک آ لیا تھا موت کے سیلاب نے ان کو
کیا تھا غرق مال و زر کی آب و تاب نے ان کو

بھاگی ہوئی قریشی فوج پلٹتی ہے

قریشی فوج کے بھاگے ہوئے افراد بھی پلٹے
ابوسفیاں بھی آیا دوسرے جلاد بھی پلٹے
شجاعت جاگ اٹھی ہو گیا بیدار طیش ان کا
پلٹ کر فوج مسلم پر گرا اب جیش جیش ان کا
ہوا کے ساتھ ہی ان سورماؤں نے بھی رخ پھیرا
شرارت عود کر آئی مسلمانوں کو آ گھیرا
نمایاں رایت اسلام تھا افلاک پر اب تک
قریشی فوج کا جھنڈا پڑا تھا خاک پر اب تک
قضا نے دفعتاً ایسی ہوا بدلی زمانے کی
کہ اک عورت کو جرات ہو گئی جھنڈا اٹھانے کی
یہ باطل کا نشاں بڑھ کر اٹھایا ایک عورت نے
جنون مردان خونی کا بڑھایا ایک عورت نے
یہ سارا واقعہ ایسا سریع و بے تحاشا تھا
زمیں آئینہ حیرت فلک عبرت تماشا تھا

اکابر مجاہدین اسلام کی پامردی

صحابہ جو تعاقب کر رہے تھے فوج دشمن کا
پلٹ آئے سبب معلوم کرنے شور وشیون کا
ہوا کا رخ ادھر سے اس طرف پلٹا ہوا پایا
مصاف کفر و ایماں صف بہ صف پلٹا ہوا پایا
کیا تھا فوج دشمن نے پلٹ کر یوں ہجوم ان پر
اچانک آپڑی ہو جس طرح باد سموم ان پر
عدول حکم ہادی نے دکھائی تھی یہ نیرنگی
فلک نے پھیرلیں آنکھیں زمیں کرنے لگی تنگی
پلٹ کر جلد مردان زمانہ پھر ادھر آئے
علیؓ حمزہؓ زبیر و بودجانہ پھر ادھر آئے
مگر روٹھی ہوئی قسمت منائے اب نہ منتی تھی
کچھ ایسی بات بگڑی تھی، بنائے اب نہ بنتی تھی

رسول اللہ پر حملہ کرنے کے متلاشی

بہت سے سازشی ارکان پتلے تھے شقاوت کے
کر دعوے لے کے آئے تھے محمد کی عداوت کے

انہیں میں اک جواں تھا ابن قمیہ نام رکھتا تھا
نبی پر حملہ کرنے کا خیال خام رکھتا تھا

مٹانا چاہتا تھا دہر سے نور مجرد کو
بہر سو ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں محمد کو

محمد ہی پیام زندگانی لے کے آیا تھا
محمد ہی حیات جاودانی لے کے آیا تھا

محمد ہی مٹانا چاہتا تھا زور شیطاں کا
فرشتوں سے بڑھانا چاہتا تھا رتبہ انساں کا

اسی کے خون کا پیاسا تھا یہ ابلیس کا بندہ
اسی کی تاک میں پھرتا تھا یہ تلبیس کا بندہ

حضرت مصعب پر ابن قمیہ کی نگاہ بد

علمبردار مصعب بن عمیرؓ اللہ کے غازی
نظر آئے اسے انبوہ میں مصروف جانبازی
رسول پاک سے قدرے مشابہ تھا جمال ان کا
علم کے سائے میں خورشید معنی تھا جلال ان کا
ہلاکت گاہ میں اٹھتا تھا جس جانب قدم ان کا
مسلمانوں پہ سایہ ڈال دیتا تھا علم ان کا
مجاہد غازیوں کا پائے استقلال قائم تھا
کہ میداں میں یہ اسلامی علم فی الحال قائم تھا
یہ منظر دیکھ کر میداں میں مصعب کی بسالت کا
گماں قمیہ کے بیٹے کو ہوا شان رسالت کا
تھا ارماں کعبہ کو مقصود مسمار کرنے کا
تہیہ کر لیا قاتل نے چھپ کر وار کرنے کا

ابن قمیہ مصعب پر وار کرتا ہے

بڑھایا اس نے گھوڑے کو علمبردار کی جانب
بزعم خود جناب احمد مختار کی جانب
یہ کینہ توز رخ کے سامنے تو کیا بھلا آتا
چلا چھپتا چھپاتا غازیوں کی زد سے کنیاتا
دغا بازی پہ رکھا جنگ کا دارو مدار اس نے
کیا پیچھے سے آکر بازوئے مصعب پہ وار اس نے
احد میں جس نے اب تک غلبہ اسلام رکھا تھا
وہ بازو کٹ گیا جس نے علم کو تھام رکھا تھا
علم گرنے لگا جب ہو گیا یہ ہاتھ ناکارہ
رہا باقی نہ کوئی ایک صورت کے سوا چارہ
علم تھاما گرا کر ہاتھ سے شمشیر مصعب نے
رہے حق کا علم اونچا' یہ کی تدبیر مصعب نے
مگر اس ہاتھ پر بھی ہاتھ مارا ابن قمیہ نے
لگائی تیغ مصعب پر دوبار ابن قمیہ نے
ہوا اس ضرب سے یہ ہاتھ بھی بیکار مصعب کا
شہادت سے تھا چہرہ مطلع الانوار مصعب کا

مصعب کی شہادت

زمیں و آسماں پر چھا گیا اللہ کا دیوانہ
علم کی چھڑ دبالی درمیان گردن و شانہ
قلم ہو کر زمیں پر گر چکے تھے ہاتھ مصعب کے
مگر مصعب تھے قائم اور علم بھی ساتھ مصعب کے
کٹے ہاتھوں کے دونوں ٹھنٹ اب چھاتی پر آئے تھے
علم کی چھڑ دبائے دل پہ ہالا سا بنائے تھے
لہو گرتا تھا جیسے ہو کوئی رنگیں فوارہ
مگر فرصت کسے تھی، کون کرتا اس کا نظارہ
مجاہد تھے گرفتار اپنے اپنے حال کے اندر
عقابوں کو پھنسایا تھا قضا نے جال کے اندر
علم کی چھڑ پہ گردن، اور سرخم ایک شانے پر
جبیں سوئے فلک آنکھیں خدا کے آستانے پر
عجب انداز سے مصعب تھے اب مشہد میں استادہ
دم آخر تک اپنا فرض ادا کرنے پہ آمادہ
نہ دل امداد کا جویا نہ خواہاں ترحم تھا
زباں پر نغمہ تکبیر چہرے پر تبسم تھا
اسی عالم میں پھر اک ہاتھ مارا ابن قمیہ نے
علمبردار حق کا سر اتارا ابن قمیہ نے

سرسجدہ گزار اس طرح اترا فرش کے اوپر
صدائیں ربی الاعلیٰ کی گونجیں عرش کے اوپر
جھکا لہرا کے فرش خاک کی جانب تن خاکی
اٹھا افلاک کی جانب غبار نور افلاکی
الٰہی تیرے لشکر کی قیادت ہو تو ایسی ہو
مجاہد ہوں تو ایسے ہوں شہادت ہو تو ایسی ہو

شہادت رسول کی افواہ

ادھر اک قہقہہ گونجا وہاں ابن قمیہ سے
زباں شیطان کی نکلی وہاں ابن قمیہ سے
کہ لوگو آؤ دیکھو میں نے کس کا سر اتارا ہے
محمدؐ کو مسلمانوں کے پیغمبر کو مارا ہے
مرے ہاتھوں نے آخر قتل کر ڈالا محمدؐ کو
بجھایا تین پھونکوں سے چراغ نور سرمد کو
یہ کہتا اور خوشی سے ناچتا جاتا تھا دیوانہ
کیا ہو جس طرح کوئی بڑا ہی کار مردانہ

خبر یا صاعقہ

اگرچہ بے حقیقت تھی نہاد بے وقار اس کی
مگر آواز گونجی صورت صوت حمار اس کی
کسی شیطان نے میدان میں یوں اس کو دہرایا
کہ اس کا قول بد گوش مسلماناں میں پہنچایا
صحابہ اس گھڑی ہر سو گرفتار مصائب تھے
سماع و گوش حاضر تھے حواس و ہوش غائب تھے
ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخم خوردہ تھے
اثر خود کردنی کا تھا کہ دل ان کے فسردہ تھے

صحابہ پر اس خبر کا اثر

یہ شیطانی گجر سنتے ہی بجلی گر گئی گویا
گلوئے زندگانی پر چھری سی پھر گئی گویا

محمد مصطفیٰ جس نے غلاموں کو رہائی دی
اسی کے قتل ہونے کی صدا ان کو سنائی دی

محمد ہی کے دم سے تھا اجالا ان نگاہوں میں
اسی کا روئے انور شمع تھا ہستی کی راہوں میں

محمد کی شہادت کا سنا جس وقت آوازہ
بکھرتا سا نظر آنے لگا عالم کا شیرازہ

گرے ہتھیار، بازو لڑتے لڑتے تھم گئے ان کے
جہاں بھی تھے، قدم مٹی کی صورت جم گئے ان کے

نگاہوں پر اندھیرا چھا گیا، دل پر غبار آیا
دماغ و دل میں، عقل و عاشقی میں انتشار آیا

اس خبر کے مختلف اثرات

ہزاروں زخم کھائے تھے مگر یہ ضرب تھی کاری
سکوت مرگ کی سی اک غشی سب پر ہوئی طاری
غشی تھی، بے ہشی تھی، خود فراموشی تھی سکتہ تھا
کوئی روئے زمیں کوئی فلک کے منہ کو تکتا تھا
ہوئی خود کردنی آئینہ حیرت چھا گئی ان پر
پلٹ کر لشکر دشمن کی آئی آ گئی ان پر
دکھائی تھی یہ صورت فتنہ مال غنیمت نے
کہ مارا فاتحوں کو آج دشمن کی ہزیمت نے

مسلمین کی بدحواسی

غبار ایسا اٹھا تھا دید سے معذور تھیں آنکھیں
دلوں میں نور لیکن خاک سے معمور تھیں آنکھیں
کچھ ایسے تھے کہ بے خود کر دیا تھا ان کو حیرت نے
حواسوں پر اڑھا دیں چادریں احساس غیرت نے
نظر آئی ہوا پلٹی ہوئی فتح و ہزیمت کی
تباہی بن گئی تھیں شامتیں مال غنیمت کی
غنیمت کے فراہم کردہ ڈھیروں سے پرے سر کے
لگے بے دیکھے بھالے وار کرنے تیغ و خنجر کے
دل و دیدہ پہ ایسا چھا چکا تھا اک غبار ان کے
تمیز دوست دشمن کر نہیں سکتے تھے وار ان کے
نظر کی آب اتری تھی حیا کی تیز تھیں دھاریں
چلاتے تھے یہ اب میداں میں اندھا دھند تلواریں
خرد پر چھا گئی تھی ایک چادر بدحواسی کی
تزلزل تھا یہاں مہلت کہاں تھی خود شناسی کی

رفاعہ اور یمان کی شہادت

یہ حالت تھی کہ میداں میں رفاعہ اور یماں آئے
سبب اس شور کا دریافت کرنے ناگہاں آئے
یہ بوڑھے تھے قتال و جنگ کی ان کو معافی تھی
خدا کی راہ میں ان کی دعائے خیر کافی تھی
یہ دونوں اک جگہ مامور تھے باہر مدینے سے
انہیں اس شوروغل نے کر دیا بیزار جینے سے
شہادت کی خریداری کو دونوں سربکف دوڑے
جہاں ارزاں ملے جنس شہادت اس طرف دوڑے
محمد مصطفیٰ کا نام نامی تھا زبانوں پر
کمان و تیر بن کر جا پڑے تیروں کمانوں پر
عصا ہاتھوں میں بار عمر سے کمریں خمیدہ تھیں
بخط راست روحیں جانب جنت کشیدہ تھیں
احد میں ان کے حصے کی سعادت مل گئی ان کو
شہادت لینے آئے تھے شہادت مل گئی ان کو
ہوا اک دوست دست دوستاں ہی سے بحق واصل
مگر کی دوسرے نے یہ مراد اغیار سے حاصل
میان دیدہ و دل ایک پردہ تھا یہاں حائل
مسلماں تھے مسلمانوں کے ہاتھوں ہر طرف گھائل

کہاں تھی ان کو مہلت امتیاز دوست دشمن کی
نظر آتی تھی قاتل شکل ہر اک تیغ افگن کی
پیاپے ان پہ نیزے پڑتے تھے تلوار پڑتی تھی
مگر کھلتا نہ تھا آخر کدھر سے مار پڑتی تھی

بیخود و ساکت ہونے والے

صدا میدان میں گونجی کہ اب لڑنے سے کیا حاصل
خدا کا پاک پیغمبر خدا سے ہو چکا واصل
چمک بجلی کی تھی یا صاعقہ تھا یا کوئی کڑکا
فلک تھرا گیا کچھ اس طرح دھرتی کا دل دھڑکا
یہ صدمہ ہی کچھ ایسا تھا سنائی ہی کچھ ایسی تھی
دلوں پر ابتلائے ناگہانی ہی کچھ ایسی تھی
کچھ ایسے تھے جنہیں اندوہ کے لشکر نے گھیرا تھا
جدھر آنکھیں اٹھاتے تھے اندھیرا ہی اندھیرا تھا
حواس و ہوش ہر حالت میں قائم رہ نہیں سکتے
محبت آشنا درد جدائی سہہ نہیں سکتے

فاروق اعظم بھی سکتہ میں

خبر سن کر شہادت پائی سردار عالم کی
پراگندہ تھی خاطر بے طرح فاروق اعظم کی
گرے ہتھیار سر سینے کے اوپر جھک گیا ان کا
دماغ از کار رفتہ ہو گیا، دم رک گیا ان کا
نہ اب بازو میں بل تھا اور نہ پیروں میں سکت گویا
پریشاں تھے زمیں و آسمان و شش جہت گویا
کھڑے تھے اک جگہ ڈوبے ہوئے بحر تحیر میں
یہ کروٹ ناگہانی تھی زمانے کے تغیر میں
سروش غیب سے ہمداستاں تھی جس کی گویائی
غریق خود فراموشی ہوئی تھی اس کی دانائی

حضرت انس ابن نضر

صحابہ میں سے انس ابن نضر اس سمت آ نکلے
وہ اس مہلک دوراہے پر عمر کے رہنما نکلے
جناب انس کے فاروق کو اس رنگ میں دیکھا
عمل کا ترک ایسے صاحب فرہنگ میں دیکھا
عمر سے دست و بازو روک لینے کا سبب پوچھا
رکے ہیں کس لیے میدان میں پائے طلب پوچھا
کہا وہ شمع جس کے عشق میں جلتے تھے پروانے
اسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس حشر برپا نے
عمر کو بھی جو یوں میں جذبات میں کھویا ہوا پایا
جناب انس نے آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا
کہ اچھا مان لو وہ جسم اطہر اب نہیں ہم میں
مگر موجود اس کا دین تو ہے بالیقیں ہم میں
پھر اے فاروق ہم اپنا ادائے فرض کیوں چھوڑیں
خدائے پاک زندہ ہے خدا سے رشتہ کیوں توڑیں
ہوا واصل بحق وہ جان جاں جس کام کی خاطر
چلو ہم بھی کریں آغاز اسی انجام کی خاطر
یہ کہہ کر انس نے تلوار کھینچی بڑھ گئے آگے
عمر بھی جاگ اٹھے اس طرح جیسے نیند سے جاگے

چلے اٹھ کر جہاد فی سبیل اللہ کی جانب
کیا عابد نے رخ اپنا عباد گاہ کی جانب
بڑھے پھر دشمنوں کی سمت جہد و جنگ کرنے کو
لہو سے نقش پائے عاشق گلرنگ کرنے کو
مقام معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں
جہاں رہبر نقوش رہرواں سے راہ پاتے ہیں

وہ جن کے پاؤں اکھڑ گئے

بہت ایسے بھی تھے جو مطلقاً جی چھوڑ بیٹھے تھے
کھڑے تھے بعض بیخود بعض منہ بھی موڑ بیٹھے تھے
قریشی فوج کا دل اور بھی اب بڑھتا جاتا تھا
یہ دریا جوش کھا کھا کر سروں پر چڑھتا جاتا تھا
کثیر اصحاب نومیدی سے میداں چھوڑ کر بھاگے
جہاد فی سبیل اللہ سے منہ موڑ کر بھاگے
ہزیمت خوردہ فوج قرشیاں پھر لوٹ آئی تھی
مسلمانوں نے ظاہر میں شکست عام کھائی تھی
ہجوم یاس و نومیدی نے دل کو اس طرح گھیرا
کہ روباہوں کا نرغہ پا کے ان شیروں نے منہ پھیرا
خدا محفوظ رکھے نا امیدی سے مسلماں کو
کہ یہ راہ طلب سے دور لے جاتی ہے انساں کو

مگروہ جو پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے

مگر ایسے بھی تھے یہ حرف جن کے گوش میں آئے
لہو میں اور بھی آئی حرارت جوش میں آئے
محبان نبی ایسے بھی تھے فوج مسلماں میں
رہے اول سے آخر تک جو قائم آج میداں میں
اگرچہ دوسروں سے بڑھ کے جی بے چین تھا ان کا
ادائے فرض ہی دنیا میں نصب العین تھا ان کا
صدائے امہ امہ ان بزرگوں کی زباں پر تھی
نظر ان کی ہدایات شفیع انس و جاں پر تھی
اگرچہ رنگ حسرت اس خبر سے دل پہ طاری تھا
لبوں پر قد خلت من قبلہ کا ورد جاری تھا
جو اس حالت میں بھی محو جہاد والہانہ تھے
علیؓ بوبکر و حمزہ تھے اسید و بودجانہ تھے
زبیر و عبد رحمنؓ بوعبیدہ حارث و عاصم
جناب و سہل و سعد و طلحہ سب تھے ثابت و قائم
ہے شامل ان میں ابن مسلمہ کا نام نامی بھی
معاذ ابن جبل اور کعب کا اسم گرامی بھی

ان کا مقصود

ہوا میں گونج اٹھی تھی جب خبر قتل پیمبر کی
دلوں میں بس گئی تھی اور بھی تکمیل مقصد کی
یہ مقصد تھا خداوندان باطل کو مٹا دینا
یہ مقصد تھا دلوں کو نور حق سے جگمگا دینا
یہ مقصد تھا دفاع آدم سے ابلیسی خصومت کا
یہ مقصد تھا قیام اللہ واحد کی حکومت کا
یہ مقصد تھا یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی مدد کرنا
یہ مقصد تھا رہا کرنا غلامان مقید کا
یہ مقصد تھا مٹانا فرق ابیض اور اسود کا
یہ مقصد خدمت دینؐ خدمت اسلام کرنا تھا
محمدؐ کی شریعت کو جہاں میں عام کرنا تھا
اگرچہ حال اس بھونچال میں بے حال تھا ان کا
اسی مقصد کی خاطر صبر و استقلال تھا ان کا
بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
کبھی موجوں کے سر پر تھے کبھی گرداب کے اندر
گھرے تھے موت میں یا موت کے گھیرے ہوئے تھے یہ
پھرے تھے قبلہ رخ، دنیا کا منہ پھیرے ہوئے تھے یہ

حضرت حمزہ کا جلال

جلال حضرت حمزہ مثال مہر تاباں تھا
شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا
سر دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
الٹتی تھیں صفیں، کوئی بھی ان کے منہ نہ چڑھتا تھا
جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہ قریش ان کو
بپھر کر ان پہ جا پڑتے تھے آ جاتا تھا طیش ان کو
حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا
چمکتے تھے سہاب آسا، جھپٹتے تھے عقاب آسا
قدم جس سمت بڑھتے تھے انہیں کے ہاتھ میداں تھا
نظر میں طیش پا کر جیش جیش ان سے گریزاں تھا
نماز صبح سے اک رنگ تھا اس مرد غازی کا
یہ قرب ظہر تھا، وقت آ چکا تھا اب نمازی کا

سباع غبشانی

سباع اک مرد طاقتور تھا قرشی نوجوانوں میں
گنا جاتا تھا جس کا نام اونچے پہلوانوں میں
یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پہ حملے کرتا پھرتا تھا
ہوا سر میں بھری تھی دم خودی کا بھرتا پھرتا تھا
یہ صورت دیکھ کر حمزہ نے اس کو دور سے ٹوکا
وہ ان کو دیکھ کر سر کا تو بڑھ کر راستہ روکا
کہا تیری بھی یہ جرات ہے او فرزند ختانہ
کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شان شاہبازانہ
ادھر آ، تیری جرات کا مزا تجھ کو چکھادوں میں
مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتادوں میں
یہ کہہ کر دست چپ سے آپ نے پکڑا گلا اس کا
گری تلوار اس کی، جسم کا ناپا برملا اس کا
اٹھایا خاک سے اس طرح گویا، خاک کر ڈالا
گرایا اور لٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا
تھے اس کے ساتھ کچھ قرشی جواں ان پر نظر ڈالی
وہ بھاگے الحذر کہہ کہہ کے پیش ہمت عالی

وحشی غلام کمیں گاہ میں

یہ سارا واقعہ گزرا تھا وحشی کی نگاہوں سے
دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیت کے گناہوں سے
خبر لیتے تھے حمزہ جس گھڑی قرشی جوانوں کی
وہاں وحشی کھڑا تھا آڑ لے کر دو چٹانوں کی
تعاقب کر رہے تھے حمزہ اک فرد فراری کا
کیا وحشی نے اس دم قصد اس شیر شکاری کا

وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نذر مکاری و روباہ بازی سے
چلے جاتے تھے حمزہ اک ادائے بے نیازی سے
غلام کم نظر نے شست باندھی اس یگانے کی
کہ جس کی قہرمانی جان تھی سارے زمانے کی
نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دنیاوی خصومت تھی
نہ جھگڑا جاہ و ثروت کا نہ خطرے میں حکومت تھی
فقط انعام میں کچھ سکہ ہائے زر کے وعدے پر
فقط بہر شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر
غلام تیرہ روئے کی اسی پر مشق صیادی
جسے مد نظر تھی ان غلاموں ہی کی آزادی
ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک برچھی نے
نشانہ کر کے پھینکی دور سے ناپاک برچھی نے
تھی مشہور زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی
نشانہ ناگہانہ بن گیا اللہ کا غازی
رضائے حق یہی تھی جو قضا کی مشت سے نکلی
یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پشت سے نکلی

حمزہ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خدا و مصطفی کے شیر پر یہ ضرب تھی کاری
اگرچہ ضرب تھی کاری مگر ہمت نہیں ہاری
اڑے پرواز جاں کے ساتھ حمزہ جانب دشمن
شغال آمادہ رم ہو گیا جھپٹا جو شیر افگن
کمینے کی کمیں گہ دیکھ لی تھی مرد غازی نے
کیا وحشی کا پیچھا دوڑ کر شیر حجازی نے
ادھر وحشی بھی اپنی موت آتی دیکھ کر بھاگا
بدن میں رعشہ تھا' بھاگا نہ جاتا تھا' مگر بھاگا

حمزہ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گزشتہ رات میداں میں
اجل بیٹھی تھی ان میں اب لگا کر گھات میداں میں
مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہ
قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے حمزہ
عقاب روح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ
اڑا سوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسم افتادہ
یہ جنگ و حربہ و ضرب و جراحت اک بہانہ تھا
حقیقت میں نشان حق زمانے کو دکھانا تھا
بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوق عادت کا
جمانا تھا دلوں پر نقش اس سن شہادت کا
زمیں سے آسماں تک ایک نورانی غبار اٹھا
فرشتہ لے کے جان بندہ پرور دگار اٹھا
زمیں پر رہ گیا باقی فقط اک خوں چکاں لاشہ
فروغ زخم بے حد سے بہار بے خزاں لاشہ

وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے

تعاقب میں نہ پایا حمزہ کو ناپاک زنگی نے
یقیں آیا کہ رحلت کی جہاں سے مرد جنگی نے
وہ پلٹا ڈرتے ڈرتے غار مہلک کے قریب آیا
تو رشک آسماں کو خاک پر سویا ہوا پایا
رخ انور پہ وہ ریش سفید و شاندار اس کی
شہادت سے نمایاں اور شان باوقار اس کی
ذرا وحشی کہ پھر کیا ہو اگر یہ شیر جاگ اٹھے؟
ارادہ تھا ذرا جنبش نظر آئے تو بھاگ اٹھے
اٹھا کر کنکری اس سنگدل نے شیر پر ماری
رہی لیکن شہید کامراں پر بے خودی طاری
یہ دیکھا تو دل وحشی کو اک گونہ قرار آیا
چھری لے کر قریب نعش اب یہ نابکار آیا
گڑھے کے اندر اترا اب نہ کی قطع نظر اس نے
شکم چیرا نکالا مرد مومن کا جگر اس نے

ہند کے لیے ہدیہ

اب اس کر توت کا انعام لینے کو چلا ناداں
متاع بے بہا کا دام لینے کو چلا ناداں
یہ قاتل تھا مگر اکسانے والی ہند تھی اس کی
ابوسفیاں کی زوجہ اصل میں خاوند تھی اس کی
قریب ہند آیا کارنامہ اپنا جتلایا
جگر حمزہ کا دکھلایا' پھر اپنا حق بھی جتلایا
یہ مژدہ سن کے شیطانی مسرت ہند پر چھائی
خوشی میں دیونی کی طرح جھومی اور لہرائی
قسم کھائی تھی حمزہ کا جگر کچا چبانے کی
لہو کی پیاس تھی اور بھوک اس کو گوشت کھانے کی
عجب دیوانگی سی چھائی تھی اب اس قسائن پر
تعجب تھا دل وحشی کو بھی اس کے قرائن پر
اہاہا کہتی جاتی منہ بناتی جا رہی تھی یہ
جگر حمزہ کا دانتوں سے چباتی جا رہی تھی یہ
جگر تھا اس کے منہ میں خون باچھوں سے ٹپکتا تھا
کھڑا تھا پاس وحشی اور منہ حیرت سے تکتا تھا
نہ اترا حلق کے اندر گلے میں یہ جگر اٹکا
بالآخر اس نے اگلا اور زمیں پر اس کو دے ٹپکا

مری بھی نسل ایسی ہوئی نرالا شوق بے جا تھا
نگلنا اس کو مشکل تھا یہ حمزہ کا کلیجہ تھا
ہوا ہند جگر خوار آج سے مشہور نام اس کا
مگر اترا نہ اس پر بھی جنون انتقام اس کا
پکاری' واقعی تو نے کیا وحشی یہ کام آخر
ملا مجھ کو پسر کا اور پدر کا انتقام آخر
ہوا برباد اسی حمزہ کے ہاتھوں سے مرا میکا
سوائے قتل حمزہ دل نہیں طالب کسی شے کا
کہاں ہے نعش حمزہ کی نشاں اس کا بتا وحشی
میں آنکھوں سے اسے دیکھوں مجھے چل کر بتا وحشی
چلا وحشی اگرچہ اس کا جی حامی نہ بھرتا تھا
یہ وحشی تھا مگر اب ہند کی وحشت سے ڈرتا تھا
کسی صورت تو آخر ٹالنی تھی یہ بلا اس کو
شہادت گاہ کا منظر دکھانے لے چلا اس کو

ہند جسد حمزہ پر

دکھایا جا کے خطہ اس زمین آسمانی کا
جسد جس جا پڑا تھا اک حیات جاودانی کا
پڑا تھا وہ جسد آغشتہ خون و خاک کے اندر
کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر
وہی شیرانہ صورت تھی وہی مردانہ چہرا تھا
شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دولھا کا سہرا تھا
ہوا حسن شہادت ہند کی آنکھوں پہ آئینہ
کدورت اور چمکی اور بھڑکی آتش کینہ
شقاوت نے جو دیکھی یہ جلالت مہرتاباں کی
بگاڑی کافرہ نے شکل اس مرد مسلماں کی

ہند کے گلے کا ہار

نہیں بھایا شہیدان وفا کا رتبہ عالی
چھری سے گوش کاٹے اور بینی قطع کر ڈالی
نکالا زندہ دل کا دل، ایسا مردہ تھا اس کا
نکالے پیٹ سے گردے عجب دل گردہ تھا اس کا
حیا کترا گئی دیکھا جو یہ کار سفیہانہ
کہ اس عورت نے کاٹے مرد کے اعضائے مردانہ
یہ اعضا ایک رشتے میں پروئے موبمو اس نے
بنایا ہار ان کو کر لیا زیب گلو اس نے

وحشی کا انعام

اتارا طوق اپنا دے دیا انعام وحشی کو
ملے اس جرم کے یہ اچھے خاصے دام وحشی کو
کہا مکے میں چل کر اور دس دینار بخشوں گی
تجھے کھانے کھلاؤں گی تجھے دستار بخشوں گی
چل اب چل کر یہ مژدہ ہم سنائیں اپنے لشکر میں
یہ پیارا ہار لے جا کر دکھائیں اپنے لشکر میں
پہن کر طوق لعنت زرد ہو کر رہ گیا قاتل
دکھا کر گرما گرمی سرد ہو کر رہ گیا قاتل
ابھی دینار کا وعدہ تھا یعنی وعدہ فردا
ابھی دستار کا وعدہ تھا یعنی وعدہ فردا
ابھی مکے میں جانا تھا ابھی دینار ملنے تھے
ابھی سارے جہاں سے لعنتوں کے ہار ملنے تھے
کیا محروم ایسے قہرماں سے اس کی ملت کو
صلہ یہ کچھ ملا پھر بھی نہ سمجھا اپنی ذلت کو
غلام آقاؤں کی خدمت کریں اور لاکھ سر ماریں
نصیب ان کے ہوا کرتی ہیں پھٹکاریں ہی پھٹکاریں
دیا تاریخ عالم نے بڑا بھاری صلہ اس کو
خطاب قاتل حمزہ قیامت تک ملا اس کو

خبر کیا تھی کہ آخر تو مسلماں اس کو ہونا ہے
لہو کے آنسوؤں سے عمر بھر یہ داغ دھونا ہے

چند سر وفروشان اسلام کا ثبات

شہادت پانے والے پا گئے دل کی مرادوں کو
سبق حب نبی کا دے گئے عالی نہادوں کو
ادھر قتل نبی کا اٹھتے ہی میداں میں آوازہ
پریشاں ہو گیا تھا غازیان دیں کا شیرازہ
فقط گنتی کے چند اصحاب محو سر فروشی تھے
شہادت کے تمنائی تھے وقف سخت کوشی تھے
شہادت ہی کے طالب تھے یہ سب نام آور نامی
حیات تازہ کا آغاز تھی یہ نیک انجامی
خبر سن کر رسول اللہ کے مقتول ہونے کی
دلوں کو انتہائی فکر تھی مسئول ہونے کی
سمجھتے تھے کہ آنے والا ہے روز حساب آخر
خدا کے سامنے دیں گے بھلا ہم کیا جواب آخر
قریشی فوج ان شیروں پہ گرتی تھی دلیرانہ
مگر خائف نہیں ہوتی تھی ان کی خوئے شیرانہ
یہ کرتے جا رہے تھے وار شمشیر دو دستی کا
ہوائے خود سری منہ دیکھتی جاتی تھی پستی کا

نگاہ ہادی اسلام

نگاہ ہادی اسلام ہر آئینہ شاہد تھی
قضا کا سامنا تھا اور جان ہر مجاہد تھی
مسلمانوں کے ہاتھوں فوج قرشی کی ہزیمت بھی
حصول فتح بھی غفلت بچے مال غنیمت بھی
ادھر ٹیلے سے ہٹنا اپنے تر انداز دستے کا
جسے تفویض سد باب تھا خالد کے رستے کا
نبی کا حکم سن کر بھولنا یا بھول ہو جانا
فریضہ چھوڑ دینا لوٹ میں مشغول ہو جانا
ادھر سے ناگہانی ضرب خالد کے سواروں کی
سنائیں دشمنوں کی اور جانیں جاں نثاروں کی
مسلمانوں میں اکثر کا حواس و ہوش کھو جانا
متاع دنیوی پاتے ہی غفلت کوش ہو جانا
بہم اک دوسرے پر وار کرتا اہل ایماں کا
فرو ہو کر پلٹنا از سر نو تند طوفاں کا
اقلیت کی لیکن استقامت جاں نثاری پر
یہ سارے واقعات آئینہ تھے محبوب باری پر
اشاروں میں بتایا تھا جو راز اب کھلتا جاتا تھا
کہ داغ غفلت ملت لہو سے دھلتا جاتا تھا

ہاں ایماں کو تلنا تھا میزان محبت میں
بشر کا حوصلہ کھلنا تھا اعلان محبت میں
یہاں تو مسلموں کو مشق کرنی تھی قواعد کی
دکھائی تھی یہاں افتاد وقت نامساعد کی
یہاں گر گر کے ناپختوں کو پختہ کار ہونا تھا
یہیں تو لشکر اسلام کو تیار ہونا تھا
کھڑے تھے اسلحہ دربر رسول پاک میداں میں
نظر آتی تھی ہر سو ابتری فوج مسلماں میں
ابھرتا ڈوبتا ہو جس طرح گرداب میں تنکا
گروہ شرک میں یہ حال تھا ہر مرد مومن کا
ہٹاتا اور ہنکاتا تھا ہجوم قرشیاں ان کو
قدم رکھنے کی مہلت تھی نہ زیر آسماں ان کو

اس افتاد کے وجوہ

ہزار افراد اس میداں میں آئے تھے مدینے سے
مگر ان میں تھے پورے تین سو معمور کینے سے
وہ سب غدار بزدل وہ کمینے اور دوں ہمت
کہ جن کی زیست بھی لعنت تھی جن کی موت بھی لعنت
وہ صف بندی سے پہلے ہی شگون ناموافق تھے
مسلمانوں میں شامل تھے مگر کامل منافق تھے
ابھی آغاز بازی تھا کہ وہ چوگان سے نکلے
ابھی تیغیں نہ نکلی تھیں کہ وہ میدان سے نکلے
بقیہ سات سو اصحاب سب تھے صادق الایماں
ہوئے جو معرکہ آرا بروئے لشکر شیطاں
رہے جب تک یہ قائم اپنے ہادی کی ہدایت پر
خدا ہر آئینہ موجود تھا ان کی حمایت پر
بظاہر تو یہ چھوٹی سی جماعت بے بضاعت تھی
مگر سارے زمانے کے مقابل اک جماعت تھی
یہ زندہ معجزہ تھا صاحب روز شفاعت کا
بکھیرا اس نے شیرازہ ہزاروں کی جماعت کا
مگر جب سر اٹھایا فتنہ مال غنیمت نے
ظفر کا منہ دکھا کر آ لیا ان کو ہزیمت نے

نبی کے قتل ہونے کی خبر نے ہمتیں توڑیں
کثیر افراد نے پیٹھیں خدا کی راہ سے موڑیں
سنائی ہی کچھ ایسی تھی حواس و ہوش کھو بیٹھے
غنیمت کیا ملی امید ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے
فقط ستر مجاہد رہ گئے تھے معرکہ آرا
مقابل اس گھڑی ان کے جہان کفر تھا سارا
گھرے تھے قاتلوں میں موذیوں میں بدنہادوں میں
لہو کا آخری قطرہ بہانے کے ارادوں میں
جگر پر خوں تھے سب کے سوزش داغ جدائی سے
شکستہ دل تھے لیکن کام تھا جنگ آزمائی سے
یہ نازک مرحلہ محتاج تھا جس کی قیادت کا
احد کی سر زمیں پر شور تھا اس کی شہادت کا
کہاں تھا وہ امام المرسلیں وہ ہادی اعظم
کہاں تھا وہ پناہ بے کساں وہ نازش آدم
جہاد و سعی و کوشش تک وہی تھا پیشرو ان کا
اسی کا دم قدم تھا آسرا ہر مرد مومن کا
مگر مال غنیمت پر گرے جب ٹوٹ کر غازی
نظر آیا نہ یہ جذبہ اسے شایان جانبازی
جہاد ان کا تھا بھر دیں یہ دنیا پر ہوئے مائل
میان دیدہ و دل ایک پردہ ہو گیا حائل
قوانین محبت سخت ہیں غفلت کے بارے میں

کہ غفلت چھوڑتی ہے کشتیوں کو لا کے دھار میں
یہ پائی غفلت یک لحظہ کی پاداش امت نے
کہ کھائی اپنے ہاتھوں ہی شکست فاش امت نے
اسی کا دست حق شامل تھا باطل کی ہزیمت میں
شمولیت نہ کی اس نے مگر مال غنیمت میں
صحابہ ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر سو اپنے ہادی کو
کئے دیتے تھے اپنے خون سے رنگین وادی کو
پڑے پردے نگاہوں پر ہوئے معذور آنکھوں سے
کہ اوجھل ہو گیا تھا وہ جہاں کا نور آنکھوں سے
وہ مہر آشکارا تھا' نظر آتا نہ تھا ان کو
وہ جلوہ جلوہ آرا تھا' نظر آتا نہ تھا ان کو
بہت پر درد تھی اخلاص مندوں کی پریشانی
یہ دل غرق جدائی تھے ادھر تیغوں کی طغیانی
ادھر قلب و جگر کو ناپتی تھیں ان کی شمشیریں
ادھر آنکھیں تھیں فرط رنج سے حسرت کی تصویریں

ابن قمیہ کے دعوے پر ابوسفیان کا شک

زبان ابن قمیہ پر تھا نعرہ شادمانی کا
سناتا پھر رہا تھا حال اپنی پہلوانی کا
وہ میں ہوں آج میں نے روز کا جھگڑا چکایا ہے
مرے ہی بازوؤں نے کعبہ مقصود ڈھایا ہے
سپہ سالار ابوسفیان مگر تھا بے قرار اب تک
نظر آتی تھی اس کو باغ عالم میں بہار اب تک
اگرچہ ناگوارا تھی محمد کی حیات اس کو
مگر ممکن نظر آئی نہ یہ شکل ممات اس کو
خدا جس کا نگہباں ہو فرشتے جس کے رکھوالے
اسے یہ بے حقیقت ابن قمیہ قتل کر ڈالے
پچانا چاہتا تھا بات کچھ پچتی نہ تھی دل میں
خبر ایسی "عظیم الشان" تھی جچتی نہ تھی دل میں
محمد ہی کو یہ بھی ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں
مگر کوئی پتہ ملتا نہ تھا گنج شہیداں میں
نہ مقتولوں میں اس کے جسم اطہر کا نشاں پایا
نہ اس میداں میں اس کو زخمیوں کے درمیاں پایا

کعب بن مالک حضور کو پہچانتے ہیں

یہ نازک وقت تھا اسلام کے عالی اساسوں پر
سروں سے خون بہ بہ کر ٹپکتا تھا لباسوں پر
نبی کو ڈھونڈتے تھے اور تیغیں منہ پہ کھاتے تھے
خبر اس کعبہ مقصود کی لیکن نہ پاتے تھے
صحابہ میں جو یوں ثابت قدم تھے جاں نثاری پر
نگاہ کعب ان میں سے پڑی محبوب باری پر
لباس جنگ پہنے خود برسر تھا زرہ دربر
وہ ہادی وہ شفیع انس و جاں کونین کا سرور
نگاہ کعب نے دیکھی نرالی شان پیغمبر
ہزاروں حملہ آور اور تنہا جان پیغمبر

کہاں؟

جہاں ہر اک قدم پر کاسہ ہائے سر لڑھکتے تھے
جہاں بازو پیاپے وار کرنے سے نہ تھکتے تھے
جہاں فرش زمیں گلرنگ تھا خون شہیداں سے
جہاں اک اک لعیں ممتاز تھا فرعون و ہاماں سے
جہاں اس جرم پر جاں چھین لی جاتی تھی انساں کی
کہ وہ پوجا نہیں کرتا بتوں کی اور شیطاں کی
جہاں لوہے کے سینوں میں نہاں تھے دل میں لوہے کے
جہاں تھے آلہ ہائے قتل بھی قاتل بھی لوہے کے
جہاں غصہ تھا کینہ تھا عداوت تھی درشتی تھی
جہاں مقصود حملہ آوری تھا دھینگا مشتی تھی
جہاں گرز اژدہاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے
جو سر کو توڑ کے اور مغز سر کو کھا کے پھرتے تھے
جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بوچھاڑیں
جہاں اٹھتے تھے نعرے جس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں
وہیں وہ مظہر حق تھا ثبات معجزانہ سے
اسی شان و وقار و شوکت پیغمبرانہ سے
بنائے آسماں بھی جس زمیں پر ڈگمگاتی تھی
محمد تھا کہ اس کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

خوشی تھی فتح کی اس کو نہ کوئی غم ہزیمت کا
مثال عرش قائم تھا قدم اس کی عزیمت کا
ادھر سے تیر آتے تھے ادھر تیر آتے تھے
طواف نور کرتے اور قرباں ہوتے جاتے تھے

کعب نے کیا دیکھا

عیاں تھا خود سے دہری زرہ سے بھی جمال اس کا
فلک پر مہر کو محجوب کرتا تھا جلال اس کا
قریب اس کے تھے محو جنگ گنتی کے رفیق اس کے
اسی کے نقش پا پر چل رہے تھے ہم طریق اس کے
علی و طلحہ و سعد و زبیر اس کے تھے پروانے
وہ شمع خیر تھا یہ اہل خیر اس کے تھے پروانے
یہی چاروں طرف قربان تھے پروانہ وار اس پر
وہ ایماں تھا کئے دیتے تھے یہ جانیں نثار اس پر
یہ رہ جاتے تھے اکثر قاتلوں کی فوج میں گھر کر
مگر پھر مرکز اصلی پہ آجاتے تھے ہر پھر کر
یہ فوجوں کو ہنکاتے مارتے تھے اور ہٹاتے تھے
یہ موجوں میں شناور کی طرح غوطے لگاتے تھے
بہا کر دور لے جاتی تھی ان کو ان کی جولانی
کہ پورے زور پر تھی اس جگہ دریا کی طغیانی

میدان میں شانِ نبوت

مگر ہر آئینہ میداں میں قائم، ثابت، آزادہ
تن تنہا نظر آتا تھا وہ اللہ کا دلدادہ
سنا اس نے بھی اپنے قتل ہو جانے کا آوازہ
بکھرتا اس نے دیکھا اپنی جمعیت کا شیرازہ
نظر آتا تھا نوخیزوں کا میداں چھوڑ جانا بھی
سکوتِ بے خودی بھی اور پیٹھیں موڑ جانا بھی
ثبات و صبر والوں کی بھی شانیں دیکھتا تھا وہ
رہینِ جاں نثاری چند جانیں دیکھتا تھا وہ
وہ ہر لحظہ شہادت دیکھتا تھا اپنے یاروں کی
بہر سو زیرِ خنجر گردنیں تھیں اپنے پیاروں کی
خبر تھی اس کو دشمن ہیں اسی کے خون کے پیاسے
اسی کا نقش کرنا چاہتے ہیں محو دنیا سے
جہاں میں جن کے رہتے وہ دو بالا کرنے والا تھا
نگاہ و قلب میں جن کے اجالا کرنے والا تھا
وہ سب اندھے نظر آتے تھے آج اس نور کے در پے
جہالت کی یہ آندھی تھی چراغِ نور کے در پے

پیمبر کا عزم اور تاثر

یہ ایسا مرحلہ تھا جس میں دعوے ٹوٹ جاتے ہیں
اکھڑ جاتے ہیں میداں سے قدم جی چھوٹ جاتے ہیں
فلک نے بار ہا انسان کو جنگ آزما پایا
نہ قائم اس طرح کوئی محمد کے سوا پایا
وہ قلب مطمئن خاطر بہم اول سے آخر تک
وہ طبع مستقل ثابت قدم اول سے آخر تک
مسلمانوں کا اک اک زخم تن تھا داغ دل اس کا
بہار زخم امت سے چمن تھا باغ دل اس کا
دل ہمدرد اس کا ہر کسی کا درد سہتا تھا
مگر منہ سے سوائے شکر وہ کچھ بھی نہ کہتا تھا
تن ہر مرد مومن پر جو دشمن وار کرتے تھے
ادھر سر پر نہ آتے تھے ادھر دل میں اترتے تھے
مگر وہ تھا بہ اطمینان اپنے حال پر قائم
اسی پیغمبرانہ عزم و استقلال پر قائم
یہ سب وہ کس لیے سہتا تھا اک اسلام کی خاطر
بشر کے امن اور توحید کے پیغام کی خاطر
نگاہوں نے ابھی تک یہ کمال اس کا نہ دیکھا تھا
کہ دیکھا تھا جمال اس کا' جلال اس کا نہ دیکھا تھا

کعب بن مالک کی صدا

نگاہ کعب بن مالک پڑی جب قد بالا پر
وجود پاک پر زرہیں جھلم تھا روئے والا پر
مگر وہ حق نما آنکھیں مگر وہ باحیا آنکھیں
جھلم سے تھیں نمایاں مظہر شان خدا آنکھیں
انہی آنکھوں سے چشم کعب نے حضرت کو پہچانا
خدا کا نور دیکھا آیہ رحمت کو پہچانا
خبر شیطاں نے جس کے قتل ہونے کی اڑائی تھی
خدا نے پھر اسی محبوب کی صورت دکھائی تھی
چھلک اٹھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیمانہ
صدا اٹھی زبان کعب سے بے اختیارانہ
نوید اے طالبان جلوہ محبوب ربانی
خدا کے فضل سے موجود ہیں محبوب سبحانی
نوید اے تشنگان شربت دیدار ادھر آؤ
ادھر آؤ ادھر ہیں جلوہ گر سرکار ادھر آؤ
یہاں آؤ یہاں موجود وہ فخر امامت ہے
ہماری زندگی کا آسرا زندہ سلامت ہے

شمع نبوت کے پروانے

رسول اللہ نے دیکھا رنگ اس اخلاص کوشی کا
اشارے سے کیا ارشاد ضابطہ نے خموشی کا
صدائے کعب گونج اٹھی تھی کہسار و میداں میں
نوید زندگانی تھی یہ گوش اہل ایماں میں
صحابہ منتشر تھے معرکہ گہ میں بھٹکتے تھے
زمین و آسماں کی صورتیں حسرت سے تکتے تھے
صدائے کعب ہاتف کی طرح اب کان میں آئی
نوید آقا کی پائی گویا جان جاں میں آئی
سمائی تازگی اس طرح اندام فسردہ میں
پلٹ آئی ہیں روحیں جس طرح اجسام مردہ میں
رخ امید دیکھا روشنی آئی نگاہوں میں
یقین آیا ہم اب تک ہیں محمد کی پناہوں میں!
کھنچے عاشق اڑیں جس طرح سوئے کہربا تنکے
نبی کو دیکھ کر پر لگ گئے ہر مرد مومن کے
قلم کرتے سروں کو بازوؤں کو چھانٹتے آئے
متاع ضرب کاری دشمنوں میں بانٹتے آئے

کفار کی شدت

طواف شمع جب کرنے لگے آ آ کے پروانے
اسی نقطے پہ دھاوا کر دیا افواج اعدا نے
قریش فوج نے بھی کعب کی آواز سن پائی
امڈ کر ہر طرف سے اب یہ آندھی اس طرف آئی
نظر آیا کہ جھوٹا ادعا تھا ابن قمیہ کا
ہزاروں لعنتیں تھیں ایک ماتھا ابن قمیہ کا
کیا اب سخت دھاوا پیدلوں نے اور رسالوں نے
رسول پاک پر انیاں جھکائیں نیزہ والوں نے

حضرت علی کی جانبازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یوں نزدیک آنے کا
علی سے امر حضرت نے کیا ان کو ہٹانے کا
لگی اٹھ اٹھ کے گرنے ہر طرف تیغ ید الٰہی
تو ناری پھر جہنم کی طرف ہونے لگی راہی
گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دست حیدر نے
یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشا دست حیدر نے
بھری تھی برق باطل سوز تیغ شیر یزداں میں
لپک اٹھتا تھا اک شعلہ سا نیزوں کے نیستاں میں
اگرچہ خوف حیدر سے تھا زہرہ آب دشمن کا
مگر اُمڈا ہوا تھا چار سو سیلاب دشمن کا

حضور پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بزدل شریروں کی
رسول پاک پر ہونے لگی بوچھاڑ تیروں کی
ادھر جسموں کی دیواریں اٹھا دیں باوقاروں نے
بساط عشق پر جانیں بچھا دیں جاں نثاروں نے
صحابہ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب ان کو
بتاتے تھے نشانہ آپ خود عالی جناب ان کو
کمانیں تاب لاتی تھیں نہ زور دست ہادی کی
مگر تھی معجزانہ شان اس حسن ارادی کی
علی اک سمت سعد اک سمت انہیں چورنگ کرتے تھے
ابوبکر و عمر اک سو جہاد و جنگ کرتے تھے
زبیر و طلحہ تھے سینہ سپر سرکار عالی پر
یہ پروانے مٹے جاتے تھے حسن بے مثالی پر
قریش اللہ کے مرسل پر یہ نرغہ کر کے آتے تھے
صحابہ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے
ادھر سے پے بہ پے تیروں کی اک بوچھاڑ آتی تھی
ادھر سے ڈھال طلحہ بن عبید اللہ کی چھاتی تھی
یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے
مخالف تھے شریروں کے موید تھے شریفوں کے

ادھر سینے تھے ان کے اس طرف خونریز بھالے تھے
یہ سب تھے پا پیادہ اس طرف جنگی رسالے تھے

مدینے میں شہادت رسول کی افواہ

کیا شیطاں نے ایسا اہتمام اس کی اشاعت میں
مدینے تک بھی جا پہنچی خبر یہ ایک ساعت میں
گھروں کی بیبیاں طاری حیا تھی مو بہ مو جن پر
وہ معذورین عاید تھا نہ حکم جاہدو جن پر
وہ کمسن نوجواں پلٹا دیا تھا راہ سے جن کو
محبت تھی مگر سرکار عالی جاہ سے جن کو
وہ مائیں پالتی تھیں جو گھروں میں بال بچوں کو
لیے بیٹھی تھیں گودوں میں بلند اقبال بچوں کو
وہ بیوائیں نبی کے فیض پر جن کا گزارہ تھا
ضعیف افراد جن کا بازوئے حق ہی سہارا تھا
کیا تھا آپ نے بہر حفاظت قلعہ بند ان کو
مبادا آپ کی غیبت میں پہنچے کچھ گزند ان کو
سنا جب یہ کہ سایا اٹھ گیا محبوب باری کا
نہ پوچھو اب نہ پوچھو حال ان کی بے قراری کا

بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کی پشیمانی

وہ مومن جو گھروں میں جا گھسے تھے چھوڑ کر میداں
ندامت سب پہ طاری تھی کہ سب تھے صاحب ایماں
انہیں دیکھا گھروں کی بیبیوں نے اور ماؤں نے
کہ یوں پشتیں دکھا دیں جنگ میں جنگ آزماؤں نے
دیئے ماؤں نے دھکے بیبیوں نے ان سے رخ پھیرا
جدھر آنکھیں اٹھیں شرم و ندامت ہی نے آ گھیرا
کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں
حرام ان پر ہمارا دودھ جو میداں سے بھاگ آئیں
لحاظ خلق کیا ہوتا خدا سے بھی نہ شرمائے
محمد کی شہادت کی خبر سنتے ہی بھاگ آئے
اسی بے آبروئی کے لیے کیا تم کو پالا تھا
وہیں تم بھی رہے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا
پکاریں بیبیاں مردوں کی ہوتی ہیں یہی شانیں
کہ رن میں آبرو دے کر بچالایا کریں جانیں
تمہیں تو ہم نے حق پر جاں فدا کرنے کو بھیجا تھا
حق احسان پیغمبر ادا کرنے کو بھیجا تھا
اگر یارا نہ تھا اسلام پر قربان ہونے کا
تو دعویٰ کیوں کیا تھا صاحب ایمان ہونے کا

یہی شرط وفا ہے کیا یہی ہے کام مومن کا
کہ چھوڑا تم نے دامن اپنے آقا اپنے محسن کا
یہ بیچارے کسی قابل نہیں یوں بول اٹھیں بہنیں
گھروں میں چھپ کے بیٹھیں' چرخہ کاتیں' چوڑیاں پہنیں
سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں

دکھائے اس طرح آئین غیرت نے جو آئینے
تو احساس خطا کے جوش سے پھٹنے لگے سینے
یہ طعنے تیر و نشتر سے زیادہ کار گر نکلے
نظر آیا کہ ہم تو عورتوں سے بھی بتر نکلے
کیا تھا فرض سے برگشتہ فرط یاس نے ان کو
مگر چونکا دیا اب شرم کے احساس نے ان کو
خدا کی راہ سے بھٹکے ہوئے پھر راہ پر آئے
پلٹ کر الٹے قدموں پھر شہادت گاہ پر آئے

جو دشت و جبل میں آوارہ تھے

گریزاں تھے جبال و دشت میں کچھ بھاگنے والے
پڑے پھرتے تھے بیچارے گریبانوں میں سر ڈالے
زبس افتاد سے نادمؔ زبس لغزش سے شرمندہ
دلوں میں سوچتے تھے اب نہ مردہ ہیں نہ ہم زندہ
رسول اللہ کے احسان یاد آتے تھے رہ رہ کر
کیے دیتی تھی ان کو غرق جوئے اشک بہہ بہہ کر
اچانک معرکے سے پھر صدائے جاہدو آئی
دلوں میں از سر نو مژدہ لاتقنطو لائی
ہوا روحوں پہ طاری جذبہ کامل شہادت کا
کہ پھر ہاتھ آ گیا چھوٹا ہوا دامن سعادت کا
یہ پلٹے اور آخر ہو گئے پھر جنگ میں شامل
انہیں افتاد نے اب کر دیا تھا پختہ و کامل

خواتین اسلام

سماعت میں جو یہ دل ریش اخبار وفات آئیں
مدینے سے نکل کر مومنات قانتات آئیں
نبی کو ڈھونڈتی تھیں اس ہلاکت خیز میداں میں
لیے پھرتی تھیں اک تصویر حسرت چشم حیراں میں
بہر سو زخمیان جنگ کو پانی پلاتی تھیں
کہیں لیکن سراغ ساقی کوثر نہ پاتی تھیں
شہادت یاب فرزندوں کی عالی مرتبت مائیں
دلوں میں لائی تھیں قربان ہونے کی تمنائیں
وہ مائیں جن کے آغوشوں نے پہلے شیر نر پالے
رضا کاری سے پھر اسلام پر قربان کر ڈالے
پدرؤ شوہرؔ برادر اور پسر اسلام پر صدقے
خوشی سے کر دیئے تھے گھر کے گھر اسلام پر صدقے
نہ رشتے اب نہ کوئی ماسوا مطلوب تھی ان کو
وجود پاک ہادی کی بقا مطلوب تھی ان کو
یہ مشکیزوں میں پانی دور سے بھر بھر کے لاتی تھیں
یہ کوثر طالبان آب کوثر کو پلاتی تھیں

حضرت ام عمارہ

احد میں خدمتیں جن کی بہت ہی آشکارا تھیں
انہی میں ایک بی بی حضرت ام عمارہ تھیں
پئے اسلام دے کر اپنے فرزندوں کی قربانی
پلاتی تھیں یہ بی بی زخمیان جنگ کو پانی
نبی کی ذات پر جب جھک پڑے ایمان کے دشمن
ہوئے اس زندگی بخش جہاں کی جان کے دشمن
اسی شمع ہدا پر جب پلٹ کر آ گئی آندھی
تو اس بی بی نے رکھ دی مشک چادر سے کمر باندھی
تھے اس کے شوہر و فرزند بھی مصروف جانبازی
رسول اللہ پر قربان تھے اللہ کے غازی
ہوئی یہ شیرزن بھی اب قتال و جنگ میں شامل
سپر بن کر لگی پھرنے بگرد ہادی کامل
یہ اپنی جان پر ہر زخم دامنگیر لیتی تھی
کوئی حربہ وجود پاک تک آنے نہ دیتی تھی
نظر آئی نئی صورت جو حرز جان پیغمبر
کیا یک لخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اس پر
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے
مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے

اسی شمشیر سے اس نے سر شمشیر زن کاٹا
ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا
جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوب باری کو
پہنچتی تھی وہیں ام عمارہ جاں نثاری کو
سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے
یہ اٹھی تھی نماز صبح کو تاروں کے سائے میں
نماز ظہر تک قائم تھی تلواروں کے سائے میں
فرشتے دنگ تھے اس تیغ ایمانی کے جوہر سے
کہ حاضر تھی یہ جان و مال سے فرزند و شوہر سے
یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ابو طلحہ اور سعد وقاص کی تیراندازی

پیمبر کی طرف چاروں سے تیر آتے تھے
مگر نور مجسم پر نچھاور ہوتے جاتے تھے
ادھر سعد و ابو طلحہ کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں
نبی کا ترکش ان کے پاس تھا یہ ان کی شانیں تھیں
کرم یہ تھا کہ سر رکھ کر ابو طلحہ کے شانے پر
نشان حق لگا دیتا تھا تیروں کو نشانوں پر
ابوطلحہ کے ہاتھوں میں کمانیں پے بہ پے ٹوٹیں
ادھر ان خاطیوں کی سہم جاں نے گردنیں گھوٹیں
اماں دیکھی نہ دامان نبی کے گوشہ گیروں سے
تو گوشوں میں چھپے سعد و ابو طلحہ کے تیروں سے

ترکش خالی ہو جاتے ہیں

مگر موجوں کا اک تانتا بندھا تھا فوج سرکش میں
ابو طلحہ نے دیکھا تھڑ گئے ہیں تیر ترکش میں
ابو طلحہ پکارے اے خدا کے مظہر عالی
نہیں اب تیر باقی میرا ترکش ہو گیا خالی
مرے ماں باپ قرباں زد سے اب سرکار ہٹ جائیں
ذرا سی دیر جب تک آندھیاں میداں سے چھٹ جائیں
رسول اللہ سن کر مسکرائے اور فرمایا
خدا کا نور اس عالم میں چھپنے کو نہیں آیا
یہ کہہ کر چند شاخیں دیں ابوطلحہ کو سرور نے
انہی شاخوں سے اب وہ تیر اندازی لگے کرنے
یہ سوکھی لکڑیاں قلب و جگر برمانے والی تھیں
قضا کے تیر بن بن کر قیامت ڈھانے والی تھیں
کمان آخری بھی دے گئی لیکن جواب آخر
یہ بیچاری نہ لائی قادر اندازی کی تاب آخر
یہ صورت دیکھ کر اب ہو گئے لاچار ابو طلحہ
رسول اللہ کے آگے بن گئے دیوار ابو طلحہ
نبی کی ذات پر اس سمت سے جو تیر آتے تھے
ابوطلحہ ہدف بنتے تھے آقا کو بچاتے تھے

کیا تیروں نے چھلنی کی طرح سینہ فگار ان کا
مگر خوش تھے کہ راضی ہو گیا پروردگار ان کا

سعد وقاص کی قدر اندازی

قدر اندازی سعد وقاص اعجاز تھی گویا
قضا خود ان کے ہاتھوں سے قدر انداز تھی گویا
کماندارانِ دشمن پتھروں کی آڑ لیتے تھے
مگر پیک قضا اپنے ہدف کو تاڑ لیتے تھے
جہاں بھی تیر سر کرتی ہوئی آنکھیں نظر آتیں
جناب سعد کے ہاتھوں سے تیر بے خطا پاتیں
کہیں چلہ کشوں کو جز عدم گوشہ نہ ملتا تھا
عدم کی راہ ملتی تھی، مگر توشہ نہ ملتا تھا
قدر انداز کا اندازہ کچھ ایسا پسند آیا
نبی نے اپنا ترکش سعد کو تفویض فرمایا

ابوسفیان پر حضرت حنظلہ بن ابو عامر کا حملہ

عجب منظر تھا ہر سو عام دھاوا تھا ہزاروں کا
ثبات و صبر قائم تھا مگر ان جاں نثاروں کا
پہاڑوں کے جگر دہلا رہا تھا شور باطل کا
مگر چلتا نہ تھا چند اہل حق پر زور باطل کا
ابوسفیاں بہت بیتاب بے آرام پھرتا تھا
نبی پر حملہ کرتا تھا' مگر ناکام پھرتا تھا
یہ چاروں سمت اکساتا تھا باطل کے گروہوں کو
مگر کوئی ہلا سکتا نہ تھا ان پر شکوہوں کو
کھڑا تھا پشت پر لشکر کے یہ سرخیل اعدا کا
کہ چشم حنظلہ نے دور سے نامرد کو تاکا
جھپٹ تھی بازوئے شاہیں کی یا اک جست ضیغم کی
ابوسفیاں کی آنکھوں میں فقط بجلی سی اک چمکی
نگاہوں نے یہ دیکھا تیغ چمکی مرد غازی کی
گری فرش زمیں پر کٹ کے گردن اسپ تازی کی
گرا گھوڑا ابوسفیاں کو لے کر فرش سنگیں پر
دہن سے چیخ نکلی چھائی دہشت دشمن دیں پر
قریشی فوج کو اس نے پکارا اور دہائی دی
سپاہی دفعتاً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی

ابوسفیاں کے سینے پر سوار اک مرد غازی تھا
اور اس غازی کا دست راست محو کار سازی تھا
گرفت دست چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن
جہنم کے لیے تھی منتظر اک وار کی گردن
مگر اس وار کی مہلت نہ دی قرشی سواروں نے
کہ جسم مرد مومن چھید ڈالا نیزہ داروں نے
لبوں پر مسکراہٹ تھی، لباس سرخ تن پر تھا
عجب رنگ بہار جاوداں گل پیرہن پر تھا

جان بچی لکھوں پائے

ابوسفیان بھی چوٹوں کو سہلاتا ہوا اٹھا
ہوا خواہوں کا شکریہ بجالاتا ہوا اٹھا
مہیا ہو گیا اک اور گھوڑا بہر اسواری
کہ گھوڑے کی سواری میں تھی مضمر شان سرداری
گئی گھوڑے کے ماتھے بچ گئی جاں خیریت گزری!
بڑا بیباک تھا مرد مسلماں خیریت گزری
کمر میں درد چہرہ زرد تھا اور دل ہراساں تھا
اجل نے طرح ویدی ورنہ بچنا کوئی آساں تھا!
نظر آنے لگا ناکام اس کو اپنا منصوبہ
پکڑتی جا رہی تھی طول یعنی جنگ مغلوبہ
نبی کے صبرو استقلال پر اس کو تحیر تھا
وجود پاک ہر حالت میں بالائے تغیر تھا

آفتاب اور برج عقرب

کھڑی تھی ایک جانب قرشیوں کی سازشی ٹولی
سپہ سالار کے ہمراز تھے شیطاں کے ہمجولی
یہ چاروں حملہ کرنے کے لیے گھاتیں لگاتے تھے
پیمبر تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہ پاتے تھے
نگاہیں ابن قمیہ کی نظر آتی تھیں شرمندہ
گھٹاؤں میں تھا خورشید رسالت اور تابندہ
ابوسفیاں قریب آ کر ہنسا اور اس طرح بولا
جوانمردو ابھی تک تم نے تیغوں کو نہیں تولا
وہ جس کو قتل کرنے کی قسم تم سب نے تھی کھائی
وہ صورت سامنے موجود ہے ہمت کرو بھائی
تمہارا صید ہے آیا ہوا گھیرے میں فوجوں کے
تھپیڑے سہہ رہے ہیں اس کے ساتھ تند موجوں کے
مری تجویز یہ ہے فوج ان لوگوں کو الجھائے
بڑھے' بڑھ کر ہٹے' ان کو نبی سے دور لے جائے
ادھر اس کے صحابہ پر ہلاکت خیز ریلا ہو
ادھر سے جا پڑو تم سب' محمد جب اکیلا ہو
وہ اک ہے اور تم اتنے' مقام شرم ہے یارو!
کسی ترکیب سے نور خدا کو گھیر کر مارو!

فلاخن کے یہ پتھر اور یہ تیغ و نیزہ و خنجر
کوئی تو کارگر ہو جائے گا جان محمد پر
کڑے سونے کے پہناؤں گا میں بازوئے قاتل میں
جگہ پائے گا اس کا نام ساری قوم کے دل میں
ابوسفیاں نے ان بپھرے ہوؤں کو خوب بہکایا
یہ کو لے بجھ چلے تھے پھر انہیں پھونکوں سے دہکایا
بجھا کر چالؔ آگے بڑھ گیا ان سے ابوسفیاں
لگائی گھات سانپوں نے بسوئے ہادی دوراں

ابوسفیاں کی تزویریں

سپہ سالار نے اب نائبوں کو حکم پہنچائے
کہ سورج ڈھل چکا قد کے برابر آ چلے سائے
مگر قائم مسلمانوں کا ہے پائے ثبات اب تک
کوئی بنتی نظر آتی نہیں میداں میں بات اب تک
یہی صورت اگر قائم رہی اور شام آ پہنچی
تو سمجھو خود ہماری مرگ بے ہنگام آ پہنچی
ہوئے تھے منتشر جو لوگ اک جھوٹی خبر سن کر
وہ پلٹے آ رہے ہیں اور بھی غصے میں جل بھن کر
سلام با کرامت دیکھ کر سب اپنے ہادی کو
پلٹ کر آنے والے پر کئے دیتے ہیں وادی کو
کوئی صورت کرو الجھا کے ان کو دور لے جاؤ
گڑھے کھودے تھے جو راہب نے ان تک ان کو پہنچاؤ
شعاعوں کو اگر خورشید انور سے جدا کر دو!
تو میں تم کو نوید فتح دیتا ہوں جوانمردو

قریش کا بے پناہ حملہ

یہ سن کر افسران فوج اصلی بات کو سمجھے
سپہ سالار کی قابو چیا نہ گھات کو سمجھے
نئی ترکیب سے اب پھر جمایا فوج والوں کو
بڑھایا پیدلوں کو اور ڈپٹایا رسالوں کو
وجود پاک کو پھر تاک کر آگے بڑھے قاتل
پیادے اور شتر اسوار قاتل گھوڑ چڑھے قاتل

انصار کی فداکاری

پیمبر مسکرایا دیکھ کر اس فوجداری کو
نہ جانے آج کیا مطلوب تھا محبوب باری کو
ہوا ارشاد کون اپنے نبی پر جان دیتا ہے
بشارت باغ جنت کی علی الاعلان لیتا ہے
زیاد ابن سکن آگے بڑھے اور پانچ انصاری
صلہ پاکر صلا سن کر دلوں پر وجد تھا طاری
شہادت گاہ پر آنکھیں تصور آسمانوں پر
صداقت قلب میں لبیک کے نعرے زبانوں پر
بسان شیر حملہ آوروں پر جا پڑے غازی
شہادت کی طلب میں بے جگر ہو کر لڑنے غازی
گلے تیغوں کے اوپر رکھ دیئے جائیں فدا کر دیں
خوشی سے قیمتیں جنس محبت کی ادا کر دیں
اگرچہ جان قرباں ہو گئی ہر اک دلاور کی
صفیں لیکن الٹ ڈالیں ہجوم حملہ آور کی
گریں آخر زمیں پر سرخرو لاشیں شہیدوں کی
ستارے بن گئیں پیشانیاں نور آفریدوں کی
زیاد ابن سکن میں اک ذرا سی جان باقی تھی
تمنائے شہادت تشنہ دیدار ساقی تھی

اٹھا لائے شہید ناز کو ایمائے ہادی پر
مقدر جاگ اٹھا جب رکھ دیا سر پائے ہادی پر
کوئی دیکھے تو یہ معراج شیدائے محمد کا
کہ خواب ناز کو تکیہ ملا پائے محمد کا

خاص ذات اقدس پر حملے

ہویدا تھا نبی پر حال شیطانوں کی نیت کا
مگر منظور تھا جو بھی تقاضا تھا مشیت کا
رسول اللہ بیعت لے چکے تھے اہل ایماں سے
کہ حق پر جان دیں گے منہ نہیں موڑیں گے میداں سے
لہو میں غوطہ زن یہ بحر الفت کے شناور تھے
جدھر بڑھتا تھا پیغمبرؐ یہ قدموں پر نچھاور تھے
کیا حملہ جو اب بڑھ کر نبی کے جاں نثاروں نے
تو گھیرے میں لیا ایک ایک کو دس دس سواروں نے
قریشی فوج اس صورت سے اب پیچھے لگی ہٹنے
کہ شمع نور سے جاں باز پروانے لگے چھٹنے
تعاقب میں بڑھے سرکار بھی قرشی سواروں کے
یہ منظر دیکھ کر دل بڑھ گئے ان جاں نثاروں کے
کھڑے تھے اک جگہ وہ سازشی تاراج کی خاطر
جہاں خندق کھدی تھی صاحب معراج کی خاطر
گڑھے اوپر سے تھے خس پوش اندر سے بہت گہرے
اچانک چلتے چلتے پائے ملہم اک جگہ ٹھہرے
مقدر تھا یہیں پر وہ تصادم کفر و ایماں کا
کہ جس پر فیصلہ تھا قسمت انسان و شیطاں کا

کھڑا تھا امتحان زور باطل کے لیے ہادی
بحد انتہا دے دی گئی شیطاں کو آزادی
دوراہے پر کھڑی تھی گردش تقدیر انسانی
ادھر تھا عالم باقی ادھر تھا عالم فانی
اچانک ابن قمیہ چیختا چنگھاڑتا نکلا
درندوں کی طرح سے دوڑتا منہ پھاڑتا نکلا
صفوں کو چیرتا' للکارتا' ہنکارتا آیا
لب ناپاک سے گستاخ لافیں مارتا آیا
مقابل اور مخاطب ہو کے سرکار نبوت سے
اٹھائی تیغ اس شیطاں نے ابلیسانہ قوت سے
ادھر یہ تیغ اٹھی' اٹھ کے گرنے پر ہوئی مائل
ادھر پردہ میان نور و آتش ہو گیا حائل

ام عمارہ کی جاں نثاری

اچانک چھا گئی اک ہول کی چادر زمانے پر
خدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر
یہ کس نے آ کے گردن زیر تیغ خوں فشاں رکھ دی
یہ کس بندے نے بنیاد بقائے جاوداں رکھ دی
وہی با حوصلہ شایان ہر مدح ثنا بی بی
وہی ام عمارۂ ہاں وہی حق آشنا بی بی
وہی نور فرشتہ تھا کہ باتعجیل آ پہنچا
نبی پر ڈھال بننے کو پر جبریل آپہنچا
نبی پروار ہوتا اس نے دیکھا دوڑ کر آئی
ادھر شمشیر چمکی اس طرف یہ ڈھال لہرائی
کیا تھا وارہوتا اس نے دیکھا دوڑ کر آئی
مگر سر پیش قاتل رکھ دیا ام عماہ نے
حیا کا معجزہ تھا جوش ایماں کی کرامت تھی
کہ زہر تیغ کھا کر بھی وفا زندہ سلامت تھی
بڑھی ام عمارہ لے کے تیغ آبدار اس پر
کئے اس شیر زن نے پے بہ پے دو تین وار اس پر
یہ جرات دیکھ کر منہ ہو گیا تھا زرد کافر کا
مگر ملفوف تھا آہن میں تن نامرد کافر کا

عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر
گری اللہ کی بندی بوجہ ضعف غش کھا کر
شریک جنگ تھے اس کا پسر بھی اس کا شوہر بھی
یہ تیغیں تھیں خدا کی کھل رہے تھے ان کے جوہر بھی
نگہباں تھی نگاہ رحمت عالم ضعیفہ کی
کہ شایان وفا تھی جاں نثاری اس عفیفہ کی
یہ رنگ زخم داری شاق تھا محبوب باری پر
عمارہ کا تعین کر دیا تیمارداری پر

دشمنوں کی سنگ باری اور محبوب خدا کی زخم داری

وجود پاک جس نقطے پہ تھا اس وقت استادہ
وہیں وہ سازشی ٹولی شرارت پر تھی آمادہ
سمٹ کر اک جگہ اب دشمنانان آنجناب آئے
ابی و ابن قمیۂ عتبہ و ابن شہاب آئے
اگرچہ خاک کے پتلے تھے آتش تھی سرشت ان کی
نگاہوں سے ہویدا ہو رہی تھی خوئے زشت ان کی
یہ زہری سانپ نکلے بانبیوں سے پیچ بل کھاتے
ہوا میں سنسناتے پھن اٹھاتے اور لہراتے
یہ پتلے تھے دنائت کے یہ پیکر تھے شقاوت کے
یہ رحمت کے مقابل میں مظاہر تھے عداوت کے
یہ چاروں چار عنصر تھے جہنم کی حرارت کے
اٹھے تھے آج بطن ارض سے شعلے شرارت کے
بھرے تھے جھولیوں میں ان کے پتھر سنگباری کو
نشانہ دور سے کرنے لگے محبوب باری کو
فلاخن کو گھماتے شور کرتے دوڑتے آئے
وجود رحمۃ للعالمین پر سنگ برسائے
سیہ بختوں نے روئے مطلع الانوار کو تاکا
جمال آرائے عالم کے لب و رخسار کو تاکا

زرہ تھی جسم اطہر پڑ سراقدس پہ مغفر تھا
مگر اس آفتاب نور سے عالم منور تھا
برائے دیدہ و دل معرفت تھے جس کے نظارے
اسی آئینہ پر چاروں نے پتھر تاک کر مارے
کڑی ساعت تھی یہ آئینہ رخسار تاباں پر
ادھر لب ہائے نازک پر ادھر در ہائے دندان پر
شکستہ ہو گئیں سلک در شہوار کی لڑیاں
دو پارا ہو گئے لب گڑ گئیں رخسار کی کڑیاں
فلک تھا چشم استفسار اب کیا ہونے والا ہے؟
زمیں کہتی تھی شاید حشر برپا ہونے والا ہے
طلسم ربع مسکوں ٹوٹتا معلوم ہوتا تھا
یہ نازک آبگینہ پھوٹتا معلوم ہوتا تھا
محمد آخری امید تھی دنیائے حادث کی
اسی کی ذات تھی آماجگاہ سنگ حوادث کی
محمد ہی کی خاطر یہ بنائے زندگانی تھی
اسی کو محو کرنے کی جہاں والوں نے ٹھانی تھی
لب و دنداں کہ تھے سب لائق دید و شنید اس کے
وہ لب زخمی وہ دندان مبارک تھے شہید اس کے
زمیں پر پھول جس کے عکس تھے افلاک پر تارے
نظر آتے تھے خون آلودہ وہ پر نور رخسارے
وہ شانہ جو علمبردار اصلاح زمانہ تھا

اسی پر ضرب آئی تھی وہی شانہ نشانہ تھا
یہ بارش پتھروں کی اور اس کا تاج پیشانی
ادھر تھی پستی فطرت ادھر معراج انسانی
نگاہ گرم سے اب بھی نہ چاروں پر نظر ڈالی
نبی نے عرش اعظم کے اشاروں پر نظر ڈالی

دشمنوں کے وار اور نبی کی دعائیں

اگرچہ ان میں ہر اک در پئے جان پیمبر تھا
جنوں سب سے زیادہ ابن قمیہ ہی کے سر پر تھا
پس پشت آ کے بد باطن نے تولا تیغ عریاں کو
کہ زخمی اور غافل اس نے جانا نور عرفاں کو
وہیں راہب کی کھدوائی ہوئی پوشیدہ خندق تھی
نہیں خندق نہ تھی، صدمے کی شدت سے زمیں شق تھی
جونہی یہ کھینچ کر سرکار پر تیغ دو دم آیا
وہیں ملہم کا اس خس پوش خندق پر قدم آیا
گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے
مگر وجہ حفاظت بن گیا ان بدنہادوں سے
یہاں بھی گاڑ رکھی تھیں سنانیں نیزہ و خنجر
ہوا مجروح ان سے بھی وجود پاک پیغمبر
یہ جو کچھ بھی ہوا ایسا سریع و ناگہانی تھا
زمانہ یہ نہ سمجھا آج باقی تھا کہ فانی تھا
ہدف تھی اس طرح جان دو عالم چہرہ دستی کی
کہ چلتے چلتے نبضیں رک گئیں دنیائے ہستی کی
فلک پر مہر آزردہ زمیں پر گل فسردہ تھے
جبیں رخسار لب دندان و شانہ زخم خوردہ تھے

اگرچہ زانوؤں پر زخمِ ضربیں ساق پر آئیں
دعائیں ہی زبان مصدر اخلاق پر آئیں
رباعیہ شکستہ تھی لبوں سے خون بہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا محمد اور کہتا تھا
کہ "اے پروردگارٗ آمرزگار ان کو معافی دے
نہ کر ان کی خطاؤں کا شمار ان کو معافی دے!
نہیں ابھری ابھی یہ قوم جاہل اپنی پستی سے
خداوندا یہ بندے بے خبر ہیں اپنی ہستی سے
نہ دیکھ ان کے عمل اپنے کرم ہی پر نظر فرما
الٰہی بخش دے ان کو الٰہی در گزر فرما

رفیقان نبوت

یہ نازک وقت آخر ٹل گیا انسان کے سر سے
جہان زندگی قائم رہا لطف پیمبر سے
نبی کے جاں نثار اب تک گھرے تھے فوج کے اندر
نظر آتی تھیں یہ تیغیں رواں ہر موج کے اندر
ادھر یہ سانحہ گزرا ادھر ان کے قدم پلٹے
اسی خندق کی جانب یک بیک عالی ہمم پلٹے
جونہی آیا وجود صاحب لولاک خندق میں
وہیں اترے جناب بوتراب پاک خندق میں
ابوبکر و عمر پہنچے عبیدہ بھی ادھر آئے
علی کے ساتھ ہی طلحہ بھی خندق میں اتر آئے
زمین مدہوش تھی بھولا تھا گردش گنبد گرداں
بدست سرور کونین تھا دست شہ مرداں
جناب طلحہ کے بازو سہارا دیتے جاتے تھے
یہ اللہ رفعت صد عرش کو اوپر اٹھاتے تھے
وہ رشک ماہ کنعاں جب نکل کر چاہ سے آیا
زمانہ ہوش میں آواز بسم اللہ سے آیا
بجان و روح مشتاقاں بہت نازک تھیں یہ گھڑیاں
کہ رخسارے میں جم کر رہ گئیں تھیں خود کی کڑیاں

لبوں پر ضرب تھی در ہائے دنداں بھی شکستہ تھے
زباں الحمد کہتی تھی دہان زخم بستہ تھے

شہادت کی ارزانی

صحابہ ہر طرف سے جمع ہو کر جب ادھر آئے
تو پھر چاروں طرف سے دشمنوں نے تیر برسائے
فدا کاروں نے حلقہ باندھ کر گرد اپنے ہادی کے
عیاں فرما دیے جوہر رگ عالی نہادی کے
عمارہ بن گئے تکیہ پناہ ہر دو عالم کا
شہادت مل گئی پایا جو پایا عرش اعظم کا
سر طلحہ تھا ہر کھنچتی ہوئی شمشیر کے آگے
سپر تھا بودجانہ کا جگر ہر تیر کے آگے
نبی سرمایہ عرفاں تھا جانیں تھیں نثار اس پر
خزانہ تھا کہ پہرے دے رہی تھی ذوالفقار اس پر
دیے دیتے تھے جاں پروانہ وار اس پر یہ فرزانے
بھلا اس رنگ سے کب شمع پر جلتے ہیں پروانے
خدا کے دوست اعدائے نبی سے اس قدر کم تھے
کہ آٹے میں نمک تھے یا بروئے برگ شبنم تھے
مگر بڑھتے چلے جاتے تھے ارمان شہادت میں
شہادت جلوہ گر تھی ان کے سیمائے سعادت میں
یہ وہ تھے جن کو جان و مال سے ایمان پیارا تھا
محمد ہی جنہیں دونوں جہانوں کا سہارا تھا

خالد کی حیرت

بہت ہی تنگ تھا میداں صحابہ کی شجاعت پر
ہزاروں کا تھا دھاوا ایک چھوٹی سی جماعت پر
مسلمانوں کا ہادی اب بحال زخم داری تھا
زمیں سہمی ہوئے تھی آسماں پر ہول طاری تھا
تھا اک عورت کے ہاتھوں میں علم فوج قریش کا
بڑھا تھا اور اس منظر سے دم فوج قریش کا
ادھر فرض نماز ظہر کا ہنگام آیا تھا
ادھر روئے زمیں پر ابر لالہ فام چھایا تھا
تیمم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر
جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رو ہو کر
گر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتح مندی سے
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں برچھوں کے پھل آتے ہی گڑ جاتے تھے سینوں میں
جہاں روزن کئے جاتے تھے ہستی کے سفینوں میں
جہاں بوق و دہل کا شور و غل تھا جھانجھ بجتے تھے
جہاں اک سمت تھی موت ایک جانب زندگانی تھی
جہاں اللہ والوں پر تھے نرغے فوج شیطاں کے
مقابل بیس بیس اشرار تھے اک اک مسلماں کے

جہاں دھرتی کے سینے پر تھی مارا مار گھوڑوں کی
جہاں ٹاپیں سموں کی تھیں جہاں پھنکاریں کوڑوں کی
جہاں باطل سپہ سالار انبوہ بہائم تھا
جہاں حق باوجود قلت تعداد قائم تھا
جہاں کھنچتی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
وہیں اک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا
یہی سر اس جہاں میں پر سکوں معلوم ہوتا تھا
فلک اس سر کے آگے سر نگوں معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں
نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا
دل خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آرا؟
محمد کے خلاف اپنی یہ گیرو دار ہے خالد!
محمد کو نہیں پروایہ کیا اسرار ہے خالد!
لہو سے تر ہے رخ، مضروب ہیں دندان و لب اس کے
مگر اٹھتے ہیں بہر خیر ہی دست طلب اس کے
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا
کسی دنیا طلب میں ہو یہ طاقت ہو نہیں سکتا
شکست و انتشار و بے سروسامانی و قلت
یہ سب کچھ ہے، مگر قائم ہیں پائے ہادی ملت
پیمبر کے سوا یہ ضبط و اطمینان ناممکن

بشر کتنا بھی صابر ہو‘ مگر یہ شان ناممکن
کسی انساں میں خالد نے کمال ایسا نہ پایا تھا
جمال ایسا نہ دیکھا تھا‘ جلال ایسا نہ پایا تھا
کبھی نام خدائے لایزال آیا نہ تھا دل میں
سوال آیا نہ تھا لب پرُ خیال آیا نہ تھا دل میں
کھڑی تھی زندگانی کفر و ایماں کے دوراہے پر
ادھر تھی عظمت قومی‘ ادھر تصدیق پیغمبر
خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا
گستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا
نبی کی تیغ سے مذبوح ہو کر رہ گیا خالد
ادھر فاتح ادھر مفتوح ہو کر رہ گیا خالد
نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دور باقی تھا
ابھی اظہار ایماں غور کرنا اور باقی تھا
تلاطم پیدلوں میں اور جنبش تھی رسالوں میں
مگر خالد الجھ کر رہ گیا تھا ان خیالوں میں

انتہائی کشمکش

نظر خورشید عالمتاب کی روئے زمیں پر تھی
کہ جس سے روشنی ملتی تھی وہ صورت یہیں پر تھی
گھٹائیں کفر کی الجھی ہوئی تھیں نور ایماں سے
احد کے سنگریزے سرخ تھے خون شہیداں سے
جھلکتا تھا شہیدوں کا لہو اس طرح میداں میں
شفق پھولی ہوئی ہو جس طرح روز درخشاں میں
مسلماں بے سرو ساماں تھے اور تعداد میں تھوڑے
مقابل میں ہزاروں کا ہجوم اور سینکڑوں گھوڑے
یم کثرت نے وحدت کو بہا دینے کی ٹھانی تھی
زمانے سے نشان حق مٹا دینے کی ٹھانی تھی
جھلک اٹھتے ہیں کالی بدلیوں میں جس طرح تارے
ہجوم کفر میں تھے اس طرح اللہ کے پیارے
یہ گویا ایک دریا تھا بھنور تھے جا بجا اس میں
شناور کو نکلنے کا کوئی رستا نہ تھا اس میں
بنے تھے چار جانب دائرے سے لڑنے والوں کے
اٹھے تھے اسلحہ جیسے قفس ہو گرد طائر کے
سمٹتے پھیلتے بڑھتے ہوئے گھٹتے ہوئے حلقے
ابھرتے بیٹھتے ملتے ہوئے پھٹتے ہوئے حلقے

خاتمہ جنگ احد

دکھائی استقامت حق نے باطل گھٹ چلا آخر
ہجوم فوج قرشی ہو کے بیدل ہٹ چلا آخر
ڈھلا جاتا تھا سورج عصر کا ہنگام آیا تھا
ابوسفیاں کے دل پر خوف نے سکہ جمایا تھا
مسلماں کے استقلال سے تھا اس کو اندیشہ
سمجھتا تھا محمد کے صحابہ ہیں وفا پیشہ
عجب ان کے ارادے ہیں عجیب ان کے عزائم میں
مسلمانوں باوجود قلت تعداد قائم ہیں
کثیر افراد قرشی فوج میں اب زخم خوردہ تھے
لڑائی ختم ہونے میں نہ آتی تھی، فسردہ تھے
غنیمت جان کر اس عارضی غلبے کی صورت کو
ہٹایا معرکے سے اس نے فوج بد مہورت کو
کیا رخ افسروں کے ساتھ اک اونچے سے ٹیلے کا
کہ باہم مشورہ کر لیں کسی آئندہ حیلے کا
بڑھے سرکار والا دائرے میں جاں نثاروں کے
بحال زخم داری دامنوں پر کوہساروں کے
ہوا ارشاد مہلت دو نہ ان کو حفظ شوکت کی
بلندی تو نہیں ہے شان اہل شرک و بدعت کی

یہ سن کر اک جماعت کو عمر لے کر بڑھے آگے
کیا حملہ تو ٹیلا چھوڑ کر سب مشرکیں بھاگے

ابی ابن خلف شان نبوت سے طالب جنگ

قریش اب ہار کر خالی کئے جاتے تھے وادی کو
جبل کی سمت راجع تھے صحابہ لے کے ہادی کو
اسی عالم میں گھوڑے پر ابی ابن خلف نکلا
نبی سے جنگ کرنے کی طلب میں نا خلف نکلا
یہ حصہ لے چکا تھا اس سے پہلے سنگباری میں
تھا اس کا ہاتھ بھی شامل نبی کی زخم داری میں
نظر آئے جو اس کو زخم خوردہ ہادی دوراں
خیال آیا کہ اب قتل محمد ہے بہت آساں
یہ گویا انتہا تھی آج ابلیسی شرارت کی
نبی سے دو بدو لڑنے کو نکلا یہ جسارت کی

گستاخانہ پیغام

ابی ابن خلف کے ہاتھ میں لمبا سا بھالا تھا
اسی دن کے لیے گھوڑا بھی اس کافر نے پالا تھا
خریدی تھی نہایت شوق سے مرگ دوام اس نے
رسول اللہ کو بھیجا تھا پہلے سے پیام اس نے
کہ میرے پاس اک مضبوط اور مربوط بھالا ہے
پھل اس بھالے کا میں نے اپنے ہاتھوں ہی سے ڈھالا ہے
مرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے محنت سے پالا ہے
یہ گھوڑا اپنی اصل و نسل میں سب سے نرالا ہے
کیا کرتا ہوں جان و دل سے خدمت اسپ تازی کی
بڑے زوروں سے کی ہے مشق میں نے نیزہ بازی کی
تمنا ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھ کر تان کر بھالا
کروں اک روز استقبال جان حضرت والا

آنحضرت کی پیش گوئی

رسول اللہ یہ پیغام سن کر مسکرائے تھے
لب سرکار پر اس وقت یہ الفاظ آئے تھے
کہ ہاں شاید یہی ہے مرضی باری تعالیٰ بھی
اسی گھوڑے پہ تو ہو تیرے قبضے میں یہ بھالا بھی
دراں حالیکہ تو ہو گا سوار اپنے ہی گھوڑے پر
اسی بھالے سے تجھ کو قتل کر ڈالے گا پیغمبر

صحابہ کا رسول کی بجائے نکلنے پر اصرار

غرض شیطاں نے اکسایا جو اس کی فطرت بد کو
پکارا میں طلب کرتا ہوں میداں میں محمد کو
مجھے مطلوب ہے حضرت کریں ایفا یہاں وعدہ
کہ باہم ہو چکا ہے میرے ان کے درمیاں وعدہ
میں اس میداں سے اوروں کی طرح خالی نہ جاؤں گا
پیمبر کو ہدف خونریز بھالے کا بناؤں گا
وہ زندہ رہ گئے تو زندگی میری نہیں باقی
کہاں شیطاں؟ اگر ہے رحمۃ للعالمین باقی
غرض اس طرح اس رہزن نے بڑھ کر راستہ روکا
پکارا نام لے کر اور رسول اللہ کو ٹوکا
تخاطب نام نامی سے کیا جس دم سوالی نے
توجہ منعطف کی اس طرف سرکار عالی نے
فداکاروں نے چاہا بڑھ کے اس کے سامنے جائیں
رسول اللہ کیوں اس کے لیے تکلیف فرمائیں
گزارش کی غلاموں میں سے دے کوئی جواب اس کو
وجود پاک تک آنے نہ دیں عالی جناب اس کو
جبیں زخمی شکستہ ہیں در شہوار کی لڑیاں
ابھی پیوستہ رخسارے میں ہیں فولاد کی کڑیاں

یہ کڑیاں کھینچنا لازم ہیں رخسار مبارک سے
ابھی عہدہ برآ ہونا ہے اس کار مبارک سے
رخ و شانہ پہ گہرے زخم ہیں ماہ تمامی کے
مقابل ہوں نہ ایسے حال میں اس فرد عامی کے

نبی بہ نفسِ نفیس دشمن کے مقابل

صحابہ عرض کرتے ہی رہے تا حد گویائی
مگر سرکار نے یہ بات نامنظور فرمائی
ہوا رشاد ذات حق توانا اور غالب ہے
یہ دشمن کوئی ہو لیکن محمد ہی کا طالب ہے
یہ فرما کر قدم آگے بڑھائے جانب دشمن
ہوا اب پیکر تشویش ہر وابستہ دامن
کوئی ہتھیار بھی دست مبارک میں نہ تھا اس دم
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادی اکرم
جبیں، رخسار، لب، دندان و شانہ خون آلودہ
جراحت ساق و زانو پر مگر وہ راہ بیہودہ
براق و رفرف و دلدل مہیا اور وہ پیدل
خدائی بھر کا جزو و کل مہیا اور وہ پیدل
ادھر وہ ناخلف گستاخ تھا اسوار گھوڑے پر
مسلح، مستعد، آمادہ و تیار گھوڑے پر

کیا شیطان ابن خلف کی شکل میں تھا

پناہ نوع انساں کے مقابل ایک انساں تھا
نہیں انساں نہ تھا اس شکل میں خود آپ شیطاں تھا
وہی ناری فرشتہ راندہ دربار سرکاری
ازل میں جو ہوا تھا سجدہ آدم سے انکاری
محمد ہی کا جلوہ نور تھا سیمائے آدم کا
حقیقت میں وہ دشمن تھا اسی نور مجسم کا
عیاں کرتا نہ رنگ ابلیس اپنی فطرت بد کا
اگر خطرہ نہ ہوتا اس کو تخلیق محمد کا
محمد ہی کی ذات پاک سے اس کو خصومت تھی
محمد ہی سے اندیشے میں شیطانی حکومت تھی
محمد ہی سے اس کو جنگ تھی مطلوب عالم میں
محمد ہی تھا اک اللہ کا محبوب عالم میں
ظہور مصطفی نے دہر میں جب نور باری کی
رخ آفاق سے چھٹنے لگی انساں کی تاریکی
نظر آیا شکستہ جب طلسم فتنہ اندازی
تو میدان احد میں اس نے کھیلی آخری بازی
کوئی صورت نہ پائی جب علی الرغم رسول اس نے
کیا ابن خلف کے پیکر بد میں حلول اس نے

فرشتے دم بخود جبریل بھی حیرت سے تکتا تھا
بغیر اذن عالی کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا
سنان نیزہ ابلیس ناگن کی طرح لپکی
بنائے چرخ تھرائی، پلک خورشید کی جھپکی
نگاہ فرش اٹھی بیتاب ہو کر عرش کی جانب
نگاہ عرش بھی لیکن جھکی تھی فرش کی جانب
تصور نے جہان زیست کو زیرو زبر پایا
حقیقت کو مگر اک اور ہی عالم نظر آیا
قریب سینہ بے کینہ جب نوک سناں آئی
بنان نیزہ پرورست نبی نے دسترس پائی
تحیر میں تھا خود اعجاز اعجاز رسالت سے
کہ نیزہ آپ نے چھینا عدوے پر ضلالت سے
یہ مشاقی تھی یا اعجاز یا زور انامل تھا
کہ اب نیزہ بدست و قبضہ انسان کامل تھا
نظر آیا جو تازہ معجزہ سرکار عالی کا
پلٹ کر پھر رخ ہستی پہ رنگ آیا بحالی کا
اسی نیزے کو لے کر آپ نے سوئے عدو دیکھا
تن ابن خلف کو غرق آہن موبمو دیکھا
چڑھی تھیں پا کھڑیں فولاد کی دیوزاد گھوڑے پر
چٹانوں کا گماں ہوتا تھا ہیبت ناک جوڑے پر
بڑی سی ایک اہرن تھی بڑی سی ایک اہرن پر

کہ اک دیوسیہ بیٹھا ہوا تھا کوہ آہن پر
صحابہ چپ تھے، لیکن تھے بہت بے چین دل ان کے
دھڑکتے تھے بجائے سرور کونین دل ان کے
نبی زخمی، مقابل میں تھا اک شیطان آہن کا
بجز آہن کوئی حصہ نظر آتا نہ تھا تن کا
کچھ کا سا دیا جس دم عجب صورت نظر آئی
انی نیزے کی دشمن کے گلو سے جا کے ٹکرائی
فضا اک چیخ کی آواز ہیبت ناک سے گونجی
لب ناپاک سے یا آہنی پوشاک سے گونجی
گرا ابن خلف گھوڑے سے فرش خاک کے اوپر
طمانیت کی سرخی چھا گئی افلاک کے اوپر
زمیں پر بیل کے مانند ڈکرانے لگا ناری
ہوئی باطل کے گھر میں ماتم شیطاں کی تیاری

ابن خلف کی نگاہ واپسیں

اٹھایا آ کے اس بسمل کو اخوان الشیاطین نے
جسے ہلکا سا اک چرکہ دیا تھا سرورِ دیں نے
وہ اس کو لے چلے کرتا رہا وہ ہائے واویلا
یہ واویلا احد کی وادیوں میں دور تک پھیلا
قریشی فوج والے آ کے سمجھانے لگے اس کو
تسلی دینے اور ہنس ہنس کے بہلانے لگے اس کو
کہا ننھی سی معمولی خراش آئی ہے گردن پر
نہ کوئی زخم سینے پر نہ کوئی ضرب ہے تن پر
نہ جانے اس فغان و آہ و زاری کا سبب کیا ہے
تم اتنا چیختے ہو دلفگاری کا سبب کیا ہے
یقیں رکھو ابی اس زخم سے تم مر نہ جاؤ گے
ابھی دو دن میں اچھے ہو کے پھر لڑنے کو آؤ گے
یہ سن کر اس نے کھولیں مردنی چھائی ہوئی آنکھیں
غضب پر ہول تھیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
کہا اے دستو اے لات و عزیٰ کے پرستارو
قسم ہے لات و عزیٰ ہی کی مجھ کو اے مرے یارو
اگر قوم قریشی اس لڑائی سے نہ باز آئی
یہی صورت اگر درپیش اہل ذی المجاز آئی

وہ جس نے مجھ کو مارا ہے اگر اس نے تمہیں مارا
نہ پائے گا کوئی مرگ دوامی کے سوا چارہ
نہیں تم دیکھتے کیسا زمانہ آتا جاتا ہے
وہ اب اک اک قدم پر معجزے دکھلاتا جاتا ہے
یہ حربہ اور مری حالت مقام غور ہے یارو
تم اس کو اور کچھ سمجھے ہو وہ کچھ اور ہے یارو
یہ کہہ کر چیخ ماری اور گردن اس نے ڈھلکادی
جھکی سوئے زمیں آخر یہ نمرودی و شدادی
سمایا ہول سینوں میں گھروں کو اہل کیں بھاگے
اسی گھوڑے پہ لادا اس لعیں کو اور لعیں بھاگے
اٹھا کر لے گئی شیطان کو شیطاں کی ذریت
ابھی تک ضرب حق کی وہ نہ سمجھے تھے اہمیت
وہ سمجھے تھے علاج اس زخم معمولی کا آساں ہے
خبر کیا تھی یہ جسم اہرمن پر ضرب یزداں ہے
یہ زخم اک نقش تھا شیطان کی مرگ دوامی کا
گلا کاٹا تھا حریت نے انسانی غلامی کا

ابن حمید اور حضرت ابودجانہ

ادھر سرکار والا پھر ہوئے راجع بلندی کے
ارادے تھے جہاں اب زخمیوں کی زخم بندی کے
فداکاروں نے بھی امروز کاری زخم کھائے تھے
مگر تھیں ہمتیں عالی نبی نے دل بڑھائے تھے
قریشی ٹولیاں بھاگی چلی جاتی تھیں میداں سے
کہ ان کے قلب زخمی ہو چکے تھے زخم شیطاں سے
مگر ابن حمید اک پہلواں تھا سخت غصے میں
بڑھا سوئے رسول اللہ یہ بدبخت غصے میں
جبل پر چڑھ رہا تھا اس گھڑی اسلام کا ہادی
کہ آیا دوڑ کر یہ دوسرا شیطان کا امدادی
صدا دی یا محمد آپ اگر رہ جائیں گے زندہ
تو قرشی عورتیں مجھ کو کریں گی سخت شرمندہ
رہی باقی نہ تاب ضبط قلب بودجانہ میں
نظر آیا انہیں کافر غرور کافرانہ میں
کہا میری طرف آ بے ادب مجھ سے مخاطب ہو
کسے کس منہ سے کرتا ہے طلب مجھ سے مخاطب ہو
لیا ہے تو نے جس کا نام ارفع ہے مقام اس کا
بہت کافی ہے تیری گو شمالی کو غلام اس کا

یہ کہہ کر بودجانہ جا پڑے تمثال شیر اس پر
نہیں کی حملہ کرنے میں ذرا غازی نے دیر اس پر
نبی کی تیغ کا سایہ نہ بد اعمال پر ڈالا
دبوچا اور گرایا اور بسرعت ذبح کر ڈالا
یہ کام انجام دے کر برق آسا ایک ساعت میں
جناب بودجانہ جا ملے اپنی جماعت میں

نبی کے رخسار مبارک میں جمی ہوئی کڑیاں

فراز کوہ کی جانب چلے جاتے تھے اب غازی
تھکن غالب نظر آتی تھی ان پر بعد جانبازی
نبی کا عزم استقلال ان کا دل بڑھاتا تھا
سہارا عشق کا سب کو سہارا دیتا جاتا تھا
بال آخر اک چٹان اس راستے میں ہو گئی حائل
وجود پاک لیکن تھا بلندی کی طرف مائل
جناب طلحہ جھک کر بن گئے اس بام کا زینہ
چڑھا اس طرح اوج کوہ پر عرفاں کا گنجینہ
یہاں کھینچی گئیں رخسار سے فولاد کی کڑیاں
صحابہ کے قلوب پاک پر نازک تھیں یہ گھڑیاں
یہ کڑیاں جم گئی تھیں اس طرح رخسار انور میں
کہ تھا یہ مسئلہ نازک محبان پیمبر میں
ادھر آنکھیں ادھر آئینہ رخسار تاباں تھا
یہ کڑیاں کس طرح کاٹیں ہر اک جانباز حیراں تھا
مگر کھینچا انہیں دانتوں میں لے کر بوعبیدہ نے
نچھاور کر دیئے دانتوں کے گوہر بوعبیدہ نے

نزول آیہ اور رسول کا ارشاد

لب و رخسار سے اس وقت دھاروں خون بہتا تھا
نبی شکر خدا کرتا تھا اور عبرت سے کہتا تھا
کرے جرات جو قوم اپنے نبی کا خوں بہانے کی
سبیل اس کے لیے ہے کون راہ راست پانے کی
الٰہی عفو کر دے اور نظر دے ناسپاسوں کو
حقیقت آشنا فرما حقیقت ناشناسوں کو
نہ جانے کیا تھے یہ راز و نیاز و آرزو مندی
ہوئے جبریل نازل لے کے پیغام خداوندی
زبان وحی پہ اک پاک آیہ جس گھڑی آیا
صحابہ سے مخاطب ہو کے حضرت نے یہ فرمایا
اگرچہ اہل ناحق حق پہ دھاوا کرکے آئیں گے
مگر آئندہ ہرگز فتح و فیروزی نہ پائیں گے
چمک اٹھے یہ سن کر رنگ رخ عالی نہادوں کے
نوید امن جھلکی تہ میں آخر ان فسادوں کے

نبی کی پیاس اور آب نایاب

لہو تھمتا نہ تھا پیشانی و رخسار انور سے
لب و دنداں پہ بھی ضرب شدید آئی تھی پتھر سے
تھا اس دم درد کا احساس بھی اصحاب اکبر کو
لگی تھی انتہائی پیاس بھی ساقی کوثر کو
فراز کوہ تھا یہ اس جگہ کمیاب تھا پانی
صحابہ کر رہے تھے جستجو تا حد امکانی
فرشتے دیکھتے تھے حوصلے دنیائے فانی کے
برائے ساقی کوثر نہ تھے دو گھونٹ پانی کے
ملا تو اک جگہ لیکن بہت ناصاف سا پانی
اکٹھا ہو گیا تھا اک گڑھے میں آب بارانی
علی المرتضیٰ اس کو سپر میں بھر کے لے آئے
نبی نے کلیاں فرمائیں اس سے زخم دھلوائے
یہ پانی پی سکا ہرگز نہ وہ پیکر نظافت کا
ہوا پانی کی بو سے دل منغص شان رحمت کا

زخمیوں کو پانی مل رہا تھا

وفات ذات ہادی کی سنی تھیں جب کہ افواہیں
تو ہر خورد و کلاں نے لی تھیں اس میدان کی راہیں
صحابیات ہر سو ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہادی کو
عقیدت آنسوؤں سے تر کئے دیتی تھی وادی کو
وہ مشکیزوں میں کاریزوں سے پانی بھر کے لاتی تھیں
یہ پانی زخم خوردوں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں
رضا کارانہ ساری بیبیاں خدمت پہ عامل تھیں
جناب عائشہ صدیقہ بھی ان ہی میں شامل تھیں
مگر اب تشنہ لب تھا کوثر و تسنیم کا ساقی
تو مشکیزوں کے اندر بوند پانی کی نہ تھی باقی
پلاتی ہوں جہاں امت کو ام المومنیں پانی
وہیں نایاب بہر رحمۃ للعالمیں پانی
صحابہ نے سوئے کاریز چند اصحاب دوڑائے
تو ابن مسلمہ مشکیزہ آب صاف کا لائے
غرض اس سخت کوشی سے غرض اس جانفشانی سے
بجھائی ساقی کوثر نے پیاس اک جرعہ پانی سے

جناب فاطمہ الزہرا کی تشریف آوری

جناب فاطمہ زہرا نبی کی لاڈلی دختر
محبت جن کی تھی ہر وقت حرز جان پیغمبر
پدر کی جستجو کرتی ہوئی تشریف لے آئیں
گھٹائیں آنسوؤں کی زخم پیغمبر پہ برسائیں
علی المرتضیٰ پانی سپر میں بھر کے لاتے تھے
لہو روئے پدر کا دست زہرا دھوتے جاتے تھے
بھرا زخموں میں پشمینہ جلا کر دست دختر نے
لہو اب تھم گیا تسکین پائی روئے انور نے

قریشی عورتیں اور شہیدان اسلام

جہاں پر معرکہ گزرا تھا غم انگیز منظر تھا
شہیدان وفا لیٹے تھے رقت خیز منظر تھا
نظر آتی تھی سفاکی یہاں بے پردہ و عریاں
لیے پھرتی تھیں ہر جانب قریشی عورتیں چھریاں
تھے چہرے بوسہ گاہ مہر جن نور آفریدوں کے
زمیں پر گوش و بینی کٹ رہے تھے ان شہیدوں کے
فلک نے کینہ اہل زمیں ایسا نہ دیکھا تھا
شہیدوں پر ستم ہوتا کہیں ایسا نہ دیکھا تھا

سپہ سالار قریش اور تفتیش حالات

قریش اب ہٹ گئے تھے جنگ کا میدان تھا خالی
اسی رفعت پہ تھے تشریف فرما حضرت عالی
ابوسفیاں کے دل میں کوئی کانٹا سا کھٹکتا تھا
یہ کس کی جستجو تھی کس لیے ہر سو بھٹکتا تھا
جبل پر اس نے دیکھا جب گروہ اہل ایماں کو
تو سوجھی جستجوئے حال کی اس مرد ناداں کو
یہ منظر شاق گزرا اس کی خوئے خود پسندی پر
چڑھا بیتاب ہو کر اک مقابل کی بلندی پر
پکارا کیا محمد بھی ہیں شامل اس جماعت میں
مگر بولا نہ کوئی بھی گروہ اہل طاعت میں
یہ چلایا ابوبکر و عمر کا نام لے لے کر
رہے خاموش مومن اب بھی حسب حکم پیغمبر
نہ پایا اہل ایماں سے جواب اپنے سوالوں کا
تو گویا خواب میں چہرہ چمک اٹھا خیالوں کا
کہا لاریب وہ میدان میں مارے گئے سارے
ہم اس چوگان میں جیتے وہ اس چوگان میں ہارے

حضرت عمر کی بیتابی جواب

دل فاروق اعظم میں نہ تھا اب ضبط کا یارا
کہا او دشمن حق دیکھ لے قدرت کا نظارا
خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی
پیمبر بھی سلامت زندہ ہیں ان کے فدائی بھی
ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں
محمد مصطفی موجود ہیں اپنی جماعت میں
وہ سب افراد جو تیرے لیے سامان ذلت ہیں
خدا کے فضل سے زندہ ہیں بزم افروز ملت ہیں

ابوسفیان کا اظہار تفاخر اور صحابہ کا جواب

اٹھا جب نعرہ فاروق ابوسفیاں کا دل بیٹھا
ہوا محسوس ابھی جیسے طلسم آب و گل بیٹھا
کہا دل نے کہ یہ موقع ہے اظہار تفاخر کا
یہی رد عمل ہے خفت و رنج و تکدر کا
کیا نعرہ خدایان عرب میں ہے ہبل برتر
صحابہ نے کہا اللہ اعلیٰ و اجل برتر
ادھر لب پہ "لنا" العزیٰ ولا عزیٰ لکم" آیا
جواب "اللہ مولینا ولا مولیٰ لکم" پایا
کہا اس نے کہ یہ دن انتقام بدر کا دن ہے
سبھی کچھ آج جائز ہے فساد و غدر کا دن ہے
محمد کے بہت سے پیرووں کو ہم نے مارا ہے
بہت سے سرفرازوں کو عدم کے گھاٹ اتارا ہے
ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بھی بہت کاٹے
کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے
نہ تھا ایما مری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا
مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں ان وارداتوں کا
محمد سے کہو ہم سال آئندہ پھر آئیں گے
سرمیداں قریش قوم کی شوکت دکھائیں گے

رسالت نے یہ دعوت جنگ کی منظور فرما لی
ابوسفیاں اب چپکے سے میداں کر گیا خالی

منظر بعد جنگ

بالآخر شام کی منزل پہ روز ہولناک آیا
اقامت گاہ پر دن کا سپاہی سینہ چاک آیا
بہا تھا خون حسرت زندگی کی جوئباروں سے
لبالب ہو کے چھلکا جام گیتی کے کناروں سے
شفق تھی یا شہیدوں کے لہو نے گل کھلائے تھے
زمیں کے داغ ابھرے تھے افق کے رخ پہ چھائے تھے
فلک نے دیکھ کر رنگ وفا نور آفریدوں کا
جبیں پرمل لیا تھا خون اسلامی شہیدوں کا
سکت باقی نہیں تھی خاک میں ہنگامہ کوشی کی
پڑی تھی زندگی اوڑھے ہوئے چادر خموشی کی
نظر آئی رخ آفاق پر جب خون کی لالی
احد کی وادیاں غارت گروں سے ہوگئیں خالی
اگرچہ لدگیا تھا کارواں اہل شرارت کا
مگر بکھرا پڑا تھا اک فسانہ قتل و غارت کا
کہیں بازو کہیں سر تھے کہیں تن خون آلودہ
گرے تھے جس طرح شاخیں شکستہ خشک فرسودہ
کہیں ناوک تھے افتادہ کہیں ٹکڑے کمانوں کے
کہیں شمشیر کے قبضے کہیں پرزے تھے میانوں کے

یہ ریگ و سنگ کا خطہ گماں تھا جس پہ بنجر کا
پھلا پھولا تھا اس میں کھیت ہر سو تیغ و خنجر کا
عجب مضمون رنگیں تھے یہ تختے سنگریزوں کے
تھے سجدہ ریزاں پہ سرقلم ہو ہو کے نیزوں کے
کہیں الجھے ہوئے تھے پتھروں سے چیتھڑے گیلے
کہیں مقتول گھوڑے بھوری بھوری ریت کے ٹیلے
کہیں پھوٹے ہوئے مغفر کہیں زرہیں تھیں افتادہ
کہیں ٹوٹی ہوئی ڈھالیں کوئی نقشیں کوئی سادہ
بقیہ تھا یہ انسانوں کے جوش و کبر و مستی کا
یہ منظر آخری تھا خود گری و خود شکستی کا

شہادت گاہ میں

کجا ہنگامہ محشر کجا عام فراموشی
مسلط تھی فضاؤں پر عجب عبرت کی مدہوشی
بہر سو خونچکاں لاشے پڑے تھے ان شریفوں کے
جو حامی بن کے آئے تھے غلاموں کے ضعیفوں کے
لہو سے غسل فرما کر نہا کر با وضو ہو کر
خدا کے رو برو آئے تھے بندے سر خرو ہو کر
یہ بندے اس زمیں پر فرض ادا کرنے کو آئے تھے
قضا کو زندگی کا قرض ادا کرنے کو آئے تھے
زمیں پر سو رہی تھی آج بیشک مشت خاک ان کی
مگر گرم عمل تھی جا گتی تھی جان پاک ان کی
ادب ملحوظ تھا اس خواب راحت کا فضاؤں کو
ہوا کے آنچلوں سے باندھ رکھا تھا صداؤں کو
فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدام سر گوشی
مسلسل ایک سناٹا مسلسل ایک خاموشی
اچانک اس فضا میں ایک صوت جاں فزا گونجی
فراز کوہ سے اللہ اکبر کی صدا گونجی
ہوا اعلان عالم میں خدا کی باشاہی کا
محمد کی رسالت اور توحید الٰہی کا

زمیں و آسماں میں گونج اٹھی توحید کی نوبت
جبال و دشت میں بجنے لگی تائید کی نوبت
ادائے فرض کو بھولے نہ تھے اللہ کے غازی
صفیں باندھے کھڑے تھے زخم خوردہ بعد سربازی
خدا بخشے نہ استحکام کیوں ان کی اقامت کو
امام المرسلیں موجود ہوں جن کی امامت کو
جھکا دیں پیش حق پیشانیاں سجدہ گزاروں نے
یہ منظر دیکھنے کو کھول دیں آنکھیں ستاروں نے
ہوئی تھی اس ادا سے سجدہ ریزاولاد آدم کی
کہ سجدے بن گئے تھے زیب و زینت عرش اعظم کی
یہ سجدے آئے تھے ہدیے میں ان اخلاص مندوں سے
جنہیں مسجود نے خود چن لیاتھا اپنے بندوں سے
یہی سجدے تھے ایوان عبودیت کی قندیلیں
فرشتوں کے لیے روشن دلیلیں اور تمثیلیں
جبیں پر تازہ گل کھائے ہوئے گل پیرہن سجدے
لہو میں غسل فرمائے ہوئے رشک چمن سجدے
یہی سجدے تھے جو تخلیق انسانی کا حاصل تھے
کہ ان سجدوں کے ساجد زندگی میں حق سے واصل تھے
یہ وہ ساجد تھے محمود دو عالم تھا مقام ان کا
خدا معبود تھا ان کا محمد تھا امام ان کا
بہار زخم سے لاریب تن تھے داغ داغ ان کے

مگر لذت کچھ ایسی تھی کہ دل تھے باغ باغ ان کے
سجے تھے زخم تن پرورد کو دل سے لگائے تھے
کہ بندوں نے خدا کی راہ میں یہ داغ کھائے تھے
تھا بیشک ظاہری آئینہ تن چور چور ان کا
مگر پر تو فگن تھا عکس باطن دور دوران کا
خدا نے کر دیا تھا دشمنوں کو دفع میداں سے
مگر باقی تھی اک خدمت ابھی فوج مسلماں سے
شہیدوں سے شہادت گاہ کی تزئین باقی تھی
پڑی تھیں میتیں جن کی ابھی تدفین باقی تھی

شہدائے احد کی تکفین وتدفین

ہمہ تن چشم تھیں روحیں قدوم باسعادت کی
کہ شاہد خود ادائیں دیکھ لے حسن شہادت کی
فراز کوہ سے وہ درد مند بے کساں اترا
ستارے دفن کرنے کو زمیں پر آسماں اترا
وہ جن کی جامہ زیبی کے زمانے میں تھے افسانے
پڑے تھے بے کفن خاک احد پر لمبیاں تانے
جراحت نے کئے تھے قطع رنگین پیرہن ان کے
یہی ملبوس شادی بن گئے تھے اب کفن ان کے
شہادت کا مبشر شاہد حال شہیداں تھا
کہ چادر تک نہ تھی پوری زمانہ تنگ داماں تھا
تھے خون و خاک ہی ملبوس اجسام شہیداں کے
گیاہ خشک نے حکم نبی سے ان کے تن ڈھانکے
یہ سب ہمرنگ تھے توحید کے ذوق یقینی سے
ہوئے تھے آج ہم صورت برید گوش و بینی سے
اعزہ بھی انہیں پہچانتے تھے آج وقت سے
رسول اللہ کی آنکھیں تھیں پرنم فرط رقت سے
بظاہر گوش و بینی سے تو مستغنی تھے یہ چہرے
مگر ان پر نچھاور تھے بقائے نام کے سہرے

نگاہ مہر حضرت نے جو چادر ان پہ ڈالی تھی
یہی چادر ابد تک ضامن فرخندہ فالی تھی
دیا تھا غسل آب تیغ نے خون جراحت نے
سنبھالا ان کو پھولوں کی طرح دامان راحت نے
لباس عارضی کے یہ جنازے تھے نہ شرمندہ
کہ یہ اصحاب تھے دونوں جہاں میں زندہ پائندہ

نبی کی پھوپھی حضرت صفیہ میت حمزہ پر

ہوا حمزہ کی میت پر گزر شان رسالت کا
تاثر دیدنی تھا مہرتاباں کی جلالت کا
صفیہ بنت عبدلمطلب ہمشیر حمزہ کی
بہت تھی جن کے دل میں عزت و توقیر حمزہ کی
یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو
خدا کے اور ملت کے فدائی کی زیارت کو
زبیر ابن العوام ان کے پسر تھے پاس حضرت کے
ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرت کے
کہا "روکو میری پھوپھی کو میت تک نہ آنے دو
دل زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو
الم انگیز ہے قطع و برید چہرہ حمزہ
بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرہ حمزہ
پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلب مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا
گئیں وہ میت حمزہ پہ روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں
مسلمانوں! یہ امت تھی رضا پر کس قدر راضی
بتاؤ درس حال اس کو نہ سمجھو قصہ ماضی

جہاد فی سبیل اللہ پر ہو کر کمر بستہ
لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ
ادائے فرض کرنے کے لیے مرنے کے ارماں میں
رضائے حق طلب کرتا ہوا نکلا ہو میداں میں
خداو مصطفیٰ کے دشمنوں پر موت برسا کر
وہ گر جائے اگر میدان میں تیر اجل کھا کر
سمجھ لو اس نے اپنی منزل مقصود پالی ہے
یہ اس کے خون کی لالی نہیں چہرے کی لالی ہے
وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے پھر اس کا غم کیسا
بہت مسرور ہے وہ اس پہ رونا کیوں، الم کیسا؟
ہمیں لازم ہے راہ حق میں اس کی پیروی کرنا
صف اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا
سپرد کر دے جو بہر دین و ملت سر بھی سینہ بھی
مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی
مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل وہ دوں ہمت
کہ جس کی زیست بھی لعنت ہے جس کی موت بھی لعنت
بوقت جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جا کر
جسے سوجھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
ہمیں لازم ہے اس کے لاشہ ناپاک پر زاری
وہ زندہ جو تہ داماں احسان غلامی ہے
کرو خوب اس کا ماتم کیونکہ یہ مرگ دوامی ہے

تدفین کے بعد

شہادت گاہ تھی اور نور کے خاموش نظارے
احد کی سرزمیں پر چاند تھا' افلاک پر تارے
متاعِ نور کی زیرِ زمیں تدفین ہوتی تھی
فلک پر انتظام و ضبط کی تحسین ہوتی تھی
شہیدوں میں نبی کے یوں تو سب یاران ہمدم تھے
جنھیں قرآں زیادہ یاد تھا اس دم مقدم تھے
نبی نے اس طرح ستر خزانے دفن فرمائے
کہ اک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے
اڑھا کر تربتوں کو چادریں آمرزگاری کی
توجہ ہوگئی سوئے مدینہ غمگساری کی
ہوا ارشاد چند افراد ہو کر سربکف جائیں
قریشی فوج کا رخ کس طرف ہے یہ خبر لائیں
اگر مکے کی جانب جا رہے ہوں وہ تو بہتر ہے
کہ ان کے واسطے تقدیر سے اک دن مقرر ہے
مدینے پر پلٹ پڑنے کی نیت ہو اگر ان کی
تو جلد از جلد آؤ اور پہنچاؤ خبر ان کی
تو اللہ کی قسم جس پر فدا جان محمد ہے
جو آقائے محمد ہے نگہبان محمد ہے

محمد آخری دم تک لڑے گا فوج اعدا سے
ہٹائے گا انہیں یا جا ملے گا اپنے آقا سے
یہ سنتے ہی بنایا ایک دستہ جاں نثاروں کا
تھکے ہاروں شکستہ بازوؤں سینہ فگاروں نے
گیا بہر سراغ دشمناں اصحاب کا دستہ
مدینے کے محافظ نے مدینے کا لیا رستہ
جماعت زخم خوردہ ساتھیوں کی ساتھ ساتھ اس کے
سہارا دے رہے تھے دوجہاں والوں کو ہاتھ اس کے

عقیدت اور تسلی

خبرِ وحشت اثر تھی فرقتِ جانِ مدینہ کی
نہ پوچھو دلفگاری سینہ چاکانِ مدینہ کی
مساکین و یتامیٰ کی الم ناکی نمایاں تھی
کہ ان پر جوشِ رحمت کی نہ غایت تھی نہ پایاں تھی
احد میں لڑنے والے غازیوں کی مضطرب مائیں
شہیدانِ وفا کے بال بچے اور بیوائیں
نکل کر شہر سے ہر سو پڑے پھرتے تھے راہوں میں
یہ شب کیا تھی جہاں تاریک تھا ان کی نگاہوں میں
چلی تھی اک ضعیفہ جستجوئے حال کرنے کو
کسی اچھی خبر کا بڑھ کے استقبال کرنے کو
گئے تھے جنگ میں اس کا برادر اور شوہر بھی
نچھاور کر دیئے تھے اس نے فرزندوں کے گوہر بھی
ملے رستے میں ان سب کی شہادت کے پیام اس کو
سنائی ہی سناتے جا رہے تھے خاص و عام اس کو
مگر اس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا
اسی کا نام نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا
نہ شوہر کا نہ بیٹوں کا نہ بھائی کا خیال آیا
"رسول اللہ کیسے ہیں؟" یہی لب پر سوال آیا

رسول اللہ سلامت ہیں ملی اس کو نوید آخر
شب غم میں نظر آئی ضیائے صبح عید آخر
کہا چل کر دکھا دوٗ مجھ کو صورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اجالے کی
نظر آیا کہ ہاں جلوہ فگن طور تجلی ہے
پکار اٹھی کہ اب میری تسلی ہی تسلی ہے
تسلی ہے پناہ بے کساں زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

شہادت گاہ احد پر ایک نظر

ستاروں کی شہادت پر ظہور مہرتاباں ہے
سحر کا رنگ کیا ہے؟ سرخی خون شہیداں ہے
زمیں اہل وفا کے خون سے نمناک ہوتی ہے
تو آزادی یہاں ہل جوتتی ہے؟ بیج بوتی ہے
احد کے داغ دھبے باغباں نے پاک فرمائے
تو پھر ستر شہید اس میں سپرد خاک فرمائے
عجب ترکیب تھی یہ خاک سے سورج اگانے کی
زمیں کے نور سے بام فلک کو جگمگانے کی
اٹھے یہ بیج آب تیغ سے سیراب ہو ہو کر
ثمران میں لگے خورشید عالمتاب ہو ہو کر
شہادت گاہ میں مردان حق نے دے کے قربانی
رہا شیطان کے پنجے سے کر دی روح انسانی

شہیدانِ احد کی تربتیں

یہ ریگ و سنگ کے تودے یہ قبریں پاکبازوں کی
انھی سے آج دنیا بس رہی ہے سرفرازوں کی
پیامِ قسمتِ بیدار میں سوئے ہوئے غازی
انھی سے ہے نشانِ سر فروشیٔ جانِ جانبازی
یہی تھے شمعِ دیں کے اولیں پر سوز پروانے
صداقت کیش غازی بادۂ غیرت کے مستانے
انھی کے دم سے ہیں دنیا میں صبحِ عید کے جلوے
مسلمانوں کی کثرت سے عیاں توحید کے جلوے
احد میں سو رہی ہے آج بیشک مشتِ خاک ان کی
مگر گرمِ عمل ہے جاگتی ہے جانِ پاک ان کی
صداقت ڈھونڈنے والے فداکاری کی راہوں میں
اسی منزل کو رکھتے ہیں تصور کی نگاہوں میں
انھی کے جذبۂ ایثار سے لے کر توانائی
غلامانِ محمد کر گئے دنیا میں آقائی
احد کی تربتیں ہیں حریت کے سنگِ بنیادی
ہے جن پر استوار اسلام کا ایوانِ آزادی
وہ شعلہ جس سے اب تک عشق کی گرمی ہویدا ہے
اسی معنی میں پنہاں ہے اسی صورت سے پیدا ہے

تکفین و تجہیز

اذان صبح گاہی پر کھلا تھا باب مے خانہ
چلا تھا شام تک اہل وفا میں دور پیمانہ
نشہ تھا دیدنی ان خوش نصیبوں کی سعادت کا
نگاہ لطف ساقی جام تھا جن کی شہادت کا
گرے تھے بادہ عرفاں سے جو سر شار ہو ہو کر
مقدر جاگ اٹھا تھا ان کا فرش خاک پر سو کر
ہوا لبریز جام زندگی جن کا میابوں کا
تھا ان پر فاتحہ خواں ایک جھرمٹ آفتابوں کا
یہ گنجینے محبت کے، یہ الفت کے خزانے تھے
محمد اور اصحاب محمد کے یگانے تھے

احد سے سرور عالم کی مراجعت مدینہ

دفینے خاک میں دفنا دیئے جب اس جماعت نے
دعائے مغفرت کی صاحب روز شفاعت نے
قریش کافروں سے ہو چکی تھی پاک یہ وادی
مسلمانوں کو یثرب کی طرف اب لے گیا ہادی
لٹایا صحن مسجد میں احد کے زخم داروں کو
خدا کے فضل کا مژدہ سنایا دل فگاروں کو
فروکش ہو گئے مردان درد آگاہ مسجد میں
کہ خود موجود تھے سرکار عالی جاہ مسجد میں
ورِ دنداں' جبین و شانہ و رخسار زخمی تھے
صحابہ سے زیادہ احمد مختار زخمی تھے
مگر سرکار کو پروا نہ تھی اپنی جراحت کی
تمنا تھی فقط اصحاب کے آرام و راحت کی
تن ہر مرد غازی اک چمن تھا زخم داری کا
مگر ہر قلب میں تھا ولولہ تیمار داری کا
کہاں سامان جراحی نمک تک اس جگہ کم تھا
تسلی دینے والا ہاتھ ہی زخموں کا مرہم تھا
شریک حال امت' درد مند درد منداں تھا
نگاہ لطف و احساں دیکھ کر ہر زخم خنداں تھا

بہت سے غازیان زخم خوردہ خون آلودہ
رسول اللہ کے دامان رحمت میں تھے آسودہ
بہت جن کو اعزہ لے گئے اذن نبی پا کر
نبی کی زخم داری پر مشوش تھے وہ گھر جا کر

احد کی افتادہ پر مجاہدین کی ندامت

ملال حال تھا ان کو نہ کچھ پروائے آئندہ
نبی کو زخم خوردہ دیکھ کر آنکھیں تھیں شرمندہ
جو رنجوران عالم کو پناہیں دینے والا ہو
جو مجبوروں کو آزادی کی راہیں دینے والا ہو
مداوائے غم خلق خدا مقصود ہو جس کا
برائے دوست دشمن خلق لامحدود ہو جس کا
جو ہر نرغے سے امت کو سلامت لے کے آ جائے
وہ امت کی خطا کاری سے خود ہی زخم کھا جائے
وہ جان کائنات و شان آدم آج زخمی ہو
وہ محبوب خدا وہ صاحب معراج زخمی ہو
الٰہی کاش دل مال غنیمت پر نہ للچاتے
الٰہی کاش ہم ارشاد والا کو سمجھ جاتے
اگر مردان تیر انداز اتر آتے نہ ٹیلے سے
تو خالد حملہ کر سکتا نہ قوت سے نہ حیلے سے
اگر عقل و حواس و ہوش پر پردے نہ پڑجاتے
صدا شیطاں کی سن کر پاؤں مٹی میں نہ گڑ جاتے
نہ ہوتا یہ تو ایسا جنگ کا اسلوب کیوں ہوتا
بزیر آستیں یہ دیدہ محجوب کیوں ہوتا

وہ شمع نور تنہا، اور آندھی فوج باطل کی
وہ نخل طور تنہا اور یورش موج باطل کی
وہ مظلوموں کا یارا آسرا دنیائے ہستی کا
اسی پہ زور سارے ظالموں کی چیرہ دستی کا
اگر ہوتا نہ وہ حامی، الٰہی آج کیا ہوتا
یہاں پہ جز غلامی، جز تباہی آج کیا ہوتا
غرض یہ غازیان زخم خوردہ دل میں نادم تھے
خدا نے عفو فرمایا کہ یہ ملت کے خادم تھے
احد کے دن کی سختی سے زیادہ یہ ندامت تھی
کہ یہ افتادان کی رائے میں اپنی ہی شامت تھی

مدینے کی یہ رات اور منافقین

مدینے کی یہ شب کیا تھی، دورنگی کا نظارا تھا
گلی کوچے میں حال دوست دشمن آشکارا تھا
احد سے آنے والے سب مجاہد زخم خوردہ تھے
قلوب اہل ایماں اس نظارے سے فسردہ تھے
کوئی بھی غازیوں میں آج زخموں سے نہ تھا خالی
مگر ان سب کے چہروں سے تھا اظہار خوش اقبالی
جو اہل صدق تھے محو علاج درد منداں تھے
مسلماں غمزدہ لیکن منافق شادو خنداں تھے
بظاہر یہ منافق تعزیت کرنے کو آئے تھے
مگر طعن و تمسخر سے ہنسی ٹھٹھا اڑاتے تھے
بوقت جنگ یہ بزدل شکار بد حواسی تھے
گھروں کو لوٹ آئے تھے مدینے ہی کے باسی تھے
ادھر مجروح تھے مضروب تھے اہل وفا بندے
ادھر مسرور تھے مغرور تھے یہ پر دغا بندے
مجاہد گھر سے نکلے تھے کہ اپنی جان پر کھیلیں
زمانے پر جو آفت تھی وہ اپنی ذات پر لے لیں
ادھر یہ تھڑ دلے گھر میں ہنسی ان کی اڑاتے تھے
زبانوں سے دلوں کے باغ پر بجلی گراتے تھے

وہ دنیا بھر کے امن عام پر قربان ہوتے تھے
یہ کشت زندگانی میں بدی کے بیج بوتے تھے
مسلماں تھے علمبردار آزادی و رافت کے
منافق تھے شریک کار فتنے اور آفت کے
سنا کر من گھڑت خبریں اڑا کر جھوٹ افواہیں
بچھاتے پھر رہے تھے یہ فساد و غدر کی راہیں
یتیموں اور بیواؤں کی یوں کرتے تھے ہمدردی
کہ جس سے سننے والوں میں ہو پیدا جبن و نامردی
یہ مقتولوں پہ روتے اور مجروحوں پہ ہنستے تھے
ادھر پندو نصیحت تھی، ادھر آوازے کستے تھے

منافقین کی طرزِ گفتگو

اجی پہلے سے ہم نے کہہ دیا تھا گھر سے مت نکلو
کھلے میداں میں بہر جنگ کرو فر سے مت نکلو
ہماری رائے صائب تھی کسی نے بھی نہیں مانی
گھروں سے موت لے نکلی تمہیں یا جوش نادانی
ہماری بات کو سنتے ہماری راہ پر چلتے
تو ننھے بچے یوں کف افسوس کیوں ملتے
ہماری ہی طرح تم بھی پلٹ آتے تو کیوں مرتے
کماتے' مال و زر سے جھولیاں بھرتے' مزے کرتے
ہماری ہی طرح اپنے گھروں میں تم بھی آجاتے
تو ماتم کے یہ بادل کیوں ہمارے شہر پر چھاتے
قریش آئے تھے دیواروں سے ٹکراتے چلے جاتے
قریشی بھائیوں کو ساتھ لے جاتے چلے جاتے
وہ آئے تھے کہ اپنے بھائی بندوں سے تھی کد ان کو
نہیں تھی اہل یثرب سے کوئی وجہ حسد ان کو
تمہیں نے خود بخود ان سے عداوت کی بنا ڈالی
ہماری ان سے راہ و رسم بھی تم نے مٹا ڈالی

منافقین کا مہاجرین پر طعن

یہ سب مہمان جو مکے سے ہجرت کر کے آئے ہیں
مصیبت ہیں کہ اب اک بھاری مصیبت ساتھ لائے ہیں
یہ اپنی قوم کے مجرم تھے ہم نے دی پناہ ان کو
مسلط کر لیا اپنے سروں پر خواہ مخواہ ان کو
یہ سچ ہے فرض تھا حق میزبانی کا ادا کرنا
مناسب تھا تواضع ہی پہ لیکن اکتفا کرنا
یہاں پر چند دن آرام فرماتے چلے جاتے
ہمیں اسلام کے ارکان سکھلاتے چلے جاتے
مگر تم نے تو پیدا کر لیا رشتہ اخوت کا
کیا یکسر غلط اندازہ اپنے زور و قوت کا
مزے میں ہیں وہ سب گھر بار پایا مال و زر پایا
مگر ہم پر تباہی آ گئی ہے ہم نے بھر پایا

منافقین یہود کے رفیق تھے

یہ اچھا فائدہ ہم کو ہوا اس ربط باہم سے
یہودی قوم نے قطع تعلق کر لیا ہم سے
یہودی قوم سے رشتہ مراسم کا تھا دیرینہ
اگرچہ کینہ ور ہیں وہ مگر پوشیدہ تھا کینہ
علی الاعلان اب وہ برسر پر خاش پھرتے ہیں
ہماری ابتلائیں دیکھ کر بشاش پھرتے ہیں
یہود ارباب زر بھی ہیں لڑاکے بھی نڈر بھی ہیں
مہاجن ہیں عرب بھر کے لہٰذا با اثر بھی ہیں
یہاں سے کر کے ہجرت جا بسے ہیں ارض خیبر میں
نہ سمجھو یہ کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں چین سے گھر میں
کوئی دن میں وہ اک طوفان بن کر چھانے والے ہیں
ہمارے شہر پر بھاری مصیبت لانے والے ہیں

منافقین کا طرز استدلال

ادھر اک سلسلہ قوم قریشی سے عداوت کا
نتیجہ ہے ہماری بے محل شان سخاوت کا
کچھ ان کے اقربا کی تم نے یوں مہمانداری کی
انہیں گھر بار بخشے ان سے دولت بھی نہ پیاری کی
کھلی دعوت ہے یعنی اچھا خاصہ اک بلاوا ہے
نتیجہ دیکھ لو اب تم پہ مہمانوں کا دھاوا ہے
پیمبر ہادی برحق ہے صادق بھی امیں بھی ہے
ہمیں ہے اعتراف اس کا ہمیں اس کا یقیں بھی ہے
مگر سارے عرب کی دشمنی بھی تو بڑی شے ہے
نتیجہ دیکھ لو سارا عرب یثرب کے در پے ہے
پیمبر پر اثر ہے اور نہ قرشی میہمانوں پر
یہ سارا بوجھ ہے اب اوس و خزرج ہی کے شانوں پر
نتیجہ جز تباہیؔ جز غم و آلام کیا ہو گا
یہ آغاز اخوت ہےؔ تو پھر انجام کیا ہو گا
خدا جانے احد میں کون جیتا کون ہارا ہے
بظاہر تو ہماری ہی مصیبت آشکارا ہے
ہماری بیوقوفی پر ہر اہل ہوش خنداں ہے
کہ ہم پر مدعی سست و گواہ چست آج چپاں ہے

یہ اچھی جنگ ہے صاحب کہ ہم جانیں گنوا بیٹھے
ہمارے میہماں زندہ سلامت گھر میں آ بیٹھے
ہمارے مہمانوں میں فقط دو تین کام آئے
بہادر اوس و خزرج ہی کے اکثر زیر دام آئے
جو بچ کر آ گئے ہیں' زخم خوردہ لنگڑے لولے ہیں
مگر خوش ہیں بڑا انعام پایا' جس پہ پھولے ہیں
ہماری بات کو سمجھو ہماری راہ پر آؤ
ذرا سوچو ذرا گنتی کرو' ہم کو بھی سمجھاؤ
احد میں لڑنے مرنے والے یار اغیار کتنے تھے
شہیدوں میں مہاجر کتنے تھے انصار کتنے تھے
تمہارا بچ نکلنا بھی بڑی بھاری غنیمت ہے
سبق حاصل کرو تو' فتح سے بڑھ کر ہزیمت ہے
خدا اور مصطفی کو ہم بھی ہیں سب ماننے والے
رموز دین و دنیا تم سے بہتر جاننے والے
ہمیں معلوم ہے جو حق توحید و رسالت ہے
مگر حق پر بھی نا حق جان دے دینا جہالت ہے

انصار کا ایمان

منافق ہر گلی کوچے میں یہ باتیں بناتے تھے
شہیدان احد کے بیوی بچوں کو ستاتے تھے
مگر ایمان محکم اور محکم ہوتا جاتا تھا
یہ زہر اخلاص کے زخموں کا مرہم ہوتا جاتا تھا
نفاق و صدق میں تفریق پیدا ہوتی جاتی تھی
دلوں کی بات آنکھوں پر ہویدا ہوتی جاتی تھی
نگاہوں سے حقیقت پوش پردے ہٹتے جاتے تھے
رخ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے تھے
رسالت کی زباں لاتقنطوا فرماتی جاتی تھی
قیام دور اسلامی کی ساعت آتی جاتی تھی
اندھیرا گھٹتا جاتا تھا اجالا ہوتا جاتا تھا
محمد مصطفی کا بول بالا ہوتا جاتا تھا
دلوں کو فکر تکمیل عزائم ہوتی جاتی تھی
بنائے شوکت اسلام قائم ہوتی جاتی تھی
دلوں میں نور قرآنی سرایت کرتا جاتا تھا
مساوات و اخوت کی ہدایت کرتا جاتا تھا
ادھر اسلام اپنے معجزے دکھلاتا جاتا تھا
ادھر شیطان اپنے ساتھیوں کو لاتا جاتا تھا

منافق زہر کی پچکاریاں لے کر نگاہوں میں
پڑے پھرتے تھے گھر گھر میں گلی کوچوں میں راہوں میں
مگر ایمان والے تھے سپاس و شکر کے عادی
نہ گریاں تھے نہ نالاں تھے نہ شاکی تھے نہ فریادی
یہ زخمی شیر زنجیر اخوت کے تھے زنجیری
بہم اک دوسرے کی کر رہے تھے سب خبر گیری
شکستہ ہڈیاں جڑتی تھیں گہرے گھاؤ سلتے تھے
فروغ پنبہ مرہم سے تن پر پھول کھلتے تھے
پڑے تھے بادہ جرات کے لذت یاب مسجد میں
کھلا تھا عرشیوں کے میکدے کا باب مسجد میں

مجاہدین احد پھر راہ جہاد پر

خم شب لنڈھ چکا تھا جوش محفل تھا ابھی باقی
کہ عالی ظرف تھا میخانہ توحید کا ساقی
ہدایت یاب حاضر تھے حضورحضرت ہادی
موذن کی اذاں نے اب یہ محفل اور گرمادی
رسالت نے نقیبان احد کو یاد فرمایا
وہ حاضر ہو گئے تو اس طرح ارشاد فرمایا
مجاہد جو احد کے معرکے میں آج شامل تھے
انہیں ہوتا ہے پھر جہد و جہاد و جنگ پر مائل
وہ مسجد میں ہوں یا اپنے گھروں میں ہوں کہیں بھی ہوں
شکستہ پاہوں یا مضروب و رنجور و حزیں بھی ہوں
پہن کر اسلحہ تیار ہو کر بہر جانبازی
صفیں قائم کریں بعد نماز اللہ کے غازی
احد کی جنگ میں جو لوگ شامل تھے وہی آئیں
جنہیں توفیق ہو زاد سفر بھی ساتھ میں لائیں
نماز صبح پڑھتے ہی مدینے سے نکلنا ہے
تعاقب میں قریشی فوج کے ہم سب کو چلنا ہے

مجروح صحابہ کی جرات وہمت

منادی ہو گئی سب نے سنی سب نے خبر پائی
ہوئی گرم عمل پھر ناتوانوں کی توانائی
تھکے ماندوں نے راحت بھی نہ پائی تھی کوئی دم کی
ابھی زخموں نے لذت بھی نہیں چکھی تھی مرہم کی
ابھی ملبوس خون آلودہ بھی اترے نہ تھے تن سے
ابھی اپنا لہو لپٹا ہوا تھا اپنے دامن سے
پیمبر کا یہ حکم آیا جونہی گوش سماعت میں
اٹھا لبیک کہہ کر ہر کوئی جوش اطاعت میں
اٹھے ہتھیار اٹھائے اور کمریں باندھتے نکلے
بہ ذوق و شوق سمعاً طاعتاً کہتے ہوئے نکلے
جراحت بار تھے، رنجور تھے، زخمی تھے، خستہ تھے
نماز صبح میں لیکن یہ بندے دست بستہ تھے
لہو سے سر خرو تھے آب سے اب باوضو ہو کر
کھڑے تھے پیش حق مجروح بندے قبلہ رو ہو کر
کھڑے بھی ہو نہ سکتے تھے یہ عالم تھا نقاہت کا
مگر پیش خدا ساجد تھا جذبہ ان کی چاہت کا
عیاں تھا نور حسن بندگی بھی صدق نیت بھی
وفاداری میں مدغم تھی صعوبت بھی اذیت بھی

یہی ایمان تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ جو معذور تھے وہ بندگی میں سب سے آگے تھے

پیغمبر علیہ السلام دشمنوں کے تعاقب میں

تھے ان سب سے زیادہ رحمۃ للعالمیں زخمی
در دنداں شکستہ تھے جبین مہ جبیں زخمی
نشاں تھے خود کی کڑیوں کے رخسار مبارک پر
اثر تھا درد دنداں کا بھی گفتار مبارک پر
اسی حالت میں امت کی امامت اس نے فرمائی
ادائے فرض میں یہ استقامت اس نے دکھلائی
وہی اک عبدہٗ بیشک وہی انسان کامل تھا
کہ فرض بندگی میں دوسروں سے بڑھ کے شامل تھا
عبودیت میں تھی مصروف اک مضروب پیشانی
وہ پیشانی دیا امت کو جس نے تاج سلطانی
چمکتی تھی دمکتی تھی شعاع طور مسجد میں
کہ بے پروائے ضرب و زخم تھا وہ نور مسجد میں
اسے مقصود کرو فر نہ رعب حاکمانہ تھا
کہ جوش بندگی ہی شیوہ پیغمبرانہ تھا
اسی کو تھا بشر کی چارہ فرمائی کا اندازہ
دماغوں اور دلوں کا باندھنا تھا اس کو شیرازہ
کیا بعد نماز اس نے لباس جنگ بھی دربر
زرہ آہن کی پہنی اور رکھا خود بھی سر پر

وجود پاک گویا اک چمن تھا زخم کاری کا
مگر اللہ اکبر حوصلہ محبوب باری کا
ادھر محراب مسجد میں امامت اس کا حصہ تھی
ادھر میداں میں فوجوں کی قیادت اس کا حصہ تھی
امڈ آئی تھی مخلوق مدینہ دید کی خاطر
فرشتے آسمانوں سے چلے تقلید کی خاطر
بڑھا جب وہ در مسجد سے اسوار فرس ہو کر
معیت میں اٹھی تکبیر آواز جرس ہو کر
احد کا زخم خوردہ ہر مجاہد ہمرکاب اس کا
سپہ سالار حق تھا وہ علم تھا آفتاب اس کا

لشکر کفار کی حالت

یہاں مظلوم انسانوں کا یہ عزم فدا کاری
وہاں تھی ظالموں پر اک تذبذب کی روا طاری
پھرے میداں سے بے نیل مرام اعدائے آزادی
رہا پھر طائر مقصد سے خالی دام صیادی
ہٹی یوں فوج باطل دین حق کے پاسبانوں سے
پلٹ جاتی ہے جیسے موج ٹکرا کر چٹانوں سے
یہ لشکر اپنے ہی ظلم و تعدی سے تھکا ہارا
احد سے چل کے روحا میں ہوا شب کو خیام آرا
ندامت تھی درندوں کو بھی انسانی حماقت پر
کہ نازاں تھے یہ انساں وحشیانہ زور و طاقت پر
قبائل مختلف تھے یک زباں تھی انکی بربادی
خلاف اک دوسرے کے سب تھے شاکی اور فریادی
کئے تقسیم سر لشکر نے مشکیزے شرابوں کے
مگر دل تشنہ خوں تھے ابھی خانہ خرابوں کے
غرور و ناز و شیخی بد زبانی اور نادانی
انہی اطوار کو سمجھے ہوئے تھے فخر انسانی
گزاری رات قرشی فوج نے پینے پلانے میں
بہم طعنہ زنی کرنے میں صلواتیں سنانے میں

لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام

سحر کو جب نشے اترے تو بیٹھے مشورہ کرنے
کہا الو بنایا ہم کو سرداران لشکر نے
ہم اتنی دور سے آکر لڑے، جنگ آزمائی کی
نتیجہ کچھ نہ نکلا مفت اپنی جگ ہنسائی کی
غضب میں تھے، ٹپکتا تھا لہو ان کی زبانوں سے
درندے کر رہے تھے شکوہ اپنے گلہ بانوں سے
ہمیں کیا کیا امیدیں آپ لوگوں نے دلائی تھیں
یہ فوجیں کیسی کیسی آرزوئیں لے کے آئی تھیں
نہ یثرب پر ہوئے قابض نہ ہم نے مال و زر لوٹا
پہاڑ اپنی جگہ قائم رہے اپنا ہی سر ٹوٹا
محمد بھی سلامت، ان کے ساتھی بھی رہے زندہ
ہمیں غرق ندامت ہیں، ہمیں ہیں آج شرمندہ

ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت

یہ باتیں قوم کی سن کر یہ سارا مدعا پا کر
ابوسفیاں کے پاس آئے قریشِ فوج کے افسر
کہا' یہ کیا کیا تم نے کہ یوں واپس پلٹ آئے
مدینہ سامنے تھا الٹے پیچھے ہی کو ہٹ آئے
ہماری فوج کا ہر فرد ہے دل ہی میں کھسیانا
کہ بے مقصد ہوا یہ چل کے آنا اور پلٹ جانا
بہت محو ندامت ہیں بہت آتا ہے طیش ان کو
کھٹکتے ہیں دلوں میں سربراہان قریش ان کو
ابوسفیاں ذرا سا حوصلہ بھی تم اگر دیتے
مسلماں سب کے سب زخمی تھے ان کو قید کر لیتے
ہمیں لازم تھا قتل عام کرتے شہر میں جا کر
گھروں میں ان کے جا گھستے فصیل شہر کو ڈھا کر
مویشی بھی ہنکاتے' سازو ساماں بھی اٹھا لاتے
ہم ان کی عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنا لاتے
ہماری فوج بھی ہم سب بھی ان باتوں کے طالب تھے
لڑائی کے اخیری مرحلے پر ہم ہی غالب تھے
نہ قیدی اپنے ہاتھ آئے نہ دولت اپنے ہاتھ آئی
کرے کیسے گوارہ فوج خالی ہاتھ پسپائی

یہ غلبہ بے نتیجہ ہے ادھورا ہے یہ کام اپنا
لہو کے بہہ گئے دریا مگر خالی ہے جام اپنا
چلو چل کر براہ راست حملہ شہر پر کر دیں
زر و گوہر سے اپنے اشتروں کی خرجیاں بھر دیں

ابوسفیان کا تامل وتذبذب

بنا ہو جس تمدن کی لباسوں کی ستائش پر
جہاں مضمون قرباں ہو لفافوں کی نمائش پر
جلو میں جن کے چلتی ہو غلامانہ سرشت ان کی
ہوئی ہو ساتھ ہی جن کے تولد خوئے زشت ان کی
جہاں نقل و حقیقت میں رہے ضدین کی صورت
جہاں شخصی حکومت میں ہو نصیب العین کی صورت
عبارت زیست ہو جن کی لباسوں اور غذاؤں سے
پھلا پھولا ہو جن کا نفس معدے کی ہواؤں سے
وہاں پر اعتراف صدق کا اظہار بے معنی
وہاں گفتار بیہودہ وہاں رفتار بے معنی
ابوسفیاں یہ باتیں سن کے ہاں ہاں کرتا جاتا تھا
شجاعت باپ دادا کی نمایاں کرتا جاتا تھا
مگر مرعوب تھا ایمان والوں کے تہور سے
لرز جاتا تھا دل میں ان کی صورت کے تصور سے
نگاہوں میں تھی اصحاب محمد کی فدا کاری
نہ بھولی تھی ابھی تک حنظلہ کی ضربت کاری
مگر جرات نہ پائی اس گھڑی تردید کی اس نے
کہا جو کچھ کسی نے سر بسر تائید کی اس نے

ابوسفیان کی تقریر

ابوسفیان بولا اے متاع ناز جانبازو
جوانو پہلوانو تیغ بازو تیر اندازو
اگر سب کی یہ مرضی ہے تو میں بھی منہ نہ موڑونگا
ادھورا ہے اگر یہ کام پورا کر کے چھوڑوں گا
مگر ہم لے چکے ہیں پورا پورا انتقام اپنا
کرے گا اب عرب کا ذرہ ذرہ احترام اپنا
جہاں میں بندھ گئی اپنے خداوندوں کی دھاک آخر
ہوئے تنہا خدا کے ماننے والے ہلاک آخر
خداوند ہبل کی آج ہم نے آبرو رکھ لی
کہ اس کے دشمنوں نے خوب لذت موت کی چکھ لی
یہ ستر آدمی جن کو ہماری فوج نے مارا
تھا ان میں سے ہر اک اپنے نبی کی آنکھ کا تارا

ابوسفیان کی شیخیاں

یہ سب تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہمارے سب خداؤں کو برا گردانے والے
وہ مصعب جو محمد کا امین کار بنتا تھا
بڑا جھنڈا اٹھاتا تھا علم بردار بنتا تھا
وہ بانکا خنظلہ وہ نوجواں دولہا وہ دیوانہ
مجھی پر حملہ کرنے آیا تھا بڑھ کر دلیرانہ
نہ مانا دھمکیاں دیتا رہا میں بار بار اس کو
عروس مرگ سے ہوتا تھا لیکن ہم کنار اس کو
وہ یثرب کے رؤسا جو بہت تن تن کے نکلے تھے
محمد کے مدد گار و مصاحب بن کے نکلے تھے
احد کی سر زمیں پر اب نرالا کھیت ہے ان کا
جراحت اوڑھنا ہے اور بچھونا ریت ہے ان کا
وہ حمزہ جس کو ایسا ناز تھا اپنی شجاعت پر
کہ تنہا حملہ کرنے دوڑتا تھا ہر جماعت پر
برید گوش وبینی سے عجب تھا آج حال اس کا
محمد کو نہ بھولے گا قیامت تک مال اس کا
جری سب سے زیادہ حمزہ تھا اولاد ہاشم میں
زمیں و آسماں رویا کرینگے اس کے ماتم میں

نہ منہ پر گوش و بینی ہے نہ تن میں ہیں جگر گردے
وہ صورت ہے کہ صورت دیکھ کر منہ پھیر لیں مردے
شہیدان خدا کی یہ ادا سب سے نرالی ہے
میں خوش ہوں یہ ادا میری ہی زوجہ نے نکالی ہے

حضرت علی اور آل ہاشم سے عداوت

مجھے آج اپنی زوجہ سے فقط اتنی ندامت ہے
علی ابن ابی طالب ابھی زندہ سلامت ہے
علی پر بھی اگر حمزہ کی صورت حربہ چل جاتا
تو سورج آل ہاشم کا بھی گویا آج ڈھل جاتا
بظاہر اس پہ صدہا وار ہوتے میں نے دیکھا ہے
ہزاروں سے اسے دوچار ہوتے میں نے دیکھا ہے
وہ کیسے زندہ ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آیا
وہ لڑتا بھی رہا اور زخم کاری بھی نہیں کھایا
مگر خیر آ ہی جائے گی کسی دن اس کی باری بھی
اسے زندہ نہ چھوڑیں گے یہ نیت ہے ہماری بھی
وہ قاتل ہے میرے بیٹے کا میرے رشتہ داروں کا
اسی پر قرض باقی ہے ہمارے سوگواروں کا
محمد کے صحابہ کی لڑائی دیکھ لی تم نے
وہ زور بازو و تیغ آزمائی دیکھ لی تم نے
ہزیمت دے ہی دی تھی تم کو چھوٹی سی جماعت نے
تمہاری عزتیں رکھ لی ہیں خالد کی شجاعت نے
جو غلبہ تم کو حاصل ہو گیا ہے اس لڑائی میں
نہ ڈالو اپنے ہاتھوں ہی اسے جا کر کھٹائی میں

نکالو فوج کے دل سے خیال طمع اندوزی
مناسب ہے اسی غلبہ کو سمجھو فتح و فیروزی
یہ سن کر سب کے سب اک دوسرے کا منہ لگے تکنے
لگے کچھ سرہلانے اور باہم گالیاں بکنے

معبد خزاعی کا ورود

حجت ہو رہی تھی بات کوئی طے نہ پاتی تھی
ہوس کی موج اٹھ کر دل ہی دل میں بیٹھ جاتی تھی
یہ دن جھگڑے میں گزرا عصر کا ہنگام آ پہنچا
اچانک اک خزاعی مرد معبد نام آ پہنچا
ابوسفیاں پہ ظاہر ہو گیا اس کے قرینے سے
کہ یہ ناقہ سوار اخبار لایا ہے مدینے سے
کہا صد مرحبا معبد مبارک ہو ترا آنا
ہمیں کچھ مژدہ تازہ سنا اے مرد مردانہ
مدینہ آج چپ سادھے ہے یا آہ و بکا میں ہے
محمد اور محمد کی جماعت کس ہوا میں ہے
رہین صبر دیکھا یا الم کے جال میں چھوڑا
انہیں کس حال میں پایا انہیں کس حال میں چھوڑا
ہم اپنے مرکبوں کو دے رہے ہیں آج پھر کاوا
ارادہ ہے کہ چل کر شہر یثرب پر کریں دھاوا
تمہاری رائے کیا ہے؟ تم بھی آخر اک دلاور ہو
خزاعی قوم میں سب سے بڑے ہو نام آور ہو

معبد قریش کو ڈراتا ہے

کہا معبد نے اے سردار مکہ اے ابوسفیان
جو سچ پوچھو تو اب کوئی نہیں ہے فتح کا امکاں
میں کوئی بات بھی دل سے بنا کر کہہ نہیں سکتا
کہ میرا جھوٹ کوئی دم میں سچارہ نہیں سکتا
مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے ہیں کل
قبائل اوس خزرج کے ہیں اس افتاد سے بیکل
وہ مردان مدینہ جو نہیں تھے جنگ میں شامل
عزیزوں کی شہادت کا ہے ان کو صدمہ کامل
کوئی بھی شہر بھر میں رات گھر میں تھا نہ آسودہ
مثال شعلہ جوالہ ہیں سب غیظ آلودہ
محمد کے لب و رخسار پر جو زخم آیا ہے
یہ منظر اور بھی طیش و غضب میں ان کو لایا ہے
قسم ہم نے بھی کھائی ہے کہ اس کا زور توڑیں گے
کسی صورت سے ہو لیکن یہ بدلہ لے کے چھوڑیں گے
ہمارا اور بنی ہاشم کا جھگڑا چک نہیں سکتا
کسی صورت ہمارا ہاتھ ان سے رک نہیں سکتا

رسول اللہ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات

محمد کو تو خاصا زخم خوردہ میں نے دیکھا ہے
ابوبکر و عمر کو بھی فسردہ میں نے دیکھا ہے
محمد کے فدا کاروں کو تم نے جس طرح مارا
خوشی یہ ہے کہ اس نے آنکھ سے دیکھا یہ نظارا
وہ تنہا رہ گیا تھا بارہا تم نے اسے گھیرا
تعجب ہے کہ اس نے خوف جاں سے منہ نہیں پھیرا
گڑھے میں گر گیا' زخمی ہوا' رنج و تعب دیکھا
مگر اس نے نہ جی چھوڑا نہ اس کو پر غضب دیکھا
غلط ہے یہ کہ حاصل غیب سے امداد ہے اس کو
سکون قلب کا اچھا سا نسخہ یاد ہے اس کو
اگر غیبی کوئی امداد ہوتی زخم کیوں کھاتا
پیمبر تھا تو کوئی معجزہ میداں میں دکھلاتا
مری دانست میں اس کی یہ جرات انفرادی ہے
وہ صابر اس لیے ہے سختیاں سہنے کا عادی ہے
برستی میں نے دیکھی بارش تیر و تفنگ اس پر
چلی تلوار اس پر اور پھینکے تم نے سنگ اس پر
وہ زندہ ہے تو سمجھو ایک امر اتفاقی ہے
کوئی اس کے لیے بھاری مصیبت اور باقی ہے

اگر تم اب دوبارہ حملہ کرنے پر ہو آمادہ
تو یثرب دور کیا ہے ایک سنگ پیش افتادہ
قلوب فوج پھر بھی دیکھ لو اقدام سے پہلے
تفکر اور تدبر شرط ہے ہر کام سے پہلے

صفوان ابن امیہ کی فہمائش

کہا صفوان نے غلبہ غنیمت جان لو بھائی
پلٹ چلنا ہی عزت ہے نہ سمجھو اس کو پسپائی
مجھے ڈر ہے کہیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں
کوئی افتاد پڑ جائے قدم اپنے اکھڑ جائیں
جو کہتے ہیں رہے محروم ہم مال غنیمت سے
بظاہر بے خبر ہیں غلبہ جنگی کی قیمت سے
مدینے پر براہ راست حملے میں ہے دشواری
وہاں پر ہے مسلمانوں کی جمعیت بہت بھاری
نہ پائی دسترس اہل ہدایت پر نہ ہادی پر
ابوسفیاں خجل تھا کفر کی اس نامرادی پر
بظاہر ساتھ والوں کی تسلی کرتا جاتا تھا
بڑھاوے دیتا جاتا تھا تعلّی کرتا جاتا تھا

زخمیوں کی جماعت

ضعیفوں، ناتوانوں، زخمیوں کی فوج کا دستہ
چلا تھا ڈھونڈنے اپنی شہادت گاہ کا رستہ

بڑھے مظلوم بندے ظالموں کی جستجو کرنے
شکستہ پا چلے سر کوبی فوج عدو کرنے

سپہ بھی زخم خوردہ تھی، سپہ سالار بھی زخمی
مہاجر بھی سبھی مجروح سب انصار بھی زخمی

نہ بے دل تھے نہ شاکی تھے نہ رنجیدہ نہ آزردہ
تعالی اللہ ان کا حوصلہ یہ ان کا دل گردہ

ندامت لے چلی تھی اور نہ جوش انتقام ان کو
فقط مدنظر تھی دشمنوں کی روک تھام ان کو

اس تعاقب کا راز

عیاں تھی مخبر صادق پہ ہر دو سمت کیفیت
ادھر اشرار کا فتنہ ادھر کفار کی نیت
مبادا لشکر گمراہ کو شیطان بہکائے
مبادا راستے ہی سے یہ طوفاں پھر پلٹ آئے
مبادا آ پڑے یہ فوج یثرب کے ضعیفوں پر
شرارت دفعتاً دھاوا کرے آ کر شریفوں پر

احد کے وہ مجاہد بوجھ تھا جن پر ندامت کا
بڑھانا ان کی ہمت بھی فریضہ تھا امامت کا
بتانا تھا کہ چلنے میں اگر لغزش بھی ہو جائے
تو یہ لازم نہیں انساں ندامت ہی میں کھو جائے
دکھانا تھا کہ ہادی کو ہے پورا اعتماد ان پر
جتانا تھا کہ باب فرخی کی ہے کشاد ان پر
احد میں لغزشیں تھیں یا خطائیں اضطراری تھیں
یہ چوٹیں بر بنائے خامی و ناپختہ کاری تھیں
کسی کو بین کرتے اور نہ روتے میں نے پایا ہے
جوان و پیر کو تیار ہوتے میں نے پایا ہے
مہیا کر چکے ہیں شہر بھر کے اونٹ گھوڑے بھی

کماں بھی، تیر بھی، نیزے بھی، تلواریں بھی، کوڑے بھی
سویرے منہ اندھیرے چل چکا ہے شہر کا لشکر
غضب کی فوج، غصے کا سمندر، قہر کا لشکر
میں ان سے آگے آگے اپنے ناقے کو بھگا لایا
تمہیں کو ڈھونڈتا پھرتا تھا آخر اس جگہ پایا
اگر لڑنا ہے، تو جلد اٹھو تیاریاں کر لو
نہیں تو آڑ پکڑو، اپنے لشکر کو نہاں کر لو

قریش کے حوصلے پست ہو گئے

یہ سنتے ہی سیہ کاروں کے چہرے پڑ گئے پیلے
بہت اکڑے ہوئے تھے دفعتاً اب ہو گئے ڈھیلے
ابوسفیاں پکارا وائے معبد یہ خبر کیا ہے
وہ ہم پر حملہ کرنے آ رہے ہیں تو یہ کہتا ہے
کہا معبد نے اٹھ کر خود مدینے کی طرف دیکھو
نظر آتا ہے کیا ٹیلوں کے پیچھے صف بہ صف دیکھو
یہ گھوڑوں کے پرے ہیں یا ابابیلوں کے جھرمٹ ہیں
یہ ٹاپیں فرش پر پڑتی ہیں یا لوہے کے درمٹ ہیں
مرے کانوں میں آتی ہے صدا ہر ایک مرکب کی
کنوتی اور چوٹی تک مری آنکھوں میں ہے سب کی
مسلتی ہیں انہیں اس طرح رانیں شہسواروں کی
کہ نکلی پڑتی ہیں منہ سے زبانیں راہواروں کی

لشکر قریش کی بدحواسی اور فرار

سراسیمہ ہوئے یہ سن کے خیموں سے نکل آئے
نظر آئے انہیں ٹیلوں کے نیچے مضطرب سائے
دکھائے واہمے نے فوج اسلامی کے جیش ان کو
ہر اول لشکر جرار کا سمجھے قریش ان کو
دیا حکم گریز اب جلد ابوسفیاں نے لشکر کو
کہا خیمے گراؤ یہ جگہ خالی کرو سر کو
چڑھے اونٹوں پہ گھوڑے لے کے کوتل مشرکیں بھاگے
سپہ پیچھے گریزاں تھی سپہ سالار تھا آگے
گھڑی بھر میں یہ لشکر جانب مکہ ہوا راہی
اڑی لے کر گھروں کی سمت معبد کی ہوا خواہی
کہا احساس ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے
کرو اب فکر آئندہ گزشتہ کی معافی ہے

مجاہدین اسلام کی چھاؤنی

اقلیت چلی جب اکثریت کے تعاقب میں
زمانہ غرق ہو کر رہ گیا بحر تعجب میں
نشاں ملتا تھا جس جانب اسے قرشی رسالوں کا
تعاقب کر رہا تھا قافلہ ایمان والوں کا
چلے دن بھر صحابہ پھر بحکم حضرت عالی
قریب شام حمرا الاسد میں چھاؤنی ڈالی
ہوا ارشاد کچھ افراد باہر جستجو جائیں
قریشی فوج کس عالم میں ہے اس کی خبر لائیں
ابوبکر و علی و سعد خاص اس کام پر نکلے
رضا کارانہ اہل ہمت و اہل نظر نکلے
نماز شام ادا فرما کے ہادی نے یہ فرمایا
کہ ہے دونوں جہاں میں اہل ہمت کا بڑا پایا
جلائے آگ امشب ہر کوئی کہسارو میداں میں
خدا ڈالے گا اس سے رعب قلب فوج شیطاں میں
جو زخمی ہیں وہ شب بھر آگ تاپیں زخم بندھوائیں
خدا کا نام لیں جو کچھ میسر ہے پئیں کھائیں
یہ سنتے ہی فراہم کر لیا اصحاب نے ایندھن
جلائی آگ ہر اک فرد نے میداں ہوا روشن

نور سے نار کا فرار

قریشی لشکری اس وقت صحرا میں گریزاں تھے
یہ منظر فاصلے سے دیکھتے تھے اور پریشاں تھے
نظر آتے تھے لا تعداد شعلے دور سے ان کو
یہ اندھے تھے اندھیرے میں حذر تھا نور سے ان کو
نگاہیں پیچھے پیچھے پاؤں آگ آگے جاتے تھے
مسلط خوف تھا ایسا کہ ظالم بھاگ جاتے تھے

مخبران صادق کا بیان

نبوت کی نگاہیں منتظر تھیں ان یگانوں کی
جنہیں تفویض تھی تفتیش قرشی کاروانوں کی
تجھ کا تھا عالمؑ مخبران حق پلٹ آئے
بڑی تفصیل سے فوج قریشی کی خبر لائے
خبر لائے کہ تھے وہ سہ پہر تک ارض روحا میں
مگر اس وقت بھاگے جا رہے ہیں دشت و صحرا میں
ہمارے اس تعاقب کی ہے بیشک ان کو آگاہی
بسوئے مکہ اب وہ تیز رفتاری سے ہیں راہی
گریزاں ہیں قریش اپنے گھروں کی سمت منہ موڑے
سوار اونٹوں پہ ہیں وہ اور کوتل ساتھ ہیں گھوڑے

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات

رسول اللہ سن کر سجدہ خالق بجا لائے
مخاطب ہو کے پھر امت سے یہ الفاظ فرمائے
انہیں کھینچے لیے جاتی ہیں زنجیریں تذبذب کی
لہٰذا اب کوئی حاجت نہیں ان کے تعاقب کی
بخط راست یہ گمراہ اپنے گھر کو جائیں گے
دوبارہ آئیں گے لیکن کبھی غلبہ نہ پائیں گے
مقدر ہو چکا ہے جو بھی ہے انجام ظالم کا
کہ ہے مرقوم لوح نیستی پر نام ظالم کا
یہ سب ہے عفو و احسان خدائے قادر و ناصر
کیا ہے جس نے حملہ آوروں کو خائب و خاسر
تمہیں لازم ہے ہر دم شکر خالق کا بجالانا
اسی کے آسرے چلنا اسی کی راہ پر جانا
یہاں پر تین دن ٹھہرو علاج خستگی کر لو
چلو پھر چل کے دارالامن سے دل بستگی کر لو

نبی اپنے مدینے میں

احد کے بعد حمراء الاسد پر کر کے ضو باری
مدینے میں ہوا جلوہ فگن خورشید بیداری
رسول اللہ جب تشریف لے آئے مدینے میں
پلٹ آئی امید رفتہ پھر ہستی کے سینے میں
مدینے پر تھا ہر سو ابر اندوہ و الم طاری
بہت سے خاندانوں پر تھا مقتولوں کا غم طاری
جدھر سے بھی گزرتے تھے جناب ہادی اکرم
نظر آتی تھی برپا چار جانب اک صف ماتم
گلی کوچوں میں گھر گھر پر تھا عالم سوگواری کا
بکا و نالہ و سینہ فگاری آہ و زاری کا
تسلی رحمت عالم نے بخشی رونے والوں کو
شہیدان احد کی ماؤں بہنوں بچوں بالوں کو

شہیدوں کا احترام

ہوا ارشاد بیشک قدرتی ہے غم جدائی کا
مسلماں کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا
تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے
صبوری کی خدائے پاک خود تحسین کرتا ہے
شہید اک مقصد اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نوید زندگی لاتے ہیں بہر نوع انسانی
شہید احسان فرماتے ہیں فرزندان آدم پر
لہو ان کا نوید امن برساتا ہے عالم پر
بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک ان کی
مگر ہے زندہ و پائندہ ہر دم جان پاک ان کی
ہمیشہ احترام ان کا فروغ آدمیت ہے
مگر یہ پیٹنا رونا تو رسم جاہلیت ہے
وہ خود بھی مطمئن ہیں مطمئن ان سے مشیت بھی
عمل بھی قابل تقلیدان کا حسن نیت بھی
عمل کا جوش زندہ کر دیا ان جوش والوں نے
جگایا خواب سے غفلت زدوں کو ہوش والوں نے
نہ جانو مردہ آب تیغ کے لذت چشیدوں کو
خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنے شہیدوں کو

لہٰذا یہ بکا یہ پیٹنا یہ سوگ یہ ماتم
یہ کپڑے پھاڑنا یہ بین کرنا بیٹھ کر باہم
کرو پرہیز ان سے جاہلیت کی ہیں یہ باتیں
بجائے ان کے لازم شکر حق ہے اور مناجاتیں
مسلماں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو
خیال و فعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو
یقیناً شاق ہوتی ہے جدائی اپنے پیاروں کی
دعائے خیر سے مدحت کرو ان جاں نثاروں کی
یہ ارشادات والا سن کے لوگوں کو سکون آیا
سمجھ میں معنی انا الیہ راجعون آیا
ہوا امت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی
مٹی افسردگی گلزار ہستی میں بہار آئی

مدینہ امن کی بستی

بہار آئی تو گل کھلنے لگے صحن گلستان میں
مسرت مسکرائی پھر جبین صبح خنداں میں
قبولیت کے دامن میں بنائے گھر دعاؤں نے
نوید زندگی کے ساز چھیڑے پھر ہواؤں نے
مدینہ اک چمن تھا پر تو سرکار عالی سے
عیاں تھا رنگ وحدت پتے پتے ڈالی ڈالی سے
بلا گرداں تھے انجم آسماں محو نظارا تھا
کہ اس گلزار میں خورشید وحدت جلوہ آرا تھا
احد کے زخمیوں کے زخم بھی کچھ دن میں بھر آئے
تو ہر سو امن و راحت کی عجب جلوے نظر آئے

دارالامان کی کشش

جہاں حسن و صفا ہو عشق بے تابانہ آتا ہے
جہاں بھی شمع روشن ہو وہیں پروانہ آتا ہے
بہت سے طالبان نور حق پروانہ وار آئے
یقین کے ذوق میں وارفتہ آئے بے قرار آئے
حصول فقر کے جذبے سے افراد جلیل آئے
صداقت پیشہ تھے لینے کو برہان و دلیل آئے
حقیقت میں بہت بیمار تھی انسان کی دنیا
نقیہ و بے کس ولاچار تھی انسان کی دنیا

مدینے میں اہل حق کے اشغال

مدینہ کیا تھا؟ ان بیمار روحوں کا شفاخانہ
جمی تھی صحن مسجد میں یہاں بزم حکیمانہ
ازالہ ہو رہا تھا اس جگہ ہر اک قباحت کا
یہاں موجود تھا سامان سکون و امن و راحت کا
یہیں ملتا تھا وہ منظر مساوات و اخوت کا
کہ جس میں راز پنہاں تھا مسلمانوں کی قوت کا
فضا میں گونجتی تھی جب صدا اللہ اکبر کی
تو قسمت جاگ اٹھتی تھی یہاں محراب و منبر کی
خدائے پاک کے بندے نہا کر با وضو ہو کر
صفیں شانہ بشانہ باندھتے تھے قبلہ رو ہو کر

حلقۂ ذکر

یہ مسجد تھی یہاں سب حاکم و محکوم یکساں تھے
حضوری میں خدا کی خادم و مخدوم یکساں تھے
قیام ان کا' رکوع ان کے' سجود انکے قعود ان کا
دکھاتا تھا کہ ہے کثرت میں بھی واحد و جود ان کا
عیاں تھا اس جگہ حسن عمل بھی حسن نیت بھی
ادب بھی' حلم بھی' اخلاص بھی اور آدمیت بھی
خدا کا نام لینا' اتباع مصطفی کرنا
ہمیشہ بہر مخلوقات خالق سے دعا کرنا
خلوص ان کے دلوں میں' حمد تھی ان کی زبانوں پر
زمیں پر تھے یہ بندے یا فرشتے آسمانوں پر

دارالامان کے آمن کی صورت وسیرت

مبارک تھی جنہیں ہر صبح' صبح عید حاصل تھی
خدا کا قرب حاصل تھا' نبی کی دید حاصل تھی
بشر بے مثل تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ ذوق بندگی میں ہادی دیں سب سے آ گے تھے
زہے امت ملا جس کو محمد مصطفی ہادی
کہ جس کی شرع بھی سادی ہے جس کی وضع بھی سادی
طبیعت سادہ تھی' اطوار سادہ عادتیں سادہ
کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے کام پر تیار آمادہ
یہ چہرہ صاف آئینہ تھا' سینے کی صفائی کا
یہی چہرہ مدینے میں تھا مرکز دلربائی کا
محبت آفرین آنکھیں' محبت آفرین چہرہ
محمد کی حسین آنکھیں' محمد کا حسین چہرہ
اسی چہرے سے ماہ و مہر نے تابانیاں پائیں
بہ فیض جبہ سائی' نور کی پیشانیاں پائیں
وہ خورشید رسالت صبح خنداں جس کی پیشانی
وہ پیشانی مقدر کے ستارے جس سے نورانی
وہ نورانی ملاحت' نور حق کی جس میں تابانی
وہ تابانی ہویدا جس سے صد تائید ربانی

وہی محبوب سبحانی یہاں جان نظارہ تھا
نگاہوں میں بسا تھا اور دلوں میں جلوہ آرا تھا

حلقہ درس، اصحاب صفہ

تمنائیں بر آتی تھیں یہاں ذوق عبادت کی
یہاں پیشانیوں پر مہر لگتی تھی سعادت کی
بہت سے طالبان حق گھروں کو چھوڑ کر نکلے
جہان ماسوا سے رشتے ناطے توڑ کر نکلے
فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی ان کو
فقط دنیا میں حب مصطفیٰ محبوب تھی ان کو
انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا
لباس ان کا تھا غیرت ان کا دامن فقر و فاقہ تھا
یہ آئے تھے یہاں پر اکتساب نور کرنے کو
اشاعت نور قراں کی قریب و دور کرنے کو
حضور مصطفیٰ لائے تھے ہ کاسے گدائی کے
ملا وہ کچھ کہ قاسم بن گئے ساری خدائی کے
طلوع صبح مشرق کو ملی پائندگی ان سے
ہوا مغرب غریق موجہ شرمندگی ان سے

اصحاب صفہ کی شان

ملی خاکستر یونان کوتا بندگی ان سے
علوم مردۂ ماضی میں آئی زندگی ان سے
یہی اصحاب صفہ عکس تھے انوار رحمت کے
وجود پاک تھے ان کے مکاتب درس حکمت کے
فروغ علم سے لبریز تھے ایماں کے پیمانے
لنڈھاتے پھر رہے تھے خم کے خم اللہ کے دیوانے
بظاہر بے سر و ساماں تھے اور آفت کے مارے تھے
مگر اصحاب صفہ سرور عالم کے پیارے تھے
توجہ کھینچتے کس طرح دنیاوی امور ان کی
قلوب ان کے غنی تھے اور فطرت تھی غیور ان کی
ظواہر اور زواید سے تھی یکسر ان کو بیزاری
خداو مصطفی ہی ان کی دولت تھی بڑی بھاری
جو حاصل تھا انہیں حاصل نہیں تھا بادشاہوں کو
میسر تھی کہاں یہ سرفرازی کجکلاہوں کو
لرز جاتے تھے ان کے رعب سے دل تاجداروں کے
پیادے تھے مگر قائد تھے اسلامی سواروں کے
عبودیت کے سجدے اس لیے تھے نقش پیشانی
کہ یہ اک روز ٹھکرائیں گے اٹھ کر تاج سلطانی

یہ بندے تھے پناہ دردمنداں کی پناہوں میں
پناہیں دیتے پھرتے تھے یہ دنیا بھر کو راہوں میں
لکھا کرتے تھے ان کے ہاتھ پروانے معافی کے
کیا کرتے تھے یہ تقسیم جوہر طبع صافی کے
پیام زندگانی زندگانی کو سناتے تھے
اجل پر حملہ کرنے کو مسیحا بن کے جاتے تھے
انہی کی ذات سے ملتی تھی دنیا کو نوید اکثر
زبانیں ان کی بنتی تھیں عدالت کی کلید اکثر
یہ بندے زندگانی ہی میں تھے اللہ سے واصل
کہ ان کو دولت حب رسول اللہ تھی حاصل
طواف شمع کرتے تھے نبوت کے یہ پروانے
نگاہیں ان کی فرش راہ تھیں دل ان کے نذرانے

نبی کو ان کی پاسداری تھی

یہ مسجد میں ہمیشہ حاضر دربار رہتے تھے
بہ فکر اکتساب دولت دیدار رہتے تھے
وفور اشتہائے علم اور جذبہ قناعت کا
نبی کو پاس خاطر کیوں نہ ہوتا اس جماعت کا
یہ ان کا زہد' ان کا فقر فاقہ ان کی مسکینی
یہ ان کا رنگ استغنا' یہ ان کی خدمت دینی
نہ انداز خوشامد تھا' نہ کچھ طرز رعونت تھی
نہ آنکھوں میں لجاجت تھی' نہ چہروں پر خشونت تھی
بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شمائل میں
رسول اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں
روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
یہ بندے خاص تھے' مسرور تھا بندہ نواز ان سے
جب ان کی صف میں شامل آپ خود بھی کملی والا ہو
جہاں میں رتبہ اصحاب صفہ کیوں نہ بالا ہو

دشمنانِ اسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں

ادھر دارالاماں تھا اور نوید دور خوش حالی
ادھر چاروں طرف فتنہ فساد و جور و پامالی
جہاں بھر میں محمد کا مدینہ ایک بستی تھی
جہاں راحت کا دورہ تھا' جہاں رحمت برستی تھی
منافق اور یہود اب تک اگرچہ خار دامن تھے
مگر مالی کی ہمت سے گل و گلزار مامن تھے
منافق اور یہود اپنی دغا بازی پہ قائم تھے
دلوں میں سنگ و آہن تھے زبانوں سے ملائم تھے
مگر فرما رہے تھے چشم پوشی حضرت ہادی
کہ صلح و عفو تھا اسلام کا آئین آزادی
ڈکیتی قتل و غارت چیرہ دستی اور تبہ کاری
مسلط تھی عرب پر انتہائی ذلت و خواری
احد میں دیکھ کر غلبہ قریشی قتل و غارت کا
عرب کے ہر قبیلے کو خیال آیا شرارت کا
مسلمانوں کو سارے ملک نے کمزور گردانا
خدا ان کا توانا ہے کسی نے یہ نہیں جانا
یہ سب رہزن قبیلے اور بھی خونخوار ہو ہو کر
کمیں گاہوں میں بیٹھے جا بجا تیار ہو ہو کر

بگولے' آندھیاں' طوفان چاروں سمت سے امڈے
خدا کے ملک پر شیطان چاروں سمت سے امڈے
امڈ آیا زمانہ شیطنت اپنی دکھانے کو
صداقت کا چراغ نور پھونکوں سے بجھانے کو

فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی

نئے فتنے پرانے دشمنوں ہی کی نوازش تھی
یہودی قوم کی اور مکہ والوں ہی کی سازش تھی
یہی فتنے تھے جوہر فتنے کی تاریں ہلاتے تھے
نبی کا حلم اور اللہ کی غیرت آزماتے تھے
قبائل جن کی ہستی منحصر تھی قتل و غارت پر
وہ یوں بھی ہر طرح تیار رہتے تھے شرارت پر
خدا ترسی نہ کوئی احترام ان کو شریفوں کا
روا تھا قتل ان کے ہاں نہتوں کا ضعیفوں کا
نظر میں خون انسانی کی قیمت ہی نہ تھی کوئی
قیام امن کی جانب عزیمت ہی نہ تھی کوئی
مدینہ چل رہا تھا راہ تہذیب و تمدن پر
وہاں تھا مدتوں سے ساز ہستی ایک ہی دھن پر
نہ تھا ان کے عقائد میں گنہ اور کار بد کوئی
نہ ان کی شرع تھی کوئی نہ عائد ان پہ حد کوئی
نظر آتی انہیں بستی ہوئی اک امن کی بستی
ملی مکے سے شہ بھی، سوجھتی پھر کیوں نہ خرمستی
مدینے کو مٹا دینے کی ٹھانی ہر قبیلے نے
پیاپے دمبدم کی چھیڑ خانی ہر قبیلے نے

سزا پائی خدا سے خود ہی ان کی خود ستائی نے
مٹا دی ظلمت بوجہل نور مصطفائی نے
اٹھا جو بھی قبیلہ ارض یثرب پر چڑھائی کو
مسلمانوں نے بڑھ کر دی سزا اس ناسزائی کو
کئے مسجد میں بیٹھے بیٹھے خطرے دور حضرت نے
رکھا دارالاماں کو امن سے معمور حضرت نے

شیطنت کی انتہا

فلک پر ہے فروزاں جس طرح محفل ستاروں کی
مدینے میں تھیں روشن ہستیاں ایمانداروں کی
مگر باطل بھی باطل تھا، اسے بھی دور کی سوجھی
ازالہ جس کا تھا دشوار اک ایسی بدی سوجھی
نئی تکبیں رنگ کی شیطنت کی اک نمائش تھی
پرستاران حق کی انتہائی آزمائش تھی
یہ سازش تھی حرم کے طائروں کو دام میں لاتا
نبی کے مطمئن دل کو غم و آلام پہنچاتا
عجب اخلاق پر نازاں تھے یہ کفار بے مایہ
عجب ظلمت کدہ تھا ارض اسلامی کا ہمسایہ

نجد سے اظہار فتنہ

بنو عامر بہت مشہور تھے نجدی قبائل میں
دغا بازی وخداعی تھی خاص ان کے خصائل میں
یہ بوڑھا ہو چکا تھا آج کل بیمار رہتا تھا
شکم میں اس کے پھوڑا تھا بہت لاچار رہتا تھا
تھا اس کی نیزہ بازی کا بہت شہرہ اجانب میں
گنا جاتا تھا اک ہر چھیت اطراف و جوانب میں
مگر اپنے قبیلے میں یہ شہرہ بے نتیجہ تھا
کہ اب سردار قوم ابن طفیل اس کا بھتیجا تھا
ہوا اس فرد سے بالواسطہ اظہار فتنے کا
یہ خونیں ماجرا ہے اس ہلاکت بار فتنے کا

ابوابراء کا مدینے میں آنا

حضور اک روز بزم آرا تھے صفہ کی جماعت میں
زبان پاک تھی مشغول قرآں کی اشاعت میں
کہ عامر ابن مالک ابن جعفر بوبراء آیا
برائے نذر ناقے اور گھوڑے تحجہ کے لایا
نشان عجز دکھلاتا ہوا سرکار میں پہنچا
یہ ذرہ خاک کا دربار گوہر بار میں پہنچا
تحائف پیش کر کے عرض کی بیمار آیا ہوں
گرفتار علالت شاکی آزار آیا ہوں
سنا ہے آپ کا دست شفا صحت کا ضامن ہے
وجود پاک پیغمبر امیں ہے اور آمن ہے
مرے ہدیے بھی ہو جائیں قبول خاطر عالی
میں چل کر دور سے آیا ہوں باوصف کہن سالی
دعا فرمایئے اس پیٹ کو آرام ہو جائے
ہمارا کام ہو اور آپ کا بھی نام ہو جائے

حکیم مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے

متانت سے سنی سرکار نے بوڑھے کی لسانی
کہ یہ طرز تکلم تھی عرب کی عادت ثانی
اٹھے بہر دعا دست حبیب حضرت باری
دعا کی یا الٰہی دور کر دے اس کی بیماری
اثر بھی اور توفیق دعا بھی تو ہی دیتا ہے
دوا بھی تیری جانب سے شفا بھی تو ہی دیتا ہے
دعا کے بعد فرمائی توجہ جانب عامر
خوش اخلاقی سے اور نرمی سے یوں گویا ہوا آمرا
ہوا ارشاد ہر بیمار کا اللہ شافی ہے
شفا جو سب کو دیتا ہے وہی تجھ کو بھی کافی ہے
تجھے لائے ہیں اس دہلیز تک امراض جسمانی
نہیں تجھ کو تمنائے علاج درد روحانی
طلب کرتا اگر اسلام تیرا بھی بھلا ہوتا
قبیلہ بھی ترا کونین میں پھولا پھلا ہوتا
پیمبر کو ضرورت ہے فقط اک قلب مومن کی
یہ ہدیے پھیر لے جا کوئی بھی حاجت نہیں ان کی
قبول اس گھر میں ہوتا ہے خدا کے نام سے ہدیہ
نہیں لیتا محمد منکر اسلام سے ہدیہ

نہیں شایان پیمغبر صلہ لے کر مدد کرنا
خدا کا حکم ہے بندے سوا لی کو نہ رو کرنا
نظر آتا اگر تو دولت ایماں سے بہرہ ور
نہ ہوتی عار لے لیتا تھا ہدیہ بھی پیغمبر
یہ کہہ کر ایک کوزہ شہد کا عامر کو دلوایا
کہیں سے آج ہی یہ شہد تھا حضرت نے منگوایا
کہا جب بھی وطن کی سمت پلٹے تو سر راہے
یہ تازہ شہد استعمال کرنا جب بھی جی چاہے
خدا کے نام سے ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے
بسا اوقات چٹکی خاک کی اکسیر ہوتی ہے

ابو برا کی شفایابی اور مکر

یہ اخلاق بلندی دیکھ کر مجوب تھا سائل
زباں پر رو و کد تھی دل میں لیکن ہو گیا قائل
ہوا سرکار سے رخصت پلٹ کر اپنے گھر آیا
شفا حاصل ہوئی' اعجاز حضرت کا نظر آیا
جزا احسان کی احسان ہے انسان کا شیوہ
بدی محسن سے کرنا' ہے فقط شیطان کا شیوہ
درندوں سے بھی پیش آئے جو کوئی مہربانی سے
تو اکثر باز آ جاتے ہیں وہ ایذا رسانی سے
دعائے مصطفی سے پا گیا جس دم شفا عامر
نہ جانے اس کو کیا سوجھی کہ پھر حاضر ہوا عامر

ابوبرا کی درخواست

نہایت عجز سے آیا نبی کی بزم نوری میں
کہا میں شکریہ لایا ہوں حضرت کی حضوری میں
طفیل حضرت عالی ہوئی حاصل شفا مجھ کو
پسند آئے محمد اور محمد کی دعا مجھ کو
مرا دل مانتا ہے آپ جو کہتے ہیں بر حق ہے
کرے انکار جو بھی اس حقیقت سے وہ احمق ہے
نظر آتی ہے مجھ کو روشنی انکار مشکل ہے
علانیہ مگر اسلام کا اقرار مشکل ہے
مرا اپنا قبیلہ ہے ابھی نا آشنا حق سے
ابھی باطل سے رشتہ ہے ابھی ہے ربط نا حق سے
وہاں تک آپ نے اسلام پہنچایا نہیں اب تک
کوئی توحید کا پیغامبر آیا نہیں اب تک
زمین نجد میں اسلام کے قاصد اگر جائیں
بڑی امید ہے مجھ کو کہ سب ایمان لے آئیں
مجھے پورا یقیں ہے اس جگہ تائید حق ہو گی
یہ صورت دوسرے نجدی قبائل کو سبق ہو گی
وہاں پر آپ اپنے خاص خاص احباب بھجوائیں
بنو عامر کے لوگوں کو خدا کی بات سمجھائیں

بنو عامر زمین مجد کا جید قبیلہ ہے
وہاں اسلام پھیلانے کا یہ اچھا وسیلہ ہے
یہ ہو جائے تو مجھ کو بھی بہانہ ہاتھ آئے گا
یہ بوڑھا خود وہاں پیغام حضرت کا سنائے گا

آنحضرت کا تامل

کہا سرکار نے نجدی قبائل ہیں جفا پیشہ
مجھے ہے نجد سے اصحاب کے بارے میں اندیشہ
پیام حق سنانے جب عقیدت کیش جائیں گے
زمین نجد کے پتھر بہ سختی پیش آئیں گے
کہا عامر نے میں لیتا ہوں ذمہ اپنی جانب سے
نہ ہو گی کوئی ایسی بات اطراف و جوانب سے
حفاظت میرے کندھوں پر ہے اصحاب رسالت کی
عرب سارا کرے گا آبرو میری کفالت کی

ہدایت کی درخواست منظور

عرب میں کوئی بھی جب اس طرح کا عہد کرتا تھا
تو جیتے جی قدم ہر گز خلاف اس کے نہ دھرتا تھا
یہ مرد معتبر تھا ہر جگہ تھا اعتبار اس کا
صنادید عرب میں آج ہوتا تھا شمار اس کا
یہ دعوت مجد میں تبلیغ کے کار جلیلہ کی
مزید اس پر کفالت ایک سردار قبیلہ کی
فروغ دین حق تھا مدعائے حضرت عالی
تامل سے یہ دعوت آپ نے منظور فرمائی
زمیں مجد میں اعلان حق فرض رسالت تھا
کہ یہ خطہ ابھی تک غرق سیلاب جہالت تھا

مبلغین اسلام راہ تبلیغ پر

ہوئے ستر مبلغ مستعد اس کام کی خاطر
رضاکارانہ نکلے خدمت اسلام کی خاطر
یہ ستر وہ تھے جن میں ایک اک مرد یگانہ تھا
وجود ان سب کا شان زندگی جان زمانہ تھا
یہ عابد تھےؑ یہ زاہد تھےؑ یہ حافظ تھےؑ یہ قاری تھے
یہ صدق آئین تھےؑ آئینہ پرہیز گاری تھے
یہ علم و فضل کے دریا یہ ذکر و فکر کے گوہر
صفائے قلب کے مخفی خزانےؑ بے بہا جوہر
یہ ستر منتخب مناد توحید و رسالت کے
یہ ستر گلشن آبادٔ اسلامی بسالت کے
یہ اسلامی مبلغ ہو گئے تیار جانے کو
زمیں نجد پر آواز ربانی سنانے کو

رسول پاک کا مبلغین سے خطاب

دم رخصت رسول پاک نے ان پر نظر ڈالی
ہوئی رقت پذیر ان کی وفا پر خاطر عالی
عفاف و عصمتؔ احسان و کرمؔ عزم و ثبات انکا
فدا کاری کا جذبہ بہر فخر کائنات ان کا
نبی نے ان کے ذوق علم کی تحسین فرمائی
حیاو صبر غفو و حلم کی تلقین فرمائی
کہا تبلیغ حق ہی اصل مقصد ہے نبوت کا
نہ آنے پائے اس میں شائبہ اظہار قوت کا
تمہیں جو کچھ بھی پیش آئے اسے انگیز کرنا ہے
بہر حالت جواب تلخ سے پرہیز کرنا ہے
تمہیں معلوم ہے ذات خدا دانا و بینا ہے
وہ شاہد ہےؔ شہادت ہی مسلمانوں کا جینا ہے
تمہاری یہ جدائی عارضی ہے اور جسمانی
ابد تک کے لیے ہے پھر وصال و قرب روحانی
وہ ساعت سب سے بڑھ کر سعد ہوتی ہے رسولوں پر
کیا جاتا ہے ان کو ذبح جب ان کے اصولوں پر
محمد کے رفیقو! فی امان اللہ ہاں جاؤ
خدا کے نام لیواؤ خدا کا نام پہنچاؤ

مبلغین اسلام نجد کی طرف

یہ ارشادات سن کر وجد میں ارض و فلک جھومے
غلامان وفا نے اپنے آقا کے قدم چومے
خدا کا نام لے کر اور محمد کی دعا لے کر
مدینے سے چلے عشاق جنس بے بہا لے کر
سفر کی سختیاں سہتے ضعیفوں کی مدد کرتے
فضا کو آشنائے ذکر اللہ الصمد کرتے
اذانوں سے جبال و دشت کو معمور فرماتے
نمازوں سے بلند و پست کو پر نور فرماتے

ابو براء کا کھسک جانا

بال آخر اک جگہ بیر معونہ نام تھا جس کا
یہاں پہنچا کے شیخ مجدان کے ساتھ سے کھسکا
کہا، میں جا کے پہلے قوم کو ہموار کرتا ہوں
زمیں کو بیج بونے کے لیے تیار کرتا ہوں
یہاں پر آپ ٹھہریں دو گھڑی آرام فرمالیں
اذانیں اپنی دے لیں اور نمازیں اپنی پڑھ ڈالیں
بھتیجا ہے مرا ابن الطفیل اس قوم کا افسر
اسی کے پاس بھیجیں آپ قاصد کوئی دانشور
براہ راست جب پیغام اس کے پاس جائے گا
اسے اعزاز سمجھے گا، خوشی سے پھر بلائے گا
کرے گا قوم بھر میں انتظامات پذیرائی
اگر اسلام پہنچاؤ گے تم اس تک بہ دانائی

صحابہ کا پیغام رئیس نجد کے نام

سوئے ابن الطفیل اک خط لکھا میر جماعت نے
کہ بھیجے ہیں مبلغ صاحب روز شفاعت نے
ہمیں ارض بنو عامر میں جانے کی اجازت دو
اخوت کا پیام حق سنانے کی اجازت دو
رضاکارانہ اک مرد صحابی لے چلا نامہ
ہوا تھا قطع جس کے واسطے تقدیم کا جامہ

رئیس نجد کا مبلغین سے سلوک

نہتا صلح کا پیکر لباس آشتی در بر
یہ قاصد ہو گیا وارد بنو عامر کے خیموں پر

نظر آئے بنو عامر یہاں پر خیل خیل اس کو
انہی کے درمیاں آیا نظر ابن الطفیل اس کو

دیا قاصد نے خط اس کو متانت سے خموشی سے
بڑھایا ہاتھ کافر نے بظاہر گرمجوشی سے

مگر لیتے ہی نامہ اس لعین نے چاک کر ڈالا
ادھر اک شخص نے پیچھے سے مارا تاک کر بھالا

یہ بھالا پشت کی جانب سے نکلا توڑ کر سینہ
ہوا قاصد کے لب پر جوہر اسلام آئینہ

نہ چیخ اس کے دہن پر تھی نہ اس کے لب پہ گالی تھی
زبان مرد مومن ذکر حق ہی کرنے والی تھی

نہ سسکی ہائے کی گونجی نہ شعلہ آہ کا نکلا
زباں سے ایک نعرہ فزت اے واللہ کا نکلا

قسم اللہ کی میں پا گیا اپنی مرادوں کو
یہ سن کر اور حیرت ہو گئی ان بد نہادوں کو

ہوا ابن الطفیل اس نابکار اس قول پر حیراں
تصور میں نہ آئی تھی کبھی یہ صورت ایماں

نجدی قبائل کا مبلغین پر حملہ

شقی القلب نے پہلے سے کر رکھی تھی جمعیت
چلا اب فوج کو لے کر یہ ناہنجار بدنیت
وہاں اللہ والے منتظر تھے اپنے قاصد کے
خبر کیا تھی اللہ نے والے ہیں طوفاں مفاسد کے
نہتے زاہدوں کو آن گھیرا اب قبائل نے
لیا حلقے میں ان کو اس ہجوم بد خصائل نے
ہوئی تیروں کی بارش دور سے گلزار ملت پر
بلند و پست سے غلبہ کیا کثرت نے قلت پر
قبائل چاند ماری کر رہے تھے صف بہ صف ہو کر
گرے اکثر مبلغ تیرو پیکاں کے ہدف ہو کر
کیا اب ان پہ دھاوا دفعتًا نجدی رسالوں نے
قلوب اہل دل کو چھید ڈالا تند بھالوں نے
یہ تسلیم و رضا تھی اک نظارہ فوق عادت کا
فضا میں گونجتا تھا پے بہ پے کلمہ شہادت کا

شہدائے بیر معونہ

پڑے تھے نیم جاں بندے ہزاروں زخم کھا کھا کر
قریب آئے قسائی زخمیوں کو نیم جاں پا کر
کوئی شاہد نہیں تھا اک خدا تھا دیکھنے والا
چڑھے سینوں کے اوپر اور سب کو ذبح کر ڈالا
یہ ستر منتخب زہاد آئے تھے مدینے سے
خدا و مصطفی کا نام لائے تھے مدینے سے
یہ اس دنیائے فانی میں نوید زندگانی تھے
زمانے میں وفائے عہد کی سچی کہانی تھے
پڑے تھے خاک پر اب خونچکاں لاشے شہیدوں کے
فلک تک جا چکے تھے ولولے انکی امیدوں کے
انہیں اب ٹکڑے ٹکڑے کر کے قصابوں نے منہ موڑا
یہ ستر فرد تھے زندہ فقط اک آدمی چھوڑا
گھڑی بھر میں ہوا کے طائروں نے چھا لیا ان کو
شکم میں بھر لیا' کفنا لیا' دفنا لیا ان کو
نبی کو اس قدر صدمہ ہوا یہ ماجرا سن کر
کہ لعنت ظالموں پر کی یہ ظالم ناروا سن کر
یہ دنیا ہے اگر باقی' زمانہ ہے اگر باقی
رہے گا تا قیامت ان پہ لعنت کا اثر باقی

فریب و غدر و سفا کی ابھی تک جن میں جاری ہے
یہ لعنت ان پہ قائم ہے یہ لعنت ان پہ طاری ہے
یہ لعنت ہر زماں ایسے دغابازوں پہ قائم ہے
کہ ذہنیت ابھی تک جن کی بدتر از بہائم ہے

واقعہ رجیع

مدینے تک خبر پہنچی نہ تھی بیر معونہ کی
کہ صورت اور اک پیدا ہوئی رنج دوگونہ کی
اسی صورت بنو عضل و بنو قارہ کا وفد آیا
نبی نے حسب معمول ان پر بھی اکرام فرمایا
کیا اسلام کا اظہار غداروں لعینوں نے
بڑا ذوق یقین ظاہر کیا ان بے یقینوں نے
گذارش کی ہماری قوم بھی ایمان لائی ہے
خدا و مصطفیٰ کے دامن رحمت میں آئی ہے
مناسب ہے ہمارے ساتھ اصحاب نبی جائیں
اسے اسلام کے ارکان کی تلقین فرمائیں
نبوت کا فریضہ تھا' یہی تبلیغ دین کرنا
زباں اقرار حق کر دے تو انساں کا یقیں کرنا
پیام رحمہ للعالمین کو عام ہونا تھا
اگرچہ کام مہلک تھا' مگر یہ کام ہونا تھا

تبلیغ کے لیے صحابہ کی تیاری

جماعت دس صحابہ کی ہوئی تیار جانے کو
خدا کا علم و عرفاں اہل عالم کے سکھانے کو
رسول اللہ نے ان کو دیا فخر رضا مندی
کہا لازم تمہیں ہر حال میں ہے حق کی پابندی
خدا کو تم سے امید وفا ہے اے وفا والو
خدا کا نام لے کر جا رہے ہو اے خدا والو
یہ جسمانی جدائی پیش خیمہ قرب حق کا ہے
شہادت کی طلب کا راستہ صاف اور سیدھا ہے
وہاں جیسی بھی صورت پیش آئے صبر کر لینا
زباں قابو میں رکھنا اور دلوں پر جبر کر لینا
یہی توحید ہے اللہ واحد کے پرستارو
خدا حافظ تمہارا اے محمد کے فدا کارو

مبلغانِ اسلام اور قبائلِ خوں آشام

غرض رخصت ہوئے یہ دس جوانانِ مجاہد بھی
کہ سب کے سب تھے اہلِ علم بھی، غازی بھی، زاہد بھی
رجیع اک چشمہ تھا مابین مکے اور عسفاں کے
یہاں وارد ہوئے آخر مبلغ علمِ قرآں کے
بنو لحیاں تھے پہلے ہی سے نخلستاں میں پوشیدہ
کہ سب غارت گرو سفاک و تیر انداز تھے چیدہ
بنی عضل و بنی قارہ نے اہل اللہ کو ٹھہرایا
پھر اک شیطاں بنو لحیان کو جا کر بلا لایا
یہ لشکر تیر اندازوں کا نخلستان سے نکلا
ہلاک خیز نعرہ ہر لبِ شیطان سے نکلا
صحابہ گھر گئے چاروں طرف سے بدسگالوں میں
نہ تھا لیکن ہراس و خوف ان اللہ والوں میں
یہ حالت دیکھ کر اک ٹیکرے کا رخ کیا سب نے
سہارا نام تسلیم و رضا کا لے لیا سب نے
بنی لحیاں کے دو سو آدمی نے ٹیکرا گھیرا
نظر قاتل ہی آئے منہ صحابہ نے جدھر پھیرا

شہادت مبلغین رجیع

ادھر کفار تھے اس سوچ میں کیسے انہیں ماریں
کہ ہاتھوں میں صحابہ کے بھی تھیں اس وقت تلواریں
لیا جانے لگا اب کام مکاری سے حیلے سے
کہا' تم کو اماں دے دیں اتر آؤ جو ٹیلے سے
کہا عاصم نے مارو تیر اے نامرد خونخوارو
پناہ کافراں مجھ کو نہیں درکار غدارو
یہ کہہ کر سونت لی تلوار بڑھ کر جنگ کی ان سے
مقدر تھی یہ ہولی آج خون و رنگ کی ان سے
لڑے ان کافروں سے آٹھ اصحاب رسول اللہ
شہادت پا گئے آخر یہ احباب رسول اللہ
ہزاراں دو ہزاراں رحمتیں ان پاکبازوں پر
کہ نازاں نام آزادی ہے ایسے سرفرازوں پر
مراد زندگی مقتل میں آنے ہی سے ملتی ہے
حیات دائمی گردن کٹانے ہی سے ملتی ہے
ادھر دنیا تھی ان آزاد بندوں کی تمنائی
ادھر قیدی بھی تھے اس طرفہ منڈی کے تماشائی
بہت بڑھ بڑھ کے بولی دی یہاں ہر ایک شیطاں نے
خریدا زید کو سو اونٹ کے بدلے میں صفواں نے

خریدار خبیب اک فرد حارث کے تھے دو بیٹے
کہ بدلا چاہتے تھے باپ کا تقدیر کے بیٹے
پسر اس کے بہت خوش تھے کہ پایا انتقام اپنا
لگانے آئے تھے منڈی میں اس سودے پہ دام اپنا
خبیب و زید آخر بک گئے بازار مکہ میں
کیا لے جا کے ان کو قید ان اشرار مکہ نے

قید میں آزادہ دلوں کا حال

کیا کرتے ہیں جو تبلیغ آزادی زمانے میں
وہ اکثر کاٹتے ہیں زندگانی قید خانے میں
یہ بندے صابر و شاکر تھے پابند رضا دونوں
رہین قید تنہائی الگ دونوں جدا دونوں
وہ ایسے مطمئن تھے جس طرح طائر گلستاں میں
وہ ایسے بے خطر تھے شیر ہوں جیسے بیاباں میں
بنو لحیاں کی بد عہدی شرارت عضل و قارہ کی
مگر تھیں مطمئن خاموشیاں اہل بشارت کی
نماز و روزہ تھا ان کا شعار قید تنہائی
کسی نے کھانے پینے کی طلب ان میں نہیں پائی
اگر اکل حلال ان کو ملے تو کھا بھی لیتے تھے
حرام اشیا نہ دوہم کو انہیں سمجھا بھی دیتے تھے
نہ حجت کوئی کرتے تھے نہ طالب تھے رعایت کے
نہ دل میں شکوہ تھا نے حرف تھے لب پر شکایت کے
نہ طوفاں آہ و زاری کے نہ شعلے آہ سوزاں کے
فضاؤں کو بسا دیتے تھے نغمے ورد قرآں کے
قریشی کافروں نے لاکھ چاہا ان کو بہکانا
مگر ممکن نہ دیکھا ان کا دین حق سے پھر جانا

سکوت شب میں وقف ورد قرآں جب یہ ہوتے تھے
کلام پاک سن کر سنگدل کافر بھی روتے تھے
ثبات و صبر اسلامی نرالی شان رکھتے تھے
یہ دل ایمان رکھتے تھے دہن قرآن رکھتے تھے

بے گناہوں کے قتل کی منادی

مسلمانوں کی اخلاق بلندی کا یہ آئینہ
جلائے ڈالتا تھا سینہ کفار میں کینہ

یہ صورت دیکھ کر کفار کے اشرار گھبرائے
خیال آیا کہیں مکہ مسلماں ہی نہ ہو جائے

چڑھا ان خون کے پیاسوں کو ایسا جوش خونخواری
ہوئی اب قیدیوں کو قتل کر دینے کی تیاری

تعین ہو گیا تاریخ کا بھی قتل گہ کا بھی
ہوئے تیار اب جلاد بھی دستہ سپہ کا بھی

منادی ہو گئی جو بھی تماشا دیکھنے آئے
جوان و پیر کوئی بھی ہو نیزہ ساتھ میں لائے

کرے ان قیدیوں پر آ کے اک اک وار ہر کوئی
بنے اس حصہ داری میں بھی حصہ دار ہر کوئی

قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں

خبر یہ کو بہ کو خانہ بخانہ در بدر پہنچی
یہ سب طے ہو گیا تو قیدیوں کو بھی خبر پہنچی
جناب زید کے پاس ایک عورت یہ خبر لائی
کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے' کیوں کیسی سزا پائی
یہ سن کر نور چھایا چہرہ زید ابن ثابت پر
نہ پایا تھا کبھی یہ رنگ سیارو ثوابت پر
کہا تو قتل جس کو کہہ رہی ہے یہ شہادت ہے
بہت مشکل سے ملتی ہے یہ اک ایسی سعادت ہے
یہ سن کر محو حیرت ہو گئی وہ نیک دل عورت
قریشی قوم کی جلادیوں پر تھی خجل عورت
مسلمانوں کا دل جب پاک دیکھا لوم و لائم سے
تو قوم اپنی نظر آنے لگی بدتر بہائم سے

مسلمان قیدی کی خواہش

کہا کوئی اگر خواہش ہو اے مرد خدا تیری
کوئی پینے کی شے ہو یا پسندیدہ غذا تیری
بیاں کر مجھ سے میں فوراً کر کے لاؤں گی
جو کھانا ہو کھلاؤں گی جو پینا ہو پلاؤں گی
کہا مجھ کو کسی شے کی نہ رغبت ہے نہ عادت ہے
فقط حب نبی کا ذوق ہے شوق عبادت ہے
مگر تسلیم جاں کے واسطے لازم ہے تیاری
مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوق مددگاری
مجھے حاجت ہے بغلیں صاف کرنے اور نہانے کی
اگر اک استرہ مل جائے سمجھوں گا اسے نیکی

مسلمان کسی حالت میں غدار نہیں

کہا بس یہ ذرا سی چیز ہی درکار ہے تجھ کو
ابھی بجھوائے دیتی ہوں میں گھر جا یہ شے تجھ کو

یہ عورت گھر گئی، اک جذبہ صدق و صفا لے کر
وہاں سے ننھا بیٹا اپنا بھیجا استرا دے کر

جونہی کچھ دیر گزری اور گھر سے جا چکا لڑکا
تو ایسا وسوسہ پیدا ہوا، عورت کا دل دھڑکا

یہ قیدی جانتا ہے قتل ہونا ہے اسے آخر
بجرم بے گناہی جان کھونا ہے اسے آخر

اگر ادلے کا بدلہ اس کے دل میں کچھ اثر ڈالے
تو شاید میرے ننھے طفل ہی کو قتل کر ڈالے

یہ خطرہ مامتا پر اس طرح کچھ ہو گیا طاری
کہ گھر کے کام دھندے چھوڑ کر دوڑی یہ بیچاری

نظر آیا اسے لیکن یہاں اک اور ہی منظر
کہ قیدی نے بٹھا رکھا تھا اس بچے کو زانوں پر

وہ بچہ توتلی باتیں کئے جاتا تھا الفت سے
اسے چمکارتا جاتا تھا قیدی دست شفقت سے

یہ صورت دیکھ کر عورت یہ بولی نیک دل بھائی
تجھے معلوم ہے، میں کیوں ہوں اب دوڑی ہوئی آئی

مجھے بچے کی جانب سے ہوا تھا سخت اندیشہ

مگر ہتھیار پا کر بھی تو نکلا ہے وفا پیشہ

کہا زید ابن ثابت نے معاذ اللہ اے مائی

ترے دل میں مری جانب سے ایسی بات کیوں آئی؟

میں اک انسان ہوں کوئی درندہ ہوں نہ حیواں ہوں

خدا کے فضل سے میں بندہ حق ہوں مسلماں ہوں

مسلماں کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا

یہ طفل بے گنہ معصوم مخلوق خدا بچہ
یہ پیارا، بھولا بھالا، سیدھا سادہ بے ریا بچہ
میں اس کی جان لوں، کیا شیر چیتا بھیڑیا ہوں میں
میں انساں ہوں مسلماں ہوں محب مصطفی ہوں میں
مسلمانوں سے ایسا ظلم سرزد ہو نہیں سکتا
خدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا

یہ سب خلق محمد کے کرشمے ہیں

ہوئی جاتی تھی عورت سن کے باتیں غرق حیرانی
سرایت کر رہا تھا اس کے دل میں نور ایمانی
وہ دل سے پوچھتی تھی کوئی دیں ایسا بھی ہوتا ہے
بشر سے شر نکل جائے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے
مسلماں ہو کے ہو جاتا ہے کیوں انساں رحیم ایسا
کہاں سے اس میں آ جاتا ہے انداز حلیم ایسا؟
وہ اب سمجھی کہ پر تو ہے یہ سب خلق محمد کا
چراغ ان کے دلوں میں ہے اسی نور مجرد کا

قتل کا میلا

کھلیں جب کھڑکیاں کے میں قصر صبحگاہی کی
گنہ دینے چلا پاداش جرم بے گناہی کی
گڑی تھیں سولیاں مقتل میں ہر سو ایک ریلا تھا
تماشائی پلے پڑتے تھے گویا ایک میلا تھا
قریشی مرد و زن پیرو جواں اطفال یکجا تھے
رئیس و مفلس و بدخو و بد اعمال یکجا تھے
بہت سے لوگ ہتھیاروں میں یوں سج سج کے آئے تھے
کہ جیسے جنگ تھی درپیش گھر کو تج کے آئے تھے
معمر اور کمسن برچھیاں بھالے سنبھالے تھے
کمندیں بھی کئی اک نوجواں کندھوں پہ ڈالے تھے
قریشی سرغنے مرغان زریں بن کے نکلے تھے
بہت ملبوس بدلے تھے بہت بن ٹھن کے نکلے تھے
سر مقتل پہن کر آئے تھے کچھ لوگ زیور بھی
سواری میں یہاں گھوڑے بھی تھے اونٹ اور خچر بھی
نظر آتے تھے ہر جانب مظاہر رنگارنگی کے
پرے موجود تھے باقاعدہ اک فوج جنگی کے
پھریرے جشن کے غارت کے رایت جنگ کے جھنڈے
فضا میں اڑ رہے تھے آج رنگارنگ کے جھنڈے

دمادم ڈھول ڈھم ڈھم کر رہے تھے جھانجھ بجتے تھے
ڈفیں سر پیٹتی تھیں اور دمامے گرجتے تھے
غضب کا شور و شر تھا آج اس ریلے جھمیلے میں
یہ قتل عاشقاں کی دھوم تھی آئے تھے میلے میں

شوق جب مقتل کی جانب پا بجولاں لے چلا

اچانک اک نیا طوفان اس طوفان میں آیا
نرالا شور اس ہنگامہ زا میدان پر چھایا
یہ نعرے خاک سے اس طرح ابھرے تا سما پہنچے
خوشی گونجی کہ لو مقتول بھی مقتل میں آ پہنچے
یہ شانیں اللہ اللہ مجرمان عشق و ایماں کی
کہ تھیں دست و گریباں دھجیاں دست و گریباں کی
بندھے تھے پشت پر ہاتھ انکے پیروں میں تھیں زنجیریں
نظر آتی تھیں دو آزادی فطرت کی تصویریں
یہ اک اللہ کے بندۓ یہ دو احرار دو قیدی
یہ اک توحید کے پابند دو مختار دو قیدی
قدم مقتل کے راہی عرش پیما تھے دماغ ان کے
نجانے کیا نظر میں تھا کہ دل تھے باغ باغ ان کے

مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک

یہ دو شیدائے حریت تھے زیر چرخ مینائی
جنہیں گھیرے ہوئے تھے خاک مقتل پر تماشائی
انہیں دیکھا تو یک دم چل پڑی تضحیک بازاری
ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، طعن، آوازے دل آزاری
جھپٹ کر ان کی جانب قرشیوں کی ٹولیاں لپکیں
کچوکے، دھول دھپا گالیاں اور چٹکیاں لپکیں
مگر خاموش تھے قیدی نگاہوں میں تبسم تھا
یہ خودداری ہی ان کی اک شریفانہ تکلم تھا
اسی حالت سے مقتل میں یہ آخر کار آپہنچے
یہ منصوروں کے ہادی تھے قریب دار آپہنچے

یک جان دو قالب

ہوئے یکجا خبیب و زید بچھڑے تھے کئی دن کے
نگاہیں ہوگئیں روشن ستارے مل گئے ان کے
اخوت تھی بغل گیر اس محبت اس بشاشت سے
کہ منہ تکنے لگے کفار ان کا فرط حیرت سے
نگاہوں میں ثبات و صبر کی پرزور تاکیدیں
جبینیں اس طرح پر نور تھیں قربان تھیں عیدیں
نظر آئے جو یوں مسرور یہ آزاد زنجیری
قریش کافروں کو شاق گزری یہ بغلگیری
بڑھے حارث کے بیٹے تاؤ میں صفوان بھی نکلا
قریشی سرغنے دوڑے ابوسفیان بھی نکلا

اسلام سے پھر جانے کی ترغیب

ابوسفیان بولا اے گنہگارو مسلمانو
تمہاری قتل گہ ہے یہ اسے میلا نہ گردانو
اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو
محمد اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو
تو ہم تم کو رہائی دیں گے اور خوشحال کر دیں گے
تمہیں بخشیں گے وہ دولت کہ مالا مال کر دیں گے
نہ مانو گے تو تم دونوں کو سولی پر چڑھائیں گے
محمد کی رفاقت کا مزہ تم کو چکھائیں گے
نری سولی نہیں تم کو اذیت دے کے ماریں گے
تم ہی دونوں پہ ساری قوم کا غصہ اتاریں گے

دار کے نیچے مسلمانوں کا نعرہ حق

خبیب و زید دونوں مسکرائے یہ خبر سن کر
خبیب اس طرح بولے اے اذیت کوش اے کافر
اگر قارون کی دولت زمانے بھر کا مال و زر
ہمیں اسلام کے بدلے ملے، ہم تھوک دیں اس پر
دو روزہ اور فانی عزت و اقبال کیا شے ہے
یہ زر یہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شے ہے
محمد سے نہ پلٹیں گر ملے ہم کو خدائی بھی
بغیر اسلام کے ہم کو جہنم ہے رہائی بھی

سایہ دار میں نمازیں

ابوسفیان بولا تیری جرات دیکھ لیتے ہیں
محمد سے ترا صدق و محبت دیکھ لیتے ہیں
گھڑی بھر میں تو اپنے ادعا کو بھول جائے گا
محمد کو محمد کے خدا کو بھول جائے گا
بیاں کر جو بھی ہو مرنے سے پہلے آرزو تیری
پھر اس کے بعد دیکھیں گے نرالی ہاؤ ہو تیری
ابوسفیان ناز و کبر سے اب مسکرایا بھی
غرور و مسخرہ پن اور لوگوں کو دکھایا بھی
تعلّی کفر کی سن کر باطمینان دیں بولا
تبسم زیر لب فرما کے قیدی نے دہن کھولا
کہا، دانہ نہ پانی اور نہ دولت چاہتا ہوں میں
فقط دو نفل ادا کرنے کی مہلت چاہتا ہوں میں
یہ مہلت مل گئی قیدی نے دو رکعت ادا کر لی
نمازی نے نماز آخر پڑھ لی دعا کر لی
شعاع طور کی آئی جھلک پر نور چہرے پر
شہادت کی تجلی چھا گئی مسرور چہرے پر
ذرا سی دیر میں یہ فرض ادا فرما دیا اس نے
عبودیت کا سارا قرض ادا فرما دیا اس نے

نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب

کہا میں چاہتا تھا سجدے ہوتے اور طولانی
جبین بندگی ہے عاشق درگاہ ربانی
اگر سجدے مرے حاصل ذرا سا طول کر لیتے
تو شاید تم اسی کو خوف پر محمول کر لیتے
چلو خیر اب میں فارغ ہوں چڑھاؤ مجھ کو سولی پر
بڑھوں میں خود ہی یا تم لے کے جاؤ مجھ کو سولی پر
یہ کہہ کر یاد حق میں گم ہوا اللہ کا دیوانہ
سر شمع شہادت آ گیا خود آپ پروانہ
گلوئے عشق میں ڈالا گیا جلاد کا پھندا
پکڑ کر دار پر باندھا گیا اللہ کا بندا
خدا جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں
جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں وہ زیب دار ہوتے ہیں
بڑھایا مرتبہ کردار کا گفتار کے اوپر
کہ واعظ برسر ممبر ہیں عاشق دار کے اوپر

اذیت دہی کے لیے صلائے عام

چڑھایا جا چکا جب دار پر منصور آزادی
صدائے ہاو ہو سے گونج اٹھی تنعیم کی وادی
ہوا اعلان ان لوگوں سے جو بدلے کا طالب ہو
احد یا بدر کا غصہ ابھی تک جس پہ غالب ہو
وہ بوڑھا ہو کہ بچہ لے کے نیزہ اس جگہ آئے
کرے ہلکا سا وار ایسا کہ یہ قیدی مزہ پائے
مگر تاکید ہے مرنے نہ پائے وار سے قیدی
فقط چلا اٹھے اس لذت آزار سے قیدی
یہ سنتے ہی عجب جوش جنوں پیدا ہوا سب میں
یہ انساں تھے مگر شیطاں سرایت کر گیا سب میں

انتہائی آزار انتہائی عقوبت

جوانمردی کی یہ صورت نہ تھی اب تک نظر آئی
بندھے قیدی پہ نیزے تان کر دوڑے تماشائی
ہزاروں تیز انیاں تھیں قیامت کے کچوکے تھے
مگر ایزا رسانی چاہتے تھے ہاتھ روکے تھے
عجب تھے کارنامے گرگ زادوں اور گرگوں کے
سہارا دے رہے تھے ہاتھ خوردوں کو بزرگوں کے
ہنسی تھی دل لگی تھی کھیل تھا جوش تماشا تھا
ہزاروں کا تن واحد پہ حملہ بے تحاشا تھا
نظر آتی تھیں یوں مل کر سنانیں جسم انور سے
شعاعیں پھوٹتی ہوں جس طرح خورشید خاور سے
تن مرد مسلماں تھا مشبک زخم پیہم سے
مگر اک آہ بھی گونجی نہ اس فرد مکرم سے
بسا ہو جلوہ محبوب حق جن کی نگاہوں میں
وہ دل کا راز کہتے ہیں نہ اشکوں میں نہ آہوں میں

شہید کا آخری امتحان

ابوسفیاں نے اب سب کو ہٹایا ہنس کے یوں بولا
اذیت نے ترا قفل دہن اب تک نہیں کھولا
اگر اس وقت بھی تو منکر اسلام ہو جائے
تو تیری جان بچ جائے تجھے آرام ہو جائے
وگرنہ یہ سمجھ لے آج تیری جان جاتی ہے
یہی ضد ہے جو انسانوں کو سولی پر چڑھاتی ہے
خبیب اس وقت لاکھوں زخم تھے کھائے ہوئے تن پر
تبسم پھر بھی آیا ان کو استفسار دشمن پر

خبیب کا آخری جواب

کہا درد و اذیت جھیلنا تو کار آساں ہے
یہ بازی جان دے کر کھیلنا فرض مسلماں ہے
یہ سب آساں مگر اسلام سے انکار نا ممکن
ہمیشہ کے لیے ہو جاؤں میں فی النار ناممکن
نہ چھوڑوں گا کبھی میں احمد مختار کا دامن
کہ دو جگ کا سہارا ہے خیال یار کا دامن
یہ کہہ کر عرش کی جانب نظر کی اور دعا مانگی
خدا سے جذبہ حب نبی کی انتہا مانگی

خبیب کی دعا

دعا مانگی کہ اے اللہ تو دانا و بینا ہے
یہاں جتنے بھی ہیں موجود سب کے دل میں کینہ ہے
یہ مجمع کفر کا ہے بے حد و تعداد و اندازہ
اسے گن لے پریشاں کر دے یارب ان کا شیرازہ
نہیں کوئی بھی ان میں جو مرا پیغام لے جائے
سلام شوق محبوب خدا کے نام لے جائے
الٰہی تو ہی بندے کا سلام شوق پہنچا دے
مرے محبوب تک میرا پیام شوق پہنچا دے
پڑھے اشعار اب بسمل نے شوق والہانہ سے
فضائیں گونج اٹھیں اس نیاز عاشقانہ سے

قاتلوں پر مقتول کی ہیبت

ادھر یہ ہو رہا تھا اس طرف اک خوف تھا سب پر
بہت سے بھاگ اٹھے پیدل بہت سے چڑھ کے مرکب پر
بدن پر ان کے رعشہ تھا زبانوں پر دہائی تھی
کہ ظالم قاتلوں پر ہیبت مقتول چھائی تھی
انہیں ڈر تھا مبادا یہ مسلماں بد دعا کر دے
خدا ان کا ہمارے سارے کنبے کو فنا کر دے
مگر اشرار کامل برچھیاں تانے ہوئے دوڑے
ادھر جلاد بھی دامن کو گردانے ہوئے دوڑے
چڑھا تھا بھوت بدلے کا خبیثوں بدخصالوں پر
تن مومن ترازو کر لیا خوں ریز بھالوں پر
لب مقتول سے گونجا ادھر کلمہ شہادت کا
ادھر وہ جسم تھا رنگین آویزہ سعادت کا
زہے وہ نور کا بقعہ فلک کو چھا لیا جس نے
سعادت یاب تھا بندہ خدا کو پا لیا جس نے

ایمان زید کا امتحان

جناب زید نے آنکھوں سے یہ سب ماجرا دیکھا
فلک کی سمت جاتا ایک بقعہ نور کا دیکھا
انہیں بھی دشمنان دیں قریب دار لے آئے
کہا انکار کر اسلام سے تو جان بچ جائے
جناب زید نے یہ بات نا منظور فرمائی
تو ٹولی قاتلوں کی نیزے لے کر ان کے گرد آئی
کہا تم بھی اگر چاہو نماز اپنی ادا کر لو
خدا سے مانگ لو کوئی مدد کوئی دعا کر لو
تمہیں مرنے سے پہلے اس قدر فرصت تو ہے بارے
یہ کہہ کر ازرہ طنزو تمسخر ہنس پڑے سارے
ابوسفیان بولا سب دکھاوے کی یہ باتیں ہیں
یہاں سولی کھڑی ہے شاخ آہو پر براتیں ہیں
تری نیت بدل جائے جو یہ منظر نظر میں ہو
محمد ہوں یہاں تیری جگہ تو اپنے گھر میں ہو

پائے محمد کی خلش بھی ناقابل برداشت

کہا او بے وقوف او لذت ایماں سے بے گانے
محمد اور محمد کی محبت کو تو کیا جانے
کہاں برداشت دیکھی تو نے شیدائے محمد کی!
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمد کا
تری باتوں پر اب میں کان ہرگز دھر نہیں سکتا
تری بکواس کو سننا گوارا کر نہیں سکتا
بس اب خاموش ہو جا بند کر یہ قیل و قال اپنی
اذیت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی
یہ سن کر کافروں نے گالی گفتہ کی جھڑی باندھی
غبار خاک کی ہر سمت سے چلنے لگی آندھی
نہ تھا تضحیک کا کوئی اثر مرد مسلماں پر
نظر تک بھی نہ ڈالی اس نے روئے بد سگالاں پر
شہادت کے نشے میں جب کوئی سرشار ہوتا ہے
بھلا درد و اذیت سے کہیں بیدار ہوتا ہے
ادا فرمائے فرط شوق سے دو نفل شکرانہ
دکھایا ان کمینوں کو یہ انداز شریفانہ
چلا اب خود ہی سوئے دار یہ پروانہ ملت کا
قریشی فوج کے چہروں پہ چھایا رنگ ذلت کا

شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ

بڑھے کفار ہر جانب سے بھالے برچھیاں تانے
لگے بڑھ کر بندھے قیدی پہ مشق ناز فرمانے
ہزاروں برچھیاں گاڑی گئیں اس جسم لاغر میں
ہوئی تسلیم جاں اک نعرہ اللہ اکبر میں
لب مقتول پر اس شان سے اللہ اکبر تھا
زمیں بیتاب و مضطر تھی فلک حیران ششدر تھا
صدا تکبیر کی کچھ اس طرح چھائی فضاؤں پر
پڑی اک تھر تھری انبوہ باطل کی صداؤں پر
دلوں میں ہول پھر پیدا ہوا کچھ تھر دلے بھاگے
چھری لے کر بڑھا نسطاس صفواں کا غلام آگے
جناب زید کے لاشے کا سر ملعون نے کاٹا
تن مقتول سے گردے نکالے اور لہو چاٹا
کیا لاشوں کا مثلہ اب گروہ اہل مکہ نے
نہیں روکا کسی بھی حق پژوہ اہل مکہ نے

گناہ بے گناہی

خطا یہ تھی کہ یہ اللہ کو واحد سمجھتے تھے
زمیں و آسماں کے شاہ کو واحد سمجھتے تھے

خطا یہ تھی کہ یہ قرآن پر ایمان لائے تھے
قوانین صداقت ان کی جان و دل پہ چھائے تھے

خطا یہ تھی خدا کو قادر مطلق سمجھتے تھے
محمدؐ کو نبیؐ قرآن کو برحق سمجھتے تھے

خطا یہ تھی کہ پروانے تھے یہ شمع رسالت کے
اصول ان کو پسند آئے تھے انصاف و عدالت کے

خطا یہ تھی کہ یہ انصاف کا احساس کرتے تھے
یتیموں اور بیواؤں کے حق کا پاس کرتے تھے

خطا یہ تھی کہ رکھتے تھے یہ مزدوروں سے ہمدردی
انہیں بھاتی نہ تھی نامرد اہل زر کی نامردی

خطا یہ تھی، غلاموں کی رہائی ان کا مقصد تھا
یہ فرمان الٰہی تھا، یہ ارشاد محمدؐ تھا

خطا یہ تھی، انہیں مطلوب تھی انساں کی آزادی
بسانا چاہتے تھے اک نئی آزاد آبادی

خطا یہ تھی کہ مظلوموں کا دل میں درد رکھتے تھے
نہاں سینوں میں قلب گرم و آہ سرد رکھتے تھے

خطا یہ تھی، نہیں تھا ناز ان کو زور و طاقت پر
کہ وحشی پن کو یہ محمول کرتے تھے حماقت پر
خطا یہ تھی، نہیں تھا اہل عالم سے حسد ان کو
بری معلوم ہوتی تھی حسد کی خوئے بد ان کو
خطا یہ تھی کہ قتل و رہزنی تھی ناپسند ان کو
کیا تھا دین حق نے آشتی سے بہرہ مند ان کو
خطا یہ تھی یہ اہل درد تھے ہمدرد انساں تھے
اخوت اور مساوات بنی آدم کے خواہاں تھے
خطا یہ تھی کہ امن و صلح نصب العین تھا ان کا
زمانے بھر کی بے چینی سے دل بے چین تھا ان کا
خطا یہ تھی یہ مظلوموں کے مجبوروں کے حامی تھے
عدوئے جبر سرمایہ تھے مزدوروں کے حامی تھے
خطا یہ تھی یہ امر حق کو پھیلانے کے در پے تھے
دل غفلت زدہ کو ہوش میں لانے کے درپے تھے
خطا یہ تھی کہ یہ خوابیدہ غیرت کو جگاتے تھے
یہ بندوں کو سبق آزاد ہونے کا پڑھاتے تھے
خطا یہ تھی کہ یہ ڈھارس بندھاتے تھے ضعیفوں کی
بساط ارض کو بستی بناتے تھے شریفوں کی
یہ ان کی نیکیاں ان کے شرف ان کی خطائیں تھیں
اسی باعث یہ سارا جور ناحق تھا جفائیں تھیں
بڑی بھاری خطائیں تھیں یہ باطل کی نگاہوں میں

کہ ان سے زلزلہ آتا تھا شاہی بارگاہوں میں
یہ بندے تھے نظام شہریاری کے لیے خطرہ
اجارہ داری و جاگیر داری کے لیے خطرہ
نظام ان کا نظام سود خواری کے لیے مہلک
وجود ان کا رگ مردم شکاری کے لیے مہلک

باطل حق پر غضب ناک تھا

خفا تھا طیش میں آیا ہوا تھا نفس شیطانی
کہ پھر انسان بنتی جا رہی تھی نوع انسانی
بشر کو ڈھور ڈنگر جاننے والے غضب میں تھے
مثال مار پیچ و تاب میں رنج و تعب میں تھے
پڑے تھے رہزنوں غارت گروں کو پیٹ کے لالے
مبادا رزق ان کا بند کر دیں یہ خدا والے
جہان جبر و استبداد اُمڈا متحدہ ہو کر
جہاں سے نقش حریت مٹانے پر بضد ہو کر
شکست بدر کی خفت' احد کی نامرادی کیا!
فساد و غدر سے باز آتے ہیں قاتل فسادی کیا؟
فساد و غدر پر جن کا مدار زندگانی ہو
تو پھر کیسے قبول ان کو نوید آسمانی ہو

نوید آسمانی کے مقابل خبث سفلی

نوید آسمانی ہی بقا ہے رحم و رافت کی
نوید آسمانی ہی فنا ہے ہر کثافت کی
نوید آسمانی نور برساتی ہے دنیا میں
خوشی ہر سو قریب و دور پھیلاتی ہے دنیا میں
مگر خبث و کثافت حیلہ و تدبیر کرتے ہیں
دغا کرتے ہیں بے ایمانی و تزویر کرتے ہیں
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں شمع ربانی
یہ رحمت کو دکھانا چاہتے ہیں بغض شیطانی
یہ پیغام خدا کے ہر مبلغ پر جھپٹتے ہیں
بنی آدم کو زہری سانپ بن بن کر لپٹتے ہیں
دغا بازی جبلت ہے جفا کاری شعار ان کا
حرام ان کی کمائی گندگی ہے کاروبار ان کا

طبیب مایوس نہیں ہوتے

یہی باطل ہے، حق جس کے فنا کرنے کو آتا ہے
مرض ابھرے تو حاذق بھی دوا کرنے کو آتا ہے
دوا کو فکر ہوتی ہے فقط آرام دینے کی
مرض کرتا ہے کوشش دمبدم آلام دینے کی
طبیب امراض کی شدت سے گھبراتے نہ ڈرتے ہیں
دوا دیتے ہی جاتے ہیں جفا پر صبر کرتے ہیں
بالآخر سعی پیہم سے مرض کافور ہوتا ہے
طلوع صبح صادق سے اندھیرا دور ہوتا ہے

مامور کا ضبط وصبر

ملائک لے کے یہ اخبار دل افگار آتے تھے
بگوش پاک ہادی دمبدم اخبار آتے تھے
رسالت کے لیے لازم مگر ضبط و صبوری تھی
انہی کفار میں تبلیغ اسلامی ضروری تھی
گراں یہ پستی اعدائے بد اخلاق ہوتی تھی
رفیقان رہ حق کی جدائی شاق ہوتی تھی
مگر مامور تھا وہ سعی کے مشکور کرنے پر
بہت تاریک سینوں کو بہت پر نور کرنے پر

فتنہ قوم یہود

بچارا محنتی مزدور دن بھر کام کرتا ہے
دماغ و جسم کو وقف غم و آلام کرتا ہے
سکت باقی نہیں ہے پیٹ بھر روٹی نہ کھانے سے
کمر دوہری ہوئی جاتی ہے پیہم بوجھ اٹھانے سے
اسے مد نظر ہے کچھ بڑھاپے کا سہارا بھی
یہ کرنا چاہتا ہے بال بچوں کا گزارا بھی
نہ تن ڈھکتا ہے پورا اور نہ پورا پیٹ بھرتا ہے
اسی صورت سے بیچارہ مسلسل کام کرتا ہے
کبھی موسم مخالف ہے مشقت ہو نہیں سکتی
کبھی بیمار ہو جاتا ہے محنت ہو نہیں سکتی
غریبی مفلسی پر اک عذاب زندگی طاری
کبھی بیوی کی بیماری کبھی بچوں کی بیماری
بہت ہی بے کس و مجبور ہے مزدور کی دنیا
طمانیت سے کتنی دور ہے مزدور کی دنیا!
بسا اوقات بیچارے کو مزدوری نہیں ملتی
اگر ملتی بھی ہے ملتی ہے کم پوری نہیں ملتی
بشر کے ساتھ رہتے ہیں غمی شادی کے دھندے بھی
رواج و رسم قومی کے گلے لپٹے ہیں پھندے بھی

وجود مفلسی پر جب کبھی یہ بار پڑتا ہے
تو انساں اپنے پیروں قرض کی دلدل میں گڑتا ہے
رواج اچھے نہیں اچھی نہیں اسراف کی رسمیں!
مگر کیا مرگ و بیماری بھی ہے انسان کے بس میں
کہاں ہے جان شیریں کو مفر درد و علالت سے
پناہیں ڈھونڈتی ہے زندگی مخدوش حالت سے
بڑھاپا ذمہ داری کے تحائف ساتھ لاتا ہے
اگر زندہ رہے انساںؑ بڑھاپا آہی جاتا ہے
قوا مفلوج ہو جاتے ہیں یاری چھوڑ دیتے ہیں
یہ سچے دوست رسم دوستداری توڑ دیتے ہیں

ساہوکار کا دخل و عمل

بسا اوقات بیماری مجبوری یہ معذوری
ضعیف انسان کر سکتا نہیں کوئی بھی مزدوری
انہی اوقات میں شیطان ساہو کار آتا ہے
غریب انساں کو بے بس دیکھ کر قبضے میں لاتا ہے
نظر آتے ہی بھوک اور احتیاج اللہ کے بندوں میں
جکڑ لیتا ہے پیلا سانپ زہریلی کمندوں میں
سرایت کر گیا اک بار جب ہستی میں زہر اس کا
تو پھر قبضہ ہے گویا بستی بستی شہر شہر اس کا
ہوا دخل و عمل جب اس عدوئے دین و ایماں کا
تباہی کے سوا چارہ نہیں پھر کوئی انساں کا

سود در سود کا پھیر

درون زندگی یہ بدمعاش اس طرح آتا ہے
دل غفلت زدہ میں جس طرح شیطاں سماتا ہے
یہ "ہلکا سود ہے" صحت کا صدقہ کچھ نہیں کیا ہے!"
یہی ظالم کا پھندا ہے، یہی کافر کا دھوکا ہے
یہ ہلکا سود ہے وہ زہر بھر نوع انسانی
عبارت جس سے ہے قومی ہلاکت اور ویرانی
یہ ہلکا سود ہے "ریوڑی کا پھیر" اسباب و علت میں
گراتا ہے یہی نوع بشر کو قعر ذلت میں
یہ ہمدردی کا قاتل ہے، یہ دشمن ہے اخوت کا
یہی باعث ہے شخص اقتدار و زور و قوت کا
یہی آلہ ہے انسانی لہو سے پیٹ بھرنے کا
ذریعہ ہے یہی تو بدمعاشوں کے ابھرنے کا
یہ ہلکا سود ظالم ہی نظام ایسا بناتا ہے
کہ جس سے آدمی شیطان کے پنجے میں آتا ہے
شرف جس قوم نے پایا مہاجن کی اسامی کا
ہے پٹہ اس کی گردن میں غلامی در غلامی کا
جہاں اک مرتبہ انسان اس کے پیچ میں آیا
پھر اس کی سات پشتوں میں نہ عزت ہے نہ سرمایا

ذرا بھی دخل ہے جس سر زمیں پر سود خواری کا
مرقعہ ہے وہیں انسان ذلت اور خواری کا

مدینے کے یہود

یہود اور سود خواری لازم و ملزم ہوتے ہیں
جہاں یہ ہوں وہاں امن و اماں معدوم ہوتے ہیں
مدینے کے یہودی بدتریں تھے اس زمانے میں
دغا بازی میں حرب و خدع میں حیلے بہانے میں
یہ مزدوروں سے محنت کی کمائی موس لیتے تھے
لہو کا قطرہ قطرہ جونک بن کر چوس لیتے تھے
یہ مقروضوں کے بچوں بیویوں کو رہن رکھتے تھے
یہ محتاجوں کا خون آبرو ہر لحظہ چکھتے تھے
ہے بدکاری بھی شاید لازمہ سرمایہ داری کا
نمونہ تھے یہودان عرب اس بدشعاری کا
اگرچہ سنگساری تھی سزائے جرم بدکاری
مگر سرمایہ داروں پر نہ ہوتی تھی یہ حد جاری
غریبوں کو تو ملتی تھی سزائے بے گناہی بھی
انہی کا حصہ تھی بے عزتی بھی اور تباہی بھی
مگر زردار کا ہر جرم گویا کارنامہ تھا
کہ ان کے ہاتھ میں پیسہ نہیں مختار نامہ تھا
عصائے موسوی تاویل اور تحریف کا مارا
در دولت پہ سجدہ ریز تھا قانون بے چارا

قبائل عرب کی سیاسیات اور یہود

بچھا رکھا تھا جال ایسا نظام سود خواری نے
کہ دنیا سے کنارا کر لیا تھا غمگساری نے
تمنائے حصول قوت شخصی کے دیوانے
مفاد عام و مشترکہ سے ہو جاتے ہیں بیگانے
یہودی قوم سرمایہ کی طاقت سے قبائل میں
مہیا کر چکی تھی چپقلش زر کے وسائل میں
قبائل کے بڑے سردار ان سے ساز رکھتے تھے
کہ یہ سب قوت شخصی کی حرص و آز رکھتے تھے
نمو و ذات میں سامان جنگی کی ضرورت میں
یہودی ان کے ساہوکار تھے ہر ایک صورت میں
قبائل کی رقابت کو بڑھانا جانتے تھے یہ
مدد دے کر نئے فتنے جگانا جانتے تھے یہ
وقار علم و مذہب سے بھی اکثر کام لیتے تھے
خدا کا اور کلیم اللہ کا بھی نام لیتے تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے لیکن دشمنی کیوں تھی؟
اسی گلزار پر ان کی یہ شعلہ افگنی کیوں تھی؟
مدینے میں بھی رہتے تھے یہود اور کچھ تھے خیبر میں
مگر پھیلا ہوا اک جال تھا ان کا عرب بھر میں
بچھا رکھا تھا دام قرض کیا دی کے حیلوں سے
یہ دولت لوٹتے تھے اوس و خزرج کے قبیلوں سے
یہ ساہو کار تھے گھر گھر میں قائم تھا رسوخ ان کا
کہ منہ تکتے تھے اپنی ہر ضرورت پر شیوخ ان کا
ادھر قانون اسلامی تھا دشمن سود خواری کا
مٹانا چاہتا تھا نام ہی سرمایہ داری کا
یہود اس کو کسی صورت گوارا کر نہ سکتے تھے
مسلمانوں سے کوئی بھائی چارا کر نہ سکتے تھے
یہ دھنا سیٹھ ساہو کار صراف اور بیوپاری
نہ کرتے کس طرح سرمایہ داری کی طرفداری
بظاہر گانٹھتے تھے یہ مسلمانوں سے یارانہ
بباطن چل رہے تھے ہر طرف چالیں حریفانہ

اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں

تملق، آشنائی سود خواری ہی کے پھندے تھے
کہاں کی دوستی یہ طمع ذاتی ہی کے بندے تھے
رسول پاک ان لوگوں کو سمجھاتے تھے نرمی سے
مگر یہ قوم پیش آتی تھی گستاخی سے گرمی سے
فسادو فتنہ سے معمور تھا ان کا رگ و ریشہ
دغا دیتے تھے ہر اک مرحلے پر یہ دغا پیشہ
نظر آتا تھا ان کو بار آور نخل اسلامی
تو ہوتا تھا انہیں اپنے لیے احساس ناکامی
ہوا تھا بعد فتح بدر آتش زا حسد ان کا
احد کے بعد ابھرا اور بھی اب حال بد ان کا
احد کی ضرب کھا کر بھی مسلماں سخت جاں نکلے
یہ صدمہ سہہ گئے ثابت رہے اور کامراں نکلے
پڑی ضرب معونہ اور افتاد رجیع ان پر
نظر آئی بظاہر تنگ دنیائے وسیع ان پر

یہود کی ہر کوشش ناکام

مسلماں پھولتے پھلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
کہ راہ راست پر چلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
یہودوں نے بسا اوقات طرح جنگ بھی ڈالی
ہمیشہ منہ کی کھائی' یعنی وار ان کا گیا خالی
غریبوں اور مزدوروں کی قوت بڑھتی جاتی تھی
نظر آیا کہ یثرب میں اخوت بڑھتی جاتی تھی!
اصول دین بیضا تھا مخالف سود خواری کا
مدار اس سود خواری ہی پہ تھا سرمایہ داری کا
انہیں اس قوت اسلام سے خطرہ نظر آیا
کہ تھی مزدور کی محنت ہی ان لوگوں کا سرمایہ

یہود کی غضبناکی

یہ سمجھے ٹوٹ جائیں گے ہمارے مکر کے پھندے
اگر آزاد ہو جائیں گے یہ اللہ کے بندے
اگر اسلام نے مزدور کی یوں پاسداری کی
اکھڑ جائے گی دنیا سے ہوا سرمایہ داری کی
ہے اس سرمایہ داری ہی سے اپنا بھی وجود آخر
یہی جاتی رہی تو کیا رہی قوم یہود آخر
یہ چرچا سود لینے اور دینے کی مناہی کا
یہود قوم کو پیغام دیتا ہے تباہی کا
یہودی قوم کیا ہے ہم بھی دنیا کو بتا دیں گے
عرب سے مذہب اسلام کا جھگڑا چکا دیں گے

ناقابل اصلاح قوم

جناب رحمۃ للعالمین نے فرط رحمت سے
روا رکھا کرم ہی حضرت موسیٰ کی امت سے
مگر تھی ان دنوں قوم یہود اخلاق سے عاری
نشہ تھا دولت و طاقت کا ہر اک فرد پر طاری
فریضہ تھا رسول اللہ کا تبلیغ دیں کرنا
خیال و فعل کی پاکیزگی کو دل نشیں کرنا
مگر یہ اہل زر نازاں تھے سفلی زور و طاقت پر
دنائت پیشہ تھے قائم رہے اپنی حماقت پر
نوازا پے بہ پے حضرت نے احسانات سے ان کو
بحسن خلق روکا ان بری عادات سے ان کو
مگر یہ قوم پختہ ہو چکی تھی خامکاری میں
بڑھی جاتی تھی اپنی بدسگالی بدشعاری میں
مدینے میں یہودی قوم کے جتنے قبائل تھے
بڑی سختی سے امن و صلح کے رستے میں حائل تھے
بظاہر ملتے جلتے تھے بظاہر عہد و پیماں تھا
بباطن ہر قدم پر ہاتھ ان کا فتنہ ساماں تھا

یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل

شبانہ روز دار الامن میں فتنہ فساد ان کا
منافق سے مودت اور مومن سے عناد ان کا
نبی کے حق میں ان کی بدکلامی اور بدخواہی
عوام الناس میں ان کی بد آموزی و بد راہی
مسلسل دشمنان دین حق سے سازشیں ان کی
مسلماں قتل ہوتے ہوں تو اس پر نازشیں ان کی
رسول اللہ ان پر رحم فرماتے رہے برسوں
یہود اطوار بد سے رنج پہنچاتے رہے برسوں
یہودی گامزن تھے شاہراہ کینہ کاری پر
بنا اسلام کی قائم تھی لیکن بردباری پر
یہ بد فطرت بھی تھے گستاخ بھی اور دشمن جاں بھی
یہ محسن کش بھی تھے احساں فراموشی پہ نازاں بھی
نہیں تھا قابل اصلاح قال ان کا نہ حال ان کا
حد برداشت سے باہر تھا طعن و اشتعال ان کا

رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں

رمق بھر آدمیت بھی یہودوں میں اگر ہوتی
تو یہ قوم از سر نو زندگی سے بہرہ ور ہوتی
مگر جو قوم حرص زر سے قاتل ہو رسولوں کی
وہ قائل کس طرح ہو درد مندانہ اصولوں کی
یہود اسلام کی تبلیغ میں سمجھے شکست اپنی
کمائی بند ہوتی دیکھتے تھے زر پرست اپنی
دیا تو یہ دیا آخر صلہ خلق محمد کا
نمایاں کر دیا آئینہ اپنی فطرت بدکا
طلوع صبح صادق میں نظر آئی جو رات اپنی
نبی کو قتل کر دینے میں یہ سمجھے حیات اپنی
یہ سازش یہ ارادے یہ دغا بازی یہ تدبیریں
یہودی قوم گویا لکھ رہی تھی اپنی تقدیریں
محبت کذب سے تھی حق سے تھیں بیزاریاں ان کو
لہٰذا ہو گئیں حاصل دوامی خواریاں ان کو
نبی کو قتل کر دینے کی خفیہ خفیہ تدبیریں
ہوئیں ناکامؔ جیسے گر پڑیں بالو کی تعمیریں
وجود ان کا مدینے میں تھا مرکز قتل و غارت کا
خدا نے کر دیا اب سد باب ان کی شرارت کا

علانیہ جو پیش آئے جدل سے اور کینے سے

بدر ہونا پڑا اس قوم کو آخر مدینے سے

سلامت نکل جانے کی اجازت

محمد جود کا منبع محمد لطف کا معدن
محمد عفو کا دریا محمد رحم کا مخزن
محمد کو نہ تھا مطلوب ذاتی انتقام ان سے
فقط مقصود تھے آزادی دارالسلام ان سے
نہ ان کے مال و دولت سے تعرض کوئی فرمایا
نہ ان کی حرکتوں کو قابل پاداش ٹھہرایا
نبوت نے انہیں ہر شے اٹھانے کی اجازت دی
جدھر بھی چاہتے تھے ان کو جانے کی اجازت دی
مسلمانوں سے فرمایا کرو احساں جواں مردو
انہیں کچھ زاد راہ بھی دوٗ سواری بھی عطا کر دو
یہود اس طرح مال اونٹوں کے اوپر لاد کر نکلے
غنیمت لوٹ کر جیسے کوئی بیداد گر نکلے
یہ سارا مال و زر تھا خون مزدور کسانوں کا
اسے سمجھا گیا صدقہ مسلمانوں کی جانوں کا
مہاجن بھیڑیے نکلے جو انسانوں کی بستی سے
تو ابھری ہستی مزدور مجبوری کی پستی سے

مسلمانوں کا سارے عرب پر دھاوا

نوازش پیروان ہادی اسلام کا شیوہ
دغا احساں فراموشی ذلیل اقوام کا شیوہ
جناب ہادی اسلام کے حسن مروت سے
یہودی قوم بچ نکلی تھی پاداش بغاوت سے
مناسب تھا یہود اب حال کی اصلاح کر لیتے
پھر اک مہلت ملی تھی دامن امید بھر لیتے
مروت اور نوازش کو مگر وہ سادگی سمجھے
اسے اسلام کی کمزوری و افتادگی سمجھے
علی ارغم اس مروت کے علی ارغم اس نوازش کے
یہود اب مرتکب تھے اک عظیم الشان سازش کے
رسول اللہ سے پوشیدہ نہ تھا یہ حال فتنے کا
اسی صورت سے تھا منظور استیصال فتنے کا
وبال خبث باطن آشکارا ہوتا جاتا تھا
جلال نور حق بھی جلوہ آرا ہوتا جاتا تھا

سارا عرب مشتعل

نضیر و قینقاع اہل کتاب اللہ کے دشمن
مدینے سے نکل کر بن گئے تھے اور بھی پر فن
رئیسان یہود آ کر ملے قرشی امیروں سے
ملی اک اور بھی جرات شریروں کو شریروں سے
ہوئیں تیاریاں اتنا بڑا طوفاں اٹھانے کی
کہ جس سے ہل کے رہ جائیں بنائیں اس زمانے کی
عرب کے جنگجو رہزن قبائل سے مدد مانگی
مسلح اور لڑاکے آدمی مانگے رسد مانگی

بڑے بڑے قبائل کی فوجیں

دکھائے سبز باغ، اہل ہوس پر دام زر ڈالا
یہودی اور قریش مال و شوکت کا اثر ڈالا
فراہم کر لیے اس طرح سے چوبیس الف انساں
جری، سفاک، خوں آشام سب چھوٹے بڑے شیطاں
مرتب ہو کے مستان مئے پندار چل نکلے
سوئے دارالاماں سب مائل پیکار چل نکلے
درندوں کا یہ انبوہ عظیم اس رنگ سے نکلا
کہ نعرہ حرب کا ہر ضرب طبل جنگ سے نکلا

ملک خدا خر گرفت

یہ دنیا، یہ زمیں، چاروں عناصر کا یہ معمورہ
حیات نو بنو ہے جس سے پیدا اور مستورہ
یہ برو بحر کا مجموعہ، جس کا نام عالم ہے
ازل سے جس کی وارث مشترک اولاد آدم ہے
یہ وسعت جس میں رنگا رنگ کی مخلوق بستی ہے
یہ کہنہ خاکداں جو مخزن الوان ہستی ہے
یہ مجم ارض یعنی اک عجوبہ گنج پنہاں کا
یہ اک مشترکہ ورثہ اجتماعی نوع انساں کا
زمیں پہنائیاں کافی ہیں جس کی اپنی وسعت میں
زمیں ہر ایک حصہ دار ہے جس کی وراثت میں
اسے گنتی کے چند افراد باہم بانٹ لیتے ہیں
یہ شیطاں ورثہ اولاد آدم بانٹ لیتے ہیں
یہ بے حس، بے حیا یہ خود پسند و خود غرض انساں
یہ انسانوں کی دنیا کے لیے مہلک مرض انساں
یہ پتھر اور سانپوں کے مماثل سنگدل کیڑے
یہ زہر آلود مضغۂ بے مروت تنگدل کیڑے
یہ کیڑے جن کے سر میں مغویانہ جوش سرسامی
خدا جن کا ہے خود رائی، خودی جن کی ہے خود کامی

یہ موذی جانور اک دو نہیں دھاڑے کا دھاڑا ہے
چمن انسانیت کا ان کی یورش نے اجاڑ ہے

دوسروں کی کمائی پر جینے والے

یہ اک طبقہ ہے انسانوں میں سانپوں اور درندوں کا
کہ سب مردار جیتے ہیں لہو پی پی کے زندوں کا
جتھے بنتے ہیں یہ ایذا دہندے جمع ہو ہو کر
جماتے ہیں تسلط ابن آدم کی خلافت پر
بسا مکار باہم سازشوں سے کام لیتے ہیں
مشقت دوسرے کرتے ہیں یہ آرام لیتے ہیں
بہت سے ان میں زیر خرقہ سالوس رہتے ہیں
لباس آدمی میں بھیڑئے ملبوس رہتے ہیں
بہت سے پالتو کتے کھلنڈرے سیدھے سادے ہیں
مگر جب اصل دیکھو گرگ ہیں اور گرگ زادے ہیں
بہت سے جونک بن کر چوستے ہیں خون انسانی
بظاہر بے ضرر لیکن بباطن دشمن جانی
یہ ان کی مسمی شکلیں ہیں گویا اصل دام ان کے
چھرے ان کی بغل میں ہیں لبوں پر رام رام ان کے
شکار آتے ہی زد پر وہ لپک ان کی جھپٹ ان کی
نگاہوں سے حقارت اور مونہوں سے ڈپٹ ان کی
یہ ہر بستی میں ہر منزل میں ہیں ہر رہگذر میں ہیں
جہاں بھی ہیں بہ ذکر سود ہیں یا فکر زر میں ہیں

یہ ہر منڈی میں ہر بازار میں آسن جماتے ہیں
یہ محنت توڑتے ہیں اور سرمایہ بناتے ہیں
کہیں گندم نمائی جو فروشی کاروبار ان کا
کہیں ابلہ فریبی پر جوئے پر ہے مدار ان کا
یہ اندھے سونگھتے پھرتے ہیں زر کی بو اندھیرے میں
پھریں بو گیر کتے جس طرح ہر سو اندھیرے میں
نگاہیں ان کی حرص مال و زر سے خیرگی میں ہیں
یہ کالے ہوں کہ گورے انتہائی تیرگی میں ہیں
پسند ان کو بشر کی ٹھوکریں ہیں اور افتادیں
کہ یہ ظلمت کے بچے ہیں اندھیرے کی ہیں اولادیں

اقتدار شخصی کی ہوس

اسی دنیائے آدم زاد میں کچھ لوگ چیتے ہیں
یہ جیتے آدمی کا گوشت کھاتے خون پیتے ہیں
نچڑتا ہے لہو کھنچتی ہیں کھالیں اک زمانے کی
مگر رہتی ہے بھٹی گرم ان کے کار خانے کی
سوا اپنے یہ ہر انسان کو حیواں سمجھتے ہیں
مویشی جانتے ہیں عیش کا ساماں سمجھتے ہیں
بہت سے راہزن تسخیر کرتے ہیں زمانے کو
یہ دھاوے مارتے ہیں لوٹنے کو اور کھانے کو
یہ عالی جاہ بن کر ڈھونگ رچتے ہیں حکومت کا
جگا دیتے ہیں فتنہ تفرقے کا اور خصومت کا
فریب و مکر و جبر و جور کا ہے نام دانائی
جہاں بھر کی غلامی سے ہے ان لوگوں کی آقائی
نمائش ہے نمود ان کی وجود ان کا انانیت
جتانا چاہتے ہیں دوسروں پر اپنی فوقیت
یہ فوقیت جتانے کا ہے لاحق ایک مرض ان کو
بنا رکھا ہے جس نے انتہائی خود غرض ان کو
یہ فوقیت زمانے بھر کے مال و زر کی طالب ہے
علاج اس کا نہیں ممکن، مرض کمبخت غالب ہے

زمینیں چاہئیں زر چاہیے زن چاہیے ان کو
شرابیں چاہئیں دامان گلشن چاہیے ان کو
بلا سے آدمی کی بستیاں برباد ہو جائیں
مگر گنتی کے یہ شیطان زادے شاد ہو جائیں
حصول لذت شخصی کا گر سیکھے ہیں شیطاں سے
روایت لائے ہیں نمرود سے فرعون و ہاماں سے
جفا سے جور سے عیاری و سازش سے حیلے سے
یہ آقائی کریں گے اپنی قائم ہر وسیلے سے

مفت خور

عوام الناس اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں
یہ جرم امن خواہی اژدہاؤں کے نوالے ہیں
کروڑوں محنتی کرتے رہیں دن رات مزدوری
مگر ان کے نصیبوں میں تو روٹی بھی نہ ہو پوری
ادھر اک طبقہ بے کار کھائے بھی اڑائے بھی
جمائے دھونس بھی، غرائے بھی اور کاٹ کھائے بھی
تن آسانوں کا یہ طبقہ ہے قائل مفت خوری کا
بناتا ہے یہی قانون چوری سینہ زوری کا
دہائی آگے آگے ہے جہاں بھی ان کے پھیرے ہیں
غریبو! آؤ لٹ جاؤ، یہ قانونی لٹیرے ہیں
یہی طبقہ ہے آزادی پسند انسان کا دشمن
یہی ایمان کا لاگو یہی ہے جان کا دشمن
یہ طبقہ باوجود قلت تعداد و کمزوری
مسلسل رات دن کرتا ہے اک باضابطہ چوری

لٹیروں کا باہمی ربط وضبط

یہ طبقہ مشتمل ہوتا ہے ان وزدان نامی پر
یقین پختہ رکھتے ہوں جو مزدوروں کی خامی پر
جو پورے باخبر ہوں وزد پیشہ بھائی بندوں سے
جو واقف ہوں حریفوں اور رقیبوں کے گزندوں سے
یہ سب اک دوسرے سے خائف و ترساں بھی رہتے ہیں
برابر نفع ذاتی کے لیے کوشاں بھی رہتے ہیں
مگر ملحوظ رہتی ہے جماعت بالخصوص ان کو
مفاد طبقہ وزداں سے ہے پورا خلوص ان کو
تپاک باہمی ان کا برائے خواجہ تاشی ہے
کہ یہ سب ایک ہیں، مقصود سب کا بد معاشی ہے
یہ جس قریے میں جس خطے میں ہیں، جس مملکت میں ہیں
تمنائے حصول اقتدار و سلطنت میں ہیں

شخصی ریاست جبری سیاست

بناتے ہیں یہ مل جل کر ادارہ خانہ وزدی کا
بہت بھاری عظیم الشان بیاکانہ وزدی کا
یہ قانونی ادارہ ہے، ریاست نام رکھا ہے
یہ تخویف و تعدی ہے سیاست نام رکھا ہے
غلامی اہل محنت کی لوازم اس سیاست کے
ہیں استحصال سرمایہ مقاصد اس ریاست کے
ریاست سایہ اقبال جس کا شعلہ زن آہیں
سیاست، خون مظلوماں سے قائم جس کی تنخواہیں
یہ تزویری امارت راجگی، نوابی و شاہی
تعیش، خود پرستی، بے لگامی اور بد راہی
ذرا دیکھو تو اس ذریت شیطاں کی تقسیمیں
حدیقے اور جاگیریں ممالک اور اقلیمیں
بیار ان کے تسلط میں یمیں بھی ان کے قبضے میں
زمیں بھی اور سکان زمیں بھی ان کے قبضے میں

شخصی اقتدار کے گرگے

وزارت' اہلکاری' لشکریت اور جاسوسی
حیات چند کس میں اجتماعی مرگ مایوسی
یہ چند افراد کارندے رئیسانہ سیاست کے
بڑی سرکار ہیں' افسر ہیں' پتلے ہیں نفاست کے
عبارت زیست ہے ان کی لباسوں اور غذاؤں سے
پھلا پھولا ہے ان کا نفس معدے کی ہواؤں سے
انہیں محکوم لوگوں کے ہے سائے سے بھی گھن آتی
وہ کرتے ہیں عرق ریزی یہ بو ان کی نہیں بھاتی
فقط کھیتوں کی پیداوار ہی مرغوب ہے ان کو
فقط مزدور کی محنت کا پھل مطلوب ہے ان کو
نہ شفقت ان کو بچوں سے نہ ہمدردی ضعیفوں سے
اراذل سے انہیں دل بستگی' نفرت شریفوں سے
ہے ان کی پیٹ پوجا کے سوا ہر بات بیہودہ
بشر کا ہر شرف بے معنی ہر اوقات بیہودہ
وہ عامی اور بازاری' یہ سرکاری یہ درباری
وہ سب ہیں بہر خدمت اور یہ ہیں بہر سرداری

انتظام کے پردے میں لوٹ

یہ سب مرغان زریں سر خمیدہ اور کمر بستہ
نہیں ذہنی غلامی کے سوا جن کا کوئی رستہ
قصاص ان کی غلامی کا غلامی اہل محنت کی
کہ مہریں جن کے ماتھوں پر ہیں بدقسمت رعیت کی
کسانوں کاشتکاروں کا بھلا کیسے ہو پاس ان کو
میسر بھوکے ننگوں ہی سے ہے رزق و لباس ان کو
یہ باہیں برق خرمن سوز غلہ بونے والوں پر
نگاہیں ناوک دلدوز بھوکے سونے والوں پر
یہ دہقانوں کو ہیں جھنجوڑنے بھنبوڑنے والے
تہی دستی برائے جیب و دامن چھوڑنے والے
یہ حصہ دار ہر مزدور کی گاڑھی کمائی کے
محصل دانے دانے کے محاسب پائی پائی کے
غریبوں سے نوالے چھیننا خدمات ہیں ان کی
زبردستوں کے جوتے چاٹنا عادات ہیں ان کی
شکست شیشہ ہائے دل سے ہے پائندگی ان کی
کہ خون آرزو سے ہے بقائے زندگی ان کی
یہی تو خدمت حکام بالا دست کرتے ہیں
کہ ہر سینے میں قانونی چھری پیوست کرتے ہیں

ناحق پرستوں کا وجود

بشر کے مرتبے سے جب بشر ملعون گرتا ہے
تو اس کے ہاتھ سے نوع بشر کا خون گرتا ہے
معانی بھولتا ہے آدمی جب آدمیت کے
تو ہر دم سوچتے ہیں اس کو منصوبے اذیت کے
دغا مکرو فریب' آدم شکاری' مردم آزاری
تباہی غدر' بربادی' فساد و ظلم و خونخواری
علی الرغم خدا یہ خدمت شیطان کرتے ہیں
درندے جو نہیں کرتے وہ یہ انسان کرتے ہیں
جہاں بھی جمع ہو جاتے ہیں یہ عنصر ضلالت کے
بگولے اٹھتے رہتے ہیں وہیں ظلم و جہالت کے
بدی ہوتی ہے رہبر' کفر ہوتا ہے مشیر ان کا
انہی دونوں کے ہاتھوں گھٹ کے مرتا ہے ضمیر ان کا
بنائے زندگی رکھتے ہیں یہ مردہ ضمیری پر
نمود اقتدار ذات سے مرتے ہیں میری پر
تمنائے حصول اختیار شخصی و ذاتی
سگ دیوانہ کے مانند ہے ان سب کو دوڑاتی
بہ زور پستی' فطرت یہ خواہاں بلندی ہیں
یہ سب ناحق پرست انساں عدوئے حق پسندی ہیں

رگ باطل سے وابستہ ہے ان سب کا رگ و ریشہ
انہیں دنیا میں ہے بس اک وجود حق سے اندیشہ
تصور میں بھی آ جائے جو صورت حق پژوہوں کی
دھڑک جاتی ہے چھاتی اہل باطل کے گروہوں کی
وجود اہل حق سے خوف یہ ہے ان کی قوت کو
مبادا زندگی مل جائے انسانی اخوت کو

وجود اہل حق

وجود اہل حق یعنی مساوات بنی آدم
وجود اہل حق یعنی بشر شیرو شکر باہم
وجود اہل حق یعنی صلائے عام آزادی
جہاں بھر کے غلاموں کے لیے پیغام آزادی
وجود اہل حق مینار روشن بحر ظلمت میں
پناہ زندگانی دور طوفان ہلاکت میں
وجود اہل حق موجودگی ان درد مندوں کی
جو کرتے ہیں مدد ہر حال میں مجبور بندوں کی
وجود اہل حق یعنی سہارا بدنصیبوں کا
جفا و ظلم کے مارے ہوئے عاجز غریبوں کا
وجود اہل حق یعنی خدا کے باوفا بندے
امین و صلح جو پابند تسلیم و رضا بندے
وہ بندے جو زمیں پر امن کی بستی بساتے ہیں
زمانے بھر کو صلح و آشتی کا گر سکھاتے ہیں
وہ بندے جو گلستان جہاں آباد کرتے ہیں
جو اپنا خون صرف گلشن ایجاد کرتے ہیں
وہ بندے جو مساوات و اخوت میں یگانے ہیں
نظر میں جن کی سب انسان اک خرمن کے دانے ہیں

وہ بندے جن کے نور درد سے معمور ہیں سینے
زبانیں اور دل ہیں جن کے یک رنگی کے آئینے
یقیں ہے جن کا شرع صدق و انصاف و عدالت پر
ہمیشہ جن کو رحم آتا ہے مظلوموں کی حالت پر
جنہیں مطلوب ہر دم حق رسی ہے زیر دستوں کی
پسند آتی نہیں جن کو جفا قابو پرستوں کی
جو مال و جاں سے امداد یتامیٰ کرنے والے ہیں
جو مسکینوں کے محتاجوں کے دامن بھرنے والے ہیں
جو خود فاقے سے رہ کر دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں
زمیں خوشحال ہوتی ہے جہاں سے بھی گزرتے ہیں
جو معذوروں ضعیفوں بیکسوں کے کام آتے ہیں
غلاموں کی مشقت اپنی جانوں پر اٹھاتے ہیں
جو محکوموں کو مظلوموں کو جانیں جراتیں دے کر
بنادیتے ہیں جوش حریت کے خوشنما پیکر
یہ آزادی کے پتلے سرفرازی جب دکھاتے ہیں
زمانے بھر کے محکوموں کو آزادی دلاتے ہیں
یہی ہیں دیو استبداد کا منہ توڑنے والے
یہی سرمایہ داری کی ہیں آنکھیں پھوڑنے والے
یہی ہیں جن سے امیدیں زمانے کی ہیں وابستہ
انہیں کا منتظر ہے ہر غلام دست و پابستہ

محمد ﷺ کا مدینہ

مچا تھا جن دنوں اندھیر دنیا کے سفینے میں
وجود اہل حق موجود تھا بس اک مدینے میں
محمد کا مدینہ ہی جہاں میں ایک بستی تھی
جہاں راحت کا سایہ تھا جہاں رحمت برستی تھی
محمد کا مدینہ ہی تھا فردوس بہار آرا
وگرنہ باغ آدم زاد تھا وقف خزاں سارا
کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمد کے
محمد بھی یہاں موجود اصحاب محمد بھی
پناہ رحمۃ للعالمین فضل ایزد بھی
یہاں انسان صلح و امن کی بستی میں بستے تھے
نکل آئے تھے خارستان سے گلشن میں بستے تھے
غلاموں کی رہائی کا یہاں سامان ہوتا تھا
کوئی زنگی ہو یا رومی یہاں آدم کا پوتا تھا
مساوات و اخوت کی یہاں تعلیم ہوتی تھی
بشر کو دولت انسانیت تقسیم ہوتی تھی
طمانیت کے جلوے تھے نگاہ دردمنداں میں
مسرت مسکراتی تھی جبین صبح خنداں میں

قبولیت کے دامن تھام رکھے تھے دعاؤں نے
مراد زندگی کے ساز چھیڑے تھے ہواؤں نے
حیات نو میسر تھی چمن کو اپنے مالی سے
امیدیں پھوٹتی تھیں پتے پتے ڈالی ڈالی سے
نگاہ عرشیاں میں فرش فردوس نظارا تھا
خدا کے فضل سے انسان کامل جلوہ آرا تھا

انسان کامل کی برکات

یہاں روح الامیں خیر الامیں کے در پہ حاضر تھا
یہاں رحمت تھی سرگرم عمل اللہ ناظر تھا
نمایاں ہو رہے تھے روز و شب انسان کے جوہر
کمال بندگی کے علم کے عرفان کے جو ہر
جبینیں تھیں یہاں انوار ایمانی سے تابندہ
نگاہیں تھیں یہاں الطاف ربانی کی جوئندہ
نہ رعب باد شاہی تھا نہ فر تاجداری تھی
محمد کی قیادت میں خدا کی شرع جاری تھی
نہ شانیں تھیں دکھاوے کی نہ پوشاکیں نمائش کی
نہ تمہیدیں تفاخر کی نہ ترکیبیں ستائش کی
کمر باندھے ہوئے سرکار حریت کے درباری
مسلسل کر رہے تھے آج چشمے فیض کے جاری
یہاں بے زر نئی دنیا کی تعمیریں اٹھاتے تھے
مساوات بنی آدم کے نظارے دکھاتے تھے
تمنائیں بر آتی تھیں یہاں ذوق ارادت کی
صداقت کے لیے دولت مہیا تھی شہادت کی
یہاں ہر رنگ کے پھولوں کا اک گلزار کھلتا تھا
غریبوں بے زبانوں کو لب گفتار ملتا تھا

یہاں مٹی نے سیکھا مطلع الانوار ہو جانا
نصیبے کو جگانا' دولت بیدار ہو جانا
یہاں تسکین و راحت پائی تھی آفت کے ماروں نے
یہاں سیکھا خوشی کا مسکرانا سوگواروں نے
یہاں پسماندگی نے درس پایا شہسواری کا
یہاں حاصل تھا محکوموں کو رتبہ شہر یاری کا
یہاں دولت سے رغبت تھی نہ غربت سے تھی بیزاری
کہ دولت مند کو تھا رشک استغنائے ناداری
یہاں بندے تھے قائم حق پرستی حق پسندی پر
لیے جاتا تھا ذوق انکسار ان کو بلندی پر
مجاہد تھے مگر نام خدا پر کانپ جاتے تھے
یہ زاہد تھے فقط صدق و یقیں پر سر جھکاتے تھے
یہ سرافراز سجدہ ریز تھے درگاہ باری میں
یہ دست و پا تھے خلق اللہ کی خدمت گزاری میں
یہاں محنت کو اپنے حق سے ہوتی تھی نہ محرومی
نہ دیتے تھے یہاں دہقاں خراج عجز محکومی
زکوۃ و صدقہ و خیرات پاکیزہ کمائی کے
یہاں سامان بنتے تھے غلاموں کی رہائی کے
دلوں میں جاگ اٹھا تھا یہاں احساس خدمت کا
مریض انسانیت کو مل رہا تھا غسل صحت کا
رضاکاری کے رشتہ سے تھا اس گلشن کا شیرازہ

یہاں مسرور ہر چہرہ تھا' جیسے پھول ہو تازہ
یہاں سرمایہ و محنت سے غائب تھی حد فاصل
کہ جس کا نام سرمایہ ہے محنت ہی کو تھا حاصل
متاع محنت و سرمایہ تھے شیر و شکر دونوں
دفاع جبر شخصی کے لیے سینہ سپر دونوں
یہاں اللہ واحد حی و قیوم ان کا حاکم تھا
وہ خالق تھا وہ رازق تھا وہی رحمن و ارحم تھا
یہاں مسجد تھی جس میں نور کے فوارے چلتے تھے
یہاں قرآں تھا جس سے فیض کے دریا ابلتے تھے
یہاں وہ کملی والا تھا محمد نام تھا جس کا
جہاں میں صلح و امن و آشتی پیغام تھا جس کا
نہ شخصی دولت و حشمت نہ تخت و تاج والا تھا
مگر وہ سرور کونین تھا معراج والا تھا
محمد مرکزی خیر دوعالمؐ مخزن خوبی
ہمہ اخلاق اور احساںؐ ہمہ حسن اور محبوبی
وہ اللہ کی طرف سے مذہب اسلام کا ہادی
دلانے آیا تھا بندوں کو غیر اللہ سے آزادی
محمد نے دیا انساں کو جوہر حق نیوشی کا
کہ شب ٹھٹھری ہوئی تھیؔ مہر چمکا گرمجوشی کا
دماغ و فکر کوؔ علم و عمل کو زندگی دے دی
خیال و روح و جان و جسم کو تابندگی دے دی

نہ حاصل تھی جو قوت بادشاہوں کج کلاہوں کو
محمد نے وہ بخشی عام مومن کی نگاہوں کو
یہ خوش بختی صلائے عام تھی سارے زمانے کو
نوید عزت و اکرام تھی سارے زمانے کو
قدم زن ہو گیا انسان آزادی کی راہوں پر
فلاح دین و دنیا چھا گئی سب کی نگاہوں پر
یہاں دہقان خود تھا اپنی کشت زیست کا مالی
یہاں مزدور کو حاصل تھا دور عیش و خوشحالی
گری برق اخوت خرمن بغض و کدورت پر
بحالی آ گئی روندی ہوئی مٹی کی صورت پر
ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی
ہوئی آنسو بھری آنکھوں کو جرأت مسکرانے

مدینہ کے چاروں طرف

مدینے کے سوا ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
بشر کو جاہلیت اور معصیت نے گھیرا تھا
تلاطم تھا جہاں میں بدعت و غصب و خیانت کا
چلن بھولے ہوئے تھے آدمی صدق و دیانت کا
شریروں کے جتھے غارتگروں کی ٹولیاں ٹولے
کھڑے تھے بھیڑیے جبڑے نکالے اور منہ کھولے
فساد و فتنہ کی چاروں طرف تھی گرم بازاری
غریبی ذلت و خواری امیری ظلم و بدکاری
جہاں میں جو کوئی بھی دوسروں سے زور والا تھا
اسی ظالم نے کمزوروں کو اٹھ کر پیں ڈالا تھا
پناہ زیر دستی تھی زبردستی کے پیروں میں
جگہ غیرت کو حاصل تھی نہ اپنوں میں نہ غیروں میں
تعدی چھینا جھپٹی مار لینا اور کھا جانا
بشر نے زندگی کا بس یہی تھا مدعا جانا
بیاباں تھا کہ دریا تھا بلندی تھی کہ پستی تھی
یہ دنیا کیا تھی لٹنے لوٹنے والوں کی بستی تھی
مدینے ہی میں بندوں کو میسر فضل داور تھا
کہ بیرون مدینہ کوئی حامی تھا نہ یاور تھا

مدینہ فرش پر تھا آسمان عرش کا تارا
وگرنہ ارض مٹی کا تھا اک تاریک سیارا

جاءالحق وزھق الباطل

ستیزہ کار تھی اس نور حق سے ظلمت باطل
کہ باطل جانتا تھا مٹ رہی ہے شوکت باطل
اندھیرے کی ہزیمت لازمی تھی اس اجالے سے
ظہور والفجر تھا آج کالی کملی والے سے
مدینے میں نظر آتی تھی ہستی اک نئی دھن میں
پڑی تھی کھلبلی سی آج شیطانی تمدن میں
مدینہ تھا بھری دنیا میں چند افراد کی بستی
یہ چند افراد کیا تھے انتخاب گلشن ہستی
یہ چند افراد لذت یاب تھے ایمان کامل سے
کہ ان کو مل رہی تھی تربیت انسان کامل سے
یہ قطرے یم بہ یم تھے زیست کا دریا بہانے کو
صدائے قم باذن اللہ سے مردے جلانے کو
ہزاروں رحمتیں نازل تھیں اس آباد بستی پر
اسی بستی کا پر تو پڑ رہا تھا روئے ہستی پر
یہ دہقانوں کی سرسبزی یہ مزدوروں کی خوشحالی
ضعیفوں کی جواں بختی جوانوں کی خوش اعمالی
ابھی سے نور افشاں تھیں ضیائیں جن کے پرچم کی
یہ چند افراد تھے کفار عالم کے لیے دھمکی

بھلا ناحق پرستوں کو یہ صورت کس طرح بھاتی
وہاں تو پٹ گئے دیدے وہاں تو پھٹ گئی چھاتی

حق سے اہل باطل کے اندیشے

یہ مٹھی بھر وجود اہل حق کیا جانے کیا شے تھا
کہ ذرہ ذرہ دنیائے باطل اس کے درپے تھا
نظر آیا یہ پودا بار آور ہوتا جاتا ہے
ستارہ بڑھتے بڑھتے شاہ خاور ہوتا جاتا ہے
خیال آیا اگر اسلام یوں نشو نمو لے گا
تو باطل کا شجر کیسے پھلے گا اور پھولے گا
عوام الناس اگر جھولوں میں آزادی کے جھولیں گے
تو اپنے باپ دادا کی پرانی راہ بھولیں گے
پرانی راہ بد راہی پرانی راہ نادانی
جو رکھتی تھی انہیں ہر کارہ ہر کار شیطانی
بتوں کی بھینٹ چڑھنا بت گروں کی چاکری کرنا
ہمیشہ ظلم سہنا اور ظالم پروری کرنا
ظالم غور کیا کرتے
انہیں شیطان نے انگلی دکھائی اور کیا کرتے
مسلمانوں کا قصہ پاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
مدینے کو جلا کر خاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
بدی کی راہ بد راہی کا یہ سیلاب چل نکلا
مسلمانوں سے لڑنے لشکر احزاب چل نکلا

ہلاکت خیز طوفاں تھا کہ فوجیں گرگ زادوں کی
بیاباں پر رواں تھیں تند موجیں بد نہادوں کی
زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں چکر میں آیا تھا
کبھی اس دشت پر اتنا بڑا لشکر نہ پایا تھا

آنحضرت کی مجلس مشورت

پناہیں دوسروں کو دینے والے خود نہیں سوتے
جو تقدیریں جگاتے ہیں کبھی غافل نہیں ہوتے
رسول اللہ نے اس فتنہ نو کی خبر پائی
صحابہ کی جماعت مشورہ کرنے کو بلوائی
کہا اس مرتبہ سب سے بڑا سیلاب آتا ہے
عرب کا منتخب مجموعہ احزاب آتا ہے
تمہاری رائے کیا ہے کس طرح ہو سد باب اس کا
بتاؤ کس طریقے سے دیا جائے جواب اس کا

حضرت سلمان فارسی کی رائے

تھے سلماں فارسی موجود سرکار رسالت میں
ہوئے یوں عرض پیرا اٹھ کے دربار رسالت میں
حضور افواج کی تعداد ہے اس مرتبہ بھاری
مسلمانوں کو لازم مصلحت کی ہے نگہداری
کھلے میداں میں ایسے لشکروں سے دو بدو ہونا
مری رائے میں ہے جان عزیز غازیاں کھونا
مری رائے میں خندق کھود لیں ہم گرد لشکر کے
مہیا ہوں ہمارے سامنے انبار پتھر کے
اگر اک خطہ محفوظ میں ہو فوج اسلامی
تو دیکھیں گے عدو اس مرتبہ بھی روئے ناکامی

خندق

رسول پاک نے اس رائے کی تحسین فرمائی
پسند خاطر عالی ہوئی سلماں کی دانائی
مہیا کر لیے سرکار نے آلات عجلت سے
صحابہ میں ہوئی تقسیم کار ایمائے حضرت سے
مجاہد ہو گئے تقسیم دس دس کے گروہوں میں
رسول اللہ خود موجود تھے ان حق پژوہوں میں
حدیں قائم ہوئیں خندق کی دست پاک ہادی سے
ہوئے مصروف کار اہل وفا ذوق ارادی سے
ہوئی تفویض دس دس گز زمیں ہر اک جماعت کو
بذوق و شوق ہر اک فرد تھا حاضر اطاعت کو

محبوب خدا مزدور کے لباس میں

زمیں پر دیدنی تھی آسمانی نور کی صورت
نبی شامل تھا مزدوروں میں اک مزدور کی صورت
یہ محنت فی سبیل اللہ تھی حق سرمایہ تھا ان کا
یہ تھے اللہ کے مزدور عالی پایہ تھا ان کا
نگاہ عرش سوئے فرش تھی حیرت سے آئینہ
جمی تھی بازوؤں پر گرد اٹا تھا خاک سے سینہ
وجود ان کے تھے محو کار آنکھیں محو یار ان کی
وہ رشک مہرو مہ تھا راحت لیل و نہار ان کی
ہم آہنگی سے آتے تھے رجز ان کی زبانوں پر
زمیں پر کام کرتے تھے صدا تھی آسمانوں پر

پیٹ پر پتھر

گزارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقت میں
رخ شامی پہ خندق کھود لی ارباب ہمت نے
مگر اک مرحلے پر ہو گئی حائل چٹان ایسی
اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی
لگائی ضرب پتھر پر جوان و پیر سب ہارے
پیمبر کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے
گزارش کی یہ پتھر ہو گیا ہے کام میں حائل
غلامان نبی کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل
کیا نظارہ حسن صابری کا چشم شاہد نے
کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر مجاہد نے
تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیرہن سرکا
ہوا آئینہ سب پر حوصلہ صبر پیمبر کا
عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گزاری کے
کہ دو پتھر بندھے تھے پیٹ پر محبوب باری کے
کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جز آب حضرت کو
کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرت کو

ضرب محمد

اوڑھا دی چادر حیرت فلک پر اس نظارے نے
لیا دست مبارک میں کدال اللہ کے پیارے نے
زبان پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
لگائی ایک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیا نکلی
ضیا ایسی کہ چمکے جس سے دامن کوہساروں کے
کھلے اہل نظر پر باب کچھ رنگیں نظاروں کے
مرقعہ قصر ہائے احمرین شام کا پایا
اشارہ اہل دیں نے غلبہ اسلام کا پایا
لگائی دوسری اک ضرب جب اللہ والے نے
دکھایا اک نیا منظر مقدر کے اجالے نے
اجالے میں جھلک تھی فارس کے قصر مدائن کی
یہ ضرب دست حق کنجی تھی کسرائی خزائن کی
پڑی ضرب سوم چٹان سنگیں اب پارہ پارہ تھی
نبی کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارہ تھی
نظر خیرہ ہوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی
یمن کا ملک دیکھا شہر صنعا کی جھلک دیکھی
یہ نظارے فتوحات ممالک کے اشارے تھے
نبی کے ہاتھ نے سب کام امت کے سنوارے تھے

مسلمانوں کی جمعیت ہزار افراد کی گنتی
اور اس تعداد میں بھی بیشتر زہاد کی گنتی
ہزار افراد میں ایذا و یثرب کے منافق بھی
کہ ہر دم ساتھ رہتا تھا یہ حزب ناموافق بھی
نظر آئیں جو فوجیں دشمنوں کی دور سے ان کو
تو سوجھی بھاگنے کی خطہ محصور سے ان کو

خندق کے آر پار

مگر خندق پہ آ کر رک گیا سیلاب دشمن کا
مسلماں دیکھتے تھے جوش و پیچ و تاب دشمن کا
لگے شور و شغب کرنے سبھی شوریدہ غوغائی
یہ پہلی منہ کی کھائی کافروں نے دیکھ کر کھائی
چلے گھوڑے کدانے شہسوار اس پار جانے کو
بڑھے اللہ کے بندے انہیں پیچھے ہٹانے کو
جدھر بڑھتے تھے ان پر پتھروں کا مینہ برستا تھا
کہ حملے کا فقط کھائی پھندا نے ہی سے رستہ تھا

احزاب عرب کی چھاؤنی

بالآخر ہٹ گئیں پیچھے یم احزاب کی موجیں
گزرنے پائیں خندق سے نہ اس سیلاب کی موجیں
لگائے حملہ آور لشکروں نے ہر طرف خیمے
مسلماں ایک جانب تین جانب صف بہ صف خیمے
فقط دارالاماں کا باب وا تھا اہلِ ایماں پر
یہ احسان محمد مصطفیٰ تھا اہلِ ایماں پر
مدینہ اس طرح محصور تھا افواج کے اندر
جزیرہ جس طرح ہو قلزم مواج کے اندر

کفار کے جیوش اور یہود

تلیٹی میں احد کی تھا بنی غطفان کا ڈیرا
وہاں تینوں طرف سے تھا قبائل کا بڑا گھیرا
قریش فوج کا ڈیرا میان جرف و غاوہ تھا
یہودی فوج کا لشکر قبائل کے علاوہ تھا
سلام اور حی اخطب سرغنے تھے ان لعینوں کے
یہ ساہو کار تھے سب کے یہ مالک تھے خزینوں کے

قبیلہ قریظہ کی بغاوت

مدینے میں فقط اب اک قریظہ کا قبیلہ تھا
ابھی پوشیدہ اہل حق سے جس کا مکر و حیلہ تھا
رسول اللہ نے ان پر کئے تھے بیشمار احساں
طرح دیتے تھے ہر لغزش پہ ان کو ہادی دوراں
مگر اب حی اخطب نے انہیں بھی آکے بہکایا
مسلمانوں کا مل کر خاتمہ کر دو یہ سمجھایا
قریظہ بھی اگر ان لشکروں میں آ کے مل جائے
تو شیطاں کا یہ گلزار جہنم اور کھل جائے
شریک جنگ ہونے ہی میں ہے مضمر مفاد اپنا
عرب کے ہر قبیلے پر جمے گا اعتماد اپنا
یہ کعب ابن اسد کے پاس پہنچا صورت شیطاں
کہا' دیکھو میں لے آیا ہوں کتنا تند خو طوفاں
ہم آئے ہیں نئے مذہب کا استیصال کرنے کو
بحال اپنا یہودی دولت و اقبال کرنے کو
ہمیں اسلام نے یثرب کی منڈی سے نکالا ہے
ہماری کاروباری زندگی پر ہاتھ ڈالا ہے
کھلی ہیں عامیوں کے واسطے بہبود کی راہیں
پڑی ہیں سخت خطرے میں ہمارے سود کی راہیں

مساوات و اخوتؑ قرض احسن اور ہمدردی
مسلمانوں نے انسانی دماغوں میں اگر بھر دی
تو دنیا بھر میں گویا خاتمہ ہے ساہو کاری کا
یہودی قوم کیسے مان لے جینا بھکاری کا
ہماری کاروباری کوٹھیاں سنسان ہو جائیں
زر و املاک پر قابض یہ عام انسان ہو جائیں
یہودی قوم یہ صورت نہیں برداشت کر سکتی
بغیر جنگ اب حالت نہیں ہرگز سدھر سکتی
ہمارا کاروبار سود ہی جاتا رہا ہم سے
تو ہم کو فائدہ؟ اصلاح فرزندان آدم سے؟
"جوا مت کھیلؤ محنت جھیلؤ پورا تولو سچ بولو
کرو احسانؑ ہاتھ اپنے بیاج اور سود سے دھو لو
یہ ساری اصطلاحیں عامیوں کو شاد کرتی ہیں
ہماری ساکھ اٹھتی ہے ہمیں برباد کرتی ہیں
ہمارے کار خانے کوٹھیاں آخر چلیں کیسے
اگر پیسہ نہ ہاتھ آئے تو ہم پھولیں پھلیں کیسے
بھلا سچ بولنے سے بھی کہیں بیوپار چلتے ہیں
برابر تو لنے سے بھی یہ کاروبار چلتے ہیں
اگر ہم کاروباری پورا تولیں اور سچ بولیں
تو سب فاقے کریںؑ پیغمبری کی راہ پر ہو لیں
اسی صورت اگر تبلیغ اسلامی رہی جاری

تو اس کے صاف معنی ہیں ہماری ذلت و خواری
ابھی اہل عرب ہیں بے خبر ایسے اصولوں سے
ابھی ہم کام لے سکتے ہیں جاہل بو الفضولوں سے
ابھی ہے ان کے سرداروں کو فخر شخصی و ذاتی
مساوات و اخوت میں انہیں لذت نہیں آتی
ابھی ان بت پرستوں کو خدا کے نام سے ضد ہے
سمجھ سکتے نہیں' معبود لاکھوں ہیں کہ واحد ہے
شعور ان کا ابھی سنگیں بتوں کی طرح جامد ہے
ابھی ہر ایک اپنے باپ دادا کا مقلد ہے
کئے ہیں جمع یہ جنات ہم نے کونے کونے سے
عرب بھر میں لیا ہے کام ہم نے چاندی سونے سے
یہ اک سیلاب آتش ہے جسے خود جا کے لائے ہیں
غضب کا تاؤ دے کر لائے ہیں بھڑکا کے لائے ہیں
محمد اور محمد کے صحابہ اور یہ بستی
بغیر معجزہ تو اب نہ ہوں گے برسر ہستی
تم اے اہل قریظہ اس پرانے ڈھونگ کو چھوڑو
کہاں کا عہد و ہذ اس عہد کو اس وہد کو توڑو
مسلمانوں کے مٹنے ہی سے اپنا وارا نیارا ہے
ہمارا ساتھ دو چپ مت رہو اس میں خسارا ہے

عہد شکن

جو کعب ابن اسد سردار تھا اہل قریظہ کا
اسے احساس تھا پہلے تو اشکال قریظہ کا
مگر تھا سامری سے بڑھ کے جادو حی اخطب کا
ادھر قصابؔ ادھر گو سالہ تھا روح مذبذب کا
بغاوت پر ہوا آمادہ کعب ابن اسد آخر
نقاب اترا تو ننگا ہو گیا یہ روئے بد آخر
لگا دی آگ جب بارود کو ناری فتیلے نے
تو سارے عہد و پیماں توڑ ڈالے اس قبیلے نے

یہودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی

یہودی لوگ خود کو دیندار انسان کہتے تھے
خدا کے دوسرے بندوں کو بے ایمان کہتے تھے
انہیں دعویٰ تھا ہم ہیں پیروان موسیٰ عمران
ہمارے مذہبی معمول ہیں تورات کے فرماں
انہیں غرہ تھا فرزندان اسمٰعیل ہونے کا
مگر یہ زر کے پتلے پوجتے تھے بیل سونے کا
عمل ان کے مگر تورات کے یکسر مخالف تھے
یہ اپنے لعنتی اوصاف سے کچھ خود بھی واقف تھے
انہیں ختم ارسل نے طرح دی تھی، رحم کھایا تھا
انہیں سمجھائی تھی تورات قرآں بھی سنایا تھا
مدارت ان کی فرمائی تھی عزت ان کو بخشی تھی
مروت ان سے کی تھی اور مہلت ان کو بخشی تھی
ادھر تھی ان کے بارے میں عطا پاشی خطا پوشی
ادھر تھی اس مہاجن قوم کی احساں فراموشی
کیا تھا عہد ان لوگوں نے سرکار نبوت سے
رہیں گے مجتنب ہم مشرکوں کے ساتھ شرکت سے
مگر یہ قوم چلتی ہی گئی راہ تباہی پر
یہ چل کر آپ آئی منزل قہر الٰہی پر

نگاہیں پھرلیں کچھ اس طرح اپنے حلیفوں سے
چلے جس طرح قرم ساق کترا کر شریفوں سے
یہ تازہ عہد شکنی کیا تھی اک کہنہ سرشت ان کی
نہیں تھی قابل اصلاح گویا خوئے زشت ان کی
ہوا ثابت کہ اب آغاز کا انجام آپہنچا
ہمیشہ کے لیے پاداش کا ہنگام آ پہنچا

نبی کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں

نبوت نے نہ چاہا اس خبر کا مشتہر ہونا
مدینے میں نہ تھا مطلوب تخم بے ولی بونا
نہایت ساعت نازک تھی یہ ایمانداروں پر
مدینے بھر کی آبادی تھی تلواروں کی دھاروں پر
بلایا آپ نے ابن معاذ ابن عبادہ کو
زبیر اور چند انصار فہیم و خوش ارادہ کو
کہا اس قوم بد اندیش کو تم جا کے سمجھاؤ
اگر ممکن ہو ان بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لاؤ
کہ شاید دور ان سے کفر کا جلباب ہو جائے
کلیم اللہ کی امت ہدایت یاب ہو جائے
نہ سمجھیں تو سمجھ جاؤ کہ ان کے دل میں کینہ ہے
خدا پر چھوڑ دو ان کو خدا دانا و بینا ہے
اگر باغی ہوئے تو اپنی ہستی خود مٹا لیں گے
خدا سے کیفر کردار اپنا جلد پالیں گے
وبال انسان پر سے خود بخود کب دور ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

عہد شکن یہود کا تمرد

جونہی سعدین پہنچے قلعہ آل قریظہ پر
ہوا ان کو تنبہ ہر طرح حال قریظہ پر
دلائے یاد سب قول و قرار عہد و پیماں بھی
مسلمانوں کی شفقت بھی رسول اللہ کے احساں بھی
مگر یہ لوگ ان دونوں سے گستاخانہ پیش آئے
نہایت بے رخی دکھلائی اور بیگانہ پیش آئے
کہا ہم کو نہیں معلوم ہوتی ہیں وفائیں کیا!
محمد کون ہیں اور عہد و پیماں ہیں بلائیں کیا!
ہمیں ہے کام اپنے نفع سے اپنی ضرورت سے
ہم اپنے فعل کے مختار ہیں ہر ایک صورت سے

اس نئے خطرے کی تصدیق اور نبوت کے انتظامات

یہودی قوم کے انداز یوں بدلے ہوئے پائے
تو اصحاب نبی خاموش خندق پر پلٹ آئے
رسول اللہ کی خدمت میں آ کر عرض گزرانی
کہ غداری پہ مائل ہو چکے ہیں جور کے بانی
مدینے میں ضعیف افراؤ بچے عورتیں سب ہیں
مدینے میں منافق بھی ہیں دل جن کے مذبذب ہیں
قریظہ واقعی غدار ہیں ان سے ہے اندیشہ
مبادا عورتوں پر حملہ آور ہوں جفا پیشہ
مسلمانوں کا اندیشہ نبی نے دور فرمایا
طلایہ تین سو جانباز کا مامور فرمایا
کہا گرداوری کرتے رہو ہر سو مدینے میں
کہیں رخنہ نہ آنے دو حفاظت کے قرینے میں

خندق پر اسلوب جنگ

یہ سارے انتظام آساں نہ تھے دوران محصوری
کہ اہل نار کے نرغے میں تھی یہ امت نوری
بہر سو دل کے دل کفار نا ہنجار چھائے تھے
بہت تھے معرکے آرا بہت ڈیرے جمائے تھے
لب خندق تک آتے شور کرتے تیر برساتے
جواب اسلام سے ملتا تو پھر واپس پلٹ جاتے
مگر تھی حملہ آور اس قدر تعداد دشمن کی
کہ رہتی تھی سحر سے شام تک بیداد دشمن کی
قبائل کے جنود قاہرہ غصے میں دیوانے
جھپٹتے تھے مسلماوں کی جانب برچھیاں تانے
ادھر سے غازیان فی سبیل اللہ جرات سے
ہٹا دیتے تھے اس کثرت کو اپنے زور وحدت سے
سحر سے شام تک دو تین دن تھی جنگ معمولی
ہراول کے جوانوں کا بظاہر شغل مشغولی
ابوسفیاں سپہ سالار اعظم تھا قبائل کا
اسے حل سوچنا تھا راہ کے اس سنگ حائل کا
قبائل کے سبھی سردار تھے اس کی معیت میں
مسلمانوں کا قتل عام تھا ان سب کی نیت میں

مدینہ سامنے تھا اور یہ کچھ کر نہ سکتے تھے
غنیمت دیکھتے تھے اور جھولی بھر نہ سکتے تھے
یہ قاتل مشورت کرتے رہے دو تین دن باہم
یہ طے پایا کہ لشکر جمع ہو کر پل پڑے یکدم
مؤذن نے کیا اعلان ادھر اللہ اکبر کا
ادھر شیطاں نے پیٹا ڈھول حیوانوں کے لشکر کا

کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا

نمازیں بھی ادا کرنے نہ پائے تھے ابھی غازی
کہ سر پر آ گیا وقت جہاد و سعی و جانبازی
کیا حملہ قیامت کا جیوش حملہ آور نے
فضا میں ڈال دی ہلچل سواروں کے تگاور نے
پرے گھوڑوں کے دل دھرتی کا دھڑکاتے ہوئے آئے
پیادے دور ہی سے تیر برساتے ہوئے آئے
رجز کا شور نقاروں کی کڑ کڑ ڈھول کی ڈھم ڈھم
قبائل کے بتوں کی بیرقیں شیطان کے پرچم
ڈپٹ تھی شور و شر تھا نعرے تھے ہنگامہ خیزی تھی
سڑاسڑ دمبدم کوڑوں کی تھی گھوڑوں کی تیزی تھی
سر خندق مگر ہر ایک دستہ رک گیا ان کا
مسلمانوں نے مارے تیر رستہ رک گیا ان کا
منظم تھے مجاہد بھی محمد کی قیادت میں
سرخندق جواں تھے مستعد ذوق شہادت میں
قبائل کو توقع تھی مسلماں بھاگ جائیں گے
ہماری کثرت تعداد کے منہ پر نہ آئیں گے
اگر ٹھہرے تو اس سیلاب میں بہ جائینگے سارے
خس و خاشاک کی صورت ہیں چند افرد بیچارے

ہزاروں کے مقابل چند سو جانوں کی ہستی کیا
عرب کے سامنے ٹھہرے گی یثرب کی یہ بستی کیا
مگر خندق نے کھنڈت ڈال دی ان کی امنگوں میں
نہ پیش آئی تھی یہ صورت عرب کو اپنی جنگوں میں
مسلماں یوں ڈٹے تھے لشکر احزاب کے آگے
چٹانیں جس طرح قائم رہیں سیلاب کے آگے
کمانداران اسلامی نے تاکا جب نشانوں کو
تو چھوڑا ناوکوں نے کہ کے بسم اللہ کمانوں کو
یہ ناوک تھے کہ تارے آسمانوں سے اتر آئے
گلو میں آنکھ میں پہلو میں دل میں تیر در آئے
گرے اسوار گھوڑوں سے تھمے گھوڑے پیادوں میں
قیامت خیز ہلچل پڑ گئی ان بد نہادوں میں
بہت تیار ہو کر آئے تھے یہ خون ناحق پر
درندے پیستے تھے دانت دربانان خندق پر
خروش اولیں دھیما تھا اب اس سور مائی کا
یہ ایسی منہ کی کھائی تھی کہ منہ تکتے تھے کھائی کا
ارادوں میں تخلل ہر مرتبہ کھائی کو جب پایا
تو سرداروں نے فوجوں کو ذرا کچھ دور ٹھہرایا
سنایا حکم ابوسفیاں نے تیر انداز دستوں کو
کرو تندی سے ناوک کا نشانہ حق پرستوں کو
بڑے ضدی سہی لیکن کہاں تک مار کھائیں گے

کہاں سے روز آتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے
مسلسل پتھروں کا مینہ بھی ان لوگوں پہ برساؤ
غبار و گرد اڑاؤ سانس تک لینے سے ترساؤ
کرو ترکیب سے خندق کے ہر پہلو پہ دھاوا بھی
ادھر کرتا ہوں میں ترکیب اور اس کے علاوہ بھی
کوئی تدبیر ہم اتنے میں کھائی کی بھی کرتے ہیں
کہیں اک پل بنا لیتے ہیں یا خندق کو بھرتے ہیں
یہ تم کو دو گھڑی تکلیف دیتے ہیں تو دینے دو
تمہارا کام بھی یہ ہے کہ چین ان کو نہ لینے دو
تھکا دو ان کو جب تھک جائینگے ہتھیار ڈالیں گے
اسی خندق میں پھر ان کو دبا کر مار ڈالیں گے

مسلسل حملے، مسلسل مدافعت

بہ عجلت لشکر کفار نے ترتیب کو بدلا
نئے انداز کے دھاوے کئے ترکیب کو بدلا
سپہ سالار کے احکام کی تعمیل ہوتی تھی
ہوا کے دوش پر اب موت کی ترسیل ہوتی تھی
ادھر حق تھا سر خندق ادھر باطل کی فوجیں تھیں
دو جانب سے ہوا میں پتھروں تیروں کی موجیں تھیں
قبائل ہر طرف سے کر رہے تھے تیر اندازی
کماندا ران اسلامی بھی تھے مصروف جانبازی
شریف انسان دب کر بیٹھ جاتے کیوں شریروں سے
جواب تیر ادھر سے بھی دیا جاتا تھا تیروں سے
چٹانوں اور تودوں نے مہیا کیں کمیں گاہیں
سکھائیں جنگ نے خود ہی دفاع جنگ کی راہیں
ادھر سے بے تحاشا بے نشانہ تیر گرتے تھے
بدست حق یہی باطل کے دامنگیر پھرتے تھے
ادھر سے تھی فلاخن کے پروں سے سنگ اندازی
جواب سنگ بھی سنگین دیتے تھے انہیں غازی

ہولناک ہنگامہ

فضاؤں میں تھی فراٹے کی غراٹے کی طغیانی
عجب دریا تھا بالائے ہوا تند اور طوفانی
عجب دریا تھا سنگ و تیر اس دریا کی موجیں تھیں
تلاطم تھا ہوا میں خاک پر انساں کی فوجیں تھیں
عجب تھی ان گنت پیکان پراں کی درخشانی
نظارا جس کا مہلک تھا برائے چشم انسانی
لپکتے تھے یہ لا تعداد ناوک التہاب آسا
خلا میں تیر کر پھر ڈوب جاتے تھے شہاب آسا
ہوا میں سنگ اڑتے گونجتے آتے تھے دراتے
بہم ٹکراتے' گر جاتے' لڑھکتے' ٹھوکریں کھاتے
دقادق پتھروں کی اور چقا حق پہلوانوں کی
بلا کا شور تھا آنکھوں میں جان آئی تھی کانوں کی
کمانداروں کی زہ زہ اور زہ گیروں کے زناٹے
سروں میں سنسناتی موت کے سنسان سناٹے

چوبیں ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار

مجاہد ضابطے سے اور استقلال کامل سے
تھے محو جنگ زور بازو و زور اناامل سے
مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
نگاہوں کے اشاروں پر دلوں میں بیٹھ جاتا تھا
بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
نظر آتے تھے چکراتے ہوئے گرداب کے اندر
سر خندق مجاہد تھے ہزار افراد کی گنتی
یہی غازی مجاہد تھے یہی زہاد کی گنتی
مگر ان پر ہزاراں در ہزاراں حملہ آور تھے
ہزار انسان کیا تھے خواہ کیسے بھی دلاور تھے
ادھر چوبیں دستے اور ہردستہ ہزار انساں
ذخیرے اسلحہ کے اور ناؤ نوش کے ساماں
وہاں باقاعدہ آب و خورش تقسیم ہوتا تھا
یہاں پتھر شکم پر باندھنا تعلیم ہوتا تھا
شکم سیری ادھر اس سمت فاقوں پر توکل تھا
تقابل خود بھی حیراں تھا کہ یہ کیسا تقابل تھا
نہیں تھا یہ تقابل باہمی انسان و انساں کا
زمیں پر آخری اک معرکہ تھا کفرو ایماں کا

قائداسلام اورمجاہدین کا استقلال

ادھر افواج تازہ دم کے تار و پود قائم تھے
یہاں اک رشتہ نازک کے رہ پیوند قائم تھے
یہاں ہر فرد مسلم خطہ محصور کے اندر
جہاد وسعی میں تھا حالت مخطور کے اندر
برستی تھی مسلسل بارش سو فاروسنگ ان پر
ہوئی تھی سر اٹھا کر دیکھنے کی راہ تنگ ان پر
ہوا کے اوج پر طوفان سنگ و تیر کی لہریں
سر تقدیر لہراتی ہوئی تدبیر کی لہریں
یہاں حملہ' وہاں ہلہ' ادھر جھپٹے ادھر لپکے
کہاں فرصت قدم ٹھہرے کہیں یا آنکھ ہی جھپکے
کبھی اس رخ پہ یورش تھی' کبھی اس رخ پہ دھاوا تھا
محمد کی قیادت ہی یہاں ملجا و ماویٰ تھا
فضا باران سنگ و تیر سے تھی گرچہ طوفانی
پیمبر آپ فرمایا تھا امت کی نگہبانی
مجاہد جا بجا گرتے تھے سنگ و تیر کھا کھا کر
محمد باندھتا تھا زخم بانفس نفیس آکر
جہاں' جس مرحلے پڑ' جو بھی جو صورت پیش آتی تھی
رسول اللہ کو امت وہیں موجود پاتی تھی

امید نصرت حق پر محمد کے سہارے پر
مجاہد تیرتے تھے فرض کے اس تیز دھارے پر

کثرتِ کفر کا شور

زمین و آسماں میں حشر سنگ و تیر برپا تھا
سر خندق بپھر سو شور دار و گیر برپا تھا
قبائل نے مچا رکھا تھا غوغا اور ہنگامہ
فضا میں گونجتا تھا ڈھول تاشہ اور دمامہ
پیاپے ایک لڈی پڑ رہی تھی جھانجھ بجتے تھے
ہر اک دستے میں نوبت اور نقارے گرجتے تھے
دکھاتے تھے یہ انساں بول کر بولی درندوں کی
کہ ہم انساں نہیں سمجھو ہمیں ٹولی درندوں کی
نکالی جاتی تھیں مونہوں سے ہیبتناک آوازیں
کرخت و سخت و سینہ چاک اور شباک آوازیں
دہاڑیں اور چنگھاڑیں تھیں چیتوں اور شیروں کی
بتاتی تھیں کہ ہم مخلوق ہیں گہرے اندھیروں کی
گھنونا شور و شرّ ناپاک نعرے گالیاں قسمیں
غلاظت جمع ہو کر آئی تھی ارضِ مقدس میں
صدائے رنگ رنگ اٹھتی تھی اس باطل کے لشکر سے
جواب اسلام دیتا تھا فقط اللہ اکبر سے

قریشی شہسوار خندق پار

اسی عالم میں تاکا اک مقام تنگ دشمن نے
تو خندق پار ہونے کا نکالا ڈھنگ دشمن نے
بڑھے کچھ شہسواران عرب سرکردہ و مہتر
کہ ساری فوج میں سمجھے گئے تھے چیدہ و بہتر
بزیر عکرمہ ابن ابی جہل اک رسالہ تھا
یہ طوفانی رسالہ کافروں میں نام والا تھا
اسی میں تھے قریشی شہسواران دلاور بھی
بڑے سردار بھی کار آزمودہ نام آور بھی
یہ نامی نامور گھوڑوں کو ڈپٹاتے ہوئے جھپٹے
ہبل اور لات و عزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے جھپٹے
مگر خندق کنارے ٹاپتے ہی رہ گئے گھوڑے
ہوئی بوچھاڑ تیروں کی تو اسواروں نے منہ موڑے
فقط چاران میں خندق پھاند نکلے کامیاب آئے
مثال ابر گرجے اور مثل برق تاب آئے

چار ہرزہ کار

اگر سارا رسالہ کود کر اس پار ہو سکتا
تو شاید دو گھڑی کو غلبہ اشرار ہو سکتا
مگر ہر فرد پر ایسا مسلط خوف خندق تھا
کہ آنکھیں ڈگمگائی جا رہی تھیں اور منہ فق تھا
جلو میں شہسواروں کے کوئی کافر نہیں آیا
بس اب مرگ و اسیری ہے یہ چاروں کو یقیں آیا
یہ چاروں شہسوار احزاب کے مردان افضل تھے
ضرار و ابن عبدوُدٔ جبیرہ اور نوفل تھے
مسلمانوں نے گھیرا دوڑ کر ان شہسواروں کو
نظر آئی نہ اب راہ گریزاں ہرزہ کاروں کو

ابن عبدود

بہت بیباک ان کا سر براہ بد لگامی تھا
یہ کافر عمر و ابن عبدود نامی گرامی تھا
گنا جاتا تھا یہ ظالم ہزار اسوار پر بھاری
عرب میں کون تھا جس پر نہ اس کا رعب ہو طاری
قتال بدر میں اوچھا سا زخم اس نے بھی کھایا تھا
اسی شرمندگی کا آج بدلہ لینے آیا تھا
ارادہ اس کا یہ تھا جب رسالہ ساتھ میں ہو گا
مسلمانوں کا قتل عام میرے ہاتھ میں ہو گا
مگر اب وہ رسالہ ناپتا تھا دور خندق سے
یہ خود نرغے کے اندر آپھنسا تھا قدرت حق سے
نظر آئی نہ جب کوئی بھی راہ جنگ مغلوبہ
تو سوجھا نعرہ ہل من مبارز ہی کا منصوبہ

ہزار اسوار کے برابر ایک شہسوار

پکارا جان جاؤ عمرو ابن عبدود میں ہوں
ذرا پہچان جاؤ اور کوئی ہے کہ خود میں ہوں
کسی نے یوں نہ دیکھا ہو مگر شہرت سنی ہو گی
کہانی کارناموں کی بصد حیرت سنی ہو گی
ہزار اسوار کا ایک شہسوار بے بدل ہوں میں
مسلمانو سمجھ جاؤ کہ پیغام اجل ہوں میں
میں آیا ہوں کہ شاید تم میں کوئی مرد قابل ہو
بجائے سنگباری مجھ سے مردانہ مقابل ہو
لڑے تنہا سے تنہا جو بھی یکہ تاز ہے تم میں
نکل آئے اگر ایسا کوئی جانباز ہے تم میں

واحد صدائے شیر خدا

یہ سنتے ہی علی المرتضیٰ نے دی صدا میں ہوں
فدا کار محمد مصطفیٰ نام خدا میں ہوں
یہ فرما کر جھپٹنا چاہتے تھے جانب دشمن
کہ ایسے وقت چپ رہنا نہیں تھا شیوہ احسن
رسول اللہ نے روکا علی کو اور سمجھایا
یہ ابن عبدود ہے اے پسر حضرت نے فرمایا
وہ کافر پھر پکارا ہے کوئی جو سامنے آئے
نبرد آرا ہو مجھ سے آ کے جرات اپنی دکھلائے
نہ بولا اور کوئی شاہ مرداں نے کہا میں ہوں
یکے از سرفروشان محمد مصطفیٰ میں ہوں
نبی نے پھر کہا یہ ابن عبدود ہے اے حیدر
علی پھر ہو گئے ساکت بہ پاس امر پیغمبر
بلند آواز سے کافر نے پھر قفل دہن کھولا
مسلمانوں کوئی آئے گا پھر کوئی نہیں بولا
اسی شیر خدا نے اٹھ کے پھر آواز دی میں ہوں
بفضل حق تجھ ایسوں کو اکیلا متقی میں ہوں
رسول اللہ نے شفقت سے رکھا ہاتھ شانے پر
کہا یہ ابن عبدود ہے اے فرزند حیدر

کہا بیشک یہ ابن عبدوو ہے جانتا ہوں میں
مرے سرکار اس ابلیس کو پہچانتا ہوں میں

صاحب ذوالفقار کا جلال

جلال ہاشمی اس وقت چہرے سے ہویدا تھا
نگاہوں میں وہ گرمی تھی کہ صد خورشید پیدا تھا
یہ صورت دیکھ کر مسرور تھا وہ نور ربانی
جزاک اللہ کہا' اور چوم لی حیدر کی پیشانی
طمانیت کا عہد وائی لولاک نے باندھا
کہ عمامہ علی کے سر پہ دست پاک نے باندھا
اجازت لے کے شیر اللہ کا میدان میں آیا
ہر سو زلزلہ سا کفر کے ایوان میں آیا
عجب خاموش گرمی تھی جلال شاہ مرداں میں
لرز کر رہ گئے شیروں کے دل گردے نیستاں میں
ہوا کفار کی فوجوں کو سکتہ اس نظارے سے
اسی نقطے پہ آنکھیں جم گئیں اب ہر کنارے سے
دو جانب بر سر خندق جہاں بھی رزمگاہیں تھیں
وہاں آنکھیں تھیں یا حیرت تھی یا جامد نگاہیں تھیں
فضا پر چھا گئی تھی وفعتاً پر ہول خاموشی
کہاں کا شور و شر دم سادھ کر بیٹھی تھی سر گوشی
بڑھے مولا علیؑ اک پر وقار انداز عالی سے
جمال آرا تھا اطمینان اس شان جلالی سے

بہ شان سادگی نکلے بصد حسن مہیب آئے
پیادہ پا چلے ان شہسواروں کے قریب آئے

تین سوال

ادھر تھا عمرو ابن عبدود اسوار گھوڑے پر
مسلح، غرق آہن، مستعد تیار گھوڑے پر
علی نے ابن عبدود کو دیکھا اور فرمایا
کہ تیرا اک بڑا دعویٰ مرے سننے میں ہے آیا
سنا ہے تجھ سے طالب ہو جو کوئی تین کاموں کا
ترا کہنا یہ ہے تینوں سے تو اک کام کر دے گا
کہا حیرت سے اس نے ہاں یہ دعویٰ ہے مرا سچ ہے
جو میں نے کہہ دیا سچ ہے جو تو نے سن لیا سچ ہے
کہا سچ ہے تو میں طالب ہوں تجھ سے تین باتوں کا
بہت ہی بیش قیمت، نیک، خوش آئین باتوں کا
مری پہلی طلب یہ ہے کہ تو ایمان والا بن
جبیں اپنی درِ حق پر جھکا دے شان والا بن
کہا یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
میں اپنے قلب سنگیں میں یہ دانہ بو نہیں سکتا
کہا، گر یہ نہیں تو خیر اس میدان سے ہٹ جا
چلا جا اپنے گھر کو ظالموں کی فوج سے کٹ جا
کہا، یہ کام بھی ہے اندریں حالات ناممکن
قریشی عورتیں چھیڑیں مجھے یہ بات ناممکن

کہا حیدر نے دو باتیں تو میری تو نے رد کر دیں
ازل سے تا ابد رسوائیاں اپنی سند کر دیں
اگر ان ہر دو کار نیک کا تجھ کو نہیں یارا
تو آمیرے مقابل مجھ سے ہو اب معرکہ آرا

ابن عبدود کی حیرت اور غضبناکی

علی کی تیری خواہش پہ سناٹا ہوا طاری
تکبر کی رگِ مغرور پر یہ ضرب تھی کاری
رخِ ناپاک پر شعلہ بھڑک اٹھا جہنم کا
غضب کے جوش میں بگڑا توازن طبعِ برہم کا
غرورِ پہلوانی چشم و ابرو پر ابھر آیا
نکالی میان سے تلوار تو سن سے اتر آیا

کافر کا غرور

کہا زیر فلک ایسا بھی کوئی مرد ہے غالب
کہ میرے سامنے آ کر ہو مجھ سے جنگ کا طالب
میں ابن عبدودؔ استاد نامی پہلوانوں کا
مری ہیبت سے ہے روپوش رستم داستانوں کا
میں وہ ہوں جس سے زہرہ آب ہے جنگل کے شیروں کا
شجاعوں کا کشندہ اور قاتل ہوں دلیروں کا
ترا کیا نام ہے تو کون ہے اوپیکر خاکی
کہ حدو انتہا سے بڑھ گئی ہے تیری بیباکی
کہا' مجھ کو علی کہتے ہیں اک بندہ خدا کا ہوں
مرا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ خادم مصطفی کا ہوں
تحیر عبدود کو ہو گیا نام علی سن کر
فضائے دل میں اک خفت سی تھی ذکر جلی سن کر
کہا تو ہے ابو طالب کا بیٹا جانتا ہوں میں
بزرگوں کا بھی تیرے مرتبہ پہچانتا ہوں میں
ترا ناتجربہ کاری ہے میرے سامنے اڑنا
پلٹ جا اے علی تجھ سے نہیں میں چاہتا لڑنا
ابھی کم عمر ہے تو بھولا بھالا سیدھا سادا ہے
تفاوت دیکھ میں اسوار ہوں اور تو پیادہ ہے

تو میرے سامنے آیا ہے قرباں تیری جرات کے
میں وہ ہوں ملک میں جھنڈے گڑے ہیں میری شہرت کے
زرہ تن پر نہیں تیرے نہ سر پر خود پہنا ہے
یہ کیا سوجھی تجھے زندہ نہیں کیا تجھ کو رہنا ہے؟
ادھر تو ہے کہ بس اک ڈھال اور تلوار لایا ہے
مجھ ایسے گرگ باراں دیدہ سے لڑنے کو آیا ہے
ادھر میں ہوں کہ سر پر خود بھی تن پر زرہ بھی ہے
مبادا زخم کھا جاؤں مری اس پر نگہ بھی ہے

مومن غیور

علی کچھ مسکرائے اور متانت سے یہ فرمایا
کہ تو نے کہہ دیا جو کچھ بھی تیرے ذہن میں آیا
تری باتیں ہیں ساری بر بنائے قوت ارضی
مگر ہے صاحب ارض و سما کی اور ہی مرضی
نہ کچھ تقریر کرنا نے جھگڑنا چاہتا ہوں میں
تو چاہے یا نہ چاہے تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں میں
مجھے فرصت نہیں کوشش نہ کر باتیں بنانے کی
یہ میداں ہے ضرورت ہے یہاں جوہر دکھانے کی
بہت شیخی بگھاری اب ذرا کچھ کام ہو جائے
ہنر ایسا دکھا جس سے جہاں میں نام ہو جائے

ابن عبدود کا وار

یہ سن کر ابن عبدود ہوا بیتاب غصے میں
مثال مار کھائے اس نے پیچ و تاب غصے میں
غرور و ناز پر چادر چڑھی جہل مرکب کی
کیا اک وار کونچیں کاٹ دیں اپنے ہی مرکب کی
یہی شمشیر خون آلود حیدر پر بھی چمکائی
حق و باطل کی فوجیں ہر طرف سے تھیں تماشائی
یہ کافر بھی قد آور تیغ دامن دار بھی بھاری
یہ بازو بھی تنا قوت دار اس کا وار بھی کاری
کیا کافر نے بڑھ کر جب ارادہ پیش دستی کا
ہوائیں دم بخود تھیں رک گیا تھا سانس ہستی کا
علی نے ڈھال پر روکی یہ مہلک ضرب دشمن کی
مگر آہن میں نکلی ڈوب کر شمشیر آہن کی
سپر کے سینہ بے کینہ میں غم سے شگاف آیا
جبیں حضرت شیر خدا نے زخم بھی کھایا

شیر زخم دار

فلک پر دیدہ خورشید میں سرخی ابھر آئی
لہو کی دھار پیشانی سے دامن تک نظر آئی
علم کی تیغ بڑھ کر اب جو شیر زخم خوردہ نے
تو آنکھیں کھول دیں حیرت سے گلہائے فسردہ نے
کیا یوں ابن عبدود نے سر زیر سپر اپنا
عیاں ہو جائے جس سے پہلوانوں پر ہنر اپنا
جمی تھی ایک مرکز پر نظر ہر فرد لشکر کی
کہ دیکھیں کیا دکھاتی ہے صفائی دست حیدر کی

برش ذوالفقار

تڑپ سے ہو گئیں خیرہ نگاہیں دیدبانوں کی
ہوئیں بیتاب بنیادیں زمینوں آسمانوں کی
اٹھی، لہرائی، جھومی، گر پڑی جرات کی متوالی
پھر اٹھی تو عیاں رخسار پر تھی شرم کی لالی
ہوئے حائل سپر جوشن زرہ اور چار آئینہ
مگر شانہ نشانہ ہو گیا اور پھٹ گیا سینہ
سپر راضی نہ تھی قہر خدا کا بار اٹھانے پر
سرک کر ڈھال دی، آئی بلاشانے کی شانے پر
بڑھا جب بارشانے کا تو گھٹ کر رہ گیا شانہ
بڑی سبکی ہوئی خفت سے کٹ کر رہ گیا شانہ
زرہ بکتر کی کڑیاں کاٹ دیں چار آئینے پھوڑے
منہ آئے دل جگر دونوں تو ان دونوں کے منہ توڑے
براہ صدر و سینہ ہڈی پسلی کاٹ کر نکلی
لہو اور مغز جسم و استخواں کا چاٹ کر نکلی

ابن عبدود کا انجام

ادھر ہلکی سی آواز برش شمشیر کی آئی
ادھر دونوں جہاں سے اک صدا تکبیر کی آئی
صدا اللہ اکبر کی اٹھی کوہ وبیاباں سے
نظر ڈالی زمیں پر آسماں نے چشم حیراں سے
یہ اک اعلان تھا فتح و ظفر کا بہر آگاہی
کہ منصور و مظفر ہے بفضل حق یداللّٰہی
گرے مٹی میں ابن عبدود کی لاش کے ٹکڑے
دو رنگی کے مظاہر پیکر خاش کے ٹکڑے
اٹھیں خندق کے دونوں بازوؤں سے شور کی موجیں
ادھر تحسینؔ ادھر سے گالیاں بکنے لگیں فوجیں
رسول اللہ کی آنکھیں تھیں بام عرش کی نگراں
نگاہ عرش تھی عالی مقام فرش کی نگراں

شیر خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں

علی خون جبیں کو بھی نہیں تھے پونچھنے پائے
کہ ابن عبدود کے ساتھیوں نے اسپ ڈپٹائے
جبیرہ اور نوفل اور ضرار اعدائے دیں تینوں
علی پر تھے غضبناک و غصیل و خشمگیں تینوں
بڑھے مولا علی پر سونت کر تیغیں یہ دیوانے
کیا نرغہ اکیلے شیر حق پر تین اعدا نے
مگر جب ذوالفقار حیدری چمکی تو گھبرائے
پھرا کر مرکبوں کو بھاگتے ہی سب نظر آئے
جبیرہ اور نوفل اور ضرار اس رنگ سے بھاگے
پیادہ ایک پیچھے تھا یہ تینوں گھوڑ چڑھے آگے

شریفانہ موت کا طالب

نکل بھاگے جبیرہ اور ضرار اس پار خندق کے
مگر نوفل ادھر میں گر پڑا ناچار خندق کے
تعاقب کر رہے تھے ان کا سب تیرو کماں والے
نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشاں والے
یہ صورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو
میں خاطی ہی سہی لیکن مری اک التجا مانو
یہ سچ ہے بھر چکا ہے زندگی کا میری پیمانہ
مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگ شریفانہ
صحابہ کی جماعت سے زبیر با صفا نکلے
سوالی کی صدا سن لی بپاس التجا نکلے
ہوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آرا
بہت سے وار کھا کر ہاتھ اک شمشیر کا مارا
کیا چورنگ نوفل کو بھی مارا اس کا گھوڑا بھی
ہوا مقتول یہ گستاخ حیوانوں کا جوڑا بھی
براہ راست بے کھٹکے جہنم سے ہوا واصل
ذلیل انسان کو مرگ شریفانہ ہوئی حاصل

فوج کفار پر ہیبت ذوالفقار

ید اللٰہی کی یہ ضربت گراں تھی جان باطل پر
اداسی کی گھٹائیں چھا گئیں طوفان باطل پر
عجب تھی ذوالفقار حیدر کرار کی بجلی
نگاہوں سے دلوں پر جا گری تلوار کی بجلی
زباں کو مل گیا تھا درس شور و شر بھلایا تھا
قبائل دم بخود تھے ایک سناٹا سا چھایا تھا
بڑا انعام پایا تھا نمود شہسواری کا
ہوا احساس افواج عدو کو خامکاری کا
علی نے عبدود ایسا بہادر مار ڈالا تھا
کہ جس کا ایک مدت سے عرب میں بول بالا تھا
بصد بیچارگی مارا گیا تھا آج نوفل بھی
جو قرشی قوم میں سالار بھی تھا مرد افضل بھی
نتیجہ دیکھ کر بے فائدہ گھوڑے کدانے کا
کیا سب نے ارادہ ترک خندق پار جانے کا
سمجھ میں آج دست و بازوئے شاہ نجف آئے
قبائل سخت بے دل ہو کے خیموں کی طرف آئے
دلوں میں ہول چہروں پر نمایاں بدحواسی تھی
جہاں بھی ان کے ڈیرے تھے اداسی ہی اداسی تھی

قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس

بیک ضرب علی تھا کار خانہ منقلب سارا
سپہ سالار نے تشویش سے دیکھا یہ نظارا
ابوسفیاں نے سالاران خاص الخاص بلوائے
ضرار آئے، جبیرہ آیا، ابن العاص بھی آئے
برائے مشورہ خالد بھی پہنچے عکرمہ آیا
بغور و خوض لڑنے کا نیا اسلوب طے پایا
کہا خالد نے ٹکراؤ نہ حق کے جوش غیرت سے
مبادا بجلیاں گرنے لگیں دامان رحمت سے
محمد کے صحابہ زور و جرات کے یگانے ہیں
ہمارے ڈھنگ حرب و ضرب کے یکسر پرانے ہیں
جبیرہ نے کہا، لازم ہے اب ترکیب سے لڑنا
ہے بے معنی وہاں شیر میں اس طرح جا پڑنا
بہت مشکل ہے ان کو زیر کرنا محض طاقت سے
کوئی نقصان اٹھا بیٹھیں گے ہم اپنی حماقت سے

ابوسفیان کی تقریر

ابوسفیان بولا آپ جو کچھ بھی کہیں کم ہے
ابوطالب کے بیٹے سے ہمارا ناک میں دم ہے
اگر دو تین ایسے واقعات اب اور پیش آئے
ہمارے جنگجو بے کیف آئے سینہ ریش آئے
تو ساری کثرت تعداد کا جی چھوٹ جائے گا
ہمارا اتحاد باہمی بھی ٹوٹ جائے گا
یہ جمعیت دوبارا ہم فراہم کر نہیں سکتے
قبائل کو ہمیشہ زیر پرچم کر نہیں سکتے

کفار کے مقاصد جنگ

قبائل آئے ہیں مال غنیمت کی امیدوں سے
ہمارے اور یہودی قوم کے وعدے و عیدوں سے
یہودی قوم لائی ہے دکھا کر سبز باغ ان کو
لڑائی اصل میں کیا ہے؟ نہیں ہے یہ دماغ ان کو
یہ کیا جانیں مدینہ خوش ہے اپنی تنگ دستی میں
فقط اللہ ہی ہے مسلمانوں کی بستی میں
کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ اصلی بات پا جائیں
مسلمانوں کی باتیں سن کے انکے ڈھب پر آجائیں
یہودوں کی محمد سے بغاوت اور ہی کچھ ہے
قریشی قوم کی وجہ عداوت اور ہی کچھ ہے

قریش دیوتاؤں کے نائب

ہمیں اسلام سے اندیشہ ہے نسلی سیادت کا
عرب میں جس سے حاصل ہے ہمیں رتبہ قیادت کا
ہمارا اس عرب پر اقتدار قومی و ذاتی
بتان کعبہ کے دم سے ہے عصبی اور جذباتی
رئیسان قریش کی یہ سب شان رئیسانہ
قبائل پر تحکم حاکمانہ بلکہ شاہانہ
یہ سب نذریں نیازیں ناز برادری یہ تعظیمیں
ہمارے حکم پر لونڈی غلاموں کی یہ تقسیمیں
یہ سب ہے ان عوام الناس کے ضعف عقیدت سے
ہم ان کے پیشوا ہیں دیوتاؤں کی نیابت سے

قریش کے اندیشے

قبائل کو نہیں معلوم ہم کیوں ان کو لائے ہیں
خدا والوں کی بستی لوٹ لے جانے کو آئے ہیں
قبائل کو نہیں معلوم بت کیا ہیں خدا کیا ہے
شعور ان کا ابھی ایسے مسائل سے معرا ہے
اگر تبلیغ اسلامی نے ان کو کر لیا قائل
مساوات و اخوت پر اگر یہ ہو گئے مائل
تو یہ ساری مشیت خاک میں مل جائے گی اپنی
عوام الناس کے ہاتھوں سے شامت آئیگی اپنی

شاہی کا منصوبہ

جبیرہ بولا ابن العاص کوئی راہ بتلاؤ
مدبر ہو یہ گتھی سامنے ہے اس کو سلجھاؤ
وہ بولے ہاں قریش قوم ہے اس جنگ کی بانی
یہ سارا لشکر جرار ہے تمہید سلطانی
ہمارے زیر پرچم متحد جتنے قبائل ہیں
قیام سلطنت کے واسطے عمدہ و سائل ہیں
اگر سر کر لیا تدبیر سے ہم نے مدینے کو
تو گویا پا لیا تخت شہنشاہی کے زینے کو
مسلماں واقعی مضبوط بھی ہیں اور منظم بھی
تہور بھی ہے ان کے پاس اور تدبیر محکم بھی
ہماری کثرت تعداد ہے تدبیر سے خالی
ہماری فوج میں بھی شیر ہیں لیکن سبھی قالی
ہمیں تنظیم کرنا چاہیے اپنے عناصر کی
کہ ہوتی ہے یہی خوبی سپہ سالار ناصر کی

کملی والے کی روشن تعلیم

ابوسفیان بولا خیر جتنے بھی قبائل ہیں
غنیمت ہے ابھی تک لات و عزیٰ ہی کے قائل ہیں
کہا خالد نے کب تک باز رکھ سکتے ہو تم ان کو
سنائی دے رہی ہے دمبدم آواز قم ان کو
کشش تم کو نہیں معلوم شاید کملی والے کی
جلادیتا ہے شمعیں وہ اندھیرے میں اجالے کی
قبائل سن رہے ہیں منزلوں میں اور راہوں میں
کہ مخلوق خدا یکساں ہے خالق کی نگاہوں میں
کہ عزیٰ اور ہبل کچھ بھی نہیں بے جان پتھر ہیں
کہ ان بودے خداوندوں سے خود انسان بہتر ہیں
کہ جتنے بھی خدا کعبے میں ہیں بے کار ہیں سارے
مدد امداد کیا ہل جل نہیں سکتے وہ بے چارے
بشر ڈرتا ہے کیوں خود ساختہ پتھر کی مورت سے؟
مرادیں مانگتا ہے کس لیے ہر بد مہورت سے؟

فرزند ابوجہل کا نقطہ نظر

یہ سن کر عکرمہ بولا بڑی تعریف کرتے ہو
یہ کیا تعلیم ہے جس کی کشش سے تم بھی ڈرتے ہو
وہ کہتا ہے کہ ان دیکھا خدا رحمن و قادر ہے
زمینوں آسمانوں پر اسی کا حکم صادر ہے
وہ کہتا ہے زمین و آسماں انساں کے خادم ہیں
نہ خود بالذات خالق ہیں نہ خود بالذات ہادم ہیں
وہ کہتا ہے کہ بادل اور بجلی تابع حق ہیں
جو ان کو پوجتے ہیں سب کے سب نادان احمق ہیں
اکیلا اک خدا دونوں جہاں والوں پہ حاوی ہے
بشر ہو یا ملک ہو بندہ ہونے میں مساوی ہے

قریش اسلام سے کیوں پریشان تھے؟

ابوسفیان بولا عکرمہ تم بات کو سمجھو
یہی نکتہ ہے خالد کا کہ امکانات کو سمجھو
اگر وہ عام لوگوں کو سبق ایسے پڑھائے گا
تو یہ انبوہ آدم زاد پھر کس کام آئے گا
عرب والوں کو یہ نکتے اگر معلوم ہو جائیں
ہماری پیشوائی کے نشاں معدوم ہو جائیں
عرب میں اک خدا کا دین ہو جائے اگر جاری
ہماری یہ بزرگی خاک میں مل جائے گی ساری

قریش کو نسلی برتری کی تشویش

مساوات بنی آدم کا چرچا ہے پسندیدہ
عوام الناس ہو جائیں گے فوراً اس کے گرویدہ
غریبوں کو غلاموں کو بہانہ ہاتھ آئے گا
خوشی سے پھول جائیں گے خزانہ ہاتھ آئے گا
پرانے خاندانوں کی ریاست ٹوٹ جائے گی
نظامِ کہنہ ٹوٹے گا سیاست ٹوٹ جائے گی
حدیں ہم حج کعبہ پر جو عائد کرتے رہتے ہیں
ہماری عظمتِ نسلی سے ان کو لوگ سہتے ہیں
ہے نسلی برتری ہی سے ہمارا احترام اب تک
قریب و دور کے سارے قبائل ہیں غلام اب تک
اگر وہ یہ سمجھ لیں آدمی وہ بھی ہیں اور ہم بھی
ہماری ہی طرح سب ہیں مکرم بھی معظم بھی
اگر ہم میں نہ کوئی امتیازِ خاص جانیں گے
تو پھر کا ہے کو یہ عامی ہمارا حکم مانیں گے
جبیرہ نے کہا خیر اب یہ لمبی بحث جانے دو
خلاصہ کیا ہے باتوں کا نتیجے پر بھی آنے دو

مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز

ابوسفیان بولا راستہ صاف اور سیدھا ہے
ہمارا فیصلہ یہ ہے مدینہ فتح کرنا ہے
غنیمت ہے یہ جمعیت ہمارے ساتھ آئی ہے
اگر ہم آج چوکے پھر ہماری بھی صفائی ہے
تدبر شرط ہے موقع نہیں ہے جلد بازی کا
بچھاؤ جال قوت کے سہارے حیلہ سازی کا
قریظہ کے یہودوں سے کہو کچھ کام بھی آئیں
ہمیں اس شہر میں گھسنے کی خفیہ راہ بتلائیں
قریظہ کے یہودوں سے کہو کچھ کام بھی آئیں
ہمیں اس شہر میں گھسنے کی خفیہ راہ بتلائیں

منافقین کو بغاوت پر ابھارنے کی چال

وہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ ہیں کچھ شہر والے بھی
جو بیٹھے بھی ہیں ظاہر میں، مگر ہیں زہر والے بھی
مسلماں ہیں، مسلمانوں سے جی بیزار ہے ان کا
ہمارا خواجہ تاش ابن ابی سردار ہے ان کا
یہ سردار اپنی ذاتی شان کا اب تک ہے دلدادہ
اگر موقع ملے تو ساتھ دینے پر ہے آمادہ
محمد کی مخالف یہ جماعت ہے دل و جاں سے
پلٹ کر چل دیئے تھے سب احد کی روز میداں سے
ہمیں نے بے وقوفی سے احد کے روز جی ہارا
وگرنہ اس جگہ آنا نہ پڑتا ہم کو دوبارا

مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد

جبیرہ نے کہا بے شک یہود اور یہ مسلماں بھی
ہمارا ساتھ دیں تو فتح ہے نافع بھی آساں بھی
بغاوت شہر میں کر دیں جو باشندے مدینے کے
مسلمانوں کو لالے خود ہی پڑ جائیں گے جینے کے
پکارا عکرمہ ہم شہر کو محصور رکھیں گے
انہیں خواب و خورش سے ہر طرح مجبور رکھیں گے
بغاوت شہر میں باہر سے ہو اک زور کا دھاوا
بنا دیں اینٹ پتھر کو بھڑکتی آگ کا آوا
مسلمانوں کو چاروں سمت سے اس آگ میں ہانکیں
جلیں جب عورتیں بچے تو ہم ہنستے ہوئے جھانکیں
ہمیشہ کے لیے یہ شہر جل کر خاک ہو جائے
عرب کے پاکبازوں کا بھی قصہ پاک ہو جائے

شہر کا محاصرہ

نئی تجویز طے پائی ہوئے احکام بھی جاری
ملی اب چند پختہ کار سرداروں کو سرداری
مدینے کو نئی ترکیب سے افواج نے گھیرا
بٹھائی ہر جگہ چوکی جمایا ہر طرف ڈیرا
ہوئیں مخدوش ہر سو منزلیں بھی اور راہیں بھی
مکاں بھی شہر بھی اور مسجدیں بھی خانقاہیں بھی
تہیہ تھا بہے اب خون نا حق ندیاں ہو کر
مسلمانوں کی لاشیں ان میں تیریں مچھلیاں ہو کر
کیا یہ انتظام پختہ ظالم خامکاروں نے
رسد آنے کی راہیں بند کر دیں پہرے داروں نے
ہزاروں آفتیں اس شہر پر یہ فوج ڈھاتی تھی
ہوا چاروں طرف سے خوف کا پیغام لاتی تھی
خدا والوں کو فاقوں مارنا باطل کی نیت تھی
رسد تو خیر بے خوابی بہت بھاری اذیت تھی
یہاں چھاپا' وہاں دھاوا' ادھر یورش' ادھر حملہ
ہر جانب ہر سو روز و شب شام و سحر حملہ

شہر کی حفاظت کے انتظامات

رسول اللہ کو معلوم تھیں باطل کی تدبیریں
نہیں تھے وحی سے مخفی یہ حیلے اور تزویریں
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو
خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
فریب کفر سے تھا باخبر اسلام کا ہادی
کیے تھے اندرون شہر استحکام بنیادی
جناب زید کے ہمرا ہی اور سلمہ کی جمعیت
مدینے کے ہر اک ناکے پہ تھے سامان تقویت
اگرچہ فقر فاقہ تھا رسد کی عام تھی تنگی
مسلمانوں کا استقلال تھا تصویر یک رنگی
قبائل بار بار آتے تھے اور ناکام پھرتے تھے
مدینے کے شجر سے چند پتے بھی نہ گرتے تھے

محصورِ خندق پر شدت

مدینے پر یہ چھاپے تھے کبھی ہلکے کبھی بھاری
مسلسل اس طرف خندق پہ حرب و ضرب تھی جاری
سحر سے شام تک اک تہلکہ اک حشر سامانی
بسا اوقات راتوں کو بھی شبخونوں کی جولانی
نظر رکھتا تھا ہادی ہر بلائے ناگہانی پر
مجاہد مستعد تھے جاں نثاری پاسبانی پر
مسلسل حملہ آور تھا ہجومِ عام کثرت کا
مگر باطل ہی رہتا تھا خیالِ خام کثرت کا
کمانیں تیز پتھر اور گوفن لے کے دیوانے
طلوعِ صبح ہی سے بارشیں لگتے تھے برسانے
سحر سے شام تک طوفانِ سنگ و تیر کی موجیں
لبِ خندق سے ٹکراتی ہوئی کفار کی فوجیں
مسلمان بھوکے پیاسے اور مشقت سے تھکے ہارے
یہ سختی رات دن سہنے پہ تھے مجبور بیچارے
رسول اللہ کا چہرا فقط ڈھارس بندھاتا تھا
اسی کا صبر و استقلال ان کے دل بڑھاتا تھا
اسی تنہا کے دل میں درد تھا ساری جماعت کا
اسی تنہا کی آنکھوں میں تبسم تھا قناعت کا

منافقین مدینہ کی روگردانی

ادھر رحمن کے بندوں کا عزم حوصلہ مندی
ادھر شیطاں پسندوں کی بھی دیکھو فطرتیں گندی
منافق' جو بہر صورت شر انگیزی پہ عامل تھے
منافق جو بہر آئینہ ہر فتنے میں شامل تھے
بھلا یہ لوگ ایسے مرحلے پر باز کیوں رہتے
دراندازی سے غافل آج در انداز کیوں رہتے
مسلمانوں پہ زد آئے' منافق کیوں نہ راضی ہوں
جب ایسا روز بد آئے منافق کیوں نہ راضی ہوں
منافق کیوں نہ راضی ہوں' منائیں جب عدو خوشیاں
نظر آئیں جو بیرون مدینہ چار سو خوشیاں
مگر خیل منافق کی یہ خوشیاں بھی منافق تھیں
یہ زہر تلخ تھیں ناخوشگوار ناموافق تھیں
بظاہر ہنس نہ سکتے تھے' مسلمانوں سے ڈرتے تھے
بمشکل درد مندی تفرقے کا رنگ بھرتے تھے

منافقین کے بہانے

یہ خندق ٹھیک، باقی سارے بندو بست کچے ہیں
گھروں کی فکر لازم ہے، گھروں میں بال بچے ہیں
سرِ خندق رہیں ہم اور گھر برباد ہو جائیں
عیال، اطفال، پونجی، مال و زر برباد ہو جائیں
بھلا یہ بھی کوئی اچھا طریقہ ہے لڑائی کا
کہ ہم بیٹھے ہوئے منہ دیکھتے رہتے ہیں کھائی کا
ہزاروں دستہ ہائے فوج گردِ شہر پھرتے ہیں
گھروں کو گھورتے ہر سو بچشمِ قہر پھرتے ہیں
یہودی قوم کی بستی ذرا سے فاصلے پر ہے
وہ مل جائینگے دشمن سے ہمیں اس بات کا ڈر ہے
نبی نے گرچہ کچھ پہرے بٹھائے ہیں مگر کیا ہے
بھلا اس روند پھرنے سے بھی گھر محفوظ ہوتا ہے

مہاجرین سے کینہ

نہ خود موجود ہوں گھر پر اگر اپنے ہی گھر والے
تو کیا کر لیں گے یہ دو تین سو تیر و تبر والے
ادھر ہیں پہریداروں میں مہاجر ملکے والے بھی
وہ بیشک نیک نیت ہیں بہادر بھی جیالے بھی
میاں لیکن لہو گاڑھا ہوا کرتا ہے پانی سے
بھلا کیا ہو اگر وہ ہاتھ اٹھا لیں پاسبانی سے
بشر کو دوسرے کا درد مشکل ہی سے ہوتا ہے
تقاطر آنکھ میں فوارہ دل ہی سے ہوتا ہے
ہمیں اپنے گھروں کی فکر ہے ہم جائیں گے صاحب
ضرورت ہو تو پھر آنکھوں سے چل کر آئیں گے صاحب

منافق نصرت اسلام نہیں کرسکتے

منافق جو بہ مجبوری شریک اہل ایماں تھے
انہیں حیلوں بہانوں سے دمادم اب گریزاں تھے
منافق کو نہیں توفیق ملتی نصرت دیں کی
کہ اس رستے میں خطرے دیکھتی ہی آنکھ ہیں کی
مسلماں ہے وہی جو دین پر قربان ہوتا ہے
مسلماں ہوں یہ کہہ لینا بہت آسان ہوتا ہے
منافق کے لیے یہ سختیاں سہنا بہت مشکل
بوقت امتحاں ثابت قدم رہنا بہت مشکل

رسول کا تحمل

نبی سے جب یہ جانے کی اجازت لینے آتے تھے
تو چہرے سونت لیتے شکل مجبوری بناتے تھے
رسول اللہ پر ظاہر یہ ہر حیلہ بہانہ تھا
کہ نیت ان کی میداں چھوڑنا تھا گھر کو جانا تھا
نبی سنتا تھا روز و شب بہانے ان کمینوں کے
اسے معلوم تھا جو کچھ بھی دل میں تھا لعینوں کے
نہ تھی بے غیرتوں کو حاجت اب غیرت دلانے کی
تحمل سے اجازت ان کو مل جاتی تھی جانے کی
براہ مکر و حیلہ منافق تھڑ دلے سر کے
رہ صدق وصفا پر رہ گئے پیرو پیمبر کے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

خدا ہی منزل مقصود ہو جن کی نگاہوں میں
غضب کے امتحاں رکھے گئے ہیں انکی راہوں میں
موذن نغمہ اللہ اکبر لے کے اٹھتا ہے
جہان کفر تیغ و تیر و خنجر لے کے اٹھتا ہے
جہاں صدق و یقیں ہیں پیش خیمے خوش نصیبی کے
منازل پیش آتے ہیں وہیں شام غریبی کے
ودیعت جن کو ہو جاتا ہے ذوق نیک انجامی
انہی کو توڑنی پڑتی ہے ہر زنجیر ناکامی
جو دنیا کے لیے آتے ہیں لے کر دور خوشحالی
انہیں دنیا کے ہاتھوں دیکھنی پڑتی ہے پامالی
جنہیں قسمت سے رحم و عدل کے اعمال ملتے ہیں
وہ اکثر زخم کی دولت سے مالا مال ملتے ہیں
جو انساں کو دیا کرتے ہیں ہدیے شادمانی کے
گزرتے ہیں وہی انبوہ سے اعدائے جانی کے
جو دولت بانٹتے پھرتے ہیں پاکیزہ خیالوں کی
انہیں کے سامنے آتی ہیں سوغاتیں ملالوں کی

مدینہ محاصرے کی حالت میں

مسلمانوں کو ان سارے مراحل سے گزرنا تھا
اسی صورت بنی آدم کی بگڑی کو سنورنا تھا
تصور میں ذرا لاؤ تو وہ ایام محصوری
کہ اہل نار کے نرغے میں تھا جب خطہ نوری
مدینہ سربسر کفار کے گھیرے کے اندر تھا
بگرد طور آتشناک ظلمت کا سمندر تھا
یہ بستی سانس لیتی تھی مسلسل ہول کے اندر
ہلاکت آفریں و پر خطر ماحول کے اندر
بلند و پست بیرون مدینہ تاز و تیرہ تھا
یہ فوجیں بحر ظلمات اور مدینہ اک جزیرہ تھا

دشمنانِ اسلام کی ذہنیت

مسلماں جانتے تھے کیا ہیں یہ اعدائے بیرونی
لیٹرے بے مروت' بے اصول و پیشہ ور خونی
امڈتے چیختے چنگھاڑتے لشکر درندوں کے
لہو پی جانے والے قاتلوں ایذا دہندوں کے
عرب کے یہ قبائل شہر آفاق زمانہ تھے
کہ قتل عام میں ایذا دہی میں سب یگانہ تھے
فن غارت گری پیشہ تھا ان لوگوں کا آبائی
تبہ کاری میں حاصل تھا انہیں دعوائے یکتائی
زباں زد کارنامے تھے بہت ان سورماؤں کے
پہنتے تھے گلے میں کاٹ کر پستان ماؤں کے
پسندیدہ تھے ایسے کھیل بھی ان شہسواروں کو
یہ کر دیتے تھے چورنگ ہوائی شیر خواروں کو
بہت خوش اس لیے تھی بے حیائی کی ترنگ ان سے
کہ خطرے میں تھی اکثر دولت ناموس و ننگ ان سے
اصول اخلاق کے ممنوع تھے ان کو نہ باور تھے
یہ ذہنیت تھی ان کی شہر پر جو حملہ آور تھے

مارہائے آستین

برون شہر ایسے لشکر غدار کے ریلے
ادھر موجود قلب شہر میں شیطان کے چیلے
منافق اندرون شہر تھی اشرار کی ٹولی
یہودی جس کے ہمدم ہم سخن ہمراز ہمجولی
یہ مار آستینیں خفیہ ہی جانے کیا کر دیں
بلا لیں دشمنوں کو شہر میں آفت بپا کر دیں
مسلح بھیڑیوں کا غول اگر رستہ کوئی پائے
تو معصوموں نہتوں پر نہ جانے کیا ستم ڈھائے

آزمائش کے دن

بہر جانب مسلط تھیں ہوائیں خون کی پیاسی
عجب عالم میں بستے تھے مسلماں شہر کے باسی
دلوں میں ذکر حق آنکھوں میں تھی تصویر اندیشہ
دعائیں کر رہا تھا ان غریبوں کا رگ و ریشہ
سہارے اک خدا کے آسرے پر اپنے ہادی کے
مراحل ہو رہے تھے طے یہاں خود اعتمادی کے
وہ کیسے تیر سکتا ہے جو غوطہ زن نہیں ہوتا
تپے جب تک نہ سونا آگ میں کندن نہیں ہوتا

خندق پر جماعت مجاہدین

عجب عالم میں تھے مردان حق آگاہ خندق پر
بظاہر زندگی کی تھی نہ کوئی راہ خندق پر
منافق چل دیئے تھے رفتہ رفتہ چھوڑ کر میداں
قریظہ کے یہودی کر چکے تھے جنگ کا اعلاں
خلاصہ اہل ایماں کا محمد کی قیادت میں
جہاد و سعی کو موجود تھا فکر شہادت میں
فلک پر بادلوں میں ٹکڑیاں جیسے ستاروں کی
سر خندق عیاں تھیں صورتیں ایمانداروں کی
گھٹائیں ابر ظلمت کی انہیں گھیرے ہوئے بھی تھیں
مگر ان کے رخ روشن سے منہ پھیرے ہوئے بھی تھیں
انہی کے درمیاں خورشید پیغام الٰہی کا
سبق دیتا تھا استقلال سے عالم پناہی کا

انتہائی مصیبت، انتہائی استقلال

منافق جا چکے آمادہ ہو کر جب شقاوت پر
مسلمانوں پہ عبرت چھا گئی ان کی عداوت پر
یہ وہ عالم تھا جب مضبوط رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
کلیجے منہ کو آجاتے ہیں اور جی چھوٹ جاتے ہیں
مگر یہ بندگان حق فدائی دین و ملت کے
یم کثرت کو دکھلاتے رہے انوار قلت کے
اگرچہ مائیں بہنیں بیویاں اطفال رکھتے تھے
سبھی کچھ حسب حال و استطاعت مال رکھتے تھے

ساری دنیا کی بھلائی کے لیے

مگر یہ ساری دنیا کی حفاظت کرنے والے تھے
زمانہ بھر کے معصوموں کی خاطر مرنے والے تھے
نظام آسماں بہر زمیں تھا ان کے مقصد میں
قیام امن اور پیغام دیں تھا ان کے مقصد میں
یہ دشمن تھے شریروں کے یہ محسن تھے شریفوں کے
قیامت تک محافظ تھے یتیموں اور ضعیفوں کے
پناہ زندگی تھا زور دست حق پرست ان کا
بہر سو منتظر تھا ہر نحیف و زیر دست ان کا
ازل سے جو شرف انساں کے حصے میں آئے تھے
محمد کے صحابہ ہی انہیں دنیا میں لائے تھے
یہی دامن تھے جن کے سائے میں عالم کو بسنا تھا
یہی وہ ابر تھے جن کو زمانے پر برسنا تھا
شرافت لے کے آئے تھے یہ آغوش اصالت سے
لیا تھا نور ان لوگوں نے خورشید رسالت سے

جذبہ ادائے فرض واحساس ذمہ داری

یہی لاتفسدوا فی الارض کی تفسیر تھے گویا
یہی بندے ادائے فرض کی تصویر تھے گویا
یہ محکوموں کو آزادی کی راہیں دینے والے تھے
یہ مظلوموں کو دامن میں پناہیں دینے والے تھے
انہیں معلوم تھا جو کچھ بھی ان کی ذمہ داری تھی
نہ خطرہ ان کو لاحق تھا نہ غفلت ان پہ طاری تھی
ذرا غفلت میں اندیشہ تھا خندق پار سے ان کو
کہ امید بھی ہرگز نہ تھی کفار سے ان کو
بہت تھوڑے تھے یہ بیشک جماعت تھی قلیل ان کی
مگر تھی قوت ایماں وکیل ان کی کفیل ان کی
صحابہ ایک دل تھے جس طرح تسبیح کے دانے
کیا تھا منسلک ان کو نبی کی ذات والا نے
نہیں تھا مرتکب ان میں کوئی غفلت شعاری کا
کہ تھا ہر فرد کو احساس اپنی ذمہ داری کا

جماعت کا تحفظ

جماعت کے تحفظ کے لیے ہر فرد کوشاں تھا
یہی ہر حال بنیادی اصول حق نیو شاں تھا
جماعت سے الگ سعی بقا کرتا نہ تھا کوئی
اکیلی جان جینے کے لیے مرتا نہ تھا کوئی
دل ہر فرد میں قائم تھا یہ احساس بنیادی
نہ ہو میری ہی غفلت کا نتیجہ سب کی بربادی
کہیں غافل نظر آئیں جو پہریدار خندق کے
تو فوجیں قاتلوں کی آگھسیں اس پار خندق کے
نظر چوکے تو خندق پاٹ دیں یا پل بنا ڈالیں
دغا بازی کریں شبخون کی طرح دغا ڈالیں
کسی اک فرد واحد کی ذرا سی ایک غفلت سے
جہاں محروم ہو سکتا ہے اسلامی جماعت سے
مسلمانوں کا ہر ہر فرد یہ احساس رکھتا تھا
جماعت کا خود اپنے سے زیادہ پاس رکھتا تھا

اتحاد جماعت

شجر کی زندگی سے ہے بقائے برگ وابستہ
جماعت سے ہے انساں کی حیات و مرگ وابستہ
جماعت کی بقا ہے اتحاد جان و ایماں سے
مسلماں فرد ہے مربوط اجماع مسلماں سے
مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں
نہاں سینوں میں اشک گرم و آہ سرد رکھتے ہیں
بہر حالت بہر صورت شعار راست کرداری
وفا داری سے جماعت ہے پایان وفا داری

مسلمانوں کا ایثار

مجاہد باخبر تھے اجتماعی قدر و قیمت سے
جماعت بنتی ہے افراد کی سعی و عزیمت سے
مگر احساس ذاتی پر نہ تھا کوئی غرور ان کو
بہ شان انکسار و عجز ملتا تھا سرور ان کو
یقین تھا سعی ہو جائے گی آخر کامیاب ان کی
کہ ہے بیداری نوع بشر تعبیر خواب ان کی
جگا کر خاکیوں کو گنبد افلاک کے نیچے
ہوا کیا مشت خاک اپنی جو سوئے خاک کے نیچے
یہ دنیا چند روزہ ہے سرائے دہر فانی ہے
فقط اسلام کو حاصل حیات جاودانی ہے
مراد ان کی فقط یہ تھی خدا کا نام روشن ہو
زمانے بھر میں شمع ملت اسلام روشن ہو
ادائے فرض ہی میں مژدہ گلزار جنت ہے
یہی فضل خدا ہے اور یہی آغوش رحمت ہے

ایسے امتحان کے وقت

بظاہر آج دنیا میں مخالف جن کی ہر شے ہو
ہزاروں قاتلوں کا لشکر جرار در پے ہو
جنہیں تعداد کی توفیق حاصل ہو نہ ساماں کی
وہ کیسے تاب لا سکتے ہیں ایسے تند طوفاں کی
سحر سے شام تک جن کے سروں پر سنگباری ہو
نظر آتا ہو جیسے پتھروں کی نہر جاری ہو
سحر سے شام تک تیروں کا سوفاروں کا مینہ برسے
رسد آنے نہ پائے جان شیریں آب کو ترسے
مسلسل دن گزرتے ہوں مشقت میں صعوبت میں
کمی آتی نہ ہو راتوں کو بھی جن کی عقوبت میں
مسلسل جن کے روزے ہوں' مسلسل جن کا فاقہ ہو
نہ گھر میں ہو ذخیرہ اور نہ باہر سے علاقہ ہو
ادھر دشمن کے ہاں آگیں جلیں پکوان پکتے ہوں
یہاں گھر کا تصور ہو تو بچے تک بلکتے ہوں
یہ عالم ہو یہ نقشہ ہو یہ صورت یہ قرینہ ہو
یہ حال زار اک دو دن نہیں پورا مہینہ ہو

جب نفس فریب دیتا ہے

بشر کو جب بھی ایسی صورت حالات پیش آئے
تو دل سے پوچھتا ہے نفس؛ پیارے کیا کیا جائے؟
دل کمزور حفظ جاں کی ترکیبیں سکھاتا ہے
مصیبت سے رہائی کی بہت راہیں دکھاتا ہے
یہ راہیں جان کو ایمان پر ترجیح دیتی ہیں
نگاہیں حجرے کو میدان پر ترجیح دیتی ہیں
یہ نازک مرحلہ ہے جان و ایماں کی جدائی کا
دکھاتا ہے تصور روئے دلکش بے وفائی کا
جب آنکھیں تہلکہ دیکھیں؛ کلیجے منہ کو آتے ہیں
دل و جاں باہمی سازش سے ایماں کو دباتے ہیں
یہی دنیا میں دیں کے امتحاں کا وقت ہوتا ہے
یقیں پر زغہ وہم دگماں کا وقت ہوتا ہے
یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ شیطاں مسکراتا ہے
رگ کمزوری انساں فرشتوں کو دکھاتا ہے
فریب نفس کا یہ مرحلہ توبہ معاذ اللہ
رہ حق میں خلیج حائلہ توبہ معاذ اللہ

کون ثابت قدم رہتا ہے؟

مصیبت جب حد برداشت سے باہر نکل جائے
تو کچھ مشکل نہیں انسان رستے سے پھسل جائے
فقط ایمان کامل ہی یہاں پر کام دیتا ہے
فقط دست یقیں گرتے ہوؤں کو تھام لیتا ہے
محمد کے صحابہ کا یقین کامل و محکم
دل مضبوط کا یاور تھا جان زاد کا ہمدم
صحابہ کا یہ ایماں معجزہ تھا ان رسولوں کا
جوانگاروں کے بستر پر مزہ لیتے ہیں پھولوں کا
یہی ایماں تھا ابراہیم و اسماعیل کا ایماں
رضا کارانہ جوش طاعت و تسلیم کا ایماں
یہ پیغمبر نہ تھے لیکن بصد حسن و خوش اسلوبی
نمایاں کر رہے تھے از سر نو صبر ایوبی
ہویدا تھا کلیم اللہ کا جاہ و جلال ان سے
جمال آرا تھی روح اللہ کی شان جمال ان سے

اصحاب محمد کا ایمان

یہ اصحاب اور یہ ایمان اصحاب محمد کا
کرشمہ تھا فقط مہر جہانتاب محمد کا
خدائے واحد و قیوم پر محکم یقیں ان کا
یہی دنیا تھی ان کی اور یہی دراصل دیں ان کا
یہی محکم یقیں تھا ان کے استقلال کا باعث
ہوا آخر یہی باطل کے استیصال کا باعث
یقین نصرت حق پر یقین کامیابی تھا
پیمبر کی حضوری تھی، سرور کامیابی تھا
نظارے دیکھتے تھے ہر طرف طغیان باطل کے
امڈتے دوڑتے اٹھتے ہوئے طوفان باطل کے
یقین آیات حق پر اور محکم اور محکم تھا
اطاعت کے لیے ہر بندہ تسلیم سرخم تھا

مسلسل آزمائش

ثبات و صبر سے ضرب حوادث ان کو سہنا تھا
جہاں جس کا تعین تھا وہیں موجود رہنا تھا
رواں پیہم دواں سیلاب تیرو سنگ کی آندھی
مسلسل اور متواتر فساد و جنگ کی آندھی
برابر تیس دن اس رنگ ایسے حال سے گزرے
کہ جیسے زلزلہ خود وادی زلزال سے گزرے
برابر تیس روز و شب یہی طوفاں رہا جاری
مسلمانوں پہ اک بادل ہلاکت کا رہا طاری
ادھر سے سنگ آتے تھے ادھر سے تیر گرتے تھے
کسی کے ضرب آتی تھی کہیں نخچیر گرتے تھے

سرکردہ انصار سعد ابن معاذ

بزرگ اوس سعد ابن معاذ اسلام کے غازی
ہوئے مجروح تیر جاں ستاں سے وقت جانبازی
اگرچہ زخم کاری تھا مگر قائم تھے میداں میں
کہ وقف کار تھی ایمان کی قوت رگ جاں میں
کہاں اس زلزلے میں وقفہ تیمارداری تھا
یہ شیر زخم خوردہ محو ذوق جاں سپاری تھا
بسیرا ہو چکا تھا قصر گلزار شہادت میں
مگر مشغول تھا یہ جسم تحصیل سعادت میں
شہید زندہ سے اللہ کو اوراک کام لینا تھا
یہودی مرحلہ طے کر کے پھر آرام لینا تھا

مسلمان مستورات

حفاظت عورتوں بچوں کی فرمادی تھی ہادی نے
جگہ ان کے لیے محفوظ ٹھہرا دی تھی ہادی نے
یہ چھوٹا قلعہ سا تھا' ایک کہنہ چار دریوار
یہاں تھیں جمع مستورات' مائیں بچیاں ساری
نہیں تھا مرد کوئی پہرہ دار چار دیواری
مسلماں عورتوں ہی کی یہاں پر تھی عملداری
فقط حسان بن ثابت عرب کے شاعر اعظم
بوجہ ضعف و بیماری یہاں موجود تھے اس دم
مگر ان میں نہیں تھا آج رب و ضرب کا یارا
وگرنہ قلعہ کے اندر نہ ہوتے یوں قیام آرا

یہود کا منصوبہ

تھی اس سے کچھ پرے قوم یہودی کی وہی بستی
بغاوت کر چکی تھی حق سے سے جس کی فطرتی پستی
فراہم کر چکے جب جنگ کا سامان مطلوبہ
تو سوجھا ان کو مستورات پر حملے کا منصوبہ

حضرت صفیہ کی دلاوری

صفیہ بنت عبدالمطلب ہمشیر حمزہ کی
کہ تھا جن کا تہور ہو بہو تصویر حمزہ کی
نظر رکھتی تھیں وہ میدان پر ہر دم جھروکے سے
مبادا دشمنان دیں ادھر آ جائیں دھوکے سے
یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہر دم
بغاوت کے نظر آتے تھے آثار و نشاں ہر دم
بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کے آتے تھے
کھڑے رہتے تھے آدھی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے
اچانک اک نرالا فتنہ سالوس بھی دیکھا
بزیر سایہ دیوار اک جاسوس بھی دیکھا
یہ صورت تھی بلا شک قصر امن آثار میں رخنہ
یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار کا رخنہ
صفیہ خود مسلح ہو کے نکلیں قلعہ سے باہر
لگائی چوب سے اک ضرب اس مرد مسلح پر

مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

یہ ضرب دست حق تھی کھل گیا' خاطی کا بھنڈارا
دماغ و استخواں کارہ گیا اک بد نما گارا
یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے
وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھے خاصے فوج کے پہرے
دو بارہ رخ نہ اس جانب کیا پھر ان لعینوں نے
سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے
کیا ہمشیرۂ حمزہ نے وہ کار دلیرانہ
قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ
وہ بزدل ہیں بوقت خطرہ جو ورلاپ کرتی ہیں
مسلماں عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

مسلمانوں کا انتہائی استقلال

سرخندہ مسلسل تھا ہجوم عام کثرت کا
مگر ہر مرتبہ منصوبہ تھا ناکام کثرت کا
کمانیں گوفنیں تیر اور پتھر لے کے خیرہ سر
برابر جمع تھے ہر اک بلندی اور پستی پر
ادھر بھی مستعد مومن مسلمانوں کے دستے تھے
کہ جن کی جان پر یہ تیر یہ پتھر برستے تھے
نظر رکھتا تھا ہادی ہر بلائے ناگہانی پر
صحابہ جان و دل سے ہر جگہ تھے پاسبانی پر
اسی صورت سے گزرا اک مہینہ بھو کے پیاسوں کو
فقط ایمان تھا رکھے ہوئے ان کے حواسوں کو
انہیں تسکین کامل تھی کہ ہم منہاج حق پر ہیں
نئی تاریخ انسانی کے زریں سرورق پر ہیں
دل ہر مرد مومن کو خبر تھی اس سعادت کی
کہ غازی بن چکے باقی ہے اب دولت شہادت کی
شہادت یاب ہو نیکی تمناؤں سے غازی تھے
بحکم کار ساز کارز محو کار سازی تھے
شہادت ہی کے جذبے پر بقائے زندگانی تھی
شہادت ان کی نظروں میں صداقت کی نشانی تھی

یہی اک جذبہ صدق و صفا انجام بیٹوں کا
کھویا بن گیا سیلاب ظلمت میں سفینوں کا

امتحان کی آخری سخت گھڑیاں

خزاں کا دور تھا ناقبل برداشت سردی تھی
ہزاروں زخم تن پر یہ خدا والوں کی وردی تھی
صحابہ آگ روشن کر نہ سکتے تھے مجبوری
کہ ہر دم خطرہ شبخوں میں تھیں شبہائے محصوری
وہاں کفار شب بھر خوب کھاتے تھے پکاتے تھے
لنڈھاتے تھے شرابیں ناچتے تھے اور گاتے تھے
دلوں کے نور ہی سے کام لیتی تھیں یہاں آنکھیں
سکوت شب میں نفس مطمئنہ کی زباں آنکھیں
نیا اسلوب تھا اس جنگ میں ضبط و خموشی کا
نفس پر ہر نفس تھا تازیانہ سخت کوشی کا
بڑی بھاری مصیبت میں تھی جمعیت قلیل ان کی
مگر تھے صابر و شاکر کہ فطرت تھی اصیل ان کی
نمایاں تھی مگر سامان اور تعداد کی قلت
ہلاکت بار طوفاں میں گھری تھی کشتیِ ملت

صحابہ امتحان میں پورے اترے

مقاصد جن کے اونچے اور اونچا بخت ہوتا ہے
زمانے میں انہیں کا امتحاں بھی سخت ہوتا ہے
مگر دعوائے تسلیم و رضا کا امتحاں توبہ
محبت کا' صداقت کا' وفا کا امتحاں توبہ
کڑا تھا امتحاں یہ ادعائے حق پرستی کا
جہاں بھر میں مسلمانوں کی واحد ایک بستی کا
خدا نے امتحاں فرمالیا تھا اپنے بندوں کا
ہوا ثابت کہ دل مضبوط ہے ان حق پسندوں کا
نبی شامل تھا خود بھی اپنی امت کے مصائب میں
ستارے ہی نہیں خورشید بھی تھا ان سحائب میں
وہ خود شاہد تھا اس اخلاص مندانہ اطاعت کا
اسی کی ذات پر تھا آسرا جن کی شفاعت کا
دکھا کر معجزے امت کو اپنی استقامت کے
عطا فرما رہا تھا حوصلے فوق الکرامت کے
اگرچہ سب سے بڑھ کر سختیاں خود بھی اٹھاتا تھا
مگر اصحاب کی حالت پہ اس کو رحم آتا تھا
اسے مقصود تھی انسان میں تطہیر جوہر کی
کہ تھی یہ امتحاں گہ ایک بھٹی کیمیا گر کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

بسوئے عرش دیکھا رحمت مواج نے آخر
دعا کو ہاتھ اٹھائے صاحب معراج نے آخر
دعا کی اے خداؑ امداد کر اخلاص مندوں کی
نہ کر اس سے زیادہ آزمائش اپنے بندوں کی
تری خاطر یہ بندے آج محو جاں نثاری ہیں
کہ ان کے جان و دل پر تیرے ہی احکام جاری ہیں
تجھی سے صبرو استقلال کی دولت بھی پائی ہے
عطا آنکھیں بھی کی ہیں راہ بھی تو نے دکھائی ہے
رہ دشوار کی دشواریاں بھی تو ہی آساں کر
تیرے احسان کے محتاج ہیں اللہ احساں کر
دعا سنتا ہے یا رب تو زبان بے زبانی کی
طلب کرتی ہیں تجھ سے داد جانیں خستہ جانی کی
الٰہی ان کے سر سے ابتلائیں دور فرمادے
ہجوم کفر کی ساری بلائیں دور فرمادے
ترا گلشن ہے جس پر ابر ظلمت بار چھایا ہے
مصائب کا یہ بادل ہر طرف سے گھر کے آیا ہے
تو بیشک جانتا ہے نیت کفار کو یا رب
پراگندہ کر اس جمعیت کفار کو یا رب

الٰہی اپنے بندوں کو رہائی دے صعوبت سے
انہیں آزاد کر باطل کے اس دام عقوبت سے
الٰہی کفر کی طاقت میں ایسا زلزلہ آئے
دوبارہ جمع ہونے کا نہ ہرگز حوصلہ پائے
الٰہی دعوئ باطل کو باطل اور رد فرما
محمد اور اصحاب محمد کی مدد فرما

احزاب کی آخری رات

مصیبت حد سے جب گزری تو آخر یہ مقام آیا
دعاؤں کی قبولیت کا ظائر زیر دام آیا
عشا کے بعد حضرت نے دعا کو ہاتھ اٹھائے تھے
وہاں کفار کے سالار اک محفل جمائے تھے
ابوسفیاں کا خیمہ مشورت گاہ قبائل تھا
مسلمانوں کا استقلال مرکوز مسائل تھا
بڑے افسر بڑے سردار آپس میں جھگڑتے تھے
بہت غصے میں تھے خفگی دکھاتے تھے بگڑتے تھے
ابوسفیاں ہدف تھا طعن و تشنیع و ملامت کا
نظارا کر رہا تھا آج خود ہی اپنی شامت کا
قبائل کے سبھی سردار اسے الزام دیتے تھے
سپہ سالار بودا ہے اسی کا نام لیتے تھے

کافروں کا ایک دوسرے کو الزام

اندھیرے میں ہمیں رکھا گیا یثرب کی طاقت سے
تمہارے ساتھ ہم سب چل پڑے اپنی حماقت سے
پڑے ہیں اس جگہ ڈالے ہوئے ڈیرا مہینے سے
ہمیں کچھ بھی نہیں حاصل ہوا اب تک مدینے سے
شبانہ روز لڑنے کرنے حملہ میں گزرتے ہیں
سپاہی بے نتیجہ زخم کھاتے اور مرتے ہیں
ہزاروں بار ہم نے شہر کے اوپر کئے دھاوے
مگر ہر بار رہواروں کو دینے پڑ گئے کاوے
نہ داخل ہو سکا بستی میں اپنا ایک بھی دستہ
مسلماں ہر جگہ رو کے کھڑے ہیں شہر کا رستہ
برون شہر سے حاصل نہیں کوئی مدد ان کو
پہنچنے دی نہ ہم نے ایک دانہ تک رسد ان کو
نہ جانے کون سی امداد ہے ان شہر والوں کو
کہ کمک ملتی ہے ان سے بار بار اپنے رسالوں کو
کوئی شے وادی محصور میں آنے نہ دی ہم نے
کوئی چڑیا بھی اڑ کر شہر میں جانے نہ دی ہم نے
مہینے بھر کا فاقہ ہو جنہیں وہ لڑ نہ سکتے تھے
ہزاروں کے مقابل چند سو یوں اڑ نہ سکتے تھے

میسر ہے انہیں شاید سہارا کھانے پینے کا
تیاپانچا وگر نہ ہو چکا ہوتا مدینے کا
وہ آخر کون ہے جو اس طرح امداد کرتا ہے
انہیں ہتھیار دے دیتا ہے ان کا پیٹ بھرتا ہے

قریشی سپہ سالار سے بددلی

ابوسفیاں کو ہم سب نے سپہ سالار مانا تھا
کہ اپنے سے زیادہ آزمودہ کار جانا تھا
مگر ثابت ہوا قوم قریش اب ربع خالی ہے
وہ جنگی شان و شوکت بس خیالی ہی خیالی ہے
خداوندان کعبہ بھی بظاہر آج بے گن ہیں
مسلماں سچ تو کہتے ہیں کہ صم اوربکم ہیں
کسی ایسے کا تابع کوئی لشکر ہو نہیں سکتا
کہ جس سے یہ ذرا سا مورچہ سر ہو نہیں سکتا
یہ خندق راہ میں حائل سہیٰ آخر تو خندق ہے
سپہ سالار بھی حیراں ہے لشکر کا بھی منہ فق ہے
مناسب تھا کہ یہ تختی سپہ سالار ہی کھولے
کسی کو حق نہ تھا اپنے بڑوں کی بات میں بولے
ہمیں جو حکم بھی تم نے دیا تعمیل کی ہم نے
کہیں دم ہی چرایا اور نہ کوئی ڈھیل کی ہم نے
نتیجہ یہ کہ سارے لشکری حیران و ششدر ہیں
ہمیں جس تھان پر باندھا تھا تم نے ہم وہیں پر ہیں
ہم اکثر بڑبڑاتے دیکھتے ہیں خیل خیل ان کو
سمجھتے ہیں کہ گروانا گیا کولہو کے بیل ان کو

یہودیوں کی نفع خوری

کہاں ہیں وہ یہودی جو ہمارے پاس آئے تھے
بقول خود بڑے تدبیر والے اہل رائے تھے
وہ کہتے تھے ہمیں وہ خود کریں گے شہر میں داخل
نہ پیش آئے گی اس بارے میں ہرگز کوئی بھی مشکل
وہ کہتے تھے کہ مستورات پر قبضہ دلادیں گے
جہاں بھی مال و زر پوشیدہ ہے سب کچھ بتا دیں گے
یہودوں نے کوئی وعدہ نہیں اب تک کیا پورا
ہماری جنگ کا مقصد ہے لنڈورے کا لنڈورا
کوئی رستہ بتاتے ہیں نہ خود امداد کرتے ہیں
یونہی لڑتے چلے جاؤ یہی ارشاد کرتے ہیں
نکل کر قلعہ سے باہر وہ ایسے بیٹھ جاتے ہیں
تماشا دیکھنے کو جس طرح شوقین آتے ہیں
گدھوں کی دوڑ سمجھے ہیں ہماری جنگ بازی کو
یہاں تشریف لاتے ہیں فقط طعنہ طرازی کو
ہمارے فوجیوں سے مفت پیتے اور کھاتے ہیں
انہی کے ہاتھ پھر جھوٹے نگینے بیچ جاتے ہیں
بہت کچھ لوٹ لے جاتے ہیں ہتھ ناٹک کی چالوں سے
جوا بھی کھیلتے ہیں وہ ہمارے فوج والوں سے

پیادے ہار جائیں تو انہیں ہتھیار دیتے ہیں
سوار اکثر جوئے میں اپنے گھوڑے ہار دیتے ہیں
ہماری فوج آئی ہے یہاں پیکار کی خاطر
کہ ان بازاریوں کی گرمی بازار کی خاطر
شبانہ روز ہم میداں میں لڑتے اور مرتے ہیں
یہودی چین سے بیٹھے ہوئے بیوپار کرتے ہیں

یہودیوں کی وعدہ خلافی

یہودی قلعہ میں یثرب کے غلوں کا ذخیرہ ہے
ہمیں کچھ بھی نہیں دیتے یہ کیا ان کا وتیرہ ہے
سمجھتے ہیں قبائل سے تو کچھ پڑتا نہیں پلے
چھپا کر کیوں نہ تہ خانوں میں پھر رکھے رہیں غلے
یہ وعدہ تھا مدینے کے حوالی ان کی حد ہو گی
رئیسان یہودی ہی کے ذمے سب رسد ہو گی
رئیسان یہودی اب نظر آتے ہیں کم ہم کو
نظر آتے بھی ہیں ظالم تو دے جاتے ہیں دم ہم کو
نئے ہر روز دم دھاگے نئے فقرے نئے جھانسے
یہودی قوم نے گویا نئے چنڈول ہیں پھانسے
طلب غلہ کرو تو صاف ملتا ہے جواب ان سے
فقط ملتی ہے منہ مانگے ہوئے داموں شراب ان سے
رسدان سے کسی قیمت پہ حاصل ہو نہیں سکتی
وہ کہتے ہیں یہودی قوم غلے بو نہیں سکتی

قبائل کو رسد کی فکر

ہمیں شک ہے رسد یثرب کے اندر بیچتے ہونگے
مسلمانوں سے قیمت نقد لے کر بیچتے ہونگے
یہودی قوم کی یہ نفع بازی جانتے تھے ہم
یہ سب ہیں یار پیسے کے انہیں پہچانتے تھے ہم
گھروں سے ہم بہت کچھ سازو ساماں ساتھ لائے تھے
کوئی ان کے بھروسے تو نہیں لڑنے کو آئے تھے
مگر یہ کیا خبر تھی جنگ ہو گی اس قرینے کی
غنیمت کے بغیر ایسی لڑائی اک مہینے کی
وہ سب کچھ کھا چکے ہم راستہ میں جو بھی چھینا تھا
کہ آخر اس بڑے لشکر کو کھانا اور پینا تھا
رسد کے بھیڑ' بکری' اونٹ کھائے جا چکے سارے
لڑائی کے جو زخمی اسپ تھے کام آچکے سارے
شراب اک دو ہی دن کی اور باقی ہو تو باقی ہو
پھر اس کے بعد لازم ہے کہ ارزاں خون ساقی ہو

کفار کا لشکر اور شراب

بہادر لشکری پیتے رہیں تو چست رہتے ہیں
نہیں ملتی تو بغلیں جھانکتے ہیں ست رہتے ہیں
یہ بزم رزم قائم ہے جو پوچھے کوئی ہم سے
شراب کہنہ و لطف کباب تازہ کے دم سے
نشے ہی سے بہادر فوجیوں میں جوش آتا ہے
بہت افسردہ ہوتے ہیں جب ان کو ہوش آتا ہے
نشہ جب تک نہ ہو میداں میں ان کو لا نہیں سکتے
پھر ان کو شاعروں کے شعر بھی گرما نہیں سکتے

شرابی شاعر

ہمارے شاعروں کا جوش بھی ہے وصل ساغر سے
لگے رہتے ہیں ورنہ لاش کی مانند بستر سے
یہ خود بھی ترش روہیں شعر بھی کڑوا کسیلا ہے
نکلتا ان کے مونہوں سے برابر ے لا میلا ہے
اگر پی لیں تو اٹھ کر فوجیوں کا دل بڑھاتے ہیں
اچھلتے کودتے ہیں اینڈتے ہیں گیت گاتے ہیں
نقیبان ''جہالت'' یہ ہمارے مدح خواں شاعر
ہمارے کارناموں کے خصوصی ترجماں شاعر
نہ سمجھوان کو بکواسیٔ کہ یہ سب کار آمد ہیں
ہمارے ساتھ ہیں اور محو تعریف و خوشامد ہیں
یہ مانا فحش گو ہیں فحش کار و لاف زن بھی ہیں
یہ مانا بد سرشت و بد نگاہ و بد چلن بھی ہیں
مگر یہ لوگ شاعر ہیں مزا ہے ان کی باتوں میں
ہمارے لشکری لیتے ہیں لذت ان سے راتوں میں
یہ ایسا بھانڈ پن کرتے ہیں ایسے گیت گاتے ہیں
کہ سننے دیکھنے والے نہایت لطف اٹھاتے ہیں
سنو جس دم تبرا یہ مسلمانوں پہ کرتے ہوں
انہیں دیکھو جہاں یہ گالیوں میں رنگ بھرتے ہوں

وہ ساعت جب کہ طاری سخت خارش ان پہ ہوتی ہے
اہاہاہا، اوہوہوہو کی بارش ان پہ ہوتی ہے
کوئی جوشِ خطابت سے مسلسل سر ہلاتا ہے
کوئی تانیں اڑاتا ہے تو کوئی منمناتا ہے
سرِ محفل ہے واصل کوئی محبوبِ خیالی سے
ہے دیو ہجر کا معمول کوئی خورد سالی سے
یہ شاعر لوگ ہیں انھو کہ دنیائے سرمستی
مزا یہ ہے بہت مہنگی نہیں ہے ان کی خرمستی
شراب ان کو دیئے جاؤ سنے جاؤ کلام ان کا
یہ مینڈک پی کے ٹراتے ہیں طرفہ ہے زکام ان کا
فقط ایسے تماشے کے لیے اک شے ضروری ہے
کہیں سے بھی ملے کوئی پلائے مے ضروری ہے
یہ مستانے جو اکثر عامیوں کی نقلِ محفل ہیں
بھلا یہ بن پیے دو حرف بکنے بھی قابل ہیں
اگر اک مرتبہ حیلے حوالے سے انہیں ٹالیں
تو اپنے محسنوں کی بھی یہ فوراً ہجو کہہ ڈالیں
دیے جاؤ انہیں چھینٹے شرابِ ارغوانی کے
وگرنہ ہم ہدف بن جائیں گے گندہ دہانی کے
ملی جس دن نہ مے ان شاعرانِ کینہ پرور کو
ہمارے ہی خلاف اس دن یہ بھڑکائیں گے لشکر کو
اب اظہارِ حقیقت اس کو سمجھو یا کہ سردردی

جو حالت ہے سپہ سالار سے ہم سے بیاں کر دی
رسد بھی تھم چکی ہے اور میخانہ بھی خالی ہے
ہمارا حال کیا ہو گا؟ یہ ہر صورت سوالی ہے

ابوسفیان کی تقریر

قبائل کے سبھی سردار بولے باری باری سے
بڑی تیزی سے لیکن انتہائی ذمہ داری سے
یہ تقریریں سنیں جب سربراہان قبائل کی
ابوسفیاں نے کی محسوس تلخی ان دلائل کی
جواب ان کا ضروری تھا' کہ اب تاخیر مشکل تھی
یہاں اب لمبی چوڑی منطقی تقریر مشکل تھی
اٹھا' داڑھی کھجائی' مسکرایا' دانت دکھلائے
مخاطب کر کے سرداروں کو یہ الفاظ فرمائے

یہود اور قبائل میں اختلاف

عرب کے سر بلند و سرفراز اور سردارو
یہودی قوم نے کھیلی ہے یہ نرد دغا یارو
یہودی قوم بچ مچ جذبہ غیرت سے عاری ہے
مرا ان سے برابر نامہ و پیغام جاری ہے
جواب آخری ان کی طرف سے آج پایا ہے
اسی باعث تو میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے
وہ کہتے ہیں کہ چند افراد جو ہوں نام آور بھی
ہماری فوج کے سردار بھی ہوں اور دلاور بھی
یہودی قلعہ میں رکھیں گے ہم زیر نظر بندی
تو پھر ہم جنگ کے میداں میں کودیں گے بہ خورسندی
ہماری نیتوں پر اب ہے شک اختلال ان کو
ہماری فوج سے مطلوب ہیں کچھ یرغمال ان کو
ہمارے آدمی قبضے میں رکھنے پر بضد ہیں وہ
اسی اک شرط پر کہتے ہیں ہم سے متحد ہیں وہ
علاوہ اس کے روز سبت بھی باہر نہ آئینگے
لڑائیں گے ہمیں لیکن وہ خود زد پر نہ آئیں گے
جو ان کی چال ہے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں
پرانے ملنے والے ہیں انہیں پہچانتا ہوں میں

خیال ان کا یہ ہے جس دم گھسیں گے ہم مدینے میں
تو شاید لوٹ پڑ جائے خسیسوں کی دفینے میں
اگر کر دیں ہم اپنے افسروں کو یرغمال ان کا
خیال ان کا یہ ہے محفوظ ہو جائیگا مال ان کا
اگر اس مال پر بھی رال ٹپکی فوج والوں کی
تو زیر تیغ آجائیں گی جانیں یرغمالوں کی
عرب کو لوٹنا لیکن عرب والوں سے غیرت!
کمینے، بے وفا، غدار، قرم ساق بدنیت

دوسری صبح متفقہ دھاوے کی تجویز

چلو اچھا ہوا یہ خود ہی ہم سے دور ہو بیٹھے
مدینے کے سیاسی فائدے سے ہاتھ دھو بیٹھے
میری تجویز یہ ہے کل سویرے نور کے تڑکے
مدینے کی زمیں پر فوج بجلی کی طرح کڑکے
کریں ہم متفقہ فوج سے اک زور کا دھاوا
کہ ہو شامل نہ ہونے سے یہودوں کو بھی پچھتاوا
نہیں ہے اب مسلمانوں میں کوئی بھی سکت باقی
نہ جمعیت ہی قائم ہے نہ قوت اور ست باقی
ہزاروں کا یہ لشکر جا پڑے یوں بے خطر ان پر
گرے آندھی کی صورت بارش تیر و تبر ان پر
ادھر خندق کے وا پر جنگ سر انجام ہو جائے
ادھر سے اندرون شہر قتل عام ہو جائے
قبائل کے بہادر سربراہو گردن افرازو
ابھارو لشکروں میں جوش جانبازی کا جانبازو!
مدینے میں اگر اک مرتبہ تم ہو گئے داخل
تو یہ سمجھو رسد بھی میکدے بھی ہو گئے حاصل
یہاں سے جا کے یہ احکام دے دو اپنے دستوں کو
فنا کر دیں سویرے منہ اندھیرے حق پرستوں کو

مسلماں ختم ہو جائیں تو پھر سب کچھ تمہارا ہے
کہ بعد اس کے یہودی قوم کا پھر کیا سہارا ہے
یہ سیم و زر یہ سب غلے خزانے اور میخانے
پڑے ہیں سامنے تم کو دیے ہیں لات و عزی نے

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

سپہ سالار کے اس فیصلے سے خوش ہوئے افسر
ہر اک نے راہ لی گھوڑوں پہ چڑھ کر جانب لشکر
سرا پردہ ادھر دربان نے دیوان کا کھینچا
ابوسفیان نے اک سانس اطمینان کا کھینچا
سحر کو متفقہ متحدہ فوج کا حملہ
بقا کی ایک کشتی پر فنا کی موج کا حملہ
خبر کیا تھی ابھی خونیں سحر میں رات حائل ہے
کہ شیطانی ارادوں میں خدا کی ذات حائل ہے
بشر اپنے ارادوں سے عبث مسرور ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے
ابوسفیاں بہت خوش تھا یہ ساعت عید تھی اس کو
یہ حملہ فیصلہ کن ہے بڑی امید تھی اس کو
خبر کیا تھی محمد نے دعا کو ہاتھ اٹھائے ہیں
خبر کیا تھی زمیں پر حاملان عرش آئے ہیں

آندھی اور حملہ

ابوسفیاں نے دی آواز دسترخوان بچھواؤ
بلاؤ عکرمہ کو اور ابن العاص کو لاؤ
مہیا ہو گیا سامان بے اندازہ و وافر
شراب کہنہ کے شیشے طعام تازہ و وافر
مسلمانوں کا خوں لے کر ارادے اور نیت میں
ابوسفیان بیٹھا اور مصاحب بھی معیت میں
ابھی کھانے نہ پائے تھے ابھی پینے نہ پائے تھے
اٹھائے تھے جو لقمے وہ دہن تک بھی نہ آئے تھے
اچانک اک بڑا جھونکا ہوائے تند کا آیا
بھری مونہوں میں جس نے خاک، دستر خوان الٹایا
کبابوں کی اڑیں قابیں، لڑے شیشے شرابوں کے
شرابیں لنڈھ گئیں ٹکرا کے سر ٹوٹے قرابوں کے
ابھی نکلی نہ تھیں چیخیں بھی ان مونہوں سے حیرت کی
کہ آیا دوسرا جھونکا صدائیں لے کے ہیبت کی
طنابیں چرچرائیں چوب لہرائی اڑا خیمہ
غبار ابھرا غبارہ بن کے اٹھا اور گرا خیمہ
ابوسفیان نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کیا دیکھا
مقدر لشکر احزاب کا پلٹا ہوا دیکھا

رواں تھا ایک سیلاب عظیم الشان آندھی کا
اچانک آپڑا تھا فوج پر طوفان آندھی کا
اڈتی دوڑتی اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں کو روندتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
توے الٹے اندھی چولہوں میں ہنڈیاں بجھ گئیں آگیں
جھلس کر رہ گئے منہ اور کپڑوں میں لگیں آگیں
اٹا تھا ہر بشر کا فرق و چشم و گوش مٹی سے
ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی پر جوش مٹی سے
دل ہر فرد تھا اس ناگہانی مار سے چھلنی
بدن تھا ریزہ ہائے سنگ کے سوفار سے چھلنی
طمانچے کنکروں کے اور مٹی کے تھپیڑے تھے
مسلسل پے بہ پے خوف اور دہشت کے دریڑے تھے

کفار پر خوف و ہراس چھا گیا

یہ آندھی کپکپاتی برف کی سردی بھی لائی تھی
ہزاروں وسوسے لائی تھی نامردی بھی لائی تھی
ابوسفیاں کا دل تھا حلق میں اب ہول کے مارے
گنہ جتنے کئے تھے آ رہے تھے سامنے سارے
ستم ڈھائے تھے جتنے بھی مسلمانوں کی جانوں پر
وہ آندھی بن کے چھائے تھے زمینوں آسمانوں پر
نظر آتی تھی اک جھونکے میں صد پاداش کی صورت
اندھیرے میں ابوسفیاں کھڑا تھا لاش کی صورت
زمیں بھونچال سے ہلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
گناہوں کی سزا ملتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
خبیب و زید دو اللہ کے بندے تھے تصور میں
ابوسفیاں تھا اور پھانسی کی پھندے تھے تصور میں
تصور میں ہوا محسوس اپنا سانس بند اس کو
تو اپنی ہی رگ گردن نظر آئی کمند اس کو

ابوسفیان سمجھا قیامت آئی

زمیں پر دوڑتے پھرتے نظر آئے جو انگارے
ابوسفیان ان کو بھوت سمجھا خوف کے مارے
ہوا میں اونٹ گھوڑوں کی صدائیں بار بار آئیں
صدائیں کان میں بن بن کے تاکید فرار آئیں
ہوائے تند کے جھونکے تھے یا پھنکار کوڑوں کی
سنائی دے رہی تھی بے محابا ٹاپ گھوڑوں کی
سروں سے اڑ چکے تھے چھاؤنی کے خیمے خرگاہیں
پڑے تھے لشکری چہروں پہ لپٹائے ہوئے باہیں
نہ کوئی بول سکتا تھا، نہ کوئی سر اٹھاتا تھا
ابوسفیاں کو اپنی ذات سے بھی ہول آتا تھا
نہ چولہا تھا نہ ہنڈیا تھی نہ خیمہ تھا نہ ڈیرا تھا
فقط وحشت ہی وحشت تھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا
خیال آیا ابوسفیاں کو اپنی حالت بد کا
وہ سمجھا قول پورا ہونے والا ہے محمد کا
یقیں آیا زمین و آسماں کو طیش آیا ہے
ہراول بن کے خاک و باد کا یہ جیش آیا ہے
یہاں اب ایک ساعت بھی کھڑے رہنے میں خطرہ ہے
میری ہی جستجو میں ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ ہے

محمد کی مدد کا ہو گیا ہے غیب سے ساماں
یہاں سے بھاگ ابوسفیاںؑ یہاں سے بھاگ ابوسفیاں
وگرنہ کوئی دم میں تیری شامت آنے والی ہے
محمد نے بتایا تھاؑ قیامت آنے والی ہے

ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی

پیاپے بڑھتی جاتی تھی ہوائے تند کی تیزی
فضا میں تھی بلا کی ہولناکی وہشت انگیزی
وہ سردی تھی کہ جم کر رہ گئی تھی سانس سینوں میں
امید زیست تھی چبھتی ہوئی سی پھانس سینوں میں
ضمیر جرم آلودہ کو تھا احساس تنہائی
ابوسفیاں نے آخر بھاگ چلنے ہی کی ٹھہرائی
بندھا رہتا تھا اپنا اونٹ ہر دم ساتھ ڈیرے میں
ابوسفیاں گھسٹ کر اس پہ چڑھ بیٹھا اندھیرے میں
پکارا، جو کوئی بھی سن رہا ہو غور سے سن لے
سپہ سالار کا اعلان پورے طور سے سن لے
یہاں اب ایک ساعت بیٹھنا بھی جان کھونا ہے
نتیجہ کچھ نہیں بے فائدہ برباد ہونا ہے
قریشی قوم کے ہر فرد کو جا کر خبر کر دو
اندھیرے میں گھروں کی راہ لو فوراً جواں مردو
قریشی فوج ہوا کا ہو کوئی سرکردہ
سمجھ لے بس غنیمت ہے اندھیری رات کا پردہ
تم اپنی قوم کو لے کر خوشی سے نکل آؤ
کہاں جاتے ہو صحرائی قبائل کو نہ بتلاؤ

قریش قوم کی ہستی کو میں خطرے میں پاتا ہوں
گھروں کی راہ لو بھائی، یہ دیکھو میں تو جاتا ہوں

ابوسفیان کی بدحواسی

اندھیرے میں بلند آواز سے مارا یہ للکارا
اور اس کے ساتھ ہی رسی سے اپنے اونٹ کو مارا
اچک کر بلبلایا اونٹ لیکن چل نہ سکتا تھا
بندھا تھا اس کا گھٹنا وہ جگہ سے ٹل نہ سکتا تھا
ابوسفیان ادھر سے گالیاں اس کو سناتا تھا
ادھر سے اونٹ بھی ترکی بہ ترکی بلبلاتا تھا
یہ سب کچھ سن رہا تھ عکرمہ بوجہل کا بیٹا
کہیں نزدیک اوندھے منہ زمیں پر وہ بھی تھا لیٹا
وہ اٹھا طیش میں آ کر پکارا اے ابوسفیاں
سپہ سالار ہو کر چھوڑتے ہو اس طرح میداں
چچا یہ بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ ہے نامردی
اندھیری رات میں کرنے چلے ہو بادیہ گردی
بندھا ہے اونٹ کا گھٹنا جسے تم ہانکے جاتے ہو
دہن سے گالیاں بکتے ہو مٹی پھانکے جاتے ہو
اگر واپس ہی چلنا ہے تو لشکر ساتھ میں رکھو
سپہ سالار ہو دو چار افسر ساتھ میں رکھو
قریش آن بھی آخر بچانی چاہیے تم کو
چچا اس بزدلی پر شرم آنی چاہیے تم کو

ابوسفیان کی شرم

صدائے عکرمہ سن کر ابوسفیاں کو شرم آئی
مگر اس شرم کی اس وقت مشکل تھی پذیرائی
اندھیرا اور آندھی اور پر اسرار آوازیں
فضا میں سرد شعلوں کی سی دل افگار پروازیں
ڈرائی اور ہیبت ناک دھمکاتی ہوئی شکلیں
تحکم سے گریز ارشاد فرماتی ہوئی شکلیں
وہ سب تاریک شکلیں واہمہ خلاق تھا جن کا
ضمیر بد نہاداں پر تصور شاق تھا جن کا
یہاں اب کوئی بھی صورت نہیں تھی جائے ماندن کی
نفس کی آمدو شد تھی مہورت پائے رفتن کی
صدائے عکرمہ سے بوجھ اترا ذمہ داری کا
بہانہ ہاتھ آیا حیلہ بے اختیاری کا
اتر کر اب بمشکل اس نے گھٹنا اونٹ کا کھولا
مگر پھر اس پہ چڑھ بیٹھا بلند آواز سے بولا
بھتیجے عکرمہ لو میں تمہیں نائب بناتا ہوں
قریشی فوج کو تم لے کے آؤ میں تو جاتا ہوں
ہوا آئی ہے لے کر اک جہاں لق و دق ہم پر
الٹ کر آپڑیں گے صبح تک چودہ طبق ہم پر

مرے پیچھے ہی پیچھے قوم کو لے کر نکل آؤ
غبار مرگ کی اس قبر سے باہر نکل آؤ
وگرنہ جو نتیجہ ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے
عرب کی ان ہواؤں کا ابوسفیان ماہر ہے
ابوسفیاں نے پورے زور سے اب اونٹ دوڑایا
اندھیرے اور آندھی کی ردا میں گم ہوا سایا
فقط راہ فرار آسان تھی پائے تصور پر
ہوائے تند کوڑا کر رہی تھی پشت اشتر پر

لشکرِ احزاب اندھیرے میں غائب

یہ ایسا واقعہ تھا جو چھپائے چھپ نہ سکتا تھا
سپاہی سن رہے تھے عکرمہ بھی بکتا جھکتا تھا
سپہ سالار کامیداں سے چل دینا قیامت تھا
خبر لشکر میں پھیلی شوم کا مذکور شامت تھا
بھلا اب کون رکتا کس میں باقی تھا یہ دل گردہ
قریش فوج پہلے ہی سے تھی افسردہ و مردہ
اندھیری رات میں آندھی کے آگے سب کے سب بھاگے
وہ اس سے دس قدم آگے یہ اس سے دس قدم آگے
قبائل کے جیوش قاہرہ نے بھی خبر پائی
قریشی فوجیوں کی چھاؤنی خالی نظر آئی
یہودی چوکیاں بھی جا چکی تھیں قلعہ کے اندر
نظر آتے نہ تھے میدان میں اب ناچتے بندر
ہراس عام ان پھیلی ہوئی افواج میں پھیلا
فضا میں گالیاں گونجیں اٹھا اک شور واویلا
انہیں بھی اب نہیں تھا بھاگ چلنے کے سوا چارا
اسی عالم میں لد کر چل دیا آخر یہ بنجارا
اڑا کر لے گئی اندھوں کو آندھی اس اندھیرے میں
سحر تک خاک اڑتی رہ گئی باطل کے ڈیرے میں

مدینے کی صبح

بلا کا عبرت افزا انقلاب چرخ گرداں تھا
ابھی اک شور برپا تھا' ابھی اک ہو کا میداں تھا
سحر کے وقت جب گونجی صدا اللہ اکبر کی
تو باطل ہو چکی تھیں ظلمتیں باطل کے لشکر کی
نہ آندھی ہی رواں تھی اب نہ قائم وہ اندھیرا تھا
ہوائیں معتدل تھیں اور نورانی سویرا تھا
نسیم صبح کے آزاد جھونکے سرسراتے تھے
طلوع مہر کا عالم تھا ذرے مسکراتے تھے
نظارے کا سہارا پا لیا تھا مہر خاور نے
محمد کا مدینہ چھا لیا تھا فضل داور نے

◆◆◆